الرشید
فاضل حبیب بادار فاضل دیوبند
مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ رجسٹرڈ، ساہیوال پاکستان

مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی جالندھری

سید شاہد مدینہ منورہ

نحیف و نزار جسم، نزلہ کے دائمی مریض، قد راست، قامت موزوں، رنگ گندمی، دل زندہ، آنکھیں مضطرب طبیعت شگفتہ۔ تقریر کے ماہر، خطابت کے شناور۔ گھنٹوں بولتے ہیں اور تھکتے نہیں، بڑے اچھے منتظم، بہترین مدبر اور نغز گو شاعر ہیں۔ مگر مشق سخن کو امام شافعیؒ کے ارشاد کے مطابق عالمانہ ثقاہت کے منافی سمجھتے ہیں۔ اس لیے بہت کم کہتے ہیں مگر جب کہتے ہیں تو فن کے معیار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

ایک جلیل القدر باپ کے بیٹے ہیں اور پاکستان کے سب سے بڑے مذہبی ادارے جامعہ رشیدیہ کے ناظم الامور لیکن تواضع اور انکسار کا مجسمہ ہیں۔ علماء کے مخصوص انداز یبوست و ملبوست سے کوسوں دور۔ بذلہ سنج خوش ذوق اور وضعدار۔ ہمیشہ ایک خاص وضع کا لباس پہنتے ہیں۔ اپنے بزرگوں کے طریقے کے مطابق کھدر پوش ہیں۔ ٹوپی کی طرز اور وضع قطع سے یو۔پی کے مہاجر معلوم ہوتے ہیں۔ اردو اہل زبان کی طرح بولتے ہیں۔ مولانا حبیب اللہ صرف نام ہی کے حبیب اللہ نہیں ہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی اس مقام پر فائز ہو چکے ہیں۔ طبیعت میں مروت اور شرافت کا جوہر بطور خاص ودیعت ہوا ہے۔ ان کے والد امجد حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ علم و فضل میں یکتائے روزگار اور زہد و تقویٰ میں مثالی کردار تھے۔ مولانا حبیب اللہ بھی اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کا صحیح مصداق ہیں۔

حق کہنے میں یہ نحیف و نزار جسم تیغ براں ہے۔ اور جرم حق گوئی کی پاداش میں بار ہا پابند سلاسل رہ چکا ہے لیکن اس کے عزم اس کی ہمت اور اس کی تاب و تواں کے وہی دم خم ہیں۔ فرق باطلہ کے لیے سراپا للکار اور فتنہ ہائے مذہبی کا سر کچلنے کے لیے شمشیر جوہردار۔ یہ اثر ہے اس ارادت و عقیدت کا جو انہیں اپنے استاذ و مرشد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی سے ہے۔ جامعہ رشیدیہ کے فروغ اور اس کے ارتقاء میں توفیق ایزدی کے ساتھ مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری کی مساعی کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ تحریک ختم نبوت میں جامعہ رشیدیہ نے جو کردار ادا کیا ہے۔ اس سے جھنجھلا کر حکومت نے اس ادارہ کو بہت سی مراعات سے محروم کر دیا اور اس کا وجود خطرے میں پڑ گیا لیکن مولانا حبیب اللہ کے جذبۂ دین و جوش ایمانی نے اس کو از سر نو زندہ کر دکھایا اور آج حسن انتظام، شہرت علم اور طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ ادارہ پورے ملک میں امتیازی شان کا حامل ہے اور روز افزوں ترقی پر ہے۔ "اللہ کرے زور جنوں اور زیادہ" حضرت فاضل جالندھری سیاسی طور پر جمعیۃ علماء اسلام سے متعلق تھے اور اس کے صف اول کے راہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ مصلحت کیشی اور مصلحت کوشی سے پاک، صاف باطن و صاف نہاد۔ نظائر میں متشدد مگر طبعاً اعتدال پسند۔ نرم دم گفتگو گرم دم جستجو!

(الہام)

شوریٰ ابناءِ دارالعلوم واخوانِ دیوبند پاکستان کا ترجمان

بیادگار: حضرت مولانا حافظ مفتی فقیہ اللہ صاحب رحمۃ اللہ

ماہنامہ

الرشید

جلد نمبر ۱۳
محرم و صفر ۱۴۰۵ھ

شمارہ ۱، ۲
اکتوبر و نومبر ۱۹۸۴ء

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبدالرشید ارشد

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

بنظامت
(پیرجی) عبدالعلیم رانپوری

مقام اشاعت
۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹرز
[illegible]

سالانہ چندہ	۲۵/- روپے
فی شمارہ	۳/- روپے

ایک بلند پایہ فکری علمی مقالہ

از قلم

علامہ خالد محمود صاحب پی۔ایچ۔ڈی

فاضل حبیب اللہ رشیدی

راشدات

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہٗ

رب غفور، رحیم وکریم کے امتنانِ خصوصی نیز بالمؤمنین رؤف الرحیم کے افضالِ خاص سے ادارہ ہذا، مدرسہ رشیدیہ رائے پور (جالندھر) سے پچاسی سال گزارتے ہوئے سابیوں پینتیسویں سال میں قدم رکھتے ہوئے تعلیمی خدمات کے جہاد میں بطریقِ احسن گامزن ہے۔

یہ ادارہ تین پشتوں سے چلا آرہا ہے۔ مؤسسِ اول حضرۃ مولانا الحاج محمد صالح رائے پوری (خلیفہ ارشد حضرت اقدس محدث گنگوہیؒ) بانی ثانی حضرت مولانا حافظ نذیر اللہ رحمہ اللہ رائے پوری (تلمیذ و مجاز حضرۃ شیخ الہندؒ) سرپرست حالیہ حضرۃ مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب مدظلہٗ رائے پوری (تلمیذ حضرت علامہ سید انور شاہ صاحبؒ وخلیفہ حضرت رائے پوریؒ)، شیخ الجامعہ حضرۃ مولانا حافظ عبداللہ مدظلہٗ رائے پوری اس کے مربی و دعاگو ہیں اور حضرۃ قاری لطف اللہ شہید فی سبیل اللہ (تلمیذ حضرۃ شیخ الاسلام پاکستان علامہ عثمانیؒ) کی شہادت گاہ اور رائے پوری بزرگوں کا شجرہ طیبہ ہے۔ جامعہ کے فیوضات و برکات ملک و بیرونِ ملک صدقاتِ جاریہ کی صورت پھیلے ہوئے ہیں۔ جامعہ کے فیض یافتہ ملت کے راہنما اور رہبر شمار ہوتے ہیں۔ ترجمانِ جامعہ "الرشید" بھی بارہ سال سے تحریری محاذ پر علماء دیوبند اور دارالعلوم کے مسلکِ اعتدال کے طرز و طریق سے دینی و تبلیغی فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ اور ہر باطل فتنے سے برسرِپیکار ہے۔ اور ان شاء اللہ للکارتا رہے گا۔ اس لیے کہ ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

"الرّشید" تیرھویں سال میں حاضری دیتے ہوئے اپنے تمام قصور و عجز کا اعتراف کرتا ہے۔
جامعہ رشیدیہ کی مصروفیات اور اپنی کمزوریوں و اعذار کے باوجود الرشید کو اچھے معیار پر لانے
کی مساعی کرتا ہے۔ اور ان شاء اللہ مزید سعی کرے گا۔

"الرّشید" کے خصوصی اعداد میں خصوصاً دارالعلوم دیو بند نمبر، تاریخ دارالعلوم دیو بند نمبر،
مدنی و اقبال نمبر، سیرۃ النبی کے شماریات مقبول و معروف ہیں۔ الرشید کے ان مجلدات نے دارالعلوم
دیو بند کی خدمات علماء دیو بند کے کارناموں اور تاریخ کے ابواب میں ایک خاص الخاص اضافہ کر کے علمائے دیو بند
کے مجاہدات کو اجاگر کیا ہے۔ اس کے باوجود ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشت

الرشید اہل علم و اصحاب قلم سے ملتمس ہے کہ وہ اپنی علمی و قلمی فیضات سے الرشید کو مستفیض و مستفید
فرمادیں اور قارئین الرشید سے ہر قسم کے تعاون و نصرۃ کا خواستگار رہے اور جملہ حضرات سے
مستدعی بالخیر ہے۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ۔
ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا ۔
ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق ۔
غفرانک ربنا و الیک المصیر ۔
اللھم انصرنا و اعنا و اھدنا و امکر لنا و لا تمکر علینا ۔ علی اللہ توکلنا ۔
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم

——— ناقص: فاضل رشیدی ———

نگاہِ اوّل

قادیانیوں کی قانونی حیثیت

حامداً ومصلیاً ومسملاً۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو جب سے غیر مسلم اقلیت قرار پائے اس وقت سے یہ سوال کئی ذہنوں میں اُبھر رہا تھا کہ یہ کس نوع کے کافر ہیں اور غیر مسلموں کی کس صف میں آتے ہیں مطلق غیر مسلم تو ہیں نہیں کہ دعوئ اسلام کرتے ہیں اور بظاہر قرآن کریم کو بھی مانتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں علماء محققین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ یہ لوگ ملحدین کی صف میں آتے ہیں۔ ملحد غیر مسلموں کی وہ قسم ہے جو زبان سے تو اسلام کا اظہار کریں اور بعض قطعیات اسلام کو ایسے معنی پہنائیں جو امت کے مسلسل تسلیم شدہ معنی سے ٹکراتے ہوں۔ اور اس طرح اسلام کا انکار ہونے لگے جو مسلمانوں میں پورے اجماع اور اتفاق سے برابر تسلیم ہوتا آیا ہے۔ یہ انکار نئے سرے سے کیا جائے تو ایسا ملحد مرتد بھی ہوگا۔ اور جس نے یہ الحادی نظریات پیدائشی طور پر پائے ہوں، وہ ملحد اور زندیق سمجھا جائے گا۔ فقہ اسلامی میں مرتد۔ ملحد اور زندیق بہت متقارب الفاظ ہیں۔ اور ان کے احکام میں بہت معمولی سا فرق ہے

ماہنامہ الرشید ساہیوال میں مسلسل ایسے خطوط آرہے تھے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت کے مذہبی حقوق کیا ہیں اس پر کوئی مضمون آنا چاہیئے۔ ہم نے اس سلسلہ میں ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب (پی۔ ایچ ڈی) کی طرف رجوع کیا۔ ہم ان کے بصمیم قلب شکر گزار ہیں کہ آپ نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود مفصل جواب رقم فرمایا۔ یہ مضمون بہت سے ان شکوک وشبہات کا ازالہ کرے گا جو اس سلسلہ میں بعض ذہنوں میں اُبھر رہے تھے۔ علامہ صاحب نے اس مضمون میں جابجا قرآن کریم کی آیات سے استدلال کیا ہے اور بہت سے موضوعات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے سند لی ہے جن فقہا کی تصریحات پیش کی ہیں، وہ سب اپنے اپنے وقت کے جبالِ علم تھے۔ جن قادیانی عمائد کی عبارتیں ان کے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے پیش کی گئی ہیں، وہ سب ان کی معتبر تحریرات ہیں۔ مضمون فکری اور علمی پہلو سے بھی پورا اطمینان بخش ہے۔

اسی مناسبت سے ہم یہ پورا مضمون ایک ہی اشاعت میں دے رہے ہیں تاکہ اوقع فی النفس اور اقرب الی الفہم رہے۔ مناسب ہوگا کہ اسے انگریزی اور عربی میں لکھ کر پورے یورپ اور عرب ممالک میں پھیلایا جائے۔ امید ہے کہ یہ مضمون بہت سے بیمار ذہنوں کے لئے نسخہ شفا ہوگا۔

طاہر رشیدی

علامہ ڈاکٹر خالد محمود
پی۔ایچ ڈی

قادیانیوں کی قانونی حیثیت

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

○ ایک اسلامی سلطنت میں قادیانی غیر مسلم اقلیت کو کیا کیا مذہبی حقوق حاصل ہو سکتے ہیں؟ اور انہیں کس حد تک مذہبی آزادی دی جا سکتی ہے؟

جواب: اسلامی مملکت میں غیر مسلم اقلیتوں کو اس حد تک مذہبی آزادی دی جا سکتی ہے کہ اس سے مسلمانوں کے اپنے دینی اور مذہبی حقوق میں کسی طرح سے مداخلت نہ ہوتی ہو اور ان کی داخلی خود مختاری کسی طرح مجروح نہ ہو لیکن اگر کسی اقلیت کی مذہبی آزادی سے خود مسلمانوں کے مذہبی حقوق تلف ہوتے ہوں تو مسلمان سربراہ کا فرض ہے کہ مسلمانوں کے دینی حقوق کی پوری حفاظت کرے۔ اسلامی مملکت میں غیر مسلم اقلیتوں کے رسوم و اعمال اسی حد تک چلنے دیئے جا سکتے ہیں کہ اسلام کی اپنی عظمت و شوکت کسی طرح پامال ہونے نہ پائے۔ سربراہ مملکت ان پر کچھ اس طرح کی پابندیاں لگائے کہ وہاں کی مسلم آبادی اپنے دین پر عمل کرتے ہوئے ان اقلیتوں کی مداخلت سے پوری طرح محفوظ رہ سکے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت کے جائز مذہبی حقوق کا تعین کرنے سے پہلے خود مسلمانوں کے دینی حقوق کا جائزہ لیا جائے اور اگر کسی پہلو سے کوئی غیر مسلم اقلیت ان کے حقوق میں مداخلت کرنے لگے تو ان امور میں کسی غیر مسلم اقلیت کو مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں دخل انداز نہ ہونے دیا جائیگا اور انہیں ان باتوں سے قانوناً منع کیا جائے گا۔

مذہبی آزادی کی حقیقت اسلام کی رو سے دنیا میں ہر شخص کو اپنی پسند کا مذہب اختیار کرنے کا حق حاصل ہے آخرت کی جزا و سزا صرف حق پر مبنی ہو گی۔ قرآن کریم کی رو سے کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی اجازت نہیں۔ صداقت اسلام کے دروازے کھلے ہیں اور حق باطل سے ممتاز ہو چکا ہے۔ مذہبی آزادی کی حقیقت یہی ہے کہ اسلام زبردستی دوسروں کو اپنے ساتھ جوڑنے کی تعلیم نہیں دیتا لیکن مسلمانوں کو کوئی اور مذہب اختیار کرنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں۔ اسلام دین حق سے پھرنے کی کسی مسلمان کو اجازت نہیں دیتا اسے ہر کوشش کے ساتھ دائرہ اسلام میں پابند کرتا ہے۔ یہ اکراہ کسی کو دین میں لانے کے لئے نہیں، اسے دین میں رکھنے کے لئے ہے جو اسلام کا ایک اندرونی معاملہ ہے۔ مذہبی آزادی کا یہ مفہوم مرزا غلام احمد نے ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان بنانے کے لئے کبھی جبر نہیں کیا اور نہ تلوار کھینچی اور نہ دین میں داخل کرنے کے لئے کسی کے ایک بال کو بھی نقصان پہنچایا بلکہ وہ تمام نبوی لڑائیاں اور آنجناب کے صحابہ کرام کے جنگ جو اسوقت کئے گئے یا تو اس واسطے ان کی ضرورت پڑی کہ ملک میں امن قائم کیا جائے اور جو لوگ اسلام کو اس کے پھیلنے سے روکتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں جو مسلمان ہوں ان کو کمزور کر دیا جائے۔"

(تریاق القلوب ص۱۰۴)

اسلام میں آنے ہوئے لوگوں کو ضابطۂ اسلام کا پابند کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں یہ دھمکی بھی دی۔ ظاہر ہے کہ یہ اکراہ نہیں دینِ اسلام کا ایک اپنا ضابطۂ کار ہے:

① لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عن الجمعة بيوتهم۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص۲۳۲)

ترجمہ: میں نے ارادہ کیا کہ کسی اور شخص کو امام مقرر کروں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر ان لوگوں کے گھروں کو جو جماعت سے پیچھے رہ جاتے ہیں آگ لگا دوں۔"

بے شک یہ ایک بڑی دھمکی ہے اور مسلمانوں کو دین پر رکھنے کے لئے ہے یہ اکراہ ممنوع نہیں اور اس کے جواب میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ لا اکراہ فی الدین دین میں اکراہ نہیں، یہ سختی کہاں سے آگئی!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

② مروا اولادکم بالصلوٰة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر سنين۔

(مشکوٰة ص۵۸ عن ابی داؤد)

ترجمہ: اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھاؤ اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں مار کر بھی نماز پڑھاؤ۔"

نماز کے لئے یہ مارنا اکراہ ممنوع نہیں۔ دین اسلام کا اپنا ضابطہ کار اور اس کا ایک اپنا دائرہ تربیت ہے۔

③ جس طرح نماز عبادت ہے زکوٰة بھی ایک عبادت ہے۔ تارک نماز کو دھمکی دے کر نماز پر لانا یا قوم کو دھمکی دیکر ان سے جبراً زکوٰة وصول کرنا ہرگز اکراہ ممنوع نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰة اور مانعین زکوٰة دونوں کے خلاف جنگ فرمایا۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

واللّٰه لاقاتلن من فرق بين الصلوٰة والزكوٰة فان الزكوٰة حق المال والله لو منعوني عناقا كانوا يؤدونها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على منعها۔ (مشکوٰة ص۱۵۷)

ترجمہ: خدا کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰة میں تفریق ڈالتے ہیں بیشک زکوٰة حقِ مال ہے

(جس طرح نماز حق میں ہے) بخدا اگر یہ لوگ ایک بھیڑ بھی جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو میں اسے روکنے پر ان سے جہاد کروں گا۔"

یہ اکراہ ممنوع نہیں دین اسلام کا داخلی دائرہ کار ہے لوگوں کو اسلام پر رکھنے کا ایک قدم ہے اور بیشک سلطنت اسلامی کو اس کا پورا حق حاصل ہے۔

④ نماز کے لئے مسجد میں اذان دینا فرض نہیں لیکن شعائر اسلام میں سے ضرور ہے۔ اگر کسی علاقے میں پوری کی پوری قوم اذان نہ دینے پر اتفاق کر لے تو اسلامی سربراہ کو ان سے جہاد کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی علاقے کے لوگ اذان کہنا چھوڑ دیں تو ہم ان پر ان سے جہاد کریں گے۔

"ولھذا قال محمد لو اجتمع اھل بلد علی ترکہ قاتلناھم علیہ" (البحر الرائق ص ۲۶۹ ج ۱)

یہ اکراہ ممنوع نہیں، جو شخص اسلام کے اپنے دائرہ کار اور سلطنت اسلام کی داخلی خود مختاری پر کچھ غور کرے تو سینکڑوں مثالیں سامنے آئیں گی جن میں مسلمانوں کو اسلام کے ضابطے پر پوری سختی سے پابند کیا گیا ہے۔ ان میں دھمکیاں بھی ہیں اور سزائیں بھی اور معاشرے پر اخلاقی دباؤ بھی۔ ایک زندہ دین کی زندگی کے یہ نشان ہیں۔ انہیں اکراہ للدین تو کہا جا سکتا ہے اکراہ فی الدین ہرگز نہیں۔ ثانی الذکر کا حاصل صرف یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو جبراً اسلام میں نہیں لایا جا سکتا یہ منع ہے اسلام میں آئے ہوئے لوگوں کو یہ آزادی نہیں دی جا سکتی کہ وہ جو چاہیں کہتے اور کرتے رہیں۔ انہیں ضابطہ اسلام کا پابند کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر اکراہ کیا جا رہا ہے۔

علامہ شعرانی لکھتے ہیں: اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے۔

وَاَجمَعُوا علی انہ اذا اتفق اھل بلد علی ترک الاذان والاقامۃ قوتلوا لانہ من شعائر الاسلام۔　　(رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ص ۳۳)

اسے ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے:

اگر کوئی شخص اپنا یہ عقیدہ بنا لے کہ وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے تو کیا اسے مذہبی آزادی کا لیبل لگا کر آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ یا اسلام اور اسلامی معاشرہ اسے پکڑے گا؟

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس موقع پر مذہبی آزادی کا سہارا نہیں لیا۔ مرزا صاحب نے انگریزی سلطنت میں اس کا منصفانہ فیصلہ یہ پیش کیا تھا:

"اگر کوئی ایسا شخص اس گورنمنٹ کے ملک میں یہ غوغا مچاتا ہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں تو گورنمنٹ اس کا تدارک کیا کرتی ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ مہربان گورنمنٹ اسکو کسی ڈاکٹر کے سپرد کرتی ہے تا اس کے دماغ کی اصلاح ہو اور اس بڑے گھر میں محفوظ رکھتی ہے جس میں بمقام لاہور اس قسم کے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۲ ص ۱۱ مطبوعہ قادیان)

مرزا صاحب نے ایسے شخص کو بالکل خانے بجرانے کی جو رائے بتائی ہے یہ ہرگز اکراہ ممنوع نہیں۔ اسلامی سلطنت تو در کنار اسے انگریزی سلطنت بھی مذہبی آزادی کا نام نہ دے گی۔ کوئی مسلمان اگر اس قسم کی باتوں پر آجائے تو سلطنت اسلام کا اسپر کوئی سختی کرنا ہرگز اکراہ ممنوع نہیں نہ یہ اقدام لااکراہ فی الدین کے خلاف سمجھا جائیگا۔

قادیانی مبلغین نے اپنی اپیل میں اس آیت کو بالکل بے محل پیش کیا ہے کسی معتبر تفسیر میں اس کے یہ معنی نہیں لئے گئے کہ مسلمان کہلانے کے بعد مسلمان جو عقیدہ چاہے رکھے اور اسپر اسلامی سربراہ یا اسلامی معاشرہ کوئی پابندی نہیں لگا سکتا اور یہ پابندی مذہبی آزادی کے خلاف ہوگی، ایسا کہیں نہیں۔

غیر مسلم اقوام کی مذہبی آزادی

اسلام اپنی سلطنت میں بسنے والی غیر مسلم اقوام کو پوری مذہبی آزادی دیتا ہے لیکن اسمیں یہ بات اصولی ہے کہ ان کی یہ آزادی سلطنتِ اسلامی کا مروت و احسان ہے جو اسلام کا انسانی حقوق کا ایک چارٹر ہے۔ ان انسانی حقوق پر ان کی مذہبی آزادی مرتب کی گئی ہے سو اگر کوئی غیر مسلم قوم مذہبی آزادی میں اپنی انسانی قدروں کو کھو دے تو پھر ان کی مذہبی آزادی پابندیوں کی زد میں آجاتی ہے اور یہ کوئی اکراہ نہیں ہے۔ مسلمان دارالحرب میں ہوں تو انہیں جو مذہبی مراعات حاصل ہوں گی وہ اس غیر اسلامی حکومت کا احسان اور ان کا ایک اخلاقی ضابطہ کار ہوگا۔ اسی طرح جو غیر مسلم اقوام اسلامی سلطنت میں رہتی ہیں انہیں جو رعایتیں دی جائیں اور ان سے جو عہد و پیمان باندھے جائیں وہ دارالاسلام کے مسلمانوں کا مروت و احسان ہوگا۔ اسے ان کا کوئی آئینی حق نہ کہیں گے اسیطرح انہیں کسی ایسے کلیدی عہدے پر لے آنا کہ خود مسلمان ان کے دستِ نگر ہو جائیں درست نہیں ہوگا۔ اس لئے قرآن کریم کی اس آیت سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا (النساء پ۵ آیت ۱۴۱)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز کوئی غلبے کی راہ نہ دے گا۔"

اسلامی سلطنت میں مسلمانوں کے دینی حقوق

اسلامی سلطنت میں مسلمانوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہے اور ان پر اپنی پوری اجتماعی قوت سے اپنے دینی حقوق کی حفاظت کرنا لازم ہے۔ اگر کسی دائرہ عمل میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مذہبی حقوق میں کوئی ٹکراؤ محسوس ہو تو یہ پابندی غیر مسلموں کی بے جا آزادی میں لگے گی سلطنت اسلامی میں مسلمانوں کی دینی شوکت کو کسی پہلو سے مجروح نہ ہونے دیا جائے گا۔ اس کے لئے قرآن و حدیث کی مندرجہ ذیل نصوص سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے

(۱) لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ (پ۵ النساء آیت ۱۴۱)

ترجمہ: "اور ہرگز نہ دیگا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ کی راہ۔"

(۲) وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ (پ۲۸ المنفقون آیت ۸)

ترجمہ: اور غلبہ تو اللہ اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

کافروں میں سب سے زیادہ مسلمانوں کے قریب اہل کتاب ہیں ان کے بارے میں حکم فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ رہیں تو ماتحت ہو کر رہیں برابر کی حیثیت سے نہیں۔

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صٰغرون۔ (پ۱۰ التوبہ آیت ۲۹)

ترجمہ: لڑو ان لوگوں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور دین حق کے ماتحت نہیں چلتے ان لوگوں سے جو دیئے گئے کتاب یہاں تک کہ وہ ماتحت بن کر ہاتھ سے جزیہ دیں۔

حدیث: الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ (نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۳۳)

ترجمہ: اسلام اوپر رہتا ہے اسے نیچے نہیں رکھا جا سکتا۔

امام نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

المراد بہ فضل الاسلام علی غیرہ۔

اس سے مراد اسلام کا دوسرے مذاہب سے بڑھ کر رہنا ہے۔

اس اصول کی روشنی میں مسلمانوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ از بس ضروری ہے انہیں یہاں چار عنوانات سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱: وحدت اُمّت کا تحفظ: امت کی سالمیت اور اس کا استقلال ہر صورت میں قائم رکھنا ضروری ہے۔
۲: شعائر امت کا تحفظ: امت کی عملی زندگی اور اس زندگی کے محرکات ہر صورت میں قائم رہنے چاہئیں۔
۳: افراد امت کا تحفظ: امت کے ایک ایک فرد کی ہر دینی اور دنیوی فتنے سے حفاظت کی جانی چاہیئے۔
۴: حوزہ امت کا تحفظ: امت کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی پوری حفاظت کی جائے۔

ان عنوانات پر ترتیب وار بحث حسب ذیل ہے:

① وحدت اُمّت کا تحفظ

امت کی وحدت پیغمبر کے گرد قائم ہوتی ہے۔ وحدت امت کا مرکز بنیاد اور مرکز وحدت پیغمبر کی شخصیت ہوتی ہے اور امت کے افراد جب تک پیغمبر کی شخصیت اور پیغمبر کے لائے ہوئے دین کے بنیادی عقائد میں جنہیں ضروریات دین کہا جاتا ہے متحد رہیں تو وحدت قائم رہتی ہے۔ پیغمبر جس طرح لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اسی طرح اپنے ماننے والوں کی ایک امت بھی قائم کرتے ہیں۔ جب تک اس امت کی وحدت قائم ہے اس پیغمبر کی رسالت کا اثر باقی رہتا ہے اور جب وحدت

امت قائم نہ رہے تو رسالت کا اثر جاتا رہتا ہے۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک امت بنائی اور ان کے دل اپنے فیض محبت سے پاک کئے اور یہ سلسلۂ اُمت اب تک قائم اور باقی ہے اور اسی کو امت مسلمہ کہا جاتا ہے۔ ضروریات دین میں سب مسلمان متحد اور اُمتِ واحدہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کوئی نہیں اور اس امت کے بعد کوئی امت نہیں۔

اب اگر اس امت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں برابر کے شریک ہوں وہ ایک دوسرے کو علی الاعلان اسلام کے بنیادی عقائد سے منحرف بھی قرار دیں اور پھر ایک امت کہلائیں تو ظاہر ہے کہ اس التباس سے امت کا تشخص ختم ہو جائے گا۔ اُمت اپنے مخصوص معتقدات سے ہی پہچانی جاتی ہے جب انہیں میں التباس ہو گیا تو امت کہاں رہی۔ سو افرادِ امت کو حق پہنچتا ہے کہ جو لوگ ان سے بنیادی حقائق میں منحرف ہو جائیں انہیں اس اُمت میں شامل نہ رہنے دیں نکال باہر کریں ورنہ وحدتِ امت کا تحفظ نہ ہو سکے گا۔ اب ان باہر نکلنے والوں کا ہنوز اس امت میں رہنے کا دعویٰ مسلمانوں کے حقِ وحدت میں مداخلت ہوگی۔ وہ اگر مسلمان کہلانے پر اصرار کریں تو یقیناً مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مخل اور دخل انداز ہوں گے۔

اسلام جب تمام اقلیتوں کو ان کی حدود میں مذہبی آزادی دیتا ہے تو یہ کیسے جائز رکھ سکتا ہے کہ خود اپنی آزادی میں دوسروں کی مداخلت برداشت کرے سو قادیانیوں کا اسلام کا نام استعمال کرنے پر اصرار مسلمانوں کی وحدت امت کے حق میں ایک مداخلت بے جا ہے۔ مسلمانوں کا ان سے یہ مطالبہ کہ وہ مسلمان نہ کہلائیں ان کے اوپر بوجھ ڈالنا نہیں خود اپنی ذات کی حفاظت کرنا ہے۔ کوئی امت دوسروں کی خاطر اپنی سالمیت کو مجروح نہیں کرتی۔ قوموں کی سالمیت جن چیزوں سے باقی رہتی ہے انہیں ہی ان کے شعائر کہتے ہیں!

شعائرِ امت کا تحفظ

مسلم سوسائٹی جن جگہوں، کاموں اور ناموں سے پہچانی جاتی ہے انہیں شعائرِ اسلام کہا جاتا ہے یہ اسلام کے وہ نشان ہیں جن سے مسلم آبادیاں اور مسلمان لوگ پہچانے جاتے ہیں۔ جب تک کسی امت کے شعائر محفوظ رہیں اور لوگ اپنے شعائر کا پوری غیرت سے پہرہ دیتے رہیں تو امت کا تشخص باقی رہ سکتا ہے ورنہ نہیں۔ پس ان شعائر میں کسی ایسے طبقے کی مداخلت جو کہ بنیادی عقائد میں مسلمانوں سے منحرف ہو چکے ہوں اور مسلم معاشرہ سے وہ باہر بھی کئے گئے ہوں مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مداخلت ہوگی کہ جو لوگ ان میں سے نہیں ہیں خواہ مخواہ ان کے ہاں گھس رہے ہیں۔ یہ شعائر مکانی بھی ہیں اور عملی بھی۔ پھر کچھ شعائر مرتبی بھی ہیں اور امت کی پہچان اور تشخص میں ان سب کا دخل ہے۔ انہی سے اُمت کا تشخص قائم رہتا ہے اور مسلمان دوسری قوموں میں انہی نشانات سے پہچانے جاتے ہیں۔

مکانی شعائر میں سب سے بڑی چیز کعبہ ہے جو مرکز اسلام ہے۔ پھر کعبہ کی جہت میں بنی ہوئی مسجدیں ہیں جو اللہ کے لئے بنی ہیں۔ عملی شعائر میں اذان اور مرتبی شعائر میں اسلامی القاب کی مثال دی جا سکتی ہے۔ پس اگر کوئی غیر مسلم اقلیت اپنی عبادت کے بلاوے کو اذان کہنے لگے اور اس کے الفاظ بھی وہی مسلمانوں جیسے ہوں اور وہ

اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہے اور اپنے بانی مذہب کے ساتھیوں کو صحابی اور انہیں بطور طبقہ رضی اللہ عنہ کہے تو اسے اس غیر مسلم اقلیت کی مذہبی آزادی قرار دیا جائیگا بلکہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی کی بربادی کہا جائیگا کہ جن شعائر سے اس امت کا تشخص قائم تھا اب اس میں التباس ڈال دیا گیا ہے اور امت مسلمہ کے اس تشخص کو ضائع کر دیا گیا ہے۔ اب ان امتیازات میں وہ لوگ بھی شریک ہونے لگے ہیں جو یقیناً ان میں سے نہیں ہیں۔

شعائر امت اسلامیہ | شعائر امت میں ہم کعبہ، اذان، مسجد، قرآن، کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو بطور مثال پیش کر سکتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ان کی تفصیل کی جائے یہ بیان کرنا نامناسب ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروان تمام شعائر میں مسلمانوں سے خود علیحدہ ہیں۔ اسلام کے بعض بنیادی عقائد میں ان کا مسلمانوں سے منحرف ہونا یہ گو ایک مستقل وجہ کفر تھی۔ لیکن ان کا ان شعائر میں مسلمانوں سے علیحدہ ہونا یہ ان کے اسی کفر کی ایک اور تصدیق ہے۔

آپ شعائر اسلام کے ایک ایک فرد پر ان کے نقطۂ نظر کو پڑھتے جائیں اور پھر ان شعائر میں مسلمانوں کے عقیدے کو بھی دیکھیں تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ لوگ شعائر اسلام میں مسلمانوں کیساتھ کسی طرح شریک نہیں۔ اب تعبدی امور میں ان کا اپنے آپ کو مسلمانوں کیساتھ شریک کرنا محض التباس کے لئے ہے اور اس لئے کہ یہ مسلمانوں کے شعائر نہ رہیں اور یہ کہ امت کی یکسانیت باقی نہ رہے۔ ان میں غیر مسلم بھی آ شریک ہوں۔

کعبہ | مسلمان کعبہ شریف کو تمام روحانی برکتوں کا مرکز سمجھتے ہیں مگر مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے:
"حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ... کیا مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟" (حقیقۃ الرؤیا ص ۴۶)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ اب ان کے عقیدے میں مکہ معظمہ مرکز برکات نہیں رہا۔ کیا یہ شعائر اسلام کی صریح حرمت ریزی نہیں اور کیا یہ عقیدہ <u>لاتحلوا شعائر اللہ</u> کے خلاف صریح کفر کا ارتکاب نہیں؟ شعائر اللہ کا پہلا نشان تو کعبہ ہے۔

یہ سارا زور مکہ و مدینہ کی بجائے قادیان کی مرکزیت قائم کرنے پر لگ رہا ہے۔ قادیانی اپنے الحادی عقیدوں سے ایک ایسا دین قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جس کی رو سے مسلمانوں کا اسلام محض ایک مردہ دین ٹھہرے۔ ظاہر ہے کہ ان کی یہ کوشش شعائر اسلام کی کھلی بیخ کنی ہے اور اپنے شعائر کی ایک جارحانہ تحریک ہے۔

مکانی شعائر میں سب سے بڑی چیز کعبہ ہے جو مرکز اسلام ہے پھر کعبہ کی جہت میں بنی ہوئی مسجدیں ہیں جو اللہ کے لئے بنی ہیں۔ جب کعبہ کے بارے میں ان کا نظریہ یہ ہے تو اور مسجدوں میں وہ مسلمانوں کیساتھ کیسے شریک ہو سکتے ہیں!

مرزا غلام احمد اسی لئے اپنی جماعت کے اس کی علیحدگی کا قائل تھا اس کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود اپنے باپ مرزا غلام احمد سے نقل کرتا ہے:

"یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریمؐ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک ایک چیز میں ہیں ان سے اختلاف ہے۔"

(روزنامہ الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۰ء)

پھر ایک مقام پر لکھتا ہے:

"تم اپنے امتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو۔ تم ایک برگزیدہ نبی کو مانتے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی، غیر احمدی مل کر تبلیغ کریں مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم کون سا اسلام پیش کرو گے۔ کیا خدا نے جو تمہیں نشان دیئے جو انعام خدا نے تم پر کیا وہ چھپاؤ گے۔"

"ایک نبی ہم میں بھی خدا کی طرف سے آیا۔ اگر اس کی اتباع کریں گے تو وہی پھل پائیں گے جو صحابہ کرامؓ کے لئے مقرر ہو چکے ہیں۔"
(آئینہ صداقت ص۵۳)

اس میں صریح اقرار ہے کہ قادیانی مسلمانوں کیساتھ کسی بات میں شریک نہیں ہو سکتے ان کا مسلمانوں کے شعائر میں خواہ مخواہ دخل دینا مسلمانوں کے دائرہ کار میں مداخلت بے جا ہے۔ قادیانیوں کا اسلام کا تصور اس اسلام سے بالکل جدا ہے جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

روزنامہ الفضل نے ۳۱ مئی ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں چوہدری ظفر اللہ خاں کی ایک تقریر ان الفاظ میں شائع کی ہے جو قادیانی مذہب کو دین اسلام سے کلیۃً الگ کرتی ہے:

"اگر نعوذ باللہ آپ (مرزا غلام احمد) کے وجود کو درمیان سے نکال دیا جائے تو اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح خشک درخت شمار کیا جائے گا اور اسلام کی کوئی برتری دیگر مذاہب پر ثابت نہیں ہو سکتی۔" (المصلح کراچی ۲۲ مئی ۵۲ء، الفضل ربوہ ۳۱ مئی ۱۹۵۲ء)

اس بیان کی روشنی میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں کسی بات میں دینی اشتراک نہیں رہتا۔ ان کے ہاں مسلمان اس دین کے قائل ٹھہرتے ہیں جس میں مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے اب ان کا فیض جاری نہیں اور خود شجر اسلام ان کے ہاں ایک خشک درخت شمار ہوتا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود اپنے باپ اور بانی مذہب مرزا غلام احمد سے نقل کرتا ہے:

"یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی ذات، رسول کریمؐ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔"

(الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۰ء)

جو لوگ اللہ کی ذات میں مسلمانوں سے اختلاف کریں وہ دہریہ ہو سکتے ہیں یا مشرک۔ مرزا صاحب ان دونوں سے

کرتے ہیں ؛ اسے ان کے الہامات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

قادیانیوں نے مرزا صاحب کے الہامات تذکرہ کے نام سے شائع کئے ہیں اس میں ہے ؛

" آوا بھی ! خدا تیرے اندر اتر آیا" (تذکرہ ص۳۴۹)

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے کہا ؛

انما امرك اذا اردت شيئا ان تقول له كن فيكون

" تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ فی الفور ہو جاتی ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۰۵)

مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں ؛

" وانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں۔ خدا کی مانند" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۵) دیکھئے عقیدۂ توحید کہاں باقی رہا؟ پھر یہ بھی کہا ؛

" أُعْطِيتُ صفة الافناء والاحياء من الرب الفعال" (خطبہ الہامیہ ص۵۶) پھر یہ الہام بھی گھڑا

" انا نبشرك بغلام مظهر الحق والعلا كان الله نزل من السماء" (حقیقۃ الوحی ص۹۵)

بیٹے کے بارے میں یہ تصور کہ گویا خدا آسمان سے اترا ہے۔ یہ عقیدہ کہاں تک توحید کیا تو صحیح ہو سکتا ہے۔

رسول کریمؐ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں کیا اختلاف ہے؟ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین خلائق اور اولادِ آدم میں کامل ترین شخصیت مانتے ہیں انکے ہاں ان سے زیادہ کامل شخصیت کا تصور تک نہیں۔

قادیانی مرزا غلام احمد کے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عربی وجود سے زیادہ کامل مانتے ہیں۔ ان کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ظہور تھے۔ ظہور عربی، ظہور ہندی۔ وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ایک دوسرا ظہور تھا اور آپ کا یہ ظہور آپ کے پہلے ظہور سے زیادہ کامل تھا۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عربی کو کامل اور اکمل نہیں مانتے جبکہ مسلمان آپ کی اسی شخصیت کریمہ کو اسوۂ حسنہ اور انسانیت کا کامل ترین ظہور مانتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے سامنے ان کے ایک پیرو نے حسب ذیل اشعار پڑھے اور مرزا قادیانی کی زندگی میں ان کے اخبار بدر کی ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء کی اشاعت میں شائع ہوئے ؛

غلام احمد رسول اللہ ہے برحق	شرف پایا ہے نوع انس و جاں نے
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں	اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل	غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

مرزا غلام احمد نے خود بھی لکھا ہے:

"یہ خیال کر گزرنا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے بارہ میں فرمایا اس سے بڑھ کر ممکن نہیں بدیہی البطلان ہے" (کرامات الصادقین ص۱۸)

پھر مرزا غلام احمد نے ان قرآنی حقائق و معارف کا اپنے اوپر کھلنا ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"اگر یہ کہا جائے کہ ایسے حقائق و دقائق قرآنی کا نمونہ کہاں ہے جو پہلے دریافت نہیں کئے گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس رسالہ کے آخر میں جو سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی ہے اس کے پڑھنے سے تمہیں معلوم ہوگا۔ (کرامات الصادقین ص۱۸)

مرزا غلام احمد کے ان الفاظ کو بھی پیش نظر رکھئے:

روضۂ آدم کہ تھا ناممکل اب تک　　میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱۳)

قادیانیوں نے اس تصور کو پھر اور نکھارا اور مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے یہ مانتے ہوئے بھی کہ کوئی شخص حضور سے آگے نہیں بڑھا، بر ملا کہا:

"یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔　　(الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کمالات کا تصور نہیں کر سکتا۔ سو مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ ان کی جماعت دوسرے مسلمانوں سے رسول کریم کے بارے میں بھی مختلف ہے بالکل درست ہے۔ سو جب قادیانیوں کو مسلمانوں سے اللہ کی ذات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی بنیادی اختلاف ٹھہرا تو کلمہ کی وحدت کہاں رہی؟ کلمہ شریف اسی اقرار توحید و رسالت پر ہی تو مشتمل ہے۔

کلمہ شریف میں اللہ کی ذات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ہی تو ذکر ہے۔ جب ان دونوں کے بارے میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں اختلاف ہو گیا تو ان میں کوئی نقطۂ اشتراک نہ رہا۔ توحید و رسالت کے اقرار میں بھی دونوں مختلف ہو گئے۔ اور کلمہ بھی دونوں کا مختلف ہو گیا۔ اس لئے کہ اس کے مصداق بدل گئے۔

قرآن مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کی آخری کتاب قرآن کریم قیامت تک کے لئے محفوظ ہے اور اس کی حفاظت خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے مگر قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم ۱۸۸۵ء میں اٹھا لیا گیا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو مرزا صاحب کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مرزا غلام احمد کے آنے پر ان کے عقیدہ میں قرآن کریم دوبارہ اترا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں بعض آیات قرآنی مختلف بھی نقل کیں۔ ان کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے:

"ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی مشکل تو یہ ہے

کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے اسی لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن اتارا جائے۔" (کلمۃ الفصل ص۱۷۳ ریویو آف ریلیجنز)

قرآن کریم کی تفسیروں میں اختلاف بے شک انسانی اور علمی اختلاف ہے لیکن اسے قرآن کا اختلاف نہیں کہہ سکتے یہ مفسرین کا اختلاف ہے جو آخر انسان ہی تھے تاہم یہ صحیح ہے کہ قرآن کی غلط تفسیریں کبھی چل نہیں سکیں صحیح تفسیر بہرحال موجود رہی اور اہل حق اس کے ساتھ غلط تفسیروں کی تردید کرتے رہے لیکن قرآن کی اصلاح کا نام اسے اب تک کسی نے نہیں دیا۔

اب مرزا غلام احمد کی عبارت ذیل دیکھئے اور ان کی وہ تحریرات بھی سامنے رکھئے جن میں اس نے قرآنی آیات کو کچھ بدل کر لکھا ہے

"عیسیٰ اب جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں اتر کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔" (ازالہ اوہام ص۲۸۵)

کیا یہ الفاظ ایسے شخص کے قلم سے نکل سکتے ہیں جو قرآن کریم پر مسلمانوں کا سا ایمان رکھتا ہو۔ جس طرح قرآن پر مسلمان اور قادیانی اپنے بنیادی عقیدہ میں مختلف ہیں نمازیں بھی ہر دو مذاہب کا بنیادی اختلاف ہے۔

نماز نماز مسلمانوں کو ایک صف میں جمع کرتی ہے۔ اکٹھے نماز پڑھنا یا پڑھ سکنا مسلمانوں کو ایک امت بناتا ہے اور یہی ایک دوسرے کے لئے ایک دوسرے کے اسلام کا نشان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم (مشکوٰۃ ص۱۲ عن البخاری)

ترجمہ: "جو ہمارے جیسی نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ حلال سمجھے وہ مسلمان ہے۔"

ہمارے جیسی نماز میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس کی نماز الگ نہ ہو۔ اگر کوئی شخص مسلمانوں کی جماعت سے کلیۃً کنارہ ہے تو وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہ سمجھا جائے گا۔ ابن نجیم لکھتے ہیں:

فان صلی بالجماعۃ صار مسلماً بخلاف ما اذا صلی وحدہ الا اذا قال الشہود صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا ۔۔۔۔ وعن محمد انہ اذا حج علی وجہ الذی یفعلہ المسلمون یحکم باسلامہ۔ (البحر الرائق ص۱۰۲)

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: اب مرزا غلام کی نماز بھی دیکھئے کہ کس قدر وہ ہماری نماز جیسی ہے:-

"پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۸)

قادیانی اس باب میں بھی مسلمانوں سے جدا ہو گئے کہ قادیانیوں کے ہاں نماز مغرب میں تیسری رکعت میں رکوع کے بعد فارسی نظم پڑھنے کی سنت ہے۔ یہ بات آپ مسلمانوں کی مساجد میں کبھی نہیں دیکھیں گے۔ (سیرۃ المہدی ص۱۳۰)

جب قادیانیوں کی نمازیں مسلمانوں سے علیحدہ ہو گئیں تو وہ کسی پہلو سے بھی حوزہ اسلام میں نہ رہے مرزا محمود احمد کا یہ کہنا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے ایک ایک بات میں اختلاف ہے بالکل درست ہے:

مثلاً اللہ کی ذات، رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک ایک چیز میں ہی ان سے اختلاف ہے۔"
قوموں کے شعائر ان کے اندرونی معتقدات کا ہی خارجی پہلو ہوتے ہیں۔ بنی آدم میں خوف خداوندی اور تقویٰ ہی کا بیج پھوٹتا ہے تو اس سے اسلام کے شعائر ابھرتے ہیں اور مسلمان ان کی تعظیم کر کے وحدت امت میں نکھرتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ (پ۱۷ سورۃ الحج آیت ۳۲)

ترجمہ: "اور جو تعظیم کرتا ہے نشانہائے الٰہی کی تو بلاشبہ یہ پرہیزگاری دلوں کی ہے۔"

جب قادیانی مسلمانوں سے اپنے معتقدات اور اعمال بلکہ ہر چیز میں جدا ہو گئے تو اب مشترکہ شعائر کا دعویٰ کسی طرح قرین انصاف نہیں رہتا۔ شعائر میں اشتراک اب التباس و اشتباہ کے لئے تو باقی رکھا جا سکتا ہے معتقدات کے تعارف اور عقیدت کے استشہاد کے لئے نہیں۔ کسی قوم کے ساتھ اس کے امتیازی نشانوں میں وہی لوگ جمع ہو سکتے ہیں جو ان کے معتقدات میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔ ایک ایک چیز میں اختلاف کرنیوالے محض التباس و تلبیس کے لئے ایک سے شعائر کے مدعی ہو سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی اچھی نسبت نہیں۔ اختلاف بڑھ جانے کی صورت میں تاریخ فیصلہ کرے گی کہ پہلے یہ نشان کس قوم کے تھے اور بعد میں انہیں کن لوگوں نے اختیار کیا۔ اور کیا اس اختیار کا منشا پہلی قوم کے دینی شعائر میں التباس و اشتباہ کے سوا اور کچھ بھی ہو سکتا ہے؟ کسی قوم سے ان کے شعائر چھینا اس سے بڑھ کر جارحیت اور کیا ہو سکتی ہے۔ صدر پاکستان کا زیر بحث آرڈیننس اسی جارحیت کو ختم کرنے کے لئے ہے یہ قادیانیوں پر کوئی زیادتی نہیں۔

قادیانی جب کلمہ اور نماز تک میں مسلمانوں سے کلیۃً جدا ٹھہرے تو اب ان میں مسجدوں اور اذانوں کا اشتراک محض التباس کی تخم کاری کے لئے ہے۔ حق یہ ہے کہ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے اور اذان انہی کی عبادت کا ایک بلاوا ہے جس پر مسلمان اکٹھے نماز پڑھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتے وہ ان کی سی اذان بھی نہیں دے سکتے نہ ان جیسی عبادت گاہ بنا سکتے ہیں۔

مسجد اور اذان

مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین ہمیشہ سے اسلام ہی رہا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں مسلم رہے تھے۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام سب کا دین ایک رہا اور سب اپنے اپنے وقت میں مسلمان تھے۔ پیغمبروں میں شریعتیں تو بدلتی رہتی ہیں لیکن دین سب کا ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانبیاء اخوۃ لعلات امہاتہم شتی ودینہم واحد۔ (صحیح بخاری ص۴۹۰)

ترجمہ: سب انبیاء آپس میں ان بھائیوں کی طرح ہیں جو مختلف ماؤں سے ہوں اور باپ ایک ہو۔ دین سب انبیاء کا

ایک رہا ہے۔ اس دین کا نام اسلام ہے اور ہر پیغمبر نے اسی کی طرف دعوت دی۔ حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو اسلام پر رہنے کی تلقین فرمائی تھی۔

یا بنی ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا و انتم مسلمون۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۳۲)

"اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے تمہارے لئے یہ دین چن لیا ہے سو تم ہرگز نہ مرنا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو۔"

اس پر ان کے بیٹوں نے کہا: ونحن لہ مسلمون "ہم اللہ کے حضور میں مسلمان ہیں۔"

قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفاً مسلما۔ (آل عمران آیت ۶۷)

ترجمہ: ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی لیکن تھے وہ یک رخ مسلمان تھے۔"

قرآن کریم میں پہلے صحیح العقیدہ انسانوں کے لئے لفظ مسلم عام ملتا ہے۔ دیکھئے پ۱ البقرہ: ۱۳۶، ۱۲۸، ۱۳۶ پ۱۲ سورۃ یوسف ۱۰۱ پ۹ اعراف ۱۲۶ پ۱۱ یونس ۷۲، ۸۴، ۹۰ پ۱۹ نمل ۳۱، ۳۸، ۴۲ پ۲۰ قصص ۵۳۔

حضرت ابراہیم، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام اور ان کے پیرو سب اپنے اپنے وقت میں مسلمان تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد المسجد الحرام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد المسجد الاقصیٰ کہلائی۔ معلوم ہوا کہ مسجد ابتداء ہی سے مسلمانوں کی بنائی ہوئی عبادت گاہ کا نام رہا ہے۔

مشرکین نے اپنے دور اقتدار میں خانہ کعبہ میں بت رکھ دیئے مگر یہ مسجد چونکہ مسلمانوں کی بنائی ہوئی تھی اسلئے ان بتوں کے باوجود اس سے مسجد کا نام جدا نہ ہو سکا۔ ایسا کرنا حدیث: الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ کے خلاف تھا سو نام مسجد کا ہی غالب رہا۔ اسے مشرکین کی عبادت گاہ کا نام نہ دیا جا سکا۔ سکھوں نے اپنے دورِ حکومت میں شاہی مسجد لاہور میں گھوڑوں کے اصطبل بنائے تھے مگر مسلمانوں نے اس کا نام مسجد ہی رکھا۔ مسجد ابتدائی طور پر مسجد ہو تو مسجدیت کا حکم اس سے قیامت تک نہیں چھن سکتا۔ اسلام کی نسبت اور کفر کی نسبت کا آپس میں ٹکراؤ ہو تو اسلام کی نسبت ہی غالب رہے گی۔

قادیانیوں کا یہ کہنا کہ مشرکین کی عبادت گاہوں کا نام بھی مسجد رہا ہے اور اپنی تائید میں المسجد الحرام، المسجد الاقصیٰ کو پیش کرنا بالکل بے محل ہے۔ غیر مسلم کی بنائی ہوئی عبادت گاہ کا نام کبھی مسجد نہیں ہوا۔ یہ شعائر اسلام میں سے ہے اور یہ مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہی ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ کچھ نوجوان تھے جنہوں نے مشرک حکومت سے بچ کر ایک غار میں پناہ لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک طویل نیند وارد کر دی۔ جب یہ اٹھے تو نظام حکومت بدل چکا تھا اب حکومت عیسائیوں کی آ چکی تھی۔ یہ اس وقت کے مسلمان تھے مشرکین ماتحت تھے اور ان کا زور ٹوٹا ہوا تھا۔ اصحاب کہف

… تو لوگوں نے چاہا کہ اس جگہ ان کی کوئی یادگار قائم کریں۔ قرآن کریم میں ہے؛

اذ یتنازعون بینھم امرھم فقالوا ابنوا علیھم بنیانا ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا۔ (پ۱۵ الکہف آیت ۲۱)

ترجمہ؛ جب وہ ان کے معاملہ میں آپس میں جھگڑ رہے تھے وہ کہنے لگے بناؤ ان پر ایک عمارت۔ ان کا رب ہی انکو بہتر جانتا ہے۔ وہ لوگ جو غالب آچکے تھے انکو کہنے لگے ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔

مشرکین کا یہ کہنا کہ چونکہ وہ ہماری قوم میں سے تھے اس لئے ہم ان پر اپنے طریقے سے کوئی عمارت بنائیں گے اصولاً درست نہ تھا کیونکہ یہ موحد تھے اور عیسائیوں کا (جو اسوقت کے مسلمان تھے) کہنا کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے کیونکہ وہ اعتقاداً توحید پرست تھے بیشک درست تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد ہمیشہ سے مسلمانوں کی ہی عبادت گاہ کا نام رہا ہے اور اس وقت کے مسلمان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت تھے وہاں مسجد ہی بنانا چاہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کے تحت بیان فرماتے ہیں؛

فقال المسلمون نبنی علیھم مسجداً یصلی فیہ الناس لانھم علی دیننا وقال المشرکون نبنی بنیاناً لانھم علی ملتنا۔ (تفسیر خازن جلد ۳ ص ۱۶۷، ۱۶۸)

ترجمہ؛ مسلمانوں نے کہا ہم ان پر مسجد بنائیں گے جہاں لوگ نماز پڑھیں گے کیونکہ یہ لوگ ہمارے دین پر تھے (موحد تھے) اور مشرکین نے کہا ہم ان پر یادگار بنائیں گے یہ ہماری قوم سے تھے

علامہ نسفی مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں؛

لنتخذن علیھم علی باب الکھف مسجداً یصلی فیہ المسلمون (مدارک التنزیل ص ۳۱/۳)

اسی طرح تفسیر فتح البیان میں ہے؛

(لنتخذن علیھم مسجدا) یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم و ذکر اتخاذ المسجد یشعر بان ھؤلاء الذین غلبوا علی امرھم ھم المسلمون (ج ۵ ص ۳۸۵ مطبع بولاق مصر)

ہم ان پر مسجدیں بنائیں گے جن میں مسلمان نماز پڑھیں گے اور ان کے حالات سے سبق لیں اور مسجد بنانے کا ذکر پتہ دیتا ہے کہ یہ لوگ جو اب ان پر غالب آچکے تھے وہ مسلمان تھے۔

اسلام اپنی کامل ترین شکل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جلوہ گر ہوا۔ اب مسجد انہی کی عبادت گاہ کا نام ٹھہرا۔ پچھلی ملتیں جو گو اپنے اپنے وقت میں اہل مساجد میں سے تھیں۔ اس آخری رسالت پر اگر ایمان نہ لائیں تو اب اہل صومعہ یا اہل بیعہ بن گئیں۔ اب ان کی عبادت گاہوں کا نام مساجد نہ ہوگا۔ مساجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو

ہی کہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرق قائم فرمایا۔ اب جائز نہ رہا کہ اس کے بعد کسی اور قوم کی عبادت گاہ کو مسجد کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا۔ (پ۱۷ الحج آیت: ۴۰)

ترجمہ: "اور اگر نہ روکتا اللہ بعض لوگوں کو بعض سے تو ڈھا دیئے جاتے تکیے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں"

اب مسجدیں مسلمانوں کا شعار بن گئیں، جہاں مسجد نظر آئے یا اذان ہو مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہاں کسی کو قتل نہیں کرنا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسجدیں ہیں ہی مسلمانوں کی، کسی اور قوم کی عبادت گاہ نہیں بن سکتیں اگر ایسا ہو سکتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد دیکھنے سے ہی چڑھائی کو روک دینے کا حکم نہ فرماتے۔

اذا رأیتم مسجدا او سمعتم اذانا فلا تقتلوا احدا۔

سنن ابی داؤد ص۳۵۴ ج۱ ص۳۵۵ (کتاب الخراج امام یوسف ص۲۰۶ بولاق مصر) (مشکوٰۃ ص۳۴۲)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد اور اذان مسلمانوں کے شعائر ہیں۔ کوئی غیر مسلم قوم ان کو اپنا نہیں کہہ سکتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی اس حدیث پر لکھتے ہیں:

"مسجد شعائر اسلام میں سے ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی مسجد کو دیکھو یا کسی مؤذن کو اذان کہتے سنو تو کسی کو قتل نہ کرو۔" (حجۃ اللہ البالغہ مترجم ص۴۷)

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کسی شخص کو مسجد میں عام آتے جاتے دیکھو تو اس کے مسلمان ہونے کی شہادت دو۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

اذا رأیتم الرجل یتعاھد المسجد فاشھدوا لہ بالایمان فان اللّٰہ یقول انما یعمر مساجد اللّٰہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر۔ (رواہ ترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ ص۶۹)

ترجمہ: "جب تم کسی شخص کو مسجد میں عام آتا جاتا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں"

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مساجد اسلام کے امتیازی نشان اور مسلمانوں کے شعائر ہیں۔ کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ مسجد کہلائے تو مسلمان کس طرح وہاں آنے جانے والوں کو مسلمان کہہ سکے گا۔ قادیانیوں کو بھی اگر مسجد بنانے کی اجازت ہو تو اس صورت میں اس طرح کی احادیث کیا معطل ہو کر نہ رہ جائیں گی۔

یہ بات صحیح ہے کہ مسجدیں ملت اسلامیہ کا امتیازی نشان ہیں۔ جب تک کسی کا مسلمان ہونا ثابت نہ ہو اس کا مسجد میں کوئی حق ثابت نہیں ہوتا۔ قادیانی جماعت کے چوہدری ظفر اللہ خان اپنی ایک تحریر میں اقرار کرتے ہیں:

"اگر احمدی مسلمان نہیں تو ان کا مسجد کے ساتھ کیا واسطہ" (تحدیث نعمت ص ۱۹۲)

معلوم ہوا کہ چوہدری صاحب کے نزدیک بھی مسجدیں مسلمانوں کی ہیں اور مسلمانوں کی ہی عبادت گاہیں ہیں۔ غیر مسلموں کو ان سے کوئی واسطہ نہیں۔

مسجد بنانا امام کے ذمہ ہے

اسلام میں مسجد بنانا شہر میں مسلمانوں کو یہ سہولت بہم پہنچانا اسلامی سربراہ کے ذمہ ہے۔ امام یہ ذمہ داری ادا نہ کرے یا بیت المال میں اسقدر رقم نہ ہو تو یہ ذمہ داری مسلمانوں پر آئے گی۔ وہ امام کی طرف سے نیابتۃً مسجد بنائیں گے۔

پس جب مسجد بنانا اصولاً امام کے ذمہ ٹھہرا اور وہ غیر مسلموں کو آرڈیننس کے ذریعے اس سے روکے تو غیر مسلم مسجد بنانے کا کسی طرح سے اہل نہ رہا نہ اس کی بنائی ہوئی مسجد امام کی نیابت میں ہو گی نہ مسجد کہلائے گی فقہ حنفی کی کتاب درمختار میں ہے:

وبناء مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین

علامہ شامیؒ اس پر لکھتے ہیں:

وان لم یفعل الامام فعلی المسلمین۔ (ردالمحتار شامی ص ۹۰ ج ۳)

اس اصول کی روشنی میں امام کسی جگہ مسلمانوں کو مسجد بنانے سے روکے اور یہ روکنا کسی ملکی یا دینی مصلحت کے لئے ہو تو انہیں بھی وہاں مسجد بنانے کا حق نہیں رہتا۔ تو غیر مسلم اقوام صدر کے اس آرڈیننس کے بعد کس طرح حق رکھتی ہیں کہ مسلمانوں کے شعائر کا اس طرح بے جا اور بلا اجازت استعمال کریں۔ کافر تو عبادت کے اہل ہی نہیں۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ان الکافر لیس باھل للنیۃ فما یفتقر الیھا لا یصح منہ وھذا لان النیۃ تصیر الفعل منتھضا سببا للثواب ولا فعل یقع من الکافر۔ (البحر الرائق ص ۱۵۹ ج ۱)

ترجمہ: "کافر نیت کا اہل نہیں سو جن امور میں اسے نیت کی ضرورت ہو اس کا اس میں اعتبار نہیں، یہ نیت ہی ہے جو کسی کام کو ثواب کا موجب بناتی ہے اور ایسا کوئی فعل (جو ثواب کا موجب ہو سکے) کافر سے صادر ہی نہیں ہوتا۔

اس اصول کی تائید میں مندرجہ ذیل آیات سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے:

۱: فمن یعمل من الصالحات وھو مؤمن فلا کفران لسعیہ وانا لہ کاتبون

ترجمہ: "پس جو نیک عمل کرے گا اور وہ ہو مومن، سو اس کی کوشش رد نہ کی جائے گی اور بیشک ہم (اس کے اعمال) لکھتے ہیں۔" (پ ۱۷ الانبیاء آیت ۹۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک ایمان نہ ہو پہلے سے اچھے اعمال بھی قبولیت نہیں پاتے اور نہ وہ ملے جاتے ہیں جو عمل ایمان کے بغیر ہوں گے ان کا ہمارے ہاں کھلا انکار ہے گویا وہ وجود ہی میں نہ آئے یہ صرف ایمان ہے جو اعمال صالحہ کو لائق قبولیت بناتا ہے۔

قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ہے :

۲ : من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیٰوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون ۔ (پ۱۴ النحل آیت ۹۷)

ترجمہ "جو کوئی شخص مرد ہو یا عورت نیک عمل کرے اور وہ ہو مومن پس ہم اسے پاکیزہ زندگی بخشیں گے اور ہم انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزا بخشیں گے ۔"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل لائق قبول نہیں رہتا اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جہاں تک جزا کا تعلق ہے کافر کا کوئی عمل وجود ہی نہیں پاتا ۔ یہی حبط اعمال کی حقیقت ہے کہ ان کا قیامت کے دن کوئی وزن نہ ہوگا۔
لا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا (پ۱۶ کہف ۱۰۵) معلوم ہوا کافر کی ہر عبادت بے وجود اور اس کی ہر پکار ضائع ہے قرآن کریم میں یہ بھی ہے :

وما دعاء الکافرین الا فی ضلال (پ۱۳ الرعد آیت ۱۴)

ترجمہ "اور نہیں ہے کافروں کی پکار مگر ضائع "

کافر تو عبادت بلکہ نیت تک کا اہل نہیں ہے ۔ جب اس کا کوئی عمل عمل ہی نہیں تو اس کی بنی عبادت گاہ مسجد کیسے بن سکتی ہے ۔ مسجد ایمان کے بغیر بنے یہ ناممکن ہے ۔ مسجد بنانے کے لئے نیت ضروری ہے اور کافر نیت کا اہل نہیں ہے ۔ قرآن کریم میں ہے :

انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر ۔ (پ۱۰ التوبہ آیت ۱۸)

ترجمہ : "بیشک وہی آباد رکھتے ہیں مسجدیں اللہ کی جو ایمان لائے ہوں اللہ پر اور یوم آخرت پر۔"

یہاں تک یہ معلوم ہوا کہ کافر کو مسجد بنانے کا کوئی حق نہیں اور مسجدیں صرف مسلمانوں کے لئے ہیں ۔ اب رہا ۔ ان کا مسلمانوں کی مسجد میں آنا جانا تو یہ اس کے بھی مجاز نہیں ۔ ان کا یہ تعاہد ان کے مسلمان ہونے کا گمان پیدا کرتا ہے مسلمان مامور ہیں کہ مسجد میں عام آنے والے کو مسلمان سمجھیں جس طرح یہ مسجد بنانے کے لئے اہل نہیں ۔ انہیں مسجدوں میں عام داخلے کی بھی اجازت نہیں ۔ حافظ ابو بکر جصاص الرازی لکھتے ہیں :

عمارۃ المسجد تکون بمعنیین احدھما زیارتہ والکون فیہ والاٰخر بناءہ و تجدید ما استرم منہ فاقتضت الاٰیۃ منع الکفار من دخول المسجد ومن بناءھا

وتولی مصالحها والقیام بها لانتظام اللفظ لامرین۔ (احکام القرآن ج۳ ص۱۰۱)

ترجمہ: "مسجد کو آباد کرنا دو طرح سے ہے اس میں آنا جانا اور اسمیں رہنا اور دوسرے سے بنانا اور اس کی مرمت وغیرہ یہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ کافروں کو مسجد وں میں داخل ہونے، بنانے ان کے امور کا متولی ہونے اور وہاں ٹھہرنے سے روکا جائے کیونکہ آباد کرنے (عمارت) کا لفظ دونوں باتوں کو شامل ہے۔"

تمام مساجد کا قبلہ مسجد حرام ہے وہاں مشرکوں کو داخلے کی اجازت نہیں۔ یہ حکم گو خاص ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ فروع اپنی اصل سے کلیۃً خالی بھی نہیں ہوتیں۔

خاص خانہ کعبہ کے متعلق تو لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد امیر بھی تسلیم کرتے ہیں:

"خانہ کعبہ کی تولیت کسی مشرک قوم کے سپرد نہیں ہوسکتی۔" (بیان القرآن ص۵۱۸)

پس اگر اس اصول کو جملہ مساجد عالم میں کارفرما مانا جائے تو اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور نگزیب عالمگیرؒ کے استاد شیخ ملا جیون جونپوریؒ نقل کرتے ہیں:

ان المسجد الحرام قبلة جمیع المساجد فعامرها کعامرها وهٰذا علی القرأة المعروفة وحینئذ عدینا الحکم الی سائر المساجد لان النص لا یختص بمورده۔

(تفسیرات احمدیہ ص۲۹۸ مطبع علیمی دہلی)

ترجمہ: بیشک مسجد حرام دنیا کی تمام مساجد کا قبلہ ہے سو اس کا آباد کرنے والا اسی طرح ہے جس طرح ان دیگر مساجد کو آباد کرنے والا۔ یہ معنی معروف قرأت پر ہے۔ اور اسی لئے ہم نے مسجد حرام کے اس حکم کو تمام مساجد تک متعدی کیا ہے کیونکہ نص اپنے مورد تک محدود نہیں ہوتی۔

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی بھی لکھتے ہیں:

فمنع الله المشرکین من دخول المسجد الحرام نصا ومنع من دخوله سائر المساجد تعلیلا بالنجاسة ولوجوب صیانة المسجد عن کل نجس وهٰذا کله ظاهر لاخفاء فیه۔ (احکام القرآن ص۹۰۲ ج۲)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے نصاً روکا ہے اور دوسری تمام مساجد میں داخل ہونے سے اسطرح روکا ہے کہ روکنے کی علت بیان کردی اور وہ انہیں نجاست سے بچانا ہے کہ مسجد کو ہر ناپاکی سے بچانا واجب ہے اور یہ سب بات ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔

اسلامی ملک میں آباد اہل ذمہ مسجد میں داخل ہونا چاہیں تو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک انہیں مسلمانوں کی اجازت کے بغیر اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں سے پوچھے بغیر مسجد میں

داخل ہو جائے تو حاکم شرع اسے تعزیر (سزا) دے سکتا ہے۔ علامہ محمد بن عبداللہ الزرکشی (۷۹۴ھ) لکھتے ہیں:

فلو دخل بغیر اذن عُزِّرَ الا ان یکون جاھلًا بتوقف علی الاذن فیعذر۔

(اعلام الساجد باحکام المساجد ص۳۲۰ م قاہرہ)

ترجمہ: "اگر کوئی غیر مسلم بغیر اجازت کے مسجد میں داخل ہو جائے تو اسے تعزیر دی جا سکتی ہے۔ مگر یہ کہ وہ اس سے بے خبر ہو کر مسجد میں داخل ہونا مسلمانوں کے اذن پر موقوف تھا اس صورت میں اسے معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

کافر اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دیں اس سے مسلمانوں کا تشخص مجروح ہوتا ہے۔ یمن میں مشرکین کا ایک عبادت خانہ تھا جسے وہ کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ کعبہ مسلمانوں کی عبادت گاہ تھی اور مشرکین اسی نام سے اپنی عبادت گاہ چلانا چاہتے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ڈیڑھ سو آدمی ساتھ لیکر اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کعبہ سے موسوم ہونے والی نئی عبادت گاہ کو خارش زدہ اونٹ کی طرح کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوئے اور صورتحال کی اطلاع دی۔ آپ اس پر بہت خوش ہوئے اور انہیں دعا دی۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ (۱۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اس کارکردگی کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دی۔

والذی بعثک بالحق ما اتیتک حتی ترکناھا مثل الجمل الاجرب
قال فبرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (کتاب الخراج ص۲۱۰)

منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد ضرار پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جو عمل کیا اس کی تشریح اگر حدیث کی روشنی میں کی جائے تو بات نکھر کر سامنے آئے گی کہ کافر گو وہ منافق کے درجے میں ہوں اپنی عبادت گاہ مسجد کے نام سے نہیں بنا سکتے اگر بنائیں تو وہ ان کے ایک محاذ جنگ کے طور پر استعمال ہوگی جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔

اذان کے بارے میں چند گزارشات یہ ہیں:

قرآن کریم کی تین آیات میں نماز کے لئے بلانے کا ذکر ہے:

۱: یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوًا ولعبًا من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین۔ واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزوًا ولعبًا۔ (پ۶ المائدہ آیت ۵۸)

۲: ومن احسن قولًا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحًا وقال اننی من المسلمین (پ۲۴ حم سجدہ آیت ۳۳)

۳: یاایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ (پ۲۸ الجمعہ آیت ۹)

ان تینوں آیات میں اذان کے بارے میں ایمان والوں کو مخاطب کیا گیا ہے پہلی اور تیسری آیات میں ابتداء میں یاایھاالذین اٰمنوا کا ذکر ہے دوسری آیت کے آخر میں اذان دینے والے کے مسلمان ہونے کا ذکر انی من المسلمین کے الفاظ میں مذکور ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے اذان دینا مسلمانوں کیساتھ خاص ہے۔ قرآن کریم اور حدیث میں کہیں ایک ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں نماز کے لئے اذان کسی غیر مسلم نے دی ہو پس اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے۔

نوٹ: روایات میں ایک غیر مسلم بچے ابو محذورہؓ کا اذان دینا مروی ہے یہ اذان نماز کے لئے نہ تھی۔ بچے ہنسی مذاق میں کلمات اذان نقل کر رہے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس سے اذان کہلوائی تو یہ بھی نماز کے لئے نہ تھی محض تعلیماً تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ایمان ابو محذورہ کے دل میں اتر رہا تھا چنانچہ وہ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر چڑھائی کرتے تورات کے پچھلے حصے میں اذان کی طرف توجہ رکھتے اگر اذان سن لیتے تو ان پر حملہ نہ کرتے ورنہ غزا جاری رکھتے۔ صحیح بخاری میں ہے:

فان سمع اذانا کف عنھم وان لم یسمع اذانا اغار علیھم (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۸۶)

اس سے پتہ چلا کہ اذان وہاں کے لوگوں کا امتیازی نشان ہے جہاں اذان سنی جائے گی وہاں کے لوگوں کو مسلم سمجھا جائے گا۔ اب اگر غیر مسلم کو بھی اذان دینے کی اجازت ہو تو اذان سنتے ہی جنگ سے رک جانا اور ہتھیار پیچھے کر لینا اس پر عمل کیسے ہو سکیگا۔ قادیانیوں کو اذان کی اجازت دینے سے اس قسم کی احادیث عملاً معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

اذان علامات اسلام میں سے ہے۔ علامہ ابن ہمام الحنفی رحمہ اللہ (۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

الاذان من اعلام الدین۔ (فتح القدیر ص ۲۴۰ ج ۱)

ترجمہ: اذان دین اسلام کی علامات میں سے ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ بھی لکھتے ہیں "الاذان من اعلام الدین" (البحر الرائق جلد ۱ ص ۲۶۹)

علامہ شامیؒ بھی اذان کو شعائر اسلام میں سے کہتے ہیں "الاذان من اعلام الدین" (رد المحتار ص ۳۸۴)

فقہ حنبلی کی معتبر کتاب المغنی لابن قدامۃ (۶۲۰ھ) حنبلی میں ہے:

ولا یصح الاذان الا من مسلم عاقل ذکر فاما الکافر والمجنون فلا یصح منھما لانھما لیسا من اھل العبادات۔ (المغنی مع شرح الکبیر ص ۴۲۹)

فقہ حنفی کی تعلیم بھی یہی ہے کہ کافر اذان نہ دے۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

انہ یصح اذان الفاسق وان لم یحصل بہ الاعلام ای الاعتماد علی قبول قولہ فی دخول الوقت بخلاف الکافر وغیر العاقل فلا یصح اصلا۔ (رد المحتار ۲۹۳/۱)

ترجمہ: فاسق کی اذان معتبر ہے اگرچہ اس سے صحیح اطلاع نہ ہو پائے یعنی نماز کا وقت ہو جانے میں اس کے قول پر اعتماد نہ ٹھہرے لیکن کافر کی اذان اور غیر عاقل کی اذان بالکل ہو نہیں پاتی (یعنی وہ اذان نہیں ہے) فقہ شافعی میں بھی مسئلہ اسی طرح ہے۔:

ولا یصح الاذان الا من مسلم عاقل فاما الکافر والمجنون فلا یصح اذا نہما لانہما لیسا من اہل العبادات۔ (المجموع شرح المہذب ۹۸/۳)

ترجمہ: "مسلم عاقل کے سوا کسی کی اذان معتبر نہیں کافر اور پاگل کی اذان معتبر نہیں کیونکہ یہ دونوں عبادت کے اہل ہی نہیں"۔

سورۃ الجمعہ کی آیت: ۹ یاایہا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ میں لفظ نُودِیَ مجہول کا صیغہ ہے جس کا فاعل مذکور نہیں۔ آیت کا حاصل یہ ہے۔ اے ایمان والو جمعہ کے دن جب بھی نماز کے لئے تمہیں آواز دی جائے تم نماز کے لئے دوڑ کر آؤ۔ پس اگر غیر مسلموں کی بھی اذانیں ہوں اور ان کی بھی مسجدیں ہوں اور مسلمانوں پر اذان سنتے ہی ادھر آنا ضروری ٹھہرے کیونکہ یہاں نُودِیَ کا فاعل مذکور نہیں اور اسطرح مسلمانوں کی نمازیں ضائع ہونے کے مواقع عام ہوں تو گویا اس کی وجہ یہ نہیں کہ غیر مسلموں کو اذان دینے کا اصولاً حق دیا تھا اور اگر مسلمان ان نداؤں پر حاضر نہ ہوں تو اس طرح کیا یہ آیت اپنے عموم میں عملاً معطل ہو کر نہ رہ جائے گی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اذان مسلمانوں کا شعائر ہے اور کسی مذہب کو شریک ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ورنہ یہ شعائر اسلام نہ رہے گا۔ فتاوٰی قاضی خان سے ہے:

الاذان سنۃ لاداء المکتوبۃ بالجماعۃ عرف ذلک بالسنۃ واجماع الامۃ وانہ من شعائر الاسلام حتی لو امتنع اہل مصر او قریۃ او محلۃ اجبرہم الامام فان لم یفعلوا قاتلہم۔ (فتاوٰی قاضی خان بحاشیہ فتاوٰی عالمگیر جلد ا ص۷۹)

ترجمہ: اذان فرض نماز با جماعت پڑھنے کے لئے سُنّت ہے۔ یہ سنّت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور یہ بیشک شعائر اسلام میں سے ہے۔ اگر کسی شہر یا قصبے یا محلّے کے لوگ اذان کہنا چھوڑ دیں تو امام انہیں مجبور کر کے اذان جاری کرائے گا پھر بھی نہ کریں تو ان سے جہاد کرے گا"۔

فقہاء نے تو اس بات کی بھی اجازت نہیں دی کہ جہاں اذان ہوتی ہو وہاں ذمی لوگ برسرعام ناقوس بجائیں اور مسلمانوں سے ایک طرح کا ٹکراؤ ہو۔ بلکہ انہیں ان کی عبادت گاہوں کے اندر محدود کیا گیا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ

مسلمانوں کی اذانوں کے مقابلہ میں غیر مسلم اپنی اذانیں دیں اور مسلمانوں کے لئے التباس پیدا کریں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکذالک ضرب الناقوس لم یمنعوا منہ إذا کانوا یضربون فی جوف کنائسھم القدیمۃ فان ارادوا الضرب بھا خارجاً فلیس ینبغی ان یترکوا لیفعلوا ذلک لما فیہ من معارضۃ اذان المسلمین فی الصورۃ۔ (سیر کبیر ج۴ ص۲۵۲)

ترجمہ: اور اہل ذمہ کو اگر وہ ناقوس اپنے پرانے عبادت خانوں کے اندر ہی بجائیں اس سے روکا نہ جائے گا اگر وہ باہر ناقوس بجانا چاہیں تو انہیں ایسا کرنے نہ دیا جائے گا کیونکہ اس میں ظاہراً ان کا اذان سے معارضہ ہوگا۔"

اسلام کی امتیازی علامات ایک دو نہیں متعدد ہیں انہیں زمانی، مکانی، علامتی اور مرتبی کئی جہات سے دیکھا جاسکتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی نے ایک بحث میں انہیں ذکر کیا ہے۔ اذان اور مسجد اس فہرست میں مذکور ہیں تاہم احاطہ ان میں بھی نہیں ہے۔

"شعائر اللہ در عرف دین مکانات وازمنہ وعلامات واوقات عبادت را گویند اما مکانات عبادت پس مثل کعبہ وعرفہ ومزدلفہ وجمار ثلاثہ وصفا ومروہ ومنا وجمیع مساجد اند واما ازمنہ پس مثل رمضان واشہر حرم وعیدالفطر وعیدالنحر وجمعہ وایام تشریق اند واما علامات پس مثل اذان واقامت وختنہ ونماز بجماعت ونماز جمعہ ونماز عیدین اند ودر ہمہ ایں چیزہا معنی علامت بودن متحقق است۔ (تفسیر فتح العزیز ص۵۶۹ مطبوعہ دہلی)

مسجد اور اذان شعائر اسلام میں سے ہیں۔ اس کا مرزا غلام احمد نے بھی اقرار کیا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"سکھوں کی مختلف حکومتوں کے وقت میں ہم پر اور ہمارے دین پر وہ مصیبتیں آئیں کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور بلند آواز سے اذان دینا بھی مشکل ہوگیا۔ اور پنجاب میں دین اسلام مرچکا تھا۔ پھر انگریز آئے اور انگریز کیا ہمارے نیک طالع پھر ہماری طرف واپس آئے اور انہوں نے دین اسلام کی حمایت کی ۔۔۔ اور پھر مدت دراز کے بعد پنجاب میں شعائر اسلام دکھائی دیئے۔"

(ضرورت الامام ص۲۵)

اب اس سے زیادہ مسلمانوں کی مظلومی کیا ہوگی کہ خود دارالاسلام (پاکستان) میں شعائر اسلام خالصاً مسلمانوں کا نشان نہ رہیں اور غیر مسلم گروہ مسلمانوں کے ان شعائر میں شریک رہے۔ غیر مسلم قادیانی مسلمانوں کو کافر بھی کہیں اور انکے شعائر میں التباس پیدا کریں اور خود انہی شعائر کو اپنائیں اس سے بڑھ کر ان شعائر اسلام کی اور کیا بے حرمتی ہوگی؟

اب جبکہ صدر مملکت نے اس آرڈیننس کے ذریعے مسلمانوں کے ان شعائر کو تحفظ دیا ہے جن کا بے جا استعمال کرنیوالی غیر مسلم قوم محض اس لئے نالاں ہے کہ مسلمان انہیں اپنے ہاں گھسنے کا موقع کیوں نہیں دیتے۔ مرزا غلام احمد ایک اور بحث میں لکھتے ہیں:

"شعائر اسلام کی ہتک کرنیوالا شخص قابل رحم نہیں ہوسکتا" (ملائکۃ اللہ ص۸)

لازم ہے کہ اسلامی سلطنت میں مسلمان سربراہ شعائر اللہ کی پوری حفاظت کرے۔

شعائر اسلام کی حفاظت امام کے ذمہ ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلم سربراہ کے ذمہ لگایا ہے کہ وہ منکرات کے خلاف آرڈیننس نافذ کرے۔ ایسے ہی یہاں نہی عن المنکر سے ذکر کیا گیا ہے:

الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ولله عاقبة الامور۔ (پ۱۷ الحج آیت ۴۱)

انہی ذمہ داریوں کو شرح مواقف المرصد الرابع المقصد الاول کے تحت ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

ھی خلافة الرسول فی اقامة الدین وحفظ حوزة الملة بحیث یجب اتباعه علی کافة الامة وبھذا القید الاخیر یخرج من ینصبه الامام فی ناحیة کالقاضی۔ ص۴۲۹

ترجمہ: "یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے اقامت دین میں حوزہ ملت کی حفاظت میں بایں طور کہ اس کی اتباع ساری اُمت پر لازم آئے۔ اس قید اخیر سے وہ شخص نکل جاتا ہے جسے امام کسی علاقہ میں قاضی بنا کر بھیجے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی نیابت رسُول کی یہی تعریف کی ہے:

ھی الریاسة العامة فی التصدی لاقامة الدین باحیاء العلوم الدینیة واقامة ارکان الاسلام... ورفع المظالم والامر بالمعروف والنھی عن المنکر نیابةً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: یہ تمام سربراہی ہے اقامت دین کے لئے جو دینی علوم کے احیاء اور ارکان اسلام کے قائم کرنے کے لئے ہو اور رفع مظالم کے لئے اور امر بالمعروف کے لئے اور نہی عن المنکر کے لئے بایں طور کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کرتا ہو۔

امام جس طرح ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرے گا دین کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بھی اس کے ذمہ ہوگی۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی ان نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے مسیلمہ کذاب

پر چڑھائی کی تھی۔ حالانکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا قائل تھا اور اس کی اذانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار پایا جاتا تھا۔

امام کے ذمہ حوزہ اسلام کی حفاظت اس طرح ہے کہ شعائر اسلام کیساتھ تمام افراد اسلام کے دینی تحفظ کی بھی اس میں پوری ذمہ داری ہو۔ ان کے دینی تقاضوں اور دیگر اہل ذمہ کے مذہبی امور میں اگر کہیں تصادم ہو تو اہل ذمہ پر پابندی لازم آئے گی کہ وہ کھلے بندوں اپنے شعائر کا اظہار نہ کریں۔

اہل ذمہ کے مذہبی شعائر پر پابندی

اسلامی سلطنت میں ذمی لوگوں کو اپنے مذہبی شعائر اپنی عبادتگاہوں تک محدود رکھنے کا حکم ہے۔ کھلے بندوں وہ ان کا اظہار نہیں کر سکتے۔ یہ وہ امور ہیں جن میں مسلمانوں کے لئے کوئی وجہ التباس نہیں لیکن جو غیر مسلم مسلمانوں کی سی اذانیں دیں اور اس میں ہر لحظہ مسلمانوں کے لئے اشتباہ کا سامان ہو انہیں اس درجہ میں بھی اذان دینے کی اجازت دینا مسلمانوں کی عبادت اور ان کے شعائر کو خطرہ میں ڈالنا ہوگا۔ بغداد یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

للذميين الحق فی اقامة شعائرهم الدينية داخل معابدهم ويمنعون من اظهارها فی خارجها فی امصار المسلمين لان امصار المسلمين مواضع اعلام الدين واظهار شعائر الاسلام من اقامة الجمع والاعياد واقامة الحدود ونحو ذلك فلا يصح اظهار شعائر تخالفها لما فی هذا الاظهار من معنى الاستخفاف بالمسلمين والمعارضة لهم۔ (احکام الذميين والمستأمنين فی دار الاسلام ص۱۹)

ترجمہ: ذمیوں کو اپنی عبادت گاہوں کے اندر اندر اپنے مذہبی شعائر قائم کرنے کا حق ہے۔ باہر مسلمانوں کے علاقوں میں انہیں ان کے اظہار کی اجازت نہیں۔ مسلمانوں کے علاقے دین اسلام کے نشانوں کی جگہیں ہیں اور جمعہ و عیدین اور اقامت حدود وغیرہ شعائر اسلام کے اظہار کے مواضع ہیں۔ سو (اسلامی سلطنت میں) ایسے شعائر کا کھلا اظہار درست نہیں جو اسلامی شعائر کے خلاف ہو کیونکہ مسلمانوں کا استخفاف اور ان سے (ان کے شعائر میں) ٹکراؤ ہوگا۔"

مصالح عامہ کیلئے تعزیر کا اجراء

شریعت کا عام ضابطہ تو یہی ہے کہ اسلامی سربراہ انہی کاموں پر تعزیر جاری کر سکتا ہے جو حرام لذاتہ ہوں اور ان کی حرمت منصوص ہو لیکن اگر مصالح عامہ کے لئے اگر کسی ایسی چیز پر تعزیر کا حکم دے جس کی حرمت منصوص نہیں تو شریعت میں اس کی بھی اجازت ہے اس سے زیادہ مصلحت عامہ کیا ہوگی کہ دار الاسلام میں عامۃ المسلمین کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اور انہیں الحاد و ارتداد کے ہر مظنہ التباس سے بچانے کے لئے اسلامی سربراہ آرڈیننس نافذ کرے۔

جناب عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں:

الشریعۃ تجیز استثناء من ھذہ القاعدۃ العامۃ ان یکون التعزیر فی غیر معصیۃ ای فیما لم ینص علی تحریمہ لذاتہ اذا اقتضت المصلحۃ العامۃ التعزیر والافعال والحالات التی تدخل تحت ھذا الاستثناء ولا یمکن تعیینھا ولا حصرھا مقدما لانھا لیست محرمۃ لذاتھا وانما تحرم لوصفھا فان توفر فیھا الوصف فھی محرمۃ وان تخلف عنھا الوصف فھی مباحۃ والوصف الذی جعل علۃ للعقاب ھو الاضرار بالمصلحۃ العامۃ او النظام العام فاذا توفر ھذا الوصف فی فعل او حالۃ استحق الجانی العقاب۔ (التشریع الجنائی الاسلامی ص ۱۴۹-۱۵۰ مطبوعہ ۱۹۵۹ء)

ترجمہ: شریعت اس عام قاعدے سے استثناء کی اجازت دیتی ہے کہ جب مصلحت عامہ کا تقاضا ہو تعزیر ان کاموں پر بھی لگ سکے گی جو معصیت نہیں یعنی ان کے حرام لذاتہ ہونے پر نص وارد نہیں اور وہ افعال اور حالات جو استثناء کے ذیل میں آسکتے ہیں اُن کی گنتی اور احاطہ پہلے سے نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ حرام بالذات نہیں اپنے وصف سے وہ حرام ہورہے ہیں۔ ان میں جتنا یہ وصف زیادہ ہوگا اتنی ہی ان کی حرمت ہوگی۔ یہ وصف نہ پایا جائے تو وہ کام مباح ہوں گے جو وصف سزا دینے کی علت ٹھہرایا گیا ہے وہ مصلحت عامہ یا ملک کے نظام عام کو نقصان پہنچانا ہے کسی کام یا حالات میں یہ صورت ہو تو قصوروار سزا کا مستحق ہے۔"

مولانا عبدالحئ لکھنویؒ بھی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

در رسالہ جامع تعزیرات از بحر الرائق منقول است

السیاسۃ فعل ینشأ من الحاکم لمصلحۃ یراھا وان لم یرد بذلک دلیل جزئی۔

ترجمہ: جامع تعزیرات میں البحر الرائق سے منقول ہے کہ سیاست (سزا دینا) ایک فعل ہے جو حاکم سے صادر ہو ایسی مصلحت کے لئے جس کو وہی جانتا ہو۔ گو اس کے لئے کوئی جزئی وارد نہ ہوئی ہو۔

(مجموعہ فتاویٰ عبدالحئ جلد ۱ ص ۱۱۴ طبع قدیم)

اور اسی میں یہ ہے: ص ۱۱۴

"سیاست نوع از تعزیر است کہ در عقوبات شدیدہ مثل قتل وحبس ممتد واخراج بلد مستعمل می شود۔"

ترجمہ: سیاست ایک طرح کی تعزیر ہے یہ لفظ سخت سزاؤں جیسے قتل لمبی قیدیں اور جلاوطن وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔"

سربراہ سلطنت اسلامی جو ایسا کرنے کا مجاز ہو اس کے لئے ضروری نہیں کہ بطور خلیفہ منتخب ہوا ہو۔ ہر وہ سربراہ جس کو تسلط اور غلبہ حاصل ہو وہ ایسے احکامات جاری کرنے کا مجاز ہے۔ فقہاء لکھتے ہیں:

"معتبرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کو تسلط حاصل ہو خواہ بادشاہ اسلامی ہو یا صوبیدار وغیرہ"

(حاشیہ غایۃ الاوطار جلد ۴ صـ۸۳ـ)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ مسلم سربراہ سلطنت بعض ان کاموں سے بھی روک سکتا ہے جو اپنی ذات میں تو ناجائز نہ ہوں لیکن اپنے کسی خاص وصف یا حالت میں مصالح عامہ کے خلاف ہوں اور ان پر تعزیر بھی لگا سکتا ہے تو اب ان چند کاموں کا بھی جائزہ لیں جو اپنی ذات میں نیکی ہیں مگر اپنے وصف میں مقارن بالمعصیت ہو جاتے ہیں کیا ان سے روکا جا سکتا ہے؟

جو نیکی مقارن بالمعصیت ہو اس سے روکنا اس کے لئے مندرجہ ذیل آیات قرآنی اور احادیث مقدسہ سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے:

۱: نماز پڑھنا اپنی ذات میں طاعت ہے لیکن یہ مقارن بالمعصیت ہو کہ نشے کی حالت میں پڑھی جائے تو اس سے روکا جا سکتا ہے۔ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون۔ (پ۵ النساء آیت: ۴۳)

ترجمہ: اے ایمان والو نزدیک نہ جاؤ نماز کے اس حالت میں کہ تم نشہ میں ہو تاوقتیکہ تم جان لو کہ تم کیا کر رہے ہو۔

۲: قرآن پاک کو چھونا نیکی ہے لیکن ناپاکی کی حالت میں اسے چھونے سے روکا جا سکتا ہے۔

لا یمسہ الا المطہرون (پ۲۷ الواقعہ آیت: ۹) ترجمہ: نہیں چھوتے اسے مگر پاک

۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن حزم کے نام جو تحریر بھیجی اس میں رقم تھا:

لا یمس القرآن الا طاہر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بغیر وضو سجدہ کرنے سے منع فرمایا حالانکہ خدا کو سجدہ کرنا اپنی ذات میں ایک بڑی نیکی تھی۔ عن ابن عمر انہ کان یقول لا یسجد الرجل ولا یقرأ القرآن الا وھو طاھر قال محمد وبھذا کلہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃؒ۔ (مؤطا امام محمد صـ۱۶۳ـ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر کہتے تھے کہ آدمی نہ وضو کے بغیر سجدہ کرے نہ بغیر طہارت قرآن پڑھے امام محمد کہتے ہیں کہ ہم اسپر ہی فتویٰ دیتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا فیصلہ ہے۔

۴: حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا صلوٰۃ بعد الصلوٰۃ العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ الفجر حتی تطلع الشمس۔ (صحیح مسلم صـ۲۷۵ـ ج۱)

۵۔ مرزا غلام احمد صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا ہم غیر احمدیوں کے ساتھ مل کر تبلیغ اسلام کر سکتے ہیں؟ تبلیغ اسلام بلاشبہ ایک نیکی اور طاعت ہے مگر اس اشتراک میں چونکہ مرزا غلام احمد کی نبوت نہ آتی تھی مرزا صاحب نے اس کی اجازت نہ دی۔ (دیکھئے ذکر حبیب ص۱۷۱ مؤلفہ مفتی محمد صادق)

اس میں شبہ نہیں کہ نفل نماز اپنی جگہ ایک بڑی نیکی ہے لیکن بعض دوسری مصالح کے پیش نظر اس سے ان خاص حالات میں روکا گیا۔ ان اوقات میں نماز پڑھنا فی نفسہ کوئی عیب بھی نہ تھا لیکن کسی درجہ میں سورج پرست قوموں کے قرب کا سبب ہو سکتا تھا اس لیے یہ حالت جو کسی معصیت کا سبب ہو سکتی تھی۔ اس میں نماز سے بھی روک دیا گیا جو اپنی ذات میں بڑی نیکی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو نیکی مقارن بالمعصیت ہو وہ اس حالت کی وجہ سے برائی قرار دی جا سکتی ہے اور مصالح عامہ کا تقاضا ہو تو اس پر تعزیر بھی جاری کی جا سکتی ہے۔

اسی طرح غیر مسلموں کا اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنا یا اشہد ان محمداً رسول اللہ کہنا یا اذان دینا اگر مسلمانوں میں التباس پیدا کرنے کا موجب ہو تو قران بالمعصیت کے باعث یہ کلمات کہنا بھی نیکی نہ رہا۔ اس صورت میں اسلامی مملکت کے سربراہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اسے جرم قرار دے اور مصالح عامہ کے لیے اس پر تعزیر بھی جاری کرے۔

۵۔ قرآن پھیلانا اور اس کی دعوت کافروں تک پہنچانا اپنی ذات میں ایک بڑی نیکی ہے:

واوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔ پ۷ الانعام آیت: ۱۹

لیکن ایسے حالات ہوں کہ غیر مسلم اقوام کی طرف سے مصحف پاک کی توہین کا خطرہ ہو تو قرآن ان کے ہاں لے کر جانا ممنوع ٹھہرا۔ حالانکہ ایسے حالات میں بھی صحابہ تعلیم قرآن جاری رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو۔ صحیح بخاری ص۴۲۰ ج۱

۶۔ کعبہ شریف میں حطیم پر چھت نہیں حالانکہ وہ کعبہ کا جزو ہے بنا ابراہیم میں یہ جگہ بھی چھت میں تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند تھی کہ حطیم بھی کسی طرح چھت کے نیچے آجائے۔ تعمیر کعبہ سے زیادہ اور نیکی کیا ہو سکتی تھی۔ لیکن محض اس لیے کہ اسلام میں نئے نئے آتے ہوتے لوگ اسے توہین کعبہ نہ سمجھ لیں اور اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ آپ نے کعبہ کی تعمیر جدید کا اقدام نہ فرمایا۔ کیوں کہ یہ نیکی اس صورت میں مقارن بالمعصیت ہو سکتی تھی۔ آپ نے اپنی خواہش کا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اظہار فرمایا اور تعمیر کعبہ کو بنا ابراہیمی پر نہ لوٹانے کی یہی وجہ بیان فرمائی:۔

لولا حداثۃ عہد قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ ولجعلتہا علی اساس ابراہیم۔ صحیح مسلم ص۴۲۹ ج۱

ترجمہ: اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی تو میں کعبہ کی عمارت گرا کر اسے اساس ابراہیمی پر لوٹا دیتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کے مقارن بالمعصیت ہونے کا اندیشہ بھی ہو تو اسے عمل میں لانے کا جواز نہیں رہتا۔ اس سے لوگوں کو منع کرنا ہے۔

۷۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے دین اور اسلامی تہذیب کو غیر اسلامی اثرات سے بچانے کے لیے اہل ذمہ پر جو شرطیں عاید کیں ان میں یہ شرط بھی تھی:

ولا نعلّم اولادنا القرآن (احکام اہل ذمہ لابن القیم جلد ۲ صـ۶۶۱)

تعلیم قرآن نیکی ہے اس کے نیکی ہونے میں شبہ نہیں مگر اس پہلو سے کہ ذمی بچے اسے سیکھ کر مسلمان بچوں سے بحث و مباحثہ کرتے پھریں گے یا ذمیوں کے بچے کہیں اس کا مذاق نہ اڑائیں۔ انہیں قرآن سیکھنے سے منع کر دیا گیا۔

حافظ ابن عساکر دمشقی اس شرط کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

ولا نتعلم القرآن ولا نعلمه اولادنا۔ (تاریخ ابن عساکر صـ۵۶۴ج)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نیکی مقارن بالمعصیت ہونے کا احتمال بھی رکھتی ہو اس سے منع کرنے میں کوئی حرج نہیں اور امام اگر اس روکنے میں مصلحت عامہ سمجھے تو اس کے مرتکب پر تعزیر بھی جاری کر سکتا ہے۔

شعائرِ مرتبی کا تحفظ:

جس طرح شعائر مکانی (جیسے کعبہ اور مسجدیں) شعائر زمانی (جیسے رمضان اور جمعہ) شعائر عملی (جیسے نماز کے لیے اذان دینا) کی تعظیم و توقیر مسلمانوں پر واجب ہے۔ مسلمانوں کے شعائر مرتبی کا تحفظ و اکرام بھی مسلمانوں پر واجب ہے۔ مسلمانوں کے نام جو ان کے ذہن کا پتہ دیں اور ان کے اعتقادی اور انتظامی مدارج و مراتب (جیسے صحابہ اور ام المؤمنین اور اہل بیت جیسے القاب اور امیر المؤمنین جیسے مراتب) جو ان کی تاریخ اور اقتدار کے امتیازی نشان ہوں ان سب کا اکرام و احترام مسلمانوں کے ذمہ ہے اور مسلم سربراہ کے ذمہ ہے کہ وہ ان شعائر مرتبی کو غیر مسلم اقوام میں بے آبرو نہ ہونے دے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماتحت غیر مسلم لوگوں سے جو عہد لیا اس میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

ولا نکتنی بکناهم وعلینا ان نعظمهم ونوقرهم۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر صـ۵۶۴)

ہم مسلمانوں کی کنیتیں اختیار نہ کریں گے اور ان کی توقیر و تعظیم ہمارے ذمہ ہوگی۔

کنیت کا لفظ کنا یہ سے ہے اور اس سے نسبتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اس اصولی شرط کو اگر کچھ وسعت نظری سے دیکھیں تو اس سے مسلمانوں کے تمام شعائر مرتبی کا تحفظ لازم آتا ہے۔ اور اسلامی سربراہ کے ذمہ ہے کہ ان کے تحفظ کے لیے آرڈی ننس جاری کرے۔ اسی طرح جو نام مختص بالمسلمین ہیں غیر مسلموں کو وہ نام رکھنے کی اجازت نہیں۔ فهذا لا یمکنون من التسمی به (طحطاوی ۲ صـ۴۷۳)

قرآن کریم میں ام المؤمنین کا اعزاز صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دیا گیا ہے۔ دنیا کی کسی اور عورت کو نہیں۔ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہے کہ ان کی ازواج امہات المؤمنین سمجھی جاتیں۔ یہ اعزاز دنیا میں کسی اور شخص کا نہیں اور اس کی نسبت سے اس کی بیوی کو ام المؤمنین کہا جا سکے۔ مسلم عوام کسی دوسری محترمہ کو مادرِ ملت کہدیں تو ان کا یہ احترام کسی کی بیوی ہونے کے پہلو سے نہیں۔ بیوی ہونے کے پہلو سے یہ اعزاز صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ ان کی ازواج کو امہات المؤمنین کہا جاتے۔

قادیانی مرزا غلام احمد کی بیوی کو مرزا کی نبوت کی نسبت سے ام المؤمنین کہتے ہیں اور یہ اسلام کے شعائر کی ایسی بے حرمتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اس کی نظیر نہ ملے گی۔ نبوت کی نسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے سوا آج تک کسی کو ام المؤمنین نہیں کیا گیا اور نہ اسے کبھی کسی نے گوارا کیا ہے۔ قادیانیوں نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کی بیوی کو نبوت کی نسبت سے ہی ام المؤمنین کہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے پیراؤں میں مرزا صاحب کی نبوت کے بارے میں ۱۹۴۷ء میں راولپنڈی میں ایک مباحثہ ہوا تھا جسے قادیان سے مباحثہ راولپنڈی کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس میں قادیانی گروہ نے مرزا صاحب کے لاہوری پیراؤں کو کہا تھا:

"فرمائیے آپ لوگ اب بھی حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین کہتے ہیں؟ اگر نہیں تو آپ نے عقیدہ میں تبدیلی کرلی اگر کہتے ہیں تو حضرت اقدس کے اس ارشاد کے ماتحت کہ قرآن شریف میں انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے آپ کے لیے ضروری ہوگا کہ اب حضرت اقدس کو نبی تسلیم کریں۔ (مباحثہ راولپنڈی صـ۲۶۳)

اسی طرح صحابہ کا لفظ بھی جب مطلقاً بولا جائے تو یہ اپنے اندر نبوت کی نسبت رکھتا ہے۔ اور اس اعتبار سے یہ لفظ صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا اعزاز ہے۔ نسبت نبوت سے کسی شخص کو صحابی کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے سوا کسی اور کے لیے ثابت نہیں۔ قادیانی بھی اسی نسبت سے مرزا غلام احمد کے ساتھیوں کے لیے صحابی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ حکیم نوردین یا مرزا بشیرالدین محمود کے ساتھیوں کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کے لیے یہ تابعی کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ کیا یہ حضورؐ کے صحابہؓ اور تابعینؒ سے صریح معارضہ نہیں؟

اسی طرح رضی اللہ عنہ کا اعزاز بطور طبقہ صرف صحابہ کرامؓ کی ہی شان ہے امت کے کسی بڑے سے بزرگ کے لیے بطور طبقہ کہیں رضی اللہ عنہ نہیں کہا گیا۔ بعض بزرگوں کے لیے جو کہیں کہیں رضی اللہ عنہ کے الفاظ ملتے ہیں وہ بطور طبقہ نہیں بولے گئے ان کے شخصی مقام و احترام کے باعث ایک کلمہ دعا ہے لیکن مرزا صاحب کے پیرو مرزا صاحب کے ساتھیوں کے لیے مرزا صاحب کی نبوت کی نسبت سے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں مسلمان

کے ہاں رضی اللہ عنہ یا اہلِ بیت کے لیے علیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بطور طغرا آپ کے صحابہؓ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ بھی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہے کہ آپ کی صحبت پانے والا ہر مومن (گو اس نے ایک لمحہ ایمان کے ساتھ آپؐ کا دیدار کیا ہو) رضی اللہ عنہ کی شان پا سکے۔

اسی طرح امیر المومنین یا امام المسلمین ایسے انتظامی مراتب ہیں کہ سوائے مسلمان کے انہیں کوئی نہیں پا سکتا۔ کسی غیر مسلم سربراہ پر ان مراتب کا اطلاق قرآنی آیت لن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المومنین سبیلا (پ۵ النساء آیت: ۱۴۱) کے خلاف ہے۔

فقہاء کرام نے ان ناموں کی بھی نشاندہی کر دی ہے جو مسلمانوں کے شعائر ہیں علامہ طحطاوی درمختار کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

فی جواز تسمیتھم باسماء المسلمین تفصیل ذکرہ ابن القیم فقسم یختص بالمسلمین..... فالاول کمحمد و احمد و ابی بکر و عمر و عثمان و علی و طلحۃ والزبیر فھذا لا یمکنون منہ (المنتقی جلد۲ صفحہ ۴۷۳)

(ترجمہ) اہل ذمہ مسلمانوں کے سے نام رکھ سکتے ہیں یا نہیں اس کی تفصیل ہے جو ابن قیم نے ذکر کی ہے۔ کچھ وہ نام ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ ہی خاص ہیں جیسے محمد۔ احمد۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ اور زبیر یہ نام رکھنے کی انہیں (غیر مسلموں کو) اجازت نہ دی جاسکے گی۔

اسلام ایک بسیط حقیقت ہے:

کسی چیز کے بسیط ہونے سے مراد اس کا ناقابلِ تقسیم ہونا ہے۔ لفظ بساطت ترکیب کے مقابلہ میں ہے۔ اسلام ایک بسیط حقیقت ہے یہ ہوگا تو پورا ہوگا نہ ہوگا تو کچھ بھی نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص پورا اور کوئی آدھا مسلمان ہو۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام ناقابلِ تقسیم ہے۔ اسلام کے مقابلے میں کفر ہے۔ یہ درست نہیں کہ کوئی شخص آدھا مسلمان ہو اور آدھا کافر۔ اسلام کسی پہلو سے قابلِ تقسیم نہیں۔ ایک شخص پورا مسلمان ہونے کے باوجود نیک یا گنہگار ہو سکتا ہے لیکن اس کے پورا مسلمان ہونے میں کوئی شک نہ کیا جاسکے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

۱۔ ھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مؤمن - پ۲۸ التغابن آیت ۲:

(ترجمہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا سو تم میں کافر ہیں تم میں سے مؤمن ہیں۔

اس آیت کی رو سے انسان یا مؤمن ہوں گے یا کافر۔ دونوں کے بین بین کوئی تیسری قسم نہیں۔ منافق کافروں کے ہی ایک طبقے کا نام ہے اہل کتاب بھی کافروں کی ہی ایک قسم ہیں۔ مرتد اور زندیق بھی کفار ہی

ہیں۔ کفر کسی رنگ اور پیرایہ میں ہو کفر ہی ہے اور تمام اہلِ کفر درحقیقت ایک ہی ملت ہیں۔ الکفر ملۃ واحدۃ مشہور مثل ہے۔

۲۔ یا ایہا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ و لا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۔
پ ۲ البقرہ آیت : ۲۰۸۔

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

۳۔ اگر کوئی شخص بعض ایمانیات کا اقرار کرے اور بعض کا انکار تو سوال یہ ہے کہ کیا اس کے اس کچھ ایمان کا اعتبار ہوگا؟ کیا یہ نہیں کہ اس کے اس کچھ کفر کی وجہ سے اس کے کچھ ایمان کا کچھ لحاظ کیا جاتے یا اسے پورا کافر ہی سمجھا جائے گا۔ اور اس کے بعض ایمانیات کا ہرگز کوئی اعتبار نہ ہوگا؟
اس سلسلہ میں اس آیت سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے :۔

ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک هم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا الیما ۰ پ ۶ النساء آیت : ۱۵۰

ترجمہ :۔ اور کہتے ہیں ہم بعض چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ایک بیچ کی راہ نکالیں۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں۔"

معلوم ہوا کہ اسلام میں کچھ مومن ہونا اور کچھ کافر ہونا اس کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام میں اس بیچ کی راہ کی کوئی قیمت نہیں ایسے لوگ پورے کے پورے کافر ہوں گے۔ یہ نہیں کہ آدھے مسلمان ہوں اور آدھے کافر
اسلام واقعی ایک بسیط حقیقت ہے جو قابلِ تقسیم نہیں۔

۴۔ مشرکین مکہ اللہ رب العزت کو مان کر اس کے ماتحت دیگر معبودوں پر ایمان رکھتے تھے۔ مسلمان صرف اللہ رب العزت کو مانتے تھے اور دیگر معبودوں کی خدائی کے منکر تھے۔ دونوں قوموں میں اللہ رب العزت نقطہ اشتراک تھا۔
مگر ان مشرکانہ اسلام میں کچھ اعتبار نہ کیا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بامرِ الٰہی انہیں صاف کہدیا:

لا اعبد ما تعبدون پ ۳۰ الکافرون ۔ میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔
کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس معبودِ حقیقی کی عبادت نہیں کرتے تھے جسے وہ مشرکین بھی بڑا خدا مانتے تھے؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معبود تو بیشک وہ ہی تھا لیکن ان کافروں کا معبود وہ نہ رہا۔ جب انہوں نے اس کے ساتھ اوروں کو بھی خدائی میں شریک کر لیا۔ اب ان کفریات کے ہوتے ہوتے ان کے اقرار سے خدا وند اکبر کا بھی اعتبار نہ رہا۔ اور وہ لوگ پورے کے پورے کافر قرار پاتے۔ معلوم ہوا کہ اسلام ایک بسیط حقیقت ہے اور دین میں مسلمانوں اور کافروں کے مابین کوئی نقطہ اشتراک نہیں۔ اس اساسی اشتراک کے باوجود انہیں اپنے سے کل علیحدہ کر دیا گیا اور لکم دینکم ولی دین (تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین) کہہ کر تعبدی

امور میں سے ہر قسم کی علیحدگی اختیار کر لی گئی ۔

قرآن کریم کی یہ آیات تعبدی امور میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہر نقطہ اشتراک کا انکار کرتی ہیں مگر قادیانی لوگ اپنے لیے ایک نیا دائرہ کھینچنا چاہتے ہیں کہ وہ بعض ضروریات دین کے انکار کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ ایک دائرہ اسلام میں شریک رہیں ۔ اپنے سوا باقی کل مسلمانوں کو کافر سمجھنے اور کہنے کے باوجود مسلمان انہیں کسی نہ کسی پہلو سے دائرہ اسلام میں اپنے ساتھ شریک رکھیں ۔

قادیانی اپنے اس معزوضہ کے لیے درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں :۔

۱۔ قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ۔ پ۲۶ الحجرات آیت : ۱۵

ترجمہ : اعراب کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے آپ ان سے کہیں تم ایمان نہیں لائے البتہ تم یہ کہو ہم نے فرمانبرداری قبول کر لی اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ۔

۲۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ۔ پ۳ آل عمران آیت : ۶۵

ترجمہ : "آپ کہیں اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں "

یہ آیات ان آیات کے خلاف ہیں جو اسلام کو ایک بسیط حقیقت کے طور پر پیش کرتی ہیں ۔

پہلی آیت میں اعراب سے مراد جنگلوں میں رہنے والے وہ بدو ہیں جو تہذیب و تمدن سے دور اور ظاہری علم سے بے بہرہ تھے ۔ یہ قحط زدہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امداد کے لیے حاضر ہوتے اور اپنے اسلام لانے کا اظہار کیا ۔ اور اپنے دعویٰ ایمان کو سچا ثابت کرنے کے لیے کچھ اعمال بھی مسلمانوں جیسے کرنے لگے تھے ۔

یہ اس درجے کے نرسلم تھے کہ ظاہری طور پر انقیاد کر کے ایمان کی سرحد پر آ چکے تھے لیکن ایمان کامل ابھی ان کے دل میں داخل نہ ہوا تھا ۔ اس لیے اعمال میں وہ لوگ صادق العمل تھے ۔

قرآن کریم نے شہادت دی ہے کہ وہ ایمان کی سرحد پر آ چکے تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے ارادے ان کے دلوں میں نہ تھے اور امید کی جا سکتی تھی کہ آئندہ ایمان کامل ان کے دلوں میں آ جگہ لے گا ۔ صرف اتنا کہا گیا کہ ابھی تک ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا ۔ ان کے ایمان کی سرحد پر آنے کی شہادت اسی سورت کی آیت : ۱۸ میں ہے :۔

یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ۔

پ۲۶ الحجرات آیت : ۱۷۔

ان ھداکم للایمان کی روشنی میں لما یدخل الایمان کا مطلب ان سے ایمان کامل کی نفی ہوگی ۔ ایمان مطلق کی نہیں ۔ اس تفسیر کی روشنی میں ان لوگوں کو کافر نہ کہا جائے گا ۔ نفاق کا لفظ کہیں ملے تو اس سے مراد نفاق عملی ہوگا جو ابتدائی درجے کے مسلمان میں بھی ہو سکتا ہے ۔ پس اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ کافر اور

بے ایمان مسلمانوں کے ساتھ دائرہ اسلام میں جمع ہو سکتے ہیں صحیح نہیں ۔ آیت کی ایک تفسیر موجود ہے جو اسلام کے ایک لبسیط ہونے سے معارض نہیں اس کے لیے درج ذیل تفاسیر سے مزید راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے :

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے کلیۃ الشریعہ کے استاذ محمد علی الصابونی ولما یدخل الایمان (ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا) کے لفظ لمّا (ابھی تک) کے بارے میں لکھتے ہیں :-

ولفظۃ لمّا تفید التوقع کانہ یقول سیحصل لکم الایمان عند اطلاعکم علی محاسن الاسلام وتذوقکم حلاوۃ الایمان قال ابن کثیر ھؤلاء الاعراب المذکورون فی ھذہ الآیۃ لیسوا منافقین وانما ھم مسلمون لم یتحکم الایمان فی قلوبھم فادعوا لانفسھم مقاماً اعلی مما وصلوا الیہ فادبوا فی ذلک ۔ صفوۃ التفاسیر حصہ ۲۶/۳ ص ۲۲۵ ۔

ترجمہ : اور لفظ لمّا امید کا پتہ دیتا ہے ۔ گویا کہا گیا ہے کہ جب تم محاسن اسلام پر اطلاع پاؤ گے اور ہم تمہیں ایمان کی حلاوت چکھائیں گے ۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ اعراب جن کا اس آیت میں ذکر ہوا ہے ۔ منافقین نہ تھے ۔ یہ وہ مسلمان تھے کہ اسلام نے ابھی ان کے دلوں میں جڑ نہ پکڑی تھی سو انہوں نے اپنے لیے اس سے اونچے درجے کا دعویٰ کیا جس مقام پر کہ وہ تھے سو ان کی تادیب کی گئی ۔

جامعہ ازہر مصر کے کلیہ اصول الدین استاذ شیخ محمد محمود الحجازی لکھتے ہیں :-

قالت الاعراب آمنا باللہ ورسولہ وھم فی الواقع لم یؤمنوا ایماناً کاملاً خالصاً لوجہ اللہ ....
ثم عاد القرآن فجبر خاطرھم فی نفی ضمّ الایمان مع ترتب حصولہ لھم وقال لم یدخل الایمان قلوبکم ای الآن لم یدخل ولکنہ سیدخل فیھا وھذا تشجیع لھم علی العمل والدخول حقاً فی صفوف المؤمنین ۔ التفسیر الواضح جلد ۲۶ : ص ۶۱

ترجمہ : یہ جنگلی عرب کہتے ہیں ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے اور واقع میں وہ پورا ایمان جو خالصاً اللہ کے لیے ہو وہ نہیں لاتے .... قرآن پھر اس مضمون کی طرف لوٹا اور ان کے دلوں پر مرہم لگائی اور ان سے ایمان کی نفی اس طرح کی کہ اس کے حاصل ہونے کی امید ساتھ ساتھ بندھی رہے ۔ اور کہا کہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں نہیں اترا یعنی اب تک لیکن عنقریب یہ (تمہارے دلوں میں) اتر جائے گا ۔

یہ پیرایہ بیان انہیں عمل پر ابھارنے کے لیے ہے اور مومنین کی صفوں میں حقیقی طور پر داخل ہونے کے لیے ہے ۔

شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت پر لکھتے ہیں :-

ایمان و یقین جب پوری طرح دلوں میں راسخ ہو جاتے اور جڑ پکڑ لے اس وقت غیبت اور عیب جوئی وغیرہ کی خصلتیں آدمی سے دور ہو جاتی ہیں ۔ جو شخص دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور آزار پہنچانے میں مبتلا ہو سمجھو کہ ابھی تک ایمان

اس کے دل میں پوری طرح پیوست نہیں ہوا۔ ص۱۲۱

اور آگے ھدٰکم للایمان پر لکھتے ہیں:

اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا رستہ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز کیا۔ ص۹۶۷

مرزا غلام احمد کے پیرا ؤں میں مولوی محمد علی بھی لکھتے ہیں:۔

مسلم تو ہر وہ شخص ہے جو دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا خواہ ابھی اسلام کے احکام پر پورے طور پر عامل ہے یا نہیں۔ اور خواہ دل میں وساوس بھی پیدا ہوتے ہیں .... یہاں ایمان کامل یعنی اس کے تینوں پہلوؤں کا ذکر ہے۔ ص۱۲۹

مولوی محمد علی صاحب نے یہاں ان نو مسلموں میں اسلام کے ساتھ کمی عمل یا وساوس کو تو جمع کیا ہے لیکن یہ انہوں نے بھی نہیں کہا کہ اسلام کے ساتھ صریح کفر جمع ہو سکتے ہیں۔

پھر یہ بات ایک وقتی بات تھی اور بعض آئی تھی۔ اس لیے ان کا انقیاد ظاہری میں آنا لفظ اسلمنا سے بیان ہوا جو جملہ فعلیہ ہے جملہ اسمیہ نہیں جملہ اسمیہ دوام اور استمرار پہ دلالت کرتا ہے۔ اس میں بتلایا گیا کہ پوری طرح مسلمان ہونے سے پہلے وہ اسلمنا تو کہہ سکتے ہیں کہ وقتی طور پر انہوں نے اپنے آپ کو بچا لیا۔ جملہ اسمیہ میں نحن مسلمون نہیں کہہ سکتے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ایک جزئیہ ایسا نہیں ملے گا جس میں کسی فرد یا طبقے کو اس کے کھلے کفری اعتقادات کے باوجود ظاہری اقرار شہادتین (اظہار کلمہ توحید و رسالت) پر مسلم کہا گیا ہو۔ سو قادیانی حضرات کو اس آیت کی راہ سے داخل دائرہ اسلام ہونا قطعاً درست نہیں۔ یہ ذمی ہو کر دائرہ استسلام میں تو رہ سکتے ہیں دائرہ اسلام میں نہیں۔

اب دوسری آیت کو لیجیے جسے قادیانی مسلمانوں کے ساتھ تعبدی امور میں شامل ہونے کے لیے دلیل اشتراک بتاتے ہیں۔ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم۔ آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں برابر ہے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ یہاں دو سوال سامنے آتے ہیں:۔

۱۔ وہ کلمہ سواء کہ ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے کیا اس وقت کے عیسائی اسے مانتے تھے یا وہ حضرت مسیح کو ابن اللہ کہہ کر تین خداؤں کی خداوندی کے قائل تھے؟

۲۔ اگر وہ اس وقت توحید خاص کے مدعی نہ تھے تو قرآن نے اسے کلمہ سواء (مشترکہ بات) کیسے کہہ دیا۔

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے قرآن پاک کی آیات صریحہ (پ۶ سورۃ المائدہ آیت: ۱۸) آیت: ۷۳۔ پ۷ المائدہ آیت: ۱۱۶۔ پ۱۰ التوبہ آیت: ۳۰ آیت: ۳۱ اس کی تردید کر رہی ہیں اور بتا رہی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی خدائی میں شریک کرتے تھے۔ جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے۔ ایک خدا کی عبادت کو ان قوموں کے انبیاء کی اصل دعوت کے لحاظ سے کلمہ سواء (مشترکہ بات) کہا گیا ہے اور دعوت دی گئی ہے

کہ اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو تمام انبیاءؑ کی مشترک دعوت رہی ہے کہ ہم ایک خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں۔ سو یہ دعوت اپنی اصل کے لحاظ سے اور اہل کتاب کے اس وقت کے حالات کے پیش نظر دعوتِ اسلام ہے۔ مشرک عیسائیوں سے دعوتِ اشتراک نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے عیسائی بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دے کے جو والا نامہ ارسال فرمایا اس میں آپ نے اَسْلِمْ تَسْلَمْ یؤتک اللہ اجرک مرتین کے ساتھ یہ آیت بھی لکھوائی۔

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔ صحیح البخاری ج۱ ص۵

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو دعوت اسلام کے طور پر پیش کیا ہے دعوتِ اشتراک کے طور پر نہیں۔

تفسیر سراج منیر میں ہے :۔

فان دعاهم الی ما وافق علیه عیسیٰؑ والانجیل وسائر الانبیاء والکتب۔ جلد ۱ ص۲۱۹

شرک اور کفر اہل کتاب کے اصل دین میں نہ تھا سو اس آیت میں انہیں اپنے اصل دین کی طرف لوٹنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اور یہ حقیقت میں دعوتِ اسلام ہے ان کے اختراعی دین میں اشتراک نہیں۔

تفسیر المراغی میں ہے :۔

اما اهل الکتاب فالشرك والکفر فتعرض للکثیر منهم عروضا ولیس من اصل دینهم۔ ج۳ ص۱۴۶

اسلام خود ایک کامل دین ہے۔ اس میں تعبدی امور میں کسی اور دین سے سمجھوتہ کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ دوسرے ادیان کو دعوت اشتراک دینے کی ابتداء مسیلمہ کذاب سے ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں مسیلمہ نے حضورؐ کی خدمت میں دعوتِ اشتراک ان لفظوں میں بھیجی تھی :۔

"من مسیلمة رسول اللہ الی محمد رسول اللہ اما بعد فان الارض نصفها لی ونصفها لك"

(صفوۃ التفاسیر جلد ۱ ص۲۵۱ حاشیہ)

ترجمہ :۔ یہ خط مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام ہے۔ زمین آدھی میرے نام رہے اور آدھی آپ کے نام۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی دعوتِ اشتراک کو اور اس کے دعوے رسالت کو دونوں کو رد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کسی نئے مدعی نبوت کے پیروؤں کے ساتھ کسی بات میں اشتراک نہیں کر سکتے۔

۳۔ افرادِ امت کا تحفظ

شعائر اسلام کی حفاظت اور ان کا ہر آمیزش سے تحفظ یہ عظمت شعائر کے پیش نظر تھا لیکن اسلام میں جملہ افراد

امت کی ہرو بیزی اور دینیات فتنے سے حفاظت یہی حکومت اسلامی کے ذمہ ہے کسی غیر مسلم اقلیت کی مذہبی آزادی اگر افراد امت محمدیہ کے لیے کسی فتنے کا دروازہ کھولتی ہو تو مسلم سربراہ پر فرض عائد ہوجاتا ہے کہ وہ ایسا آرڈیننس نافذ کرے جس سے اسباب کی حد تک جملہ افراد امت کا پورا تحفظ ہو جائے ۔

۴۔ حوزہ اُمت کا تحفظ :

امت محمدیہ کی سالمیت کا تقاضا ہے کہ اس کے لیے جس طرح مملکت اسلامی کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت لازمی سمجھی جاتی ہے ۔ اس امت کی نظریاتی سرحدوں پر بھی پوری فکری کاوش سے پہرہ دیا جائے ۔ قادیانی لٹریچر کی اشاعت اگر عام رہے اور ان کے مبلغین کھلے بندوں مسلمانوں میں اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے رہیں تو اس حوزہ امت کا کسی طرح تحفظ نہ رہ سکے گا ۔ اور حکومت کے لیے نت نئے مسائل اٹھتے رہیں گے ۔ سو ضروری ہے کہ قادیانیوں کی تبلیغ ان کے اپنے محدود حلقوں میں محدود کی جائے ۔ اور انہیں کھلے طور پر اپنے خیالات پھیلانے کی اجازت نہ ہو ۔ ان کے لٹریچر کی کھلی اشاعت خلاف قانون قرار دی جائے تاکہ امت کی نظریاتی سرحدیں پوری طرح محفوظ رہ سکیں ۔

قادیانی لٹریچر کس طرح کی الحادی اور غیر اخلاقی فضا پیدا کرتا ہے ۔ اس کے لیے ان کے لٹریچر کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے ۔ اور ساتھ ہی ان آیات اور احادیث کی ایک تلخیص بطور مقدمہ پیش کی جاتی ہے ۔ جن میں اسلامی حکومت کی اس ذمہ داری کا بیان ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ منکرات کو روکنے میں زیادہ سے زیادہ کوشاں رہے منکرات کو روکنے اور ختم کرنے کے بغیر اسلامی مملکت میں معروفات کا قیام بہت مشکل ہے ۔

اسلامی سلطنت میں قادیانی تبلیغ پر پابندی :

قادیانی تبلیغ کے نام پر کس طرح کا لٹریچر پیش کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین کے ذہنوں پر اس کا کس قدر مہلک اور مخرب اخلاق اثر پڑ سکتا ہے ۔ اسے پیش کرنے سے پہلے ایک اصولی بات گزارش ہے :۔

اسلامی سلطنت کے سربراہ کا فرض ہے کہ ان تمام منکرات کا سدباب کرے جس سے مسلمانوں کے عقائد اور اخلاق پر برا اثر پڑے ۔ اس باب میں درج ذیل آیات و احادیث سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے ۔

۱۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (پارہ ۱۷ : سورۃ الحج ، آیت ۴۱)

۲۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ ؕ (پ ۲۸ سورۃ تحریم : آیت ۶)

۳ - عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ فالامیر الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ الخ (صحیح مسلم ص۱۲۲ ج۲)

۴ - عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَإِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَإِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَ ذَالِکَ أَضْعَفُ الْاِیْمَان ۔
(مشکوٰۃ ص۴۳۶ ، بحوالہ مسلم)

ان آیات اور احادیث کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اقتدار پر آنے کے بعد منکرات کو روکتے ہیں اور ہر سربراہ کا فرض ہے کہ اپنے عیال کو کفر اور بدی کی آگ سے بچانے کی پوری کوشش کرے ۔ عامۃ المسلمین اسلامی سربراہ کے عیال اور رعایا ہیں ۔

پاکستان ایک اسلامی سلطنت ہے ۔ اس میں عامۃ المسلمین کی دینی اور اخلاق قدروں کی صیانت اور حفاظت کرنا اور اس کے لیے فرامین جاری کرنا اور آرڈی نینس بنانا سربراہِ اسلامی سلطنت پر ایک بڑا فرض ہے ۔ ایک اسلامی سلطنت میں الحاد و زندقہ پھیلانے والا خلافِ اسلام لٹریچر اور بے حیائی پھیلانے والا مخربِ اخلاق لٹریچر چھپے ۔ قادیانیوں کی کھلی تبلیغ پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس غلط لٹریچر سے مسلمانوں میں اس قسم کے عقائد و نظریات بیشک پھیلتے رہیں اور مسلمانوں کو اس سے عام اور کھلے بندوں الحاد و ارتداد کی دعوت ملتی رہے ۔ اس باب میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کی مندرجہ ذیل تحریرات لائقِ توجہ ہیں ، کیا یہ منکرات نہیں ؟ کیا انہیں پھیلنے دینا چاہیئے ۔ اور کیا مسلمانوں میں ان کی اشاعتِ عام کی اجازت دی جاسکتی ہے ؟

آیئے پہلے یہ دیکھیئے کہ قادیانیوں میں نبوت کا تصور کیا ہے اور ان کے ہاں کس قسم کا آدمی نبی ہوسکتا ہے

مرزا صاحب کہتے ہیں ، ”مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑا یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیلخانہ میں قید بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں ۔ اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں ۔ اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں ۔

اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے اور اسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لیکر آوے اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اطاعت

نہیں کرے گا۔ خدا اسے جہنم میں ڈالے گا۔ (تریاق القلوب ص ۱۳۳)

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ نومبر ۱۹۶۰ء

ایک اور گستاخی ملاحظہ کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت جتلانا ان کے لٹریچر میں عام ملتا ہے اس قسم کا لٹریچر پھیلنے سے عام لوگوں کا ایمان کیسے بچ سکتا ہے۔ یہ المیہ از خود واضح ہے۔

۱۔ بس یہ خیال کہ گویا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے پارہ میں بیان فرمایا اس سے بڑھ کر ممکن نہیں بدیہی البطلان ہے۔ (کرامات الصادقین ص۱۹)

اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے معارف قرآن سے محروم رکھے گئے اور وہ حقیقتیں مرزا صاحب پر کھلیں مرزا صاحب کہتے ہیں۔

۲۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دآبۃ الارض کی ماہیت کما ہی ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں

ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۹۲ مطبوعہ قادیان

۳ ۔ لَہٗ خَسَفَ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ وَاِنَّ لِیْ غَسَا الْقَمَرَانِ الْمُشْرِقَانِ اَتُنْکِرُ

ترجمہ۔ اس کے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کریگا۔؟ (اعجاز احمدی مطبوعہ ربوہ ص۷۱)

اب ان کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود سے بھی سن لیجئے۔

۴ ۔ یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمدؐ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔۔ مرزا صاحب نے پھر یہ بھی لکھا ہے۔

ڈائری میرزا محمود احمد۔ مطبوعہ روزنامہ الفضل ص۵ ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء

۵ ۔ واعطانی مالم یعط احد من العالمین۔ آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴۔

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں کسی کو نہ دیا گیا تھا۔ کیا یہ کل انبیاء و مرسلین اور اولاد آدم پر فضیلت کا دعویٰ نہیں اور کیا اس قسم کا لٹریچر پھیلنے سے عامۃ المسلمین کا ایمان محفوظ رہ سکتا ہے

۶ ۔ آسمان سے کئی تخت اترے۔ پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ تذکرہ ص۳۴۶)

۷۔ فضلتک علی ماسواک: یعنی تیرے سوا جتنے ہیں ان سب پر ہم نے تجھے بزرگی دی (تذکرہ صفحہ ۷)

۸۔ روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تک — میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱۳)

۹ محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(بدر" قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

اس لٹریچر کے عام پھیلنے سے مسلمانوں پر کیا اثر پڑے گا اور ان کی اعتقادی سطح کس طرح متزلزل ہوگی یہ بات از خود واضح ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین کس خلاف تہذیب انداز میں کی ہے اسے دیکھئے

حضرت عیسٰی علیہ السلام پر اپنی فضیلت

اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے اوپر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۹ تا صفحہ ۱۵۰)

۲۔ اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تاکہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ واقع البلاء صفحہ ۱۳

۳۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ واقع البلاء صفحہ ۲۰

شراب پینا:۔ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسٰی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ حاشیہ کشتی نوح صفحہ ۶۵

گالیاں دینا

ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کرنے کی عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات پر غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ انجام آتھم صفحہ ۵

جھوٹ بولنے کی عادت

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی جن جن پیشگوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا ہے ان کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا بلکہ وہ اوروں کے حق میں تھیں جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہو گئیں اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے گویا میری تعلیم ہے۔ لیکن جب سے یہ چوری پکڑی گئی عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔

آپ نے یہ حرکت شاید اس لئے کی ہوگی کہ کسی عمدہ تعلیم کا نمونہ دکھلا کر رسوخ حاصل کریں۔ لیکن آپ کی اس بیجا حرکت سے عیسائیوں کی سخت روسیاہی ہوئی اور پھر افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں۔ عقل اور کانشنس دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں۔ آپ کا ایک یہودی استاد تھا جس سے آپ نے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے کچھ بہت حصہ نہ دیا تھا اور یا اس استاد کی یہ شرارت تھی کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا بہرحال آپ علمی اور عملی قویٰ میں بہت کچے تھے۔ اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

انجام آتھم ص۵ ح تا ص۶ ح

آپ کا کوئی معجزہ نہ تھا

عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرامکار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرامکار اور حرام کی اولاد بنیں۔

انجام آتھم ص۶ ح

آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے کچھ نہ تھا

ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔

(انجام آتھم ص۶ ح تا ص۷ ح

تین دادیاں اور نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ زناکار اور کسبی

عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے ہاتھ پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے (انجام آتھم ص۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن کرنے میں قرآن سے استدلال

ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان وہ اگر ان کو اوپر اٹھاتے اٹھاتے آسمان پر چڑھا دیں یا عرش پر بٹھا دیں یا خدا کی طرح پرندوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں تو ان کو اختیار ہے انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے۔ لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھکر ثابت نہیں ہوتی۔

بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ حاشیہ دافع البلاء ص۴ تا ۵

صحابہ اکرام کی توہین

من دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سیدی خیر المرسلین۔

ترجمہ۔ پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا در حقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا خطبہ الہامیہ ص۲۵۸ و ص۲۵۹۔

۲۔ بعض نادان صحابہ جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔۔۔۔ ضمیمہ نصرت الحق ص۱۲۰

۳۔ حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک معمولی آدمی تھا۔ ازالہ اوہام ص۱۲۲۔

۴۔ ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے۔

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۳۰؛

۵۔ بعض کم تدبر کرنے والے صحابی جن کی روایت اچھی نہیں تھی۔ جیسے ابوہریرہ۔ حقیقت الوحی ص۳۴:۔

۶۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی روایت عمدہ نہیں تھی عیسائیوں کے اقوال سن کر جو اردگرد رہتے تھے پہلے کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے جیسا کہ ابوہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (نعوذ باللہ من ھذا الکفریات) اعجاز احمدی ص۱۸۔

اہل بیت نبوی کی توہین | ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے نشہ سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے ایک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی و حسین و فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ تذکرہ ص۳۲۔

۲۔ اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھکر ہے۔ دافع البلاء ص۱۶

۳۔ وشتان ما بینی و بین حسینکم۔ فانی اؤید کل آن وانصر، ترجمہ:۔ اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔ اعجاز احمدی ص۶۹:۔

واما حسین فاذکروا دشت کربلا۔ الی ھذہ الایام تبکون فانظروا:۔

ترجمہ:۔ مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کر لو اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو " " " :

وانی ورثت المال مال محمد۔ فما انا الا آلہ المتخیر:۔ ترجمہ: اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں پس میں اس کی آل برگزیدہ ہوں جس کو ورثہ پہنچ گئی:۔ اعجاز احمدی ص۷۰

طلبتم فلاحا من قتیل بجیبۃ۔ فخیبکم رب غیور منبر، ترجمہ: تم نے اس کشتہ سے نجات چاہی کہ جو نومیدی سے مر گیا پس تم کو خدا نے جو غیور ہے ہر ایک مراد سے نومید کیا وہ خدا جو ہلاک کرنے والا ہے۔ اعجاز احمدی ص۸۱

وواللہ لیست فیہ منی زیادۃ وعندی شہادات من اللہ فانظروا:۔ اور بخدا اسے مجھ سے کچھ زیادت نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں تم دیکھ لو:۔

وانی قتیل الحب لکن حسینکم۔ قتیل العدا فالفرق اجلی واظہر: ترجمہ: اور میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔ اعجاز احمدی ص۸۱:۔

نسیتم جلال اللہ والمجد والعلی وما وردکم الا حسین اتنکر: تم نے خدا کے جلال اور ر کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے کیا تو انکار کرتا ہے۔

فھذا علی الاسلام احدی المصائب لدی نفحات المسک قذر مقنطر:۔ ترجمہ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔ اعجاز احمدی ص۸۲

مسلمانوں کے اسلام پر طعن | ۱:۔ فالقی اللہ فی قلبی ان المیت ہو الاسلام:۔ آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۹

۲ ۔ حضرت صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) نے فرمایا کہ کیا مجھے چھوڑ کر تم مردہ اسلام دنیا کے سامنے پیش کروگے۔ ذکر حبیب ص۱۰۱ مطبوعہ قادیان

۳۔ چوہدری ظفر اللہ خاں کی تقریر: "اگر نعوذ باللہ آپ (مرزا غلام) کے وجود کو درمیان سے نکال دیا جائے۔ تو اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح خشک درخت شمار کیا جائے گا۔

الفضل ربوہ ۳۱ مئی ۱۹۵۲ء

مرزا صاحب کی زبان اخلاقی طور پر کن قدروں کا مظاہرہ کرتی ہے اس کے لئے ان کی ان تحریروں کا جائزہ لئے

اخلاقی بے حیائی کا فروغ ۱۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم کام تھا انہوں نے ہمارے روبرو خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دن رات زنا کاری کام تھا۔ ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انہوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہوگئیں۔ حقیقت الوحی ص۳

۲۔ اگر نطفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے اور لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے بلکہ تعلق کے لئے علیحدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یاد الہٰی میں ذوق شوق جس کو دوسرے لفظوں میں حالت خشوع کہتے ہیں۔ نطفہ کی اس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورت انزال پکڑ کر اندام نہانی کے اندر گر جاتا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ جسمانی عالم میں ایک کمال لذت کا وقت ہوتا ہے لیکن تاہم فقط اس قطرہ منی کا اندر گرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحم سے اس نطفہ کا تعلق بھی ہو جائے اور وہ رحم کی طرف کھینچا جائے۔

پس ایسا ہی روحانی شوق ذوق اور حالت خشوع اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحیم خدا سے ایسے شخص کا تعلق ہو جائے اور اس کی طرف کھینچا جائے۔ بلکہ جیسا کہ نطفہ کبھی حرام کاری کے طور پر کسی رنڈی کے اندام نہانی میں پڑتا ہے تو اس میں وہی لذت ڈالنے والے کو ہوتی ہے۔ جیسا کہ اپنی بیوی کے ساتھ پس ایسے ہی بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا خشوع اور خضوع اور حالت ذوق اور شوق رنڈی بازوں سے مشابہ ہے یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو محض اغراض دنیویہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو حرام کار عورتوں کی اندام نہانی میں جاکر باعث لذت ہوتا ہے بہر حال جیسا کہ نطفہ میں تعلق پکڑنے کی استعداد ہی حالت خشوع میں بھی تعلق پکڑنے کی استعداد ہے۔ مگر صرف حالت خشوع اور رقت اور سوز اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ تعلق ہو بھی گیا ہے جیسا کہ نطفہ کی صورت میں جو اس روحانی صورت کے مقابل ہی مشاہدہ ظاہر کر رہا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے اور منی عورت کے اندام نہانی میں داخل ہو جائے۔ اور اس کو اس فعل سے کمال لذت حاصل ہو تو یہ لذت اس بات پر دلالت نہیں کرے گی کہ حمل ضرور ہو گیا ہے

ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۱۲

نوٹ:۔ قادیانی لٹریچر میں اس قسم کی فحش باتیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ جن کے نقل کرتے ہوئے بھی شرافت لرزتی ہے۔ ملاحظہ فرماویں ایک محالف کی بات کو کن گندے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

۳۔ دیکھو جی مرزا صاحب کو لنگاٹی سے بدکاری کرتا ہے اور صبح کو نہ غسل لوٹا بھرا ہوا ہوتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے اور وہ الہام ہوا: میں مہدی ہوں میں مسیح ہوں۔

تذکرۃ المہدی ص۱۵۸ مولفہ پیر سراج الحق مطبوعہ جون ۱۹۱۵ء

نوٹ: پیر سراج الحق کون ہیں؟ یہ مرزا غلام احمد کے امام نماز ہیں۔ مرزا صاحب ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔

۴۔ مرزا غلام احمد وید پر تنقید کرتے ہوئے آریوں کے خدا کے بارے میں لکھتے ہیں

"پرمیشر ناف سے دس انگل نیچے ہے سمجھنے والے سمجھ لیں" چشمہ معرفت ص۱۰۶

اس زبان کے لٹریچر کو کھلے بندوں شائع ہونے دیا جائے تو یہ عامۃ الناس کے لئے نہایت مخرب اخلاق اور حیا سوز ہوگا۔ اس لٹریچر پر پابندی لگنی چاہیئے۔

بدزبانی کا فروغ ۱۔ اے بدذات فرقہ مولویان! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہ ہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔

انجام آتھم ص۲۱ ص۲

۲۔ دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسانی جوش کے لئے حق اور دیانت کی گواہی چھپاتے ہیں۔

اے مردار خور مولویو! اور گندی روحو تم پر افسوس۔ انجام آتھم ص۲۸

۳۔ یہ سب کچھ ہوا مگر اب تک بعض بے ایمان اور اندھے مولوی اور خبیث طبع عیسائی اس آفتاب ظہور حق سے منکر ہیں

انجام آتھم ص۲۹:۔

عام مسلمانوں کے متعلق ۱۔ ہمارے دشمن جنگلوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں

(نجم الہدیٰ ص۵۳)

تلک کتب ینظر الیہا کل مسلم بعین المحبۃ والمودۃ وینتفع من معارفہا ویقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا الذین ختم اللّٰہ علیٰ قلوبہم فہم لا یقبلون۔

ترجمہ:۔ میری مذکورہ بالا کتابوں کو ہر مسلمان محبت اور پیار کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے کی تصدیق کرتا ہے۔ سوائے کنجریوں کی اولاد کے جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہریں لگا دی ہیں وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔ آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷ و ص۵۴۸)

ذریۃ البغایا یعنی مرزا صاحب نے خود یہ کیا ہے۔ من ھو من ولد الحلال ولیس من ذریۃ البغایا۔
اور اس کا اردو ترجمہ یہ کیا ہے "ہر ایک شخص جو ولد حلال ہے اور خراب عورتوں کی نسل سے نہیں۔ نور الحق ا صـ۱۶۳
۴۔ جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہ آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔۔ حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔ انوار اسلام صـ۳۰.

اس قسم کی تحریرات اور بدزبانی انسانی شرافت پر بہت گراں ہے۔ ایک اسلامی ملک میں اس قسم کا لٹریچر عام ملے اور اس پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو بلکہ کچھ لوگ اس کی تبلیغ واشاعت میں زندگیاں وقف کئے ہوئے ہوں تو اس سے نہ صرف اسلامی عقائد کو سخت دھچکا لگے گا بلکہ ان مخرب اخلاق تحریروں سے انسانی شرافت بھی بری طرح پامال ہوگی۔ ان حالات میں سربراہ مملکت اسلامی پر فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کی اس قسم کی تبلیغ کو خلاف قانون قرار دیں اور اس مخرب اخلاق لٹریچر کی طباعت اور اشاعت اس ملک میں خلاف قانون قرار پائے۔ صدر پاکستان نے اس آرڈی ننس کے ذریعہ اپنا ایک بڑا فرض سرانجام دیا ہے۔

قادیانی لٹریچر ہی اسلام کے جذبہ جہاد کی روک تھام

یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اور اسلام سے ہی اس کی بقاء وابستہ ہے اس کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت بھی دراصل اسلام ہی کے گرد ایک حفاظتی پہرہ ہے سو اس ملک میں عامۃ المسلمین ہی عموماً اور نوجوانوں میں خصوصاً جذبہ جہاد اور احساس قربانی کی آبیاری بہت ضروری ہے اور قادیانیوں کے خلاف جہاد لٹریچر کا پوری طرح سدباب ہونا چاہیئے۔ قادیانیوں کے خلاف جہاد لٹریچر کا ایک نمونہ عرض خدمت ہے۔

آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لئے کوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔

(اشتہار چندہ منارۃ المسیح منسوب ات ضمیمہ خطبہ الہامیہ)

مرزا غلام احمد نے صرف ہندوستان میں ہی انگریزوں کو اپنا اولی الامر نہیں بنایا بلکہ اس کی تحریک پورے عالم اسلام میں انگریز کے ایجنٹ کے طور پر ان کی سیاسی خدمات بجالانے کے لئے کی مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر اس پر گواہ ہے۔

میں نے بیسیوں کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ دبطانیہ سے ہرگز جہاد درست نہیں۔ بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف زر کثیر چھاپ کر بلاد اسلام میں پہنچائی ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے (تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۶۵)

مرزا صاحب نے اپنی نبوت اور سلطنت برطانیہ کی خیر خواہی کو کس انداز میں جوڑا ہے اس کے لئے ان کی درج ذیل تحریر بڑی واضح ہے۔

آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے اور ہر شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے۔ اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے کیونکہ مسیح آچکا۔ خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑتا ہے

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ضمیمہ صفحہ ۷)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

دوسرا امر قابل گزارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں۔ اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں۔ جو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔

(تبلیغ رسالت جلد ۷ : صفحہ ۱۰)

مرزا غلام احمد کی یہ تحریک صرف مقامی نہ تھی عالمی تھی اس باب میں ان کی مندرجہ ذیل تحریر ان کے سیاسی مقاصد کو پوری طرح اپنے دامن میں لئے ہوتے ہے۔

اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کیلئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں۔ اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لیے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں۔ جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔

(کتاب البریہ صفحہ ۶، ۷)

مرزا صاحب نے جہاد کو مسلمانوں کے عام حالات کے پیش نظر یا اپنی ایک وقتی فکر سے بند نہ کیا۔ انگریزوں کی اس خدمت کو خدا کا نام لے کر آسمانی دعوؤں کے سہارے سرانجام دیا:

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔

(خطبہ الہامیہ مترجم ص ۲۸، ۲۹ و تبلیغ رسالت جلد ۹ : صفحہ ۴۷)

سلطنت برطانیہ کی ان خدمات پر اب کچھ مراعات کی طلب ہے ۔ اس کا ایک نمونہ درج ذیل تحریر میں لائق توجہ ہے :

گورنمنٹ کا بڑا بھاری فرض ہے کہ وہ اس فرقہ احمدیہ کی نسبت تدبیر سے زمین کے اندرونی حالات دریافت کرے ... ہمارے امام (مرزا صاحب) نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو بائیس برس ہیں ، اس تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے ۔ یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابیں بھی مضمون ممانعت جہاد لکھ کر ان کو بلاد اسلام عرب ، شام کابل وغیرہ میں تقسیم کیا ۔　　(رسالہ ریویو آف ریلیجنز ، مولوی محمد علی قادیانی بابت ۱۹۰۲ء جلد ا صفحہ ۲۵۷)

مرزا صاحب کے دل و دماغ میں جہاد سے کس قدر نفرت سما چکی تھی ، اس کے لیے ان کی مندرجہ ذیل تحریرات دیکھیے ۔ ان تحریرات کی کھلی اشاعت سے کیا اس ملک کے نوجوانوں کے لیے فکری اور عملی زندگی کا کوئی پہلو زخمی ہوئے بغیر رہ سکتا ہے :-

" یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے ... یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے ۔"

(فرمان مرزا مندرجہ ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۲ء جلد ا ، ۱۲)

" یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں ۔ اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا ۔ اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے ۔"　　(اشتہار واجب الاظہار تریاق القلوب صفحہ ۳۲۲)

جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے ۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا ۔ اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے ۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا ۔　　(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۵ حاشیہ)

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال　　دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے　　دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نورِ خدا کا نزول ہے　　اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد　　منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۹)

میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ چونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۷)

" اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے بدخیال جہاد اور بغاوت کو دلوں میں مخفی رکھتے ہیں میں ان کو سخت نادان بدقسمت ظالم سمجھتا ہوں"

(تریاق القلوب صفحہ ۲۶)

اس قسم کے خیالات اور ایمان سوز لٹریچر جس ملک میں کھلے بندوں پھیلتے رہیں وہ ملک اسلامی بنیادوں پر کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اور مسلمانوں کو ایک زندہ قوم کے طور پر اٹھانے کے لیے قادیانیوں کا اس قسم کا لٹریچر کلی طور پر خلاف قانون ہونا چاہیے۔ صدر پاکستان نے اس زیر بحث آرڈیننس میں قادیانیوں کی کھلی تبلیغ پر پابندی عائد کر کے تحفظ پاکستان کی طرف ہی قدم بڑھایا ہے اور اقدام کسی پہلو سے بھی قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین　پ ۲۰ النمل آیت : ۶۴

اسلامی مملکت میں مسلمانوں میں خلاف اسلام تعلیم و تبلیغ کی کیا کھلی اجازت ہے ؟

اگر سربراہ مملکت اسلامی اس پر پابندی لگائے اور اسے بذریعہ آرڈیننس خلاف قانون قرار دے تو کیا یہ پابندی قرآنی ارشاد قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین (اگر تم سچے ہو تو اپنے جواب پر دلیل لاؤ) کے خلاف نہیں ؟ کیا اس سے ایک گروہ کی شخصی آزادی تو سلب نہیں ہوتی ؟ قرآن کریم تو اپنے نہ ماننے والوں کو یہاں تک اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے سب حمایتیوں کو بے شک بلالیں۔ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین اگر وہ اپنے حمایتیوں کو گواہ بنا کر ساتھ لائیں تو ان کی یہ گواہی کیا خلاف اسلام ایک شہادت نہ ہوگی ؟

جواب :-

یہ آیت وَادْعُوا شُہَدَاءَکُم من دون اللہ ان کنتم صادقین کس سیاق میں آرہی ہے ؟ قرآن پاک کے معجزہ ہونے کے بارے میں ۔ کہا جا رہا ہے کہ اگر تم قرآن پاک کو الٰہی کلام نہیں سمجھتے اسے انسانی کلام کہتے ہو تو تم بھی تو انسان ہو ایسا ایک قطعہ کلام تم بھی بنا لاؤ اور بے شک اس پر تم اپنے سب مددگاروں کو بھی بلالو ۔۔ یہ انہیں اپنے عقائد کی تبلیغ کا موقع نہیں دیا جا رہا انہیں قرآن کریم کی مثل لانے سے عاجز ثابت کیا جا رہا ہے قرآن پاک کے معجزہ ہونے کا بیان ہی اسی لیے ہے کہ اس کی مثل لانے سے ہر ایک عاجز ٹھہرے اور کوئی انسانی کلام الٰہی کلام کا مقابلہ نہ کر سکے ۔ آگے ولن تفعلوا کہہ کر بتلایا گیا کہ تم ایسا کبھی نہ کر سکو گے

اسی طرح آیت قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین بھی یہود و نصاریٰ سے تصحیح نقل کا مطالبہ

کر رہی ہے انہیں اپنے نظریات کی تبلیغ کا موقع نہیں دے رہی یہود و نصاریٰ نے کہا تھا جنت میں ہمیں داخل ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ان سے کہیں کہ اس پر حوالہ پیش کریں صحیح نقل کا مطالبہ اور بات ہے
اور انہیں آزادی دینا کہ خلاف اسلام جو چاہیں کہتے رہیں یہ امر دیگر ہے۔

اسی طرح آیت (۱) قل أرأيتم ماتدعون من دون الله اروني ماذا خلقوا من الارض
پ ۲۶ الاحقاف آیت: ۴
اور (۲) قل أرأيتم شركاءكم الذين تدعون من دون الله اروني ماذا خلقوا من الارض
پ ۲۲ الفاطر آیت: ۴۰

میں مشرکین سے ان کی حقانیت کی دلیل نہیں پوچھی جا رہی ان سے ان کے غلط معبودوں کی تخلیق کا کام مانگا جا رہا ہے ان
سے طلب کیا جا رہا ہے کہ ان معبودوں کی کوئی تخلیق بتائیں کسی چیز کی سند اور حوالہ مانگنا اور بات ہے اور انہیں اس میں
بحث کا حق دینا یہ امر دیگر ہے اور پھر یہ سب باتیں وہاں ہو رہی ہیں جہاں اقتدار مشرکین کا تھا ــــ اس سے یہ بات
نہیں نکلتی کہ کسی کو مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کرنے کا حق دیا جا رہا ہے یہ اسلامی سلطنت کی بات نہیں ہے مشرکین
سے برابر کی سطح کی ایک بات ہے۔

قرآن پاک میں ایسے مضامین ان مشرکین کی تعجیز و تبکیت کے لیے آئے ہیں انہیں مسلمانوں میں اپنے عقائد کفریہ
کی تبلیغ کا حق دینے کے لیے نہیں ــــ قادیانی مبلغین نے اپنی اپیل میں ان آیات کو بالکل بے محل نقل کیا ہے۔
سورہ نمل کی آیت قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين کے سلسلہ آیات میں فضیلۃ الاستاذ
احمد مصطفیٰ المراغی لکھتے ہیں:

ثم انتقل من التوبيخ تعريضا الى التبكيت تصريحا تفسیر المراغی ص ۲۰ ج
مشرکین کے پاس اس پر کیا دلیل ہو سکتی تھی جو ان سے طلب کی گئی؟ کچھ نہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے قل هاتوا برهانكم على ذلك ولا سبيل اليه تفسیر جلالین ص ۳۶۹
سو جب اس پر کوئی استدلال ممکن نہیں تو یہ محض تبکیت اور تعجیز ہے ان سے مناظرہ میں طلب دلیل نہیں
دلیل کنندگان نے اپنے اس استدلال میں قل هاتوا برهانكم پ ۱۷ الانبیاء آیت: ۲۴
پ ۲۰ النمل آیت: ۶۴۔ ام لكم سلطان مبين پ ۲۳ الصافات آیت: ۱۵۶ قل
هل عندكم من علم فتخرجوه لنا پ ۸ الانعام آیت ۱۴۸ ــــ ان الذين
يجادلون في آيات الله پ ۲۴ المومن آیت: ۵۶
اور دیگر چند آیات بھی پیش کی ہیں اور یہ بات انہوں نے بالکل غلط نظر انداز کر دی ہے کہ یہ بات کہاں کی جا

رہی ہے؟ اسلامی مملکت میں یا اقتدار مشرکین میں؟ سورۃ انبیاء ۔ سورۃ نمل سورۃ الصافات سورۃ الانعام سورۃ المومن سب مکی سورتیں ہیں جن سے یہ آیات لی گئی ہیں ان سے یہ استدلال کرنا کہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلاف اسلام نظریات کی تبلیغ کا حق دیا جا رہا ہے کسی طرح لائق تسلیم نہیں ہے۔ مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کی راہ کھولنے کے لیے ان حضرات نے یہ آیات بالکل بے محل نقل کی ہیں۔

ایک ضروری بات

پھر یہ بھی دیکھیے کہ کافروں کو اپنے نظریات پر دلیل پیش کرنے کی دعوت کون دے رہا ہے؟ وہ جو ان کے مغالطے کو پوری طرح سمجھ سکے اور علمی پہلو سے اسے توڑ سکے کوئی عام آدمی ان غیر مسلموں کو دلیل پیش کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا کیونکہ اس کے لیے غیر مسلموں کی یہ تبلیغ اچھا خاصا فتنہ بن سکتی ہے

کسی کافر یا بد مذہب کو کسی عالم کے سامنے اظہارِ خیال کا موقع دینا اور اس سے اس کے معتقدات پر دلیل طلب کرنا یہ اور بات ہے اور اسے عامۃ المسلمین میں اپنے خیالات پھیلانے کی صورتیں مہیا کرنا یہ امر دیگر ہے ان آیات کی پیشکش کا تعلق پہلی صورت سے ہے دوسری صورت سے نہیں قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين میں خطاب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جن کے سامنے ان میں سے کسی کی کوئی بات نہ چل سکتی تھی سو ان آیات میں عامۃ المسلمین میں خلاف اسلام نظریات کی تبلیغ و اشاعت کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

پھر اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی رو سے کافروں کے پاس جا کر کہیں ان سے ان کی حقانیت کی دلیل نہیں مانگی قرآن کریم کا یہ جملہ قُل هَاتوا بُرهَانكم اِن كُنتم صادقين ان غیر مسلموں کو تبلیغ کا موقعہ دینے کے لیے نہیں تھا ان کی تبکیت اور تعجیز کے لیے تھا اسلوب عرب میں اس قسم کے الفاظ دوسروں کے عجز کو نمایاں کرنے اور ان کے بے دلیل چلنے کو بے نقاب کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

ارشادِ نبوی ہے من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه مشکوٰۃ مترجم ص۴۷۸ ج۲

جہاں تک تم بدی کو ہاتھ سے روک سکو روکو زبان سے روکنے کا درجہ دوسرا ہے اب اگر کوئی غیر مسلم گروہ مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کر رہا ہے حکومت مسلمانوں کی ہے اور وہ ایسا کرنے سے بذریعہ آرڈیننس بھی روک سکتے ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے ان کی اس خلاف اسلام تبلیغ کو صرف تقریروں اور مناظروں سے بے اثر کرتے ہیں تو یہ صورتِ عمل کیا اس حدیث کے صریح خلاف نہیں؟ یہ صورتِ عمل یقیناً قرآن و حدیث کے خلاف ہوگی

مسیلمہ کذاب نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا خط لکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دلائل طلب نہ فرمائے اسے استدلال اور مناظرے کا موقع نہ دیا اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے اس سے بغیر تشریعی

نبوت جاری رہنے کے دلائل نہیں پوچھے نہ اسے تقریر و تحریر کی آزادی دی بلکہ من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ کے تحت ان منکرات کا بزور سلطنت ازالہ کیا۔ بعض ائمہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دعویٰ نبوت کرے اور کوئی شخص اس سے معجزہ طلب کرے (بشرطیکہ یہ طلب و تعجیز و تبکیت کے لیے نہ ہو) تحقیق کے لیے ہو تو وہ شخص خود کافر ہو جائے گا یہ طلب دلیل بتلاتی ہے کہ ابھی تک اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر یقین نہ تھا۔

علامہ ابوالشکور السالمی نے کتاب التمہید میں اس کی تصریح کی ہے (از اکفار الملحدین ص۵۶)

اسلامی سلطنت میں اگر اس قسم کے لوگ پائے جائیں تو حکم شریعت یہ نہیں کہ انہیں اس قسم کے خلاف اسلام نظریات پھیلانے کی آزادی دی جائے بلکہ اس صورت حال میں سربراہ مملکت اسلامی کے ذمہ ہوگا کہ وہ ایسا آرڈیننس نافذ کرے جس کی رو سے ان منکرات پر پوری پابندی لگ جائے۔ یہ آرڈیننس غیر مسلم اقلیتوں کی اپنے حلقوں میں تبلیغ و تعلیم کی آزادی سے متصادم نہ ہوگا۔ یہ آرڈیننس اسلامی مملکت میں بسنے والی غیر مسلم اقوام کی اپنے حلقوں میں تقریر و تحریر کی آزادی کے خلاف نہیں مسلمانوں کو غیر مسلم ہونے سے بچانے کے لیے افراد امت اور حوزہ امت کی حفاظت کے لئے ہے۔

قادیانی حضرات نے اپنی اس اپیل میں پچھلی سات آیات کے ساتھ ان آیات کو بھی پیش کیا ہے جن میں مسلمانوں کو غیر مسلموں میں تبلیغ کے آداب کی تعلیم دی گئی ہے۔ مسلمان اپنا حق تبلیغ کس طرح استعمال کریں یہ اس کا بیان ہے غیر مسلموں کو اسلامی سلطنت میں مسلمانوں میں خلاف اسلام باتوں کی تبلیغ کی اجازت نہیں دی جا رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۱۔ اِدْفع بالتی ھی احسن السیئۃ نحن اعلم بما یصفون۔ پ۱۸ المؤمنون آیت : ۹۶

۲۔ ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن۔　　پ۲۱ العنکبوت آیت : ۴۶

۳۔ ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ　　پ۱۴ النحل　آیت : ۱۲۶

سورۃ النحل، سورۃ المؤمنون اور العنکبوت بھی مکی سورتیں ہیں ان میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ سلطنت اسلامی میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کی آزادی ہونی چاہیے پس یہ آیات کسی صورت بھی صدر پاکستان کے جاری کردہ آرڈیننس کے خلاف نہیں ہیں۔

آیت اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ　　پ۱۹ الشعراء آیت : ۳۱

یہ فرعون کے دربار میں موسٰی علیہ السلام کا سوال تھا دارالکفر میں یہ ایمان کی ایک صدا تھی اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کرنے کا پورا حق ہے یہ بات اس آیت سے نہیں نکلتی قادیانیوں نے اسے بھی بے محل پیش کیا ہے

قادیانی مبلغ بے موقعہ آیات لانے اور ان سے غلط استدلال کرنے میں اس حد تک آگے نکل چکے ہیں کہ مشرکین سے جو سوال آخرت میں پوچھے جائیں گے اور انہیں جواب دینے کا موقع دیا جائے گا کہ وہ جان سکیں کہ ہمیں کن اعمال کی سزا دی جانے والی ہے اس سے بھی انہوں نے استدلال کیا ہے وہاں مشرکین کو جواب دینے کا موقع ملنے سے یہ استدلال کرنا کہ اسلامی مملکت میں مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کو روکنا قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے نہایت ہی بے محل بات ہے. قادیانیوں نے مسلمانوں میں تبلیغ کا حق مانگنے کے لیے یہ آیت پیش کی ہے

ونزعنا من كل امة شهيدا فقلنا هاتوا برهانكم فعلموا ان الحق لله وضل

عنهم ما كانوا يفترون　　پ ۲۰　القصص آیت : ۷۵

ترجمہ : اور نکالیں گے ہم ہر ایک امت سے ایک احوال بتلانے والا پھر کہیں گے ہم لاؤ اپنی سند. تب جان لیں گے کہ سچ بات ہے اللہ کی اور کھو جائیں گی ان سے وہ باتیں جو وہ اپنی طرف سے گھڑتے تھے.

یہ آیت سرے سے اس دنیا کے بارے میں ہی نہیں آخرت کے بارے میں ہے ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر افتراء باندھا مثلاً کہا کہ ان پر وحی اترتی ہے حالانکہ ان پر کوئی وحی نہ آئی تھی محض افتراء تھا انہیں جواب دینے کا موقع فراہم کیا جائے گا اس موقع کے فراہم ہونے سے یہ استدلال کرنا کہ دنیا میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلافِ اسلام تبلیغ کرنے کی پوری آزادی ہونی چاہیے. نہایت ہی بے جوڑ بات ہے اس آیت سے پہلی آیت صاف بتا رہی ہے کہ ھاتوا برھانکم کی یہ بات قیامت کے دن ہوگی فرمایا :-

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ　پ ۲۰ القصص آیت: ۷۵

قادیانیوں کی پیش کردہ تیرہ آیات کی یہ تفصیل کر دی گئی ہے کہ ان میں سے ایک آیت بھی موضوع سے تعلق نہیں رکھتی اور کسی ایک آیت سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلافِ اسلام نظریات کی تبلیغ کا حق دیا گیا ہے یہ لوگ اپنے غلط موقف پر آیات پیش کرتے یوں معلوم ہوتے ہیں گویا آیات قرآنی سے کھیل رہے ہوں صدر پاکستان نے اپنے آرڈی ننس میں ان پر جو پابندیاں لگائیں ان آیات میں سے کوئی آیت اس آرڈی ننس کے خلاف نہیں ہے تحفظ افراد امت کا تقاضا ہے کہ اسلامی سربراہ مملکت اپنے ملک میں مسلمانوں میں کسی قسم کے خلافِ اسلام نظریات پھیلانے کی کسی طبقے یا فرد کو اجازت نہ دے اور تحفظ حوزۂ امت کے لیے مسلمانوں کی اعتقادی سرحدوں کی حفاظت کرے.

ارشاد قرآنی قوا انفسکم واھلیکم ناراً (پ ۲۸ التحریم آیت: ۶) کا یہ صریح تقاضا ہے

مسلمانوں کے ان دینی حقوق کے اس مختصر جائزہ (وحدت امت کا تحفظ، افراد امت کا تحفظ، شعائرِ اسلام کا تحفظ،

اور حوزۂ امت سا تحفظ) کے بعد اب اصل سوال کی طرف رُخ کیا جاتا ہے کہ مملکت اسلامی میں قادیانی غیر مسلم اقلیت کو کیا کیا مذہبی حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔ ؟

اس سوال کا براہِ راست جواب دینے سے پہلے ایک اور مرحلہ محتاج عبور ہے اس سے گزرے بغیر آگے بڑھنا مفید نہ ہوگا۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں لیکن یہ غیر مسلموں کی کون سی قسم ہیں یہ بات پہلے طے ہونی چاہیے۔ غیر مسلم لوگ گو اپنی تمام اقسام کے ساتھ امتِ واحدہ ہیں تاہم اسلام میں ان اقسام کے دنیوی احکام کچھ مختلف بھی ہیں گو آخرت میں سب کا انجام ایک سا ہوگا حشر کے دن مومنوں اور مسلمانوں کے سوا کوئی فلاح نہ پا سکے گا جو اپنے پروردگار کے بتلائے ہوئے صحیح راستے پر ہیں وہی اس دن فلاح پائیں گے اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون میں فلاح پانے کا بیان ہے۔

کافر سب ایک ملت ہیں قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ ایک مقام پر (یہود و صابئین، نصاریٰ و مجوس اور مشرکین) مختلف قسم کے کفار کا ذکر فرمایا ہے اور پھر ان تمام کو (مومنین اور جمیع کفار کو) دو فریق قرار دیا ہے۔ ۱۔ مومن۔ ۲۔ کافر۔ پہلے یوں ذکر فرمایا:۔

ان الذين اٰمنوا والذين هادوا والصابئين والنصارىٰ والمجوس والذين اشركوا الآیہ پ۱۷ الحج آیت ۱۷

اور کافروں کو ایک ملت قرار دیتے ہوتے مومنوں کے مقابلہ میں یوں ذکر فرمایا:۔

هٰذان خصمان اختصموا فی ربهم یہ دو مدعی ہیں جو اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ سورۃ الحج آیت ۱۹۔

معلوم ہوا کہ کافر سب ایک ملت ہیں الکفر ملة واحدة مگر قرآن و حدیث کی رو سے دنیا میں ان کے احکام مختلف ہیں۔ ۱۔ دھریہ منکرین خدا۔ ۲۔ مشرک ہندو۔ ۳۔ منکرین نبوات فلاسفہ۔ ۴۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ۔ ۵۔ مجوس آتش پرست۔ ۶۔ منافق اعتقادی۔ ۷۔ ملحد۔ ۸۔ مرتد اقراری۔ ۹۔ مرتد تاویلی۔ ۱۰۔ زندیق باطنیہ۔ وغیرہ پھر ان میں جو مطلق کافر ہیں ان میں کچھ حربی کافر بھی ہوتے ہیں۔

مومنوں کے مقابلہ میں یہ سب ایک ہیں هو الذی خلقكم فمنكم كافر ومنكم مومن پ۲۸ التغابن آیت ۲۔

قرآن کریم میں ملحدین کا ذکر آرڈیننس زیرِ بحث کے موضوع میں کافروں کی دیگر اقسام سے بحث نہیں البتہ ملحدین کا ذکر کیا جاتا ہے قادیانی افکار و نظریات اسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ پ ۲۴ حم السجدہ آیت ۴۰-۴۱-۴۲

ترجمہ :- جو لوگ ہماری آیات میں الحاد (ٹیڑھا پن) سے چلتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے بھلا وہ جو پڑتا ہے آگ میں بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن میں ہوگا کئے جاؤ جو چاہو بیشک وہ تمہارے کیے کو دیکھتا ہے۔ جو لوگ کافر ہوگئے قرآن سے جب وہ آچکا ان کے پاس اور وہ کتاب عزیز ہے ۝ اس میں جھوٹ چل نہیں سکتا نہ سیاق میں نہ سباق میں۔ اتارا ہوا ہے سب حکمتوں والے کا سب تعریفوں والے کا۔

ان آیات نے ایک ایسے گروہ کا پتہ دیا ۱۔ جو آیات قرآنی میں الحاد کی راہ اختیار کریں گے۔ ۲۔ وہ چھپے چھپے یہ کام کریں گے لیکن ہم پر مخفی نہ رہیں گے۔ ۳۔ قیامت کے دن انہیں امن حاصل نہ ہوگا وہ آگ والے ہوں گے۔

۴۔ الحاد کے ساتھ وہ قرآن سے کافر ہو جائیں گے (کھلے طور پر نہ کہیں گے کہ وہ قرآن کو نہیں مانتے)

۵۔ ان کا کفر الحاد قرآن کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ قرآن میں باطل کو کوئی راہ نہ ملے گی (یعنی اللہ تعالیٰ قرآن کی حفاظت کے ایسے اسباب کھڑے کر دیں گے جو ان ملحدین کی تاویلات باطلہ کو بالکل کھول کر رکھ دیں گے۔

قرآن وحدیث کا ظاہری انکار کیے بغیر ایسے معنیٰ اختیار کرنا کہ اصل معنیٰ کا انکار ہو جائے زندقہ اور باطنیت کہلاتا ہے پہلے دور میں بھی ایک فرقہ باطنیہ ہو گزرا ہے جو ظواہر نصوص سے کھیلتے تھے اور انہیں کچھ باطنی تاویل مہیا کرتے تھے۔

قادیانیوں کے عقائد ونظریات پر تفصیلی اور تحقیقی نظر کرنے سے قادیانی کافروں کی یہی وہ قسم ٹھہرتے ہیں جنہیں ملحدین، زنادقہ یا جدید باطنیہ سے تعبیر کر سکتے ہیں

ملحد سے مراد وہ شخص ہے جو حق سے روگردانی کرکے الفاظ شریعت کو ایسے معنی پہنائے جو ان کی حقیقی مراد نہ ہوں زندیق بھی وہی ہے جو الفاظ شریعت پر ایمان ظاہر کرے اور ان میں ایسے معانی داخل کرے جس سے اصل کا انکار ہو جائے اور تاویل کا یہ کھیل ضروریات دین سے بھی کھیلا جائے۔

اَلْمُلْحِدُ العادل عن الحق المدخل فيه ما ليس منه يقال الحد في الدين ولحد اي حاد عنه (لسان العرب ج ۳ ص ۳۸۸)

المراد من الالحاد تغییرها وتبدیل احکامها . مجمع البحار ص ۲۴۶/۲

الزندیق فی عرف الفقهاء مَن یُبْطِن الکفر مُصراً علیه ویظهر الایمان تقیۃً و نقل عن شرح المقاصد ان الکافر ان کان مع اعترافه بنبوۃ النبی صلی اللہ علیه وسلم واظهاره شرائع الاسلام یبطن عقائد هی الکفر بالاتفاق خص باسم الزندیق۔ شیخ زادہ بحاشیہ تفسیر بیضاوی ص ۱۴۲/ج ۲

فالمراد بالبطان الکفر لیس هو الکتمان من الناس بل المراد ان یعتقد لبعض ما یخالف عقائد الاسلام مع ادعائه ایاه ۔ اکفار الملحدین ص ۱۳

ان تصریحات کی روشنی میں فرقہ باطنیہ زنادقہ اور ملحدین کی حقیقت ایک سی ہے عنوان اور پیرائے انکے مختلف ہیں لیکن حکم ان سب کا ایک ہے اور وہ یہ کہ یہ سب کافر ہیں ۔ حضرت مولٰنا انور شاہ صاحب لکھتے ہیں :۔

تفسیر الزندقۃ والالحاد والباطنیۃ وحکمها واحد وهو الکفار ۔ اکفار الملحدین ص ۱۲

یہ کتاب اکفار الملحدین شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مصدقہ ہے اور مولانا عثمانیؒ کے اس پر دستخط موجود ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ظل اور بروز کے پردے میں فرقہ باطنیہ کی تشکیل جدید کی ہے کسی عبارت میں دوسرے معنی داخل کرنے تو درکنار اس نے ایک شخصیت میں دوسری شخصیت اترنے کا جو فلسفہ پیش کیا ہے اس میں کوئی بات بھی اپنی جگہ نہیں رہ جاتی جملہ شرائع اسلام کی بنیادیں ہل جاتی ہیں ۔ مثلاً مرزا غلام احمد نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی شخصیت کے تین ظہور بتلائے ہیں ۔

۱۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا پہلا ظہور جو مسیح ناصری کی شکل میں ہوا ۔
۲۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا دوسرا ظہور جو حضورؐ کی شکل میں عرب میں ہوا ۔
۳۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا تیسرا ظہور جو غلام احمد کی شکل میں ہوا ۔
۴۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا آخری ظہور جو قہری صورت میں ہوگا ۔

مرزا غلام احمد نے اس بار بار ظہور کے لیے بروز اور حلول وغیرہ کے سب الفاظ استعمال کیے ہیں جو باطنیہ کی ایجاد تھے قرآن وحدیث میں یہ الفاظ کہیں نہیں ملتے یہ خالصتاً غیر اسلامی اور الحادی اصطلاحات ہیں جنہیں کوئی قانونی حیثیت حاصل نہیں اور قرآن وحدیث اور فقہ میں ان کا کوئی وزن نہیں ہے ۔

پھر مرزا غلام احمد نے یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں دوسرا ظہور پایا اور پھر اپنے بارے میں دعوے کیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوں ۔

قرآن وحدیث میں بروز و کمون کے ان باطنی سلسلوں کا کہیں ذکر نہیں یہ بیرونی فکر اسلام میں داخل کی گئی ہے

اس بیان کی تائید میں مرزا غلام احمد کی یہ تحریرات گزارش کی جاتی ہیں :۔

۱۔ "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو، طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمدؐ کے نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم"۔ (حاشیہ تریاق القلوب ص۲۹۸ طبع ۱۹۷۹ء)

۲۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقع پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا اوّل جب ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گزر گیا اور یہودیوں نے اس بات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھا۔۔۔۔ تب باعلام الٰہی مسیح کی روحانیت جوش میں آئی اور اس نے ان تمام الزاموں سے اپنی برائت چاہی اور خدا تعالےٰ سے اپنا قائم مقام چاہا تب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔۔۔۔۔ مسیح ناصری کی روحانیت کا یہ پہلا جوش تھا جو ہمارے سید ہمارے مسیح خاتم الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا فالحمد للہ پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی اور انہوں نے دوبارہ مثالی طور پر دنیا میں اپنا نزول چاہا۔۔۔۔ وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا کیونکہ حقیقت عیسویہ کا اس میں حلول تھا۔۔۔۔ یہ وہ دقیق معرفت ہے جو کشف کے ذریعہ اس عاجز پر کھلی ہے۔۔۔۔ تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آکر جلدی طور پر اپنا نزول چاہے گی تب ایک قہری شبیہہ میں اس کا نزول ہو کر اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لیے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔

آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۲ تا ۳۴۶

مرزا غلام احمد نے اپنے میں صرف حضرت عیسےٰ کے نزول کا دعوےٰ ہی نہیں کیا اپنے آپکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دوسرا بروز بتلایا۔ مرزا غلام احمد نے لکھا :۔

وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس لیے بروزی رنگ کی نبوّت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے (ایک غلطی کا ازالہ ص۱۴)

اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۱۶)

مرزا غلام احمد کے پیرو قادیانی گروپ ہو یا لاہوری مرزا غلام احمد کو حضورؐ کا ہی بروز سمجھتے ہیں اور آپ نے جو عرب میں ظہور کیا وہ اس سے اس قادیانی ظہور کو کامل جانتے ہیں۔

مرزا صاحب کی زندگی میں البدر ۱۹۰۶ء میں ان کے حق میں یہ اشعار شائع ہوئے :-

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

مرزا غلام احمد نے اپنے لیے اوتار ہونے کا بھی دعوے کیا یہ خالصتاً ہندوؤں کی ایک اصطلاح تھی مرزا غلام احمد لکھتے ہیں :۔

اس وقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت مسیح کا اوتار کرکے بھیجا ایسا ہی اس نے حقوق خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے توحید پھیلانے کے لیے تمام خو اور بو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا سو میں ان معنوں میں عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمد بھی ۔۔۔ یہ وہ طریق ظہور ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں ۔ ضمیمہ رسالہ جہاد ص۶

بروز ہرگز ہرگز کوئی اسلامی اصطلاح نہیں ہے نہ احادیث نبویہ اور آثار صحابہ میں کہیں اس کا ذکر ملتا ہے مگر مرزا غلام احمد اس بروز میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ وہ اس کے بغیر اسلام کو ہی سمجھ نہیں پاتے۔

مرزا صاحب ایک بحث میں لکھتے ہیں :۔

اس خیال سے مسئلہ بروز کا انکار لازم آتا ہے اور وہ انکار ایسا خطرناک ہے کہ اس سے اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے تمام ربانی کتابیں اس مسئلہ بروز کی قائل ہیں (کیا یہ قرآن پرا قرار نہیں) خود حضرت مسیح نے بھی یہی تعلیم سکھائی اور احادیث نبویہ میں بھی اس کا بہت ذکر ہے اس لیے اس کا انکار سخت جہالت ہے اور اس طرح سے خطرہ سلب ایمان ہے ۔ تریاق القلوب ص۳۰۲

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قادیانی تحریک باطنیہ کے خلاف اسلام حلول و بروز کے تصورات پر مبنی ہے اگر اسے قانونی شکل نہ دی جاتی تو اس کی بعض صوفیوں کی واردات کے انداز میں تاویل کر لی جاتی لیکن مرزا صاحب نے اپنے تصورات پر نہ صرف ایک نئی امت کی تشکیل کی بلکہ خدا تک کو اپنے اندر اترا بتایا اپنے زمین و آسمان نئے بتائے اور اس الحادی راہ سے ایک پورے کا پورا نیا مذہب بنا ڈالا۔

مرزا غلام احمد نے لکھا ہے :۔

"وجدت قدرته وقوته تفور في نفسي وألوهيته تتموج في روحي وضربت حول قلبي سرادقات الحضرة ..... ودخل ربي على وجودي وكان كل غضبي وحلمي وحلوي ومري وحركتي وسكوني منه وبينما أنا في هذه الحالة كنت أقول انا نريد نظاما جديدا سماءً جديدةً وارضا جديدةً فخلقت السمٰوات والارض

آئینہ کمالاتِ اسلام صہ ۵۶۴ - ۵۶۵

ترجمہ:۔ اور میں نے دیکھا اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے..... خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی شیرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہوگیا اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ (کتاب البریہ صہ ۷۸ - ۷۹)

مرزا غلام احمد نے ظل و بروز اور تجلی و حلول کے انہی سایوں میں اپنے مذہب کا ایک پورا نظام جدید ترتیب دیا پرانے باطنیہ کی طرح نئے طلاحِ میدان میں آئے اور انہوں نے ضروریاتِ دین میں وہ تاویلیں کیں جن سے انکے اصل اسلامی معنی کا انکار ہوگیا۔ یہ لوگ بایں طور کہ عنوانِ اسلام کا کھلا انکار نہیں کرتے لیکن بعض ضروریاتِ دین کو جدید معنیٰ پہناتے ہیں اور ان کے اصل معنیٰ کا انکار کرتے ہیں مسلمانوں سے نکل گئے قادیانیوں کے مسلمانوں سے جملہ اختلافات سب اسی الحاد کے سایہ میں مرتب ہوئے ہیں اور اسی لیے جمیع اہلِ اسلام انہیں اپنے سے جدا ایک علیحدہ امت سمجھتے ہیں اور یہ بھی اپنے آپ کو مسلمانوں سے ہر بات میں علیحدہ جانتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر محمود لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کہا تھا:۔

یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسولِ کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔ (روزنامہ الفضل ۳۰ر جولائی ۱۹۳۰)

ملحد و زنادقہ کا وجود کھلے کافروں اور دیگر اہلِ ذمہ سے زیادہ خطرناک ہے ان کے الحاد کا تختۂ مشق قرآن و حدیث ہوتے ہیں انہیں احسان و مروت کے طور پر اگر کچھ حقوق دیے جائیں تو ان کی تعیین میں دو باتیں الاھم فالاھم کے طور پر رکھنی ہوں گی:۔

۱۔ قرآن و حدیث کو ان کا تختۂ مشق بننے سے کیسے بچایا جا سکتا ہے۔

۲۔ مسلمانوں کو ان کے عقائد و نظریات کے زیرِ اثر آنے سے کیسے بچایا جا سکتا ہے۔

۳۔ بیرونِ ملک دشمنِ اسلام طاقتوں سے ان کی دوستی کو کیسے روکا جا سکتا ہے اور اس کے خطرناک نتائج سے ملک کو کیسے بچایا جا سکتا ہے۔

ان تین مشکلات پر قابو پانے کے بعد ان کے دنیوی اور مذہبی حقوق طے کیے جا سکتے ہیں اور اگر یہ مسلمانوں کی عائد کردہ شرطوں کو تسلیم کرلیں تو مسلمان انہیں ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دے سکتے ہیں اس صورت میں ان کے جان

و مال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوگی۔ بایں ہمہ یہ اہل ذمہ کے سے پورے حقوق نہ پاسکیں گے دوسرے اہل ذمہ اپنے مذہبی معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ کسی مقام اشتباہ میں نہیں نہ وہ اپنی تبلیغ واشاعت میں قرآن وحدیث پر کوئی ملحدانہ مشق کرتے ہیں لیکن قادیانی الحاد کی ضرب براہ راست مسلم معتقدات پر آتی ہے اس لیے ان میں اور عام اہل ذمہ میں فرق کرنا ضروری ہے۔

اسلام میں ملحد کی سزا

اسلامی سوسائٹی میں زندیق اور ملحد کا وجود ناقابلِ برداشت ہے مسلمانوں کے لیے زنادقہ کا وجود ایک مستقل خطرہ اور مسلمانوں کے دین وایمان پر ایک ہمیشہ کے لیے لٹکنے والی تلوار ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان ایسے مشتبہ ماحول میں ہمیشہ کی زندگی بسر نہیں کرسکتا حضرت علیؓ کی خدمت میں کچھ زندیق لائے گئے تو آپؓ نے ان پر سزائے موت کا حکم دیا اور انہیں آگ میں ڈلوایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے اس طریقِ سزا سے اختلاف فرمایا۔ مشکوٰۃ ص ۳۰۷ عن البخاری

قادیانیوں کو اگر اہل ذمہ کے سے حقوق دیے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سلطنت اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی بھی حفاظت کرے اور یہ اس پر فرض ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ عقیدہ انکار ختم نبوت کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے اور یہ کھلا تعارض ہے ہاں اگر انکارِ ختم نبوت کا عقیدہ ان کے اپنے دائرہ کار تک محدود رہے اور اس کے عام ہونے کے جملہ احتمالات و مواقع سب بند کر دیئے جائیں تو پھر اس میں تعارض نہیں رہتا۔ سربراہِ مملکتِ اسلامی کے اس آرڈیننس کے باوجود اگر یہ لوگ اپنی الحادی تبلیغ مسلمانوں میں جاری رکھیں اور قرآن وحدیث انکے فاسد نظریات کا برابر تختۂ مشق بنے رہیں تو پھر یہ حربی کافر قرار پائیں گے اور انہیں ان کے غلط نظریات کی حفاظت کا ذمہ نہ دیا جائے گا قرآنِ کریم میں حربی کافروں کی سزا یہ بیان کی گئی ہے۔

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔

(پ المائدہ آیت ۳۳)

ترجمہ :۔ "بے شک ان لوگوں کی سزا جو لڑائی کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور دین میں فساد پھیلانے کی سعی کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں اس (اسلامی) زمین سے جلا وطن کردیا جائیگا"

امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت کفار و مرتدین کے بارے میں ہے مگر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں

ذھب جمھور الفقھاء الی انھا نزلت فیمن خرج من المسلمین یسعی فی الارض فسادا و

یقطع الطریق و ھو قول مالك والشافعی والکوفیین .... عن اسمٰعیل القاضی ان ظاھر القرآن و ما مضی علیہ عمل المسلمین یدل علیٰ ان الحدود المذکورہ فی ھذہ الآیۃ نزلت فی المسلمین فتح الباری ج ۱۲ ص ۹۱

ترجمہ :۔ جمہور فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو مسلمانوں میں سے نکلے اور مسلمانوں میں فساد پھیلانے اور راہ کاٹنے کے لیے خروج کیا۔ امام مالک، امام شافعیؒ اور اہل کوفہ کی بھی یہی رائے ہے .... اسمٰعیل قاضی کہتے ہیں کہ ظاہر قرآن اور جس پر مسلمانوں کا تعامل رہا۔ یہی ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں ہی اتری ہے۔

خدائی احکام سے براہ راست ٹکر لینے کو قرآن کریم نے پ۳ البقرہ آیت ۲۷۹ میں فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ کے الفاظ میں ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں صرف میدانی بغاوت مراد نہیں عقائد کی میدانی بغاوت بھی اس میں شامل ہے۔ مبانی میں فساد پھیلانے والوں اور معانی میں فساد پھیلانے والوں ہر دو طبقوں کو یہ آیت شامل ہوگی۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔" الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہو جاتا ہے آیت کی جو شان نزول احادیث صحیحہ میں بیان ہوئی ہے وہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ الفاظ کو عام رکھا جائے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنا زمین میں فساد اور بدامنی پھیلانا یہ دو لفظ ایسے ہیں جن میں کفار کے حملے وارتداد کا فتنہ، رہزنی اور ڈکیتی ناحق قتل، نہب، مجرمانہ سازشیں مغویانہ پراپیگنڈہ سب داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنیوالا چار سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستحق ہوتا ہے۔ (حاشیہ ترجمہ شیخ الہندؒ ص ۱۴۶)

صدر پاکستان کے جاری کردہ اس آرڈی ننس کے باوجود جو قادیانی اپنے خلاف اسلام نظریات و عقائد کی کھلی تبلیغ سے نہ رکیں اور مسلمانوں میں ان خلاف اسلام نظریات کا برابر پرچار کرتے رہیں وہ حربی کافر ہیں اور جو ایسا نہ کریں اپنے نظریات وعقائد کو اپنے تک محدود رکھیں وہ ملحدین اور زنادقہ ہیں اور حکم دونوں کا ایک نہیں جو ملحدین اپنے نظریات اپنے تک محدود رکھیں انہیں احسان اور مروت کے طور پر کچھ حقوق دیے جا سکتے ہیں۔

زندیق اور مرتد میں فرق

جس زندیق اور ملحد پر پہلے ایسا وقت گذرا ہو جب وہ مسلمان تھا اور اس کے بعد وہ اسلام کے ان عقائد سے پھرا اور زندقہ والحاد کا مرتکب ہوا تاہم اس نے اسلام کا کھلا انکار نہیں کیا مگر تاویل کی راہ سے وہ حدود اسلام سے نکلا ایسا شخص زندیق

ہی ہے۔ اور مرتد بھی اور اگر اس پر دورِ اسلام کچھ بھی نہیں گذرا وہ زندیق ہوگا مرتد نہیں اور اگر نابالغ ہو تو والدین کے مذہب پر ان کے حکم میں آئے گا۔

زندیق اور ملحد کا حکم امام ابو حنیفہؒ کے ہاں تو ملحد و زندیق اس درجہ مجرم ہے کہ اگر وہ پکڑا گیا اور پھر وہ توبہ کرنے لگا تو اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی حضرت امام فرماتے ہیں ـــــ

اقتلوا الزندیق سرًّا فان توبتہ لا تعرف   احکام القرآن لابی الجصاص ص ۱۰۵ ج ۲

زندیق اور مرتد کا حکم شرعًا ایک ہے جو لوگ پہلے مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہوئے تو وہ مرتد بھی ہیں اور زندیق بھی اور جو لوگ ان زنادقہ و ملحدین کے ہاں پیدا ہوئے یا وہ پہلے ہندو یا عیسائی تھے اور پھر قادیانی ہوئے تو وہ زندیق و ملحد تو ہیں لیکن مرتد نہیں۔ اگر وہ اپنے آپ کو کلمہ گو کہیں تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے۔ وہ قطعًا اہلِ قبلہ میں نہیں رہتے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں:

من انکر شیئا من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لا الٰہ الا اللہ   شرح سیر کبیر ص ۲۶۵ ج ۴

ترجمہ: جس نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا اس نے اپنے کلمہ گو ہونے کو باطل کر لیا۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا:

قادیانی جب شرعًا زندیق اور مرتد ہیں اور اسلام مرتد اور زندیق کے وجود کو برداشت نہیں کرتا تو سوال یہ ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر انہیں جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دینا شرعًا کیسے جائز اور درست ہو سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اصلًا تو یہ لوگ واقعی مرتد اور زندیق ہیں لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو محض انگریزی مروّت کے زیرِ سایہ ان میں ملے اور وہ اسلام کے متواتر تقاضوں سے ناواقف یا غافل تھے۔ پھر انگریزی اقتدار کے زیرِ سایہ ان کی مقدار اور بڑھتی گئی اب انہیں اسلامی مروّت و احسان کے تحت ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر اگر برداشت کر لیا جائے تو ہو سکتا ہے انہیں پھر سے اسلام اور قادیانیت کا مطالعہ کرنے کا موقع ملے۔ اور کچھ لوگ ان میں سے پھر صفِ اسلام میں لوٹ آئیں۔ مسلم سربراہ یا مسلمانوں کی قومی اسمبلی اس تالیفِ قلب پر اگر انہیں سزائے موت نہ دے اور کچھ وقت کے لیے ان کو موقع دے کہ وہ پھر سے اسلام یا قادیانیت میں سے کسی ایک کا اپنے لیے انتخاب کر لیں تو اس عبوری دور میں ان پر حکمِ زندیق جاری نہ کرنے کی بھی اسلام میں گنجائش ہے۔

حضرت امام بخاریؒ کتنے خوارج کو اس بات کا ملزم ٹھہراتے ہوئے کہ وہ متواترات اسلام سے نکل گئے

ہیں: صحیح بخاری میں اس پر یہ باب باندھا ہے۔ قتل من ابی قبول الفرائض و ما نسبوا الی الردۃ
اس میں اس بات کا بیان ہے کہ جو شخص فرائض اسلام میں سے کسی کا انکار کردے اس پر حکم قتل دیا جاتا ہے۔ اس
کے بعد ایک باب کے بعد پھر یہ باب باندھا ہے۔ باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ
علیہم ۔ اور پھر اس کے ایک باب بعد یہ باب باندھا ہے:۔
باب من ترک قتال الخوارج للتالف وان لا ینفر الناس عنہ حافظ ابن حجر عسقلانی
اس کے تحت لکھتے ہیں:۔
قال المهلب التألف انما كان فی اول الاسلام اذا كانت الحاجة ماسة اليه لدفع
مضرتهم فاما اليوم فقد اعلى الله الاسلام فلا يجب التالف الا ان ينزل بالناس جميعهم
حاجة لذلك فلا مام الوقت ذلك - فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ
ترجمہ: مہلب کہتے ہیں کہ یہ تالیف قلب ابتدائے اسلام میں تھا جب مسلمانوں کو رفع مضرت کے لیے اس کی
ضرورت تھی لیکن اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بلندی بخشی ہے۔ یہ تالف واجب نہ رہا (جواز میں بحث نہیں
ہے) مگر جب کہ تمام لوگ اس کی ضرورت محسوس کریں پھر امام وقت ایسا کرسکتا ہے۔
بعض علماء نے اس ترک قتال کو منفرد سے خاص کیا ہے اور لکھا ہے:۔
والجميع اذا اظهروا رايهم ونصبوا للناس القتال وجب قتالهم وانما ترك النبی صلی الله عليه
وسلم قتل المذكور لانه لم يكن اظهر ما يستدل به على ما وراءه فلو قتل من ظاهره الصلاح
عند الناس قبل استحكام امر الاسلام ورسوخه فی القلوب لنفرهم عن الدخول فی الاسلام واما بعدہ
فلا يجوز ترك قتالهم۔
(ترجمہ) اور وہ جب گروہ کی صورت میں ایک رائے دیں اور لوگوں کے خلاف برسرپیکار رہیں تو ان سے قتال واجب
ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے قتل نہ کیا تو یہ اس لیے تھا کہ جو لوگ اس کے پیچھے تھے ان کے سامنے
بات ظاہر نہ ہوسکتی تھی کہ وہ کس لیے مارا گیا۔ اگر کوئی ایسا شخص استحکام اسلام اور اسلام کے دلوں میں راسخ ہونے
سے پہلے مارا جائے کہ اس کا ظاہر لوگوں کے ہاں اچھا ہو تو یہ بات ان دوسرے لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روک
بنے گی لیکن ان حالات کے بدلنے کے بعد ان کا ترک قتال بشرطیکہ اس کی طاقت ہو جائز نہیں۔ اگر وہ اپنے عقائد کا
کھلا اقرار کرتے ہوں جماعت مسلمین کو چھوڑ چکے ہوں اور آئمہ کرام کی کھلی مخالفت کررہے ہوں۔
اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں:۔
قلت وليس فی الترجمة ما يخالف ذلك الا انه اشار الى انه لو اتفقت حالة مثل حالة المذكور
فاعتقدت فرقة مذهب الخوارج مثلاً ولم ينصبوا حرباً انه يجوز للامام الاعراض عنهم اذا

المصلحة فی ذلك۔ عمدة القاری بشرح صحیح البخاری جلد ۱۵ ص ۲۴۵

(ترجمہ) میں کہتا ہوں امام بخاری کے ترجمۃ الباب میں کوئی ایسی بات نہیں جو اس کے خلاف ہو۔ اس کا اشارہ یہ ہے کہ اگر کبھی ایسی حالت اتفاقاً پیش آجائے جو ان حالات سے ملتی جلتی ہو اور ایک طبقہ خوارج جیسے عقائد اختیار کرے اور مسلمانوں سے نہ لڑے تو ان سے امام وقت کو اگر اس میں مصلحت دکھے نرمی کرنا اور درگزر کرنا جائز ہوگا۔ ان مصالح کے پیش نظر پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے سے سربراہ مملکت اسلامی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ تالیف قلب کے طور پر ترک قتال کی پالیسی کو اپنا ئیں اور انہیں زندگی کا حق دیں اور انہیں اقلیت تسلیم کرلیں۔ لیکن یہ رعایت ان کے ساتھ اسی حد تک برتی جا سکتی ہے کہ وہ جارحیت نہ کریں۔ مسلمانوں میں اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ نہ کریں۔ مسلمانوں کے شعائر اسلام میں دخل نہ دیں اور اپنی مذہبی آزادی کو اپنے گھروں اور اپنے حلقوں تک محدود رکھیں۔ جب تک وہ ان باتوں کی پابندی نہ کریں۔ مسلمانوں پر ان کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری نہ ہوگی۔

زنادقہ و ملحدین کو موقع دینا کہ وہ پھر اسلام کی طرف لوٹ سکیں۔ یہ اسی صورت میں ہے کہ ان کے مسلمان ہونے کی کچھ امید بندھی ہو اس کے سوا مرتدین سے مصالحت کی کوئی صورت نہیں۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

ای نصالح المرتدین حتی ننظر فی امورهم لان الاسلام مرجو منهم فجاز تاخیر قتالهم طمعا فی اسلامهم ولا ناخذ علیه مالا لانه لا یجوز اخذ الجزیة منهم وان اخذه لم یرده لانه مال غیر معصوم البحرالرائق جلد ۵ ص ۱۳۸

ترجمہ: مرتدین سے مصالحت اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ ہم ان کے معاملات کا جائزہ لیں ان سے اسلام لانے کی امید ہو تو اس صورت میں ان کے قتال میں تاخیر روا ہوگی کہ ان کے مسلمان ہونے کی امید ہو ہم ان سے کوئی رقم بھی نہ لیں گے کیوں کہ مرتدین سے جزیہ لینا جائز نہیں۔ اور اگر لے لیا ہو تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ مرتد کا مال غیر معصوم ہے (اس کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں)

مرزا غلام احمد اور اس کے پیروؤں کی تحریروں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قادیانی (لاہوری گروہ ہو یا قادیانی) زنادقہ و ملحدین ہیں اور کچھ مرتدین بھی ہیں۔ مگر مسلمانوں کو پھر بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ احسان و مروت برتتے ہوئے ان پر ان کی اصل سزا نافذ نہ کریں اور دیگر دینی اور ملکی مصالح کے پیش نظر انہیں عبوری طور پر غیر مسلم اقلیت کے حقوق دیں اور امید رکھیں کہ شاید وہ آہستہ آہستہ اسلام کی طرف جھکنے لگیں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ اس اجازت سے نہ کتاب وسنت کی عظمت پامال ہو اور نہ مسلمانوں کے شعائر و افراد کو کسی قسم کا کوئی خطرہ ہو یا نقصان پہنچے۔ اگر یہ مسلمانوں کو اپنے عقائد پر لانے میں برابر کوشاں رہیں اور ان کا کھلا اظہار کریں۔ کفر کی کھلی تبلیغ کریں تو پھر یہ کافر حربی کے حکم میں ہوں گے اور اس صورت میں یہ کسی رعایت کے مستحق نہیں۔

(ڈاکٹر) خالد محمود عفا اللہ عنہ

اَلرَّشِید

کا

تاریخ دار العلوم دیوبند نمبر

جریدہ "الرشید" کے خصوصی اعداد میں "تاریخ دار العلوم دیوبند نمبر" ایسا جامع اور تفصیلی کوائف پر مشتمل شمارہ ہے جو دار العلوم کی صد سالہ علمی و عملی تحریک کا جامع اور مفصل مجلہ ہے!

ادارہ "الرشید" نے دار العلوم کے تعارف کے لئے مطبوعہ دیوبند کی دو مجلدات کو ایک جلد میں اکٹھا کر کے (دریا بہ حباب اندر سمو دیا ہے) اور دار العلوم کی نشر و اشاعت کے لئے معمولی قیمت صرف -/۲۰ روپے اور -/۲۵ معہ محصول ڈاک ہدیۂ ناظرین کرنیکا فیصلہ کر لیا ہے۔ پاکستان میں ابنائے دار العلوم و اخوان دیوبند کو چاہیئے کہ اس خصوصی شمارہ کو تعلیمی حلقوں میں تبلیغ و اشاعت کے لئے پہنچا دیں۔

نیز خصوصی مراعات کے لئے رابطہ:- دفتر ماہنامہ الرشید شریف احمد طاہر جامعہ رشیدیہ ساہیوال

○ الرشید، موجودہ اشاعت میں ایک خصوصی نمبر کی صورت شائع کیا جا رہا ہے۔ امید کہ قارئین پسند فرمائیں گے۔ اور استفادہ فرمائیں گے۔

○ الرشید، جامعہ رشیدیہ کی طرح تعلیمی و تبلیغی مجلہ ہے۔ تجارتی جریدہ نہ ارد۔ الرشید کے خصوصی نمبر نایاب ہو رہے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند نمبر مکتبہ رشیدیہ لاہور نیز ہندوستان میں دستیاب ہے۔ مدنی و اقبال نمبر نایاب ، البتہ تاریخ دارالعلوم دیوبند مل سکتی ہے۔

○ الرشید، خالص تبلیغی انداز میں شائع کیا جاتا ہے۔ تبلیغی فنڈ سے اس کی اشاعت کی تکمیل کی جاتی ہے اور بعض حلقوں میں بلا معاوضہ بھی پہنچایا جاتا ہے۔ تاہم گرانی اور نایابی کی عام وبا میں ضروری ہوا کہ الرشید کا مبادلہ ۲۵ کر دیا جائے۔ اور یہ رقم خود تبلیغی کھاتہ میں صرف ہوتی ہے۔ اس لیے قارئین و خریدار حضرات اس صدقہ کی مد میں اعانت و نصرۃ فرما کر صدقہ جاریہ و ساریہ میں ممد و معاون ہوں۔

نیز جامعہ رشیدیہ کے طلبہ کو اپنی تقریبات میں ہر حال یاد فرمالیا کریں اور کسی صورت فراموش و مایوس نہ فرمادیں۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

——— منجانب ———

(پیر جی) عبد العلیم رائپوری ناظم جامعہ رشیدیہ رجسٹرڈ، ساہیوال

أنا آخر الانبياء وأنتم آخر الأ

تبلیغی مجلہ

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ درو ے بود قیل و قال محمد

الرشید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

CMLA's SECRETARIAT
Rawalpindi.

۸۷/۱۰۳/ ایم۔ ایل۔ ون۔ اے

26 دسمبر ۱۹۸۴ء

مکرمی فاضل حبیب اللہ رشیدی صاحب

السلام علیکم

آپ کا خط مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۴ء بنام صدر پاکستان موصول ہوا۔ آپ نے اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں کو جیسے سراہا ہے اور ان کی حمایت کا اعادہ کیا ہے وہ قابلِ ستائش ہیں۔ صدر پاکستان اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ، اس کے استحکام اور وطنِ عزیز کی تعمیر و ترقی کے لئے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ خدمتِ دین کا جو بیڑا جامعہ رشیدیہ نے اٹھایا ہے خداوند کریم اس میں اپنی مدد فرمائیں اور ناظمین کو اجرِ عظیم سے نوازیں۔

والسلام

خیر اندیش

(بریگیڈیئر طارق نظامی)

فاضل حبیب اللہ رشیدی
مدیر: الرشید ناظم اعلیٰ
جامعہ رشیدیہ ساہیوال

مؤقر ابنائے دارالعلوم واخوان دیوبند پاکستان کا ترجمان

[illegible] حضرت [illegible] مفتی فقیہ اللہ [illegible] اللہ [illegible] رشید

ماہنامہ

الرّشید

جلد نمبر ۱۳
فروری ۱۹۸۵ء

شمارہ نمبر [illegible]
جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبدالرشید ارشد

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

بنظامت
(پیرجی) عبدالعلیم رائپوری

مقام اشاعت
۳۲ سے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹنگ
مشایخ الدین اصلاحی
شرکت پرنٹنگ پریس [illegible]

سالانہ چندہ : -/۲۵ روپے
فی شمارہ : -/۳ روپے

آئینہ مضامین

راشدات	فاضل رشیدی	۲
تذکرۂ صحابہ	مولانا اخلاق حسین	۱۳
قادیانیت	حکومت پاکستان	۱۷
درد ہمایوں	مفتی عاقلت	۳۳
مکتوبات	ادارہ	۳۵

راشدات شہادات — فاضل رشیدی

اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ الخ

لعنت ہو انگریز اور اسکے خودکاشتہ پودے پر!

انگریز نے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی بنیاد پر حکومت چلاکر ہر طبقہ میں لڑائی اور اختلاف انتشار کی فضا پیدا کر رکھی تھی! حتیٰ کہ مدرسہ اور کالج کو الگ الگ علیحدہ کرتے ہوئے کالج و مدرسہ کی جنگ شروع کرا کے "جدید و قدیم" کی بحث چھیڑ دی۔ مدارس و مساجد کی تضحیک کی سازش شروع کرکے ملا و مسٹر کی نوک جھونک اور کالجوں خصوصاً انگریزی زبان تعلیم و تہذیب کو فوقیت اور السنہ شرقیہ علی الخصوص اسلامی تعلیمات کی تذلیل کی سعی ناپاک کی گئی۔ جس کے اثرات تاحال پورے ایشیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور برصغیر میں صرف انگریزی زبان کو عالمی زبان قرار دیتے ہوئے پراپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ انگریزی پڑھا لکھا دانشور ہے اور عربی کا علامہ چاہے ابوالکلام آزاد ہو اسکو تعلیمیافتہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ یہ انگریزی تعلیم کا لازمی نتیجہ ہے جس کی عصبیت تاحال ختم نہیں ہوئی!

خدا بھلا کرے اور لاکھ لاکھ جزائے خیر دے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اسیر مالٹا کو کہ انہوں نے دارالعلوم دیوبند، مدرسۃ العلوم علی گڑھ کو قریب کرنے کی سعی کی۔ مدرسۃ العلوم اور دارالعلوم کے طلبہ کا تبادلہ ہونے لگا۔ اور پھر حضرت شیخ الہند معہ شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علی گڑھ کا دورہ کیا اور آخری ایام میں اس تحریک کے پیش نظر جامعہ ملیہ دہلی کا قیام و اجراء تھا تاکہ جدید و قدیم کی اعصابی جنگ کو ختم کیا جا سکے۔ بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم؛

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ جدید و قدیم

علماء کے خلاف یہ حربہ کہ وہ انگریزی کو حرام کہتے ہیں۔ حالانکہ حضرات سادات دہلی خصوصاً شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے اسپر تحقیقی فتاویٰ اور کتب تحریر فرمائیں۔ پھر بھی سکولوں کالجوں کے نصاب میں ۱۸۵۷ء کی تاریخ کو مسخ کرکے یہی الزام دہرایا جاتا ہے اور انگریزی خوانوں کو علماء حق سے بدظن کیا جاتا ہے۔

اس انگریزی ملوعات کو پاکستان میں بھی منکرین مقام نبوت و منکرین کلام نبوت؛ [illegible]

نے ہوا دے رکھی ہے اور یہ لوگ تمام فرقے کی ایک ہی ٹانگ والی رٹ لگاتے پھرتے ہیں خصوصاً فرقہ ضالہ مرتدہ مرزائیہ نے کبھی احمدی احراری مسئلہ کا عنوان دیا۔ (دیکھو منیر انکواری رپورٹ) اور جیسا کہ مرزائیوں کے لٹریچر میں لکھا جاتا ہے اور کبھی بعنوان "سوزۂ لاہور" چیمبر علماء اسلام کے خلاف ایک مستقل مہم شروع کر کے فضا کو مکدر کرنے کی سعی خبیث کر رہا ہے علیٰ ہذا القیاس طلوع اسلام نام نہند فرقہ کا فورا!

الحمد للہ! انجمن رشیدیہ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی قربانیوں اور جامعہ رشیدیہ کی عمارات کی ضبطی کے بعد محمودیہ ہائی سکول کا اجراء کرایا۔ لیکن بُرا ہو بیوروکریسی اور انگریزی تعلیم کے دلدادوں کا کہ انہوں نے اسکو بھی اپنی تحویل میں لیکر محمودیت کو ختم کرنے کی بے جا سعی کی!

بحمد اللہ جامعہ رشیدیہ نے پھر بھی سکولوں اور کالجوں کے طلبہ کی رہنمائی کی اور تقاریر و بیانات، علمی و قلمی ذرائع سے کالج کے طلبہ کی دینی سرپرستی کی اور تبلیغ کی دعوت کو آگے بڑھایا، پھیلایا۔ جس کے نتیجہ میں کالجز کے طلبہ نے ملک کے تقدس نیز اسلام کے بنیادی عقائد کے تحفظ کے لئے جان کی بازی لگا دی اور شہداءِ ختم نبوت کی ارواح نے کہا؛

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور قاری بشیر احمد اُستاذ جامعہ رشیدیہ، اظہر رفیق متعلم پولی ٹیکنیک کالج ایک دوسرے پر جان دیتے ہوئے یوں گویا ہوئے! تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگرے

ایک مدرسہ کا استاذ، دوسرا کالج کا طالب علم۔ دونوں شہداء نے دونوں اداروں کو زندہ جاوید کر دیا اور اپنے خون شہادت سے آئندہ نسلوں۔ نوجوانوں۔ طالب علموں۔ ختم نبوت کے نام لیواؤں کو پیغام دے گئے کہ؛

"رسالت و ختم نبوت کے شیدائیو! ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جانیں قربان کر دیجئے! اور جھوٹی نبوت کا قلع قمع کر کے دم لیجئو! نیز اصلی کلمہ اور خود ساختہ کلمہ، اور اصلی نبوت اور جعلی نبوت کے فرق کو واضح کرتے ہوئے نبوت کاذبہ اور مرزائی کلمہ کو حرف غلط سمجھ کر مٹا دیجئو!"

بحمد اللہ و بفضلہ، شہداء کی شہادت کے بعد ادارہ جامعہ رشیدیہ اور اس کا عملہ اپنے تعلیمی محاذ پر مستعدی و تبلیغی جہاد پر قائم و دائم ہے۔ اور طلبہ کو اسلامی تعلیمات کی تربیت اور جملہ مسلمانوں کو دعوت دے رہا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے لئے تبلیغ کا کام جاری رکھو۔ نیز صحیح کلمۂ اسلام کی دعوت و تبلیغ کرو اور غلط کلمے سے مسلمانوں کو بچاؤ۔

مرزا محمود نے اپنے بعض مکتوبات و درخواستوں میں، اور مرزائی نواز اپنی تحریرات، اور ایک سرکاری رپورٹ میں ...

کو جہاد کا طعنہ دیا گیا ہے: ہم اس الزام و جرم کو تسلیم کرتے ہوئے افتخار کرتے ہیں کہ "الجہاد ماض الی یوم القیامۃ" بفضل خدا ہمارا ادارہ مجاہد ہے وَلَا فَخر۔

قرآن کریم، سورۂ انفال و توبہ میں مسلسل جہاد کے احکام و واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم تو جہاد کو واجب سمجھتے ہیں اور اسی مسئلہ سے اسلام اور مرزائیت کا فرق نمایاں اور واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا غلام انگریز اپنی امت کو یہ حکم دیتا ہے: ؎ اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال — دین میں حرام ہے اب جنگ اور قتال

ہمارے اسلام اور مرزائیوں کے دین میں تفریق ہو گئی کہ جو مسئلہ ہمارے ہاں واجب ہے مرزائیوں کے نزدیک حرام ہے! دوسرا فرق یہ کہ مسلمانوں کے نزدیک نبوت و رسالت حضور خاتم الانبیاء علیہ السلام پر ختم۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی رسول پیدا نہ ہوگا، اور نہ کسی کو جدید رسالت دی جائے گی۔ لیکن مرزا غلام انگریز مدعی ہے؛

؎ منم مسیح و زماں منم کلیم خدا — منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

گویا اسلام میں ہر قسم کی نبوت ختم اور مرزائیت میں سلسلہ نبوت جاری و ساری ہے!

اسی واسطے مرزائیوں کے کلمہ۔ کلام۔ اسلام۔ تبلیغ۔ نماز۔ روزہ کا کوئی اعتبار ندارد۔ مرزائیوں کی مساجد مساجد ہی نہیں بلکہ معابد۔ مزار ہیں اور نہ مرزائیوں کا کلمہ صحیح ہے۔ کلمہ کے الفاظ چاہے ایک جیسے ہوں۔ لیکن بقول مرزا غلام احمد کہ محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں (ایک غلطی کا ازالہ) اس سے ثابت ہوا کہ معنی و مفہوم کے لحاظ سے مرزائیوں کا کلمہ، کلام، اسلام۔ ہم سے جدا ہے اور مرزائیوں کا جعلی کلمۂ اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ (کلمۃ الفصل و شہادۃ القرآن)

مسلمانوں اور مرزائیوں کے کلمہ میں یہ فرق بھی ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک محمد رسول اللہ سے مراد محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور مرزائیوں کے نزدیک اس سے مراد مرزا غلام احمد ہے۔ یا کم از کم مرزا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

سورۃ "منافقون" میں ہے کہ منافقین بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوتے تو تلبیس اور دجل کرتے ہوئے "نشہد انک لرسول اللہ" کہتے۔ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ یہ کلمہ تو مقدس ہے اور اللہ تعالیٰ خود بھی اس کی شہادت دیتے ہیں مگر ساتھ ہی اس کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ منافق جھوٹے ہیں۔ بالکل ٹھیک یہی صورت حال مرزائیوں کے کلمہ کی ہے "کلمۃ الحق ارید بہا الباطل"۔

باقی رہا کلمہ مٹانے یا ہٹانے کا شبہ! اس فتنۂ تشکیک کے جوابات مختصراً ملاحظہ فرمائیں۔

اوّل؛ یہ کہ "صلح حدیبیہ" کے معاہدہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے کلمہ کا اہم حصہ "محمد رسول اللہ" خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا۔ اس سے کلمہ کی کوئی توہین نہیں ہوئی۔ کلمہ کا تقدس اپنے مقام پر لیکن کسی ناپاک اور غلط مقام اور ناجائز جگہ پر کلمہ۔ کلام کا فرد مرتد یا منافق و زندیق لکھتے ہوں تو اس کا صاف کرنا ضروری ہے اور یہ کوئی توہین نہیں؛

دوسری دلیل؛ شجرۂ بیعت رضوان، کا قرآن میں آج بھی موجود ہے، نہایت متبرک درخت "سورۃ فتح" میں لگا ہوا ہے۔

عمر حضرت فاروق اعظمؓ نے خلافت فاروقی میں صرف اسلام شرک اور شرک کے قلع قمع کرنے کے لئے اس کو جڑ سے اکھاڑنے کا حکم دیا تھا۔ شمیسہ کے مقام پر آج کوئی درخت ندارد۔ صرف مسجد تعمیر ہے۔

تیسری بات: مدینہ کی تعمیر شدہ مسجد ضرار کو خود خاتم الانبیاء علیہ السلام نے اینٹ سے اینٹ بجانے کا حکم دیا تھا۔ اور بالآخر آگ لگا کر جلا دی گئی۔ معلوم ہوا کہ مرزائیوں کے معابد کا بھی یہی حکم ہے۔

جامعہ رشیدیہ کا ۳۲واں سالانہ اجلاس

اور

امیر الہند حضرت مولانا شیخ سید اسعد مدنی مدظلہ، صدر جمعیۃ علماء ہند کی تشریف آوری

جامعہ رشیدیہ کا سالانہ اجلاس ۲۵ اکتوبر ۸۳ء شام شروع ہوا۔ حضرت قاری عبداللہ رحیمی کی تلاوت، سید امین گیلانی کی نظم سے آغاز ہوا۔ حضرت مولانا محمد اشرف ہمدانی خطیب اعظم فیصل آباد کے بیان اشرف سے اجلاس کا افتتاح ہوا۔ مولانا محمد رفیق جامی خطیب فیصل آباد کی مواعظ حسنہ اور مولانا قاری عبدالحئی عابد خطیب لاہور کے خطاب تقریر پر اختتام ہوا۔۔۔۔۔

شہید ختم نبوت حافظ قاری حاجی بشیر احمد حبیب استاذ جامعہ رشیدیہ نے علماء کی میزبانی کرتے ہوئے کالج کے طلبہ اور اصحاب کہف کی طرح چند رضا کاران ختم نبوت کو نصف رات سے باوضو نماز تہجد توبہ و استغفار کراتے ہوئے نہایت الحاح وزاری سے ادعیہ کرائیں اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے نہایت رازدارانہ طریق پر اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔ اخبارات وپریس نے تو صحافیانہ روایات قائم نہ رکھیں! ہفت روزہ مجلہ "ختم نبوت" کراچی نے اپنے اداریہ میں یوں مقالہ لکھا:

قادیانی درندگی ——— اور انتظامیہ کی سرد مہری

استعماری اولاد (قادیانیوں) کی بڑھتی ہوئی جارحیت اور ربوہ اسٹیشن پر نہتے مسلمان طلبہ پر قادیانی شب خون کے نتیجہ میں مئی ۱۹۷۴ء کو تحریک ختم نبوت کی ابتداء ہوئی۔ باوجودیکہ قادیانی بھٹو جیسے شاطر حکمران کے سیاسی حلیف تھے مگر بھٹو جیسا آمر بھی قادیانیت نوازی کے سلسلہ میں مسلمانان پاکستان کے جذبات کے آگے بند باندھنے میں ناکام رہا۔ اور بالآخر ۷ ستمبر ۷۴ء کی صبح اس ملعون امت کو غیر مسلم قرار دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امت مسلمہ سے الگ کر دیا گیا۔ اس پر مسلمانان عالم نے سکون کا سانس لیا اور بہت سارے نیک دل اور سادہ لوح مسلمانوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اب ان (قادیانیوں) کی حیثیت محض ایک اقلیت کی ہے جو صرف پاکستان میں رہنے کے حقدار ہیں بلکہ دیگر اقلیتوں کی طرح وہ بھی حقوق رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس قادیانی مسلمانان پاکستان کے اس جرم بے گناہ کی سزا سے کبھی بھی غافل نہیں رہے

اور پہلے سے زیادہ منظم ہو کر گوریلا فورس کے ذریعے مسلمانوں کی جان و مال کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی؛

چنانچہ ۷۴ء سے ۸۴ء تک دس سال کا عرصہ قادیانی غنڈہ گردی کی تاریخ کی ایک نمایاں حیثیت کا حامل ہے بلکہ استعماری دہشت گردی کے ماتھے کا جھومر ہے! اس عرصہ میں ملک و ملت کو نقصان پہنچانے کے علاوہ یہود کی روش پر چلتے ہوئے زیادہ تر انہوں نے علوم نبوت کے وارث اور مبلغین اسلام کو نشانہ بنایا اور انہیں اغوا اور شہید کیا۔ بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں قادیانی غنڈوں نے علماء کے خون سے زمین رنگین کی!

اس سلسلے کی تازہ ترین مثال سانحہ ساہیوال ہے جس میں دو مسلمان قادیانی غنڈوں کی درندگی کا شکار ہو گئے یاد رہے کہ ضلع ساہیوال میں چار مسلمان مرزائیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے! اول غلام رسول چیچہ وطنی، دوم پرہدی نعمت علی خاں چک ۱۳۲ / ۹ ایل۔ جس کی تفصیلات مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے شائع کردہ ایک اشتہار سے حاصل ہوئیں جو کچھ اس طرح ہیں:

"استاذ حافظ قاری بشیر احمد حبیب معلم جامعہ رشیدیہ ساہیوال کو اطلاع تھی کہ مرزائی مشن روڈ پر واقع اپنی عبادتگاہ میں اذان دیتے ہیں۔ چنانچہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء جمعۃ المبارک کو قاری صاحب اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ فجر کے وقت یہ دیکھنے کے لئے گئے کہ واقعی مرزائی اذان دیتے ہیں مرزائیوں کی عبادت گاہ کے سامنے کھڑے ہو گئے جب اذان کی آواز سنائی دی تو قاری بشیر احمد حبیب اور گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ کے طالب علم اظہر رفیق نے مرزائیوں کی عبادت گاہ کے بڑے دروازے سے اندر جھانک کر محض دیکھنا چاہا کہ کون شخص اذان دے رہا ہے تاکہ اس کی شناخت کر کے امتناع قادیانیت صدارتی آرڈیننس کی روشنی میں اس کے خلاف قانونی کارروائی کرائی جائے۔ اسی اثنا میں قادیانی غنڈوں نے فائرنگ کر کے قاری بشیر احمد حبیب اور اظہر رفیق کو موقع پر شہید کر دیا۔"

ہمیں مرزائیوں کی اس درندگی پر کوئی تعجب نہیں۔ بلکہ ہمیں مرزائیوں کو اس دیدہ دلیری اور دہشت گردی کا موقع فراہم کرنے اور پھر اس پر پردہ ڈالنے اور خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنے والی مسلمان انتظامیہ پر افسوس ہے کہ آخر وہ قادیانی غنڈوں کو تحفظ فراہم کر کے آئین پاکستان سے کیونکر باغی ہے یا پھر وہ کونسی ایسی قوت محرکہ ہے جو انہیں قادیانی غنڈوں کے خلاف اقدام کرنے سے روکے ہوئے ہے؟

پھر اس واقعہ کی اشاعت پر پابندی لگا دینا، واضح طور پر ان کی بے بسی اور سرد مہری کی نشاندہی کرتا ہے اسلئے کہ اخبارات کا اتنا بڑے سانحہ سے صرف نظر کرنا اس کی علامت ہے کہ اس سلسلہ میں اخبارات کو خصوصی ہدایات جاری کی گئی تھیں۔ (منقول از جریدہ "ختم نبوت" کراچی)

گویا ۲۶ اکتوبر جمعۃ المبارک کی صبح شہادت ۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ سے جامعہ رشیدیہ کا تعلیمی و تبلیغی اجلاس

اجتماع تعزیت بن گیا اور اجلاس تعزیت منعقد ہوئے۔ جمعہ پر حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ امیر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت معہ جماعت علماء خصوصاً مولانا محمد ضیاء القاسمی ڈپٹی سیکرٹری مجلس عمل۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم صدر تحفظ حقوق اہلسنت مولانا محمد سلیمان طارق صدر تحریک احیاء سنت۔ رئیس التبلیغ حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب اور دیگر اکابر اور تبلیغی جماعتوں کے وفود پہنچنا شروع ہوگئے۔ جمعہ کا اجتماع تعزیتی تھا۔ اس میں حفاظ وقاری صاحبان کو اسناد تقسیم کر دی گئیں شبانہ اجتماع میں شہداء ختم نبوت کو خراج تحسین و عقیدت پیش کیا گیا۔

ع شہداء کے جنازے ہیں ذرا دھوم سے نکلیں!

۲۷ اکتوبر کی صبح جامعہ رشیدیہ سے شہداء کا ایک جلوس زیر قیادت حضرت خواجہ خان محمد صاحب سجادہ نشین کندیاں شریف بلدیہ ساہیوال کو روانہ ہوا۔ اور کمپنی گراؤنڈ میں شہداء کے جنازے رکھے گئے اور شہر میں مکمل ہڑتال تھی اور ایسی ہڑتال ۱۹۵۳ء میں فاضل رشیدی کی گرفتاری پر ہوئی تھی۔ اس کے بعد ساہیوال میں زبردست احتجاجی ہڑتال ہوئی۔ کم و بیش ایک لاکھ کا مجمع تھا جس میں کالجز کے طلبہ ہزاروں کی تعداد میں جنازے کے ساتھ تھے۔ عامۃ المسلمین خصوصاً طلبہ کا اصرار تھا کہ پہلے مطالبات پورے ہوں پھر جنازے پڑھے جائیں گے ورنہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں گے!

ضلعی انتظامیہ کے سربراہ نے عوام کے سامنے اقرار نیز وعدہ کیا کہ ملزمان قاتلان سات مرزائیوں کی گرفتاری عمل میں آچکی ہے باقی چار مرزائی قاتلان کو بہر حال جلدی گرفتار کر لیا جائیگا۔ چنانچہ ہمارے قائدین نے شاہد کی حوالات میں ملزمان قاتلان کو محصور دیکھ کر جنازہ کی اجازت دے دی۔ اس موقع پر انتظامیہ جامعہ رشیدیہ اور اراکین مجلس عمل ساہیوال نے امن وامان قائم رکھنے میں اپنا فرض ادا کرتے ہوئے بلدیہ ساہیوال کو بچایا ورنہ شاید نتائج کیا ہوتے!

فاضل رشیدی نے طلبہ اور عوام کے جذبات جوش کو ہوش سے بدلا۔ اور کالجز کے طلبہ نے تعاون کیا جو عوام کے جذبات انتہائی مشتعل تھے۔ بہر حال انتظامیہ جامعہ نے انتظامیہ و حکومت سے ایماندارانہ و دیانتدارانہ تعاون کیا لیکن ....

ع میں نے تم کو دل دیا تم نے مجھ کو ٹکڑے دیا
ہم نے تم سے کیا کیا اور تم نے ہم سے کیا کیا۔

۲۷ اکتوبر رات گئے تک تعزیتی تقاریر و بیانات ہوتے رہے اور قرار دادیں منظور ہوتی رہیں اور مطالبات دہرائے جاتے رہے۔ مندرجہ ذیل علماء و زعماء نے شرکت فرمائی۔ صرف اسماء گرامی ملاحظہ ہوں!

مولانا حق نواز (جھنگ)، مولانا سید منظور احمد (ملتان) مولانا اللہ وسایا (ربوہ) مولانا عبید الرحمن ضیا (کمالیہ) مولانا ضیاء الرحمن فاروقی (سمندری)، مولانا قاری محمد حنیف (ملتان) مولانا کرم الہٰی فاروقی (رحیم ملن) مولانا محمد یوسف (سادھوکی)

مولانا غلام ربانی (رحیم یار خان)، سید عطاء المؤمن شاہ بخاری (ملتان) مولانا بشیر احمد شاد (چشتیاں) قاری عبدالسلام (حاصلپور) مفتی عبدالحمید صاحب میانوی (لاہور)، مولانا عبداللطیف انور شاہ کوٹی وغیرہم۔

آمد حضرت مولینا سید اسعد مدنی مدظلہ

خلف ارشد استاذ العرب والعجم حضرت شیخ والمرشد سید حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم!

شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

۸ دسمبر ۱۹۸۴ء، ۱۴ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ مرشد زادہ حضرت سید اسعد مدنی مدظلہٗ جامعہ رشیدیہ تشریف لائے! حضرت کی تشریف آوری جامعہ میں دوسری مرتبہ ہوئی۔ آپ کی آمد پر سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب سعید کا اہتمام کیا گیا۔ رات کو جامعہ میں سید امیر حسین گیلانی مدیر جامعہ مدنیہ اوکاڑہ کی صدارت میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اسلامیان ساہیوال کے علاوہ قریبی اضلاع کے نمائندگان علماء و زعماء کا جم غفیر تھا۔ فاضل رشیدی مدیر و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ نے سپاسنامہ مطبوعہ، سپاس عقیدت کی صورت پڑھ کر پیش کیا جو درج ذیل ہے۔ اور دس ہزار روپے کی خطیر رقم اعانتی دار العلوم دیوبند کے لئے نذر کی حضرت نے اس کثیر رقم فراہم کرانے کا شکریہ ادا کیا۔

سپاس عقیدت

(سپاسنامہ جو پڑھا گیا)

شیخ العرب والعجم کے جانشین! اسلامیان ساہیوال وعلماء جامعہ رشیدیہ آپ کے قدوم میمنت لزوم پر جذبۂ تشکر بجا لاتے ہوئے علی الرأس والعین خیر مقدم کرتے ہیں! ؎ اے آمدنت باعث آبادیٔ ما

؎ ہر گامے کہ برداری ز تو پائے زما چشمے

اے عظیم والد ماجد کے عظیم سپوت! جناب کے والد ماجدؒ نے دیوبند سے مدینہ منورہ تک علم حدیث و سنت نبوی علی صاحبہا السلام کی جو خدمت کی عرب و عجم اس کے قائل ہیں۔ اور دار العلوم سے اسارت مالٹا اور ملک کی جنگ آزادی کے لئے جو مجاہدانہ کارنامے سر انجام دیئے ایشیاء ہی نہیں بلکہ سارا عالم اسلام اس کا واقف اور شاہد ہے!

؎ پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

ہمارے سید و اسعد و ارشد مدنی!

اس سے بڑی سعادت کس کو نصیب ہوگی کہ جو پندرہ سال تک مدینہ منورہ کے قیام میں روضۂ اقدس کے سامنے

نبی الانبیاء علیہم السلام خُدا کے بعد برتر و افضل عالم کے معلم اعظم کے مدرسہ کے صدر پر بیٹھ کر حدیث کا درس دیا ہو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے دار العلوم دیوبند کے دار الحدیث میں حدیث کا علم پڑھایا ہو۔ اس کے علم و فضل اور کمالات کی عدالت و نیابت اللہ کریم نے آپ کو شرف کر نوازا ہے۔ اسی حضرت الاقدس استاذ و شیخ و مرشد مدنیؒ کا ایک ادنیٰ تلمیذ و خادم مبارکباد پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔ اور اپنے اکابر و مشائخ کی تعریف اور آپ کا تعارف کرانے پر معذرت خواہ ہوں!

صدر جمعیۃ علماء ہند! آپ نے اپنے ملک میں مسلمانوں کو جو سہارا دیا ہے اور اپنے اکابر کی طرح جو ملت اسلامیہ کی بقا کے لئے سرانجام دے رہے ہیں یہ آپ ہی کا حصہ ہے! ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ہمارے آقا و سید محترم!

آپ عالم اسلام کے مسلمانوں کی جو رہنمائی و سرپرستی فرما رہے ہیں ہم اس کے بھی معترف اور صمیم قلب سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے مسلمانوں کی صحیح ترجمانی و نمائندگی کی توفیق انیق عطا فرمائے۔

سید معظم! جامعہ رشیدیہ رائپور ضلع جالندھر ۸۰ برس سے ہر قسم کی علمی و عملی، تعلیمی و تدریسی نیز تعلیم و تربیت کے ساتھ تبلیغ دین کا کام اپنی بساط کے مطابق سرانجام دے رہا ہے!

جامعہ رشیدیہ کے مؤسس اول، مجاہد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کے خلفاء و اجلہ میں سے حضرت مولانا حافظ محمد صالح رائپوریؒ تھے جن کا تذکرۃ الرشید میں ذکر صالح موجود ہے۔ جامعہ رشیدیہ کے صدر المدرسین حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہؒ (ہمارے والد ماجد) حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ ارشد اور مجاز تھے۔ جو حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک ریشمی رومال کے گمنام فقیر، درویش تھے۔ ۔ ۔ حضرت بانی صالح کے فرزند اکبر حضرت مولانا محمد صالح عبدالعزیز رائپوری تلمیذ عزیز حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا عبد القادر رائپوری کے خلیفہ مجاز جامعہ رشیدیہ کے سرپرست و مربی تھے جو ابھی حال ہی میں انتقال فرما کر جامعہ کو یتیم کر گئے!

ع وما کان ہلکہ ہلک واحد ولکنہ بنیان قوم تہدما

ہمارے مہمان ذی شان!

جامعہ رشیدیہ کے شیخ الحدیث اخونا المعظم حضرت مولانا حافظ عبد اللہ صاحب مدظلہ خلیفہ حضرت رائپوریؒ و مجاز حضرت شیخ الحدیث نے مدرسہ خیر المدارس جالندھر سے جامعہ رشیدیہ تک تقریباً پچاس سال سے قرآن و احادیث و فقہ کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ آج کل علیل صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ظل عاطفت جامعہ پر قائم و دائم رکھے!

جامعہ رشیدیہ کے قبل از تقسیم سابق فضلاء میں مولانا رشید احمد لدھیانوی [illegible] مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا [illegible]

فیض دارالعلوم دیوبند دغیرہ اکابر علماء فیض یافتہ ہیں۔

ہمارے مخدوم و محترم!

جامعہ رشیدیہ اکابر دارالعلوم کے مسلک اعتدال پر گامزن ہے اور دیوبند کے طرز اور طریق پر مجاہدانہ کارنامے سرانجام دے رہا ہے۔ جامعہ رشیدیہ پر ابتلاء کے دور آتے رہتے ہیں۔ بحمد اللہ جامعہ رشیدیہ ہر آزمائش میں پورا اترا ہے۔

؎ ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہے ہیں!

چونکہ جامعہ کے مقاصد میں تعلیم و تبلیغ کے ساتھ خالص توحید کا پرچار اور تحفظ ختم نبوت بنیادی مسائل ہیں! جس کے لئے جامعہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے مستعد ہے اور اس کو اپنا فریضہ سمجھتا ہے!

جناب والا! اس مع خراشی کی معافی چاہتے ہوئے جامعہ رشیدیہ کا عملہ اور انجمن رشیدیہ کے کارکنان آپ کے لئے دیدہ و دل فرش راہ ہیں اور استدعا کرتے ہیں کہ جب بھی آپ کی پاکستان تشریف آوری ہو تو خدام رشیدیہ اور حسینی رضاکاران کو اپنی ادعیہ صالحہ اور توجہ سامیہ سے نواز دیا کریں۔

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت آپ کی آپ کے خاندان اور دارالعلوم کی خدمات کو قبول فرما کر مسلمانان ہند کی نمائندگی و سرپرستی و حفاظت فرمائیں اور آپ کا ظل عاطفت تادیر قائم و دائم رکھے!

؎ این دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

ہدیہ تشکر کے بعد خطاب و بیان اسعد ہوا اور دعائے خیر، قیام و آرام کے بعد آپ نے مریدین باصفا کو بیعت فرماتے ہوئے حلقہ حسینی چشتی میں داخل حسنات فرمایا اور مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہٗ امیر الجامعہ جو صاحب فراش و مریض ہیں۔ ان کی عیادت و تعزیت شہید اور فرما کر آپ پاکپتن حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضری دیتے ہوئے جامعہ مدنیہ اوکاڑہ پہنچے حضرت محترم کے دورۂ پاکستان کی رپورٹ میں ساہیوال کا تذکرہ بزبان نمائندہ صحافی لاہوری ملاحظہ ہو:

حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ کا دورۂ پاکستان!

از ابن صفدر لاہوری

ساہیوال میں اکابر گنگوہ و رائپوری یادگار مدرسہ جامعہ رشیدیہ ہے جس کے کرتا دھرتا آج کل مولانا فضل حبیب اللہ رشیدی جیسے مخلص متدین اور مجاہد انسان ہیں! مولانا کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہٗ علم و تقویٰ کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔ یہ حضرات اولاد ہیں فقیہ پنجاب مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب کی۔ جو حضرت شیخ الہند کے تلمیذ رشید تھے اس مدرسہ کی رائپور سے لیکر ساہیوال تک شاندار روایات ہیں! تعلیم و تربیت، سیاسی جدوجہد اور عزم و عمل کی

دنیا میں اس مدرسہ کا ریکارڈ ہے۔ آج کل مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدی کیساتھ حضرت حافظ صالح محمد صاحب کے پوتے پیر جی عبد العلیم صاحب رائپوری تعاون کر رہے ہیں۔ جن کی حوصلہ مندانہ اور جانبدارانہ جدوجہد نے مدرسہ کو نئی زندگی بخشی ہے۔ بہر حال جامعہ رشیدیہ ہی میں مولانا اسعد مدنی کا قیام تھا اور ارباب جامعہ ہی ساہیوال میں ان کے میزبان تھے۔

(چٹان)

انتخاب لاجواب

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (سورۃ توبہ القرآن الحکیم)

از نقاش پاکستان ڈاکٹر اقبالؒ

الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت،
بنائے خوب آزادی نے پھندے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

موت العالِم موت العالَم

گذشتہ ایام لاہور کے معروف عالم دین دار العلوم دیوبند کے مشہور فاضل حضرت مولانا عبد الحلیم قاسمی مرحوم بانیٔ مدارس عربیہ مغفور ہو گئے۔ آہ

حضرت علامہ قاسمی نے پنجاب میں جو دینی تعلیمی تبلیغی مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے وہی آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔

ادارہ جامعہ رشیدیہ، قاسمی ابناء، قاسمی اخوان، قاسمی خاندان کے بقیہ اسلاف کی خدمت میں تعزیت کرتے ہوئے قاسمی بزرگ کے لیے دعائے مغفرت و ایصال ثواب کرتا ہے

ع: خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

شریک غم فاضل رشیدی

کمالِ انور ...... سید وجاہت شاہ انور

نطقِ انور

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو ۱۹۲۶ء میں دارالعلوم کی انتظامیہ سے کچھ اختلاف پیش آیا۔ کئی ماہ کی چھٹی لیکر وطن تشریف لیگئے اور وہاں شرحِ صدر ہو جانے پر خاموشی کیساتھ دارالعلوم کو اپنا استعفےٰ بھیجدیا۔ دارالعلوم میں جوں ہی آپکے استعفےٰ کی خبر پہنچی تو طلبہ اور اساتذہ میں ایک عام ہیجان پیدا ہو گیا۔ تقریباً ۴۰۰ سو طلبہ اور ۱۸ مدرسین دارالعلوم سے الگ ہوگئے اور دیوبند کی عام مساجد اور کرایہ کے مکانوں میں مقیم ہوگئے۔ مولانا حامد الانصاری نے اس زمانہ میں ایک نظم کہی جو روزنامہ "زمیندار" کے پہلے صفحہ پر چھپی اسکا پہلا شعر تھا

؎ شرابِ الفتِ انور سے تم سرشار ہو جاؤ خدارا آج تم بہرِ عمل تیار ہو جاؤ

ملک کے گوشہ گوشہ میں احتجاجی تحریک شروع ہو گئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اہل وعیال دیوبند تھے وہ ان کے پاس دیوبند تشریف لائے تو پورا دیوبند آگ کی ایک بھٹی اور لاوا کی طرح دہک رہا تھا۔ بہار، پنجاب اور یو۔پی سے بڑے بڑے وفود آئے کہ معاملہ کو سلجھائیں۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہرؔ، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا ظفر علی خان نے بھی بیحد محنت کی۔ اسی زمانہ میں نظام حیدرآباد نے اپنے معزز عہدیداروں کا ایک وفد دیوبند بھیجا۔ جس کی سربراہی دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کے موجودہ ممبر جناب عبیدالرحمٰن خاں شیروانی کے والد ماجد نواب صبیب الرحمٰن خاں شیروانی فرما رہے تھے۔ اجازت کے بعد یہ وفد حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں تحقیقِ معاملات کیلئے باریاب ہوا۔ نواب صاحب نے گفتگو کی ابتداء کی۔ دریافت فرمایا کہ آپ کو مہتمم صاحب سے کیا شکایت پیش آئی جس کی بناء پر علیحدگی کا فیصلہ فرمایا؟

حضرت کشمیریؒ نے فرمایا کیوں نواب صاحب! میں نے آپکے نظام صاحب کو کوئی درخواست بھیجی تھی کہ آپ اپنے عہدہ داروں کو تصفیۂ معاملات کے لئے یہاں بھیجیں؟ نواب صاحب نے فرمایا کہ نہیں ایسا تو نہیں! اسپر حضرتؒ نے فرمایا کہ پھر ہم سے یہ باتیں پوچھنے کا مطلب کیا؟ ہمارا اور مولوی حبیب صاحب (مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نائب مہتمم) کا کچھ اختلاف ہے۔ یہ آپسی اختلاف ہے سلجھا تو سلجھا نہ سلجھا تو نہ سلجھا لیکن ہم مولوی حبیب صاحب یا طبقۂ علماء کی کوئی شکایت باہر کے کسی آدمی سے کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ ہم اگر مولوی حبیب صاحب کی کوئی شکایت آپ سے کرتے ہیں تو اس سے انہیں کم اور ہمیں زیادہ نقصان پہنچتا ہے ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ ایک کشتی میں بیٹھ کر اپنے دشمن کو ڈبونے کے لئے کشتی میں سوراخ کرنے کا کیا مطلب؟

حضرتؒ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے۔ اس وفد میں حیدرآباد کے بڑے وزراء اور عہدیدار تھے انہوں نے محدثِ جلیل کو یہ رنگ دیکھا تو دنگ رہ گئے۔ اور پہلی دفعہ ان کو معلوم ہوا کہ جس شخص پر رحمتِ الٰہیہ قرآن و حدیث کی گرہیں کھول دیتی ہے اُس کے فکر و نظر کی بلندی کیسی ہوتی ہے!!!

(نقیب دیوبند)

تذکرۂ صحابہؓ

از: مولانا اخلاق حسین قاسمی

عدلِ اسلامی کے گواہ

حضرت سعدؓ کی سعادت اور خشیت

حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہوتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا چھٹا یا ساتواں نمبر ہے۔ سعدؓ قریش عرب کی استقامت و شجاعت کا پیکر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی والدہ نے باپ دادا کے دین چھوڑنے پر سخت احتجاج کیا۔ کھانا پینا ترک کر دیا۔ تین روز تک بھوکی پڑی رہیں تاکہ بیٹے کو ترس آجائے اور وہ اپنے پرانے دین پر لوٹ آئے۔ لیکن حضرت سعدؓ نے پیغامِ حق کے مقابلہ میں ماں کی قابلِ رحم حالت پر کوئی توجہ نہ دی اور دینِ برحق پر قائم رہے۔

مشرکین کے ظلم و ستم سے بچ کر حضرت سعدؓ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ خاموش ویرانے میں چلے جاتے اور وہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ ایک روز قریش کے چند آدمی اس جنگل کی طرف نکل آئے وہاں انہوں نے حضرت سعدؓ اور چند دوسرے مسلمانوں کو عبادتِ حق میں مصروف دیکھ کر ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ حضرت سعدؓ کو طیش آگیا اور اونٹ کی ایک بڑی ہڈی اٹھا کر مذاق اڑانے والے گستاخ کے سر پر دے ماری۔ یہ پہلا وار تھا جو حق کی حمایت کے جوش میں ایک دشمنِ حق پر ہوا۔ اسی طرح وہ پہلا تیر جو راہِ حق میں چلایا گیا وہ حضرت سعدؓ کی کمان سے نکلا جب حضرت سعدؓ ایک نگران پارٹی کے ساتھ مدینہ کی سرحدات کی حفاظت کر رہے تھے اور ایک دشمن مخدوش حالت میں سعدؓ کے سامنے آیا تھا۔ حق کی حمایت کے لئے سعدؓ کے مجاہدانہ جوش و خروش کا یہ عالم تھا۔ پھر دیکھو خدا کی عبادت اور نبی کی محبت میں سعد کا مقام کتنا بلند تھا!

اُحد کے میدان میں سعدؓ ہی تھے جب دشمنانِ اسلام کی بے پناہ تیر اندازی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے اپنے محبوب آقا کے سامنے کھڑے تھے اور تیر اندازی کا کمال دکھاتے ہوئے دشمنوں کی یلغار کو روک رہے تھے اور سرورِ عالمؐ اپنے جانباز رفیق کی یہ شجاعت و ہمت دیکھ کر نہایت والہانہ انداز میں فرما رہے تھے:

"اے سعدؓ! تیر چلائے جا، میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں" سبحان اللہ!

کیسی شرف و سعادت نصیب ہوئی سعدؓ کو۔ ملائکہ نے محبوبِ خدا کو دشمنوں کی یلغار میں تنہا چھوڑ دیا تھا تاکہ نصرتِ حق کی سعادت حضرت سعدؓ کے حصے میں آئے۔ علم و عرفان کے تاجدار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت سعدؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ اے سعدؓ! اپنی زندگی کی ایک سعادت مجھے دیدو اور میری زندگی کی تمام نیکیاں تم لے لو

سعادت یہ ہے کہ محبوب خدا نے تم پر اپنے ماں باپ کو فدا کر دیا تھا اور یہ تمہارے حق میں بڑا خراج عقیدت و محبت ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے حملوں سے بچاتے ہوئے حضرت سعدؓ کی تیراندازی اعجاز و کرامت کا درجہ حاصل کر چکی تھی۔ محبوب حق پیچھے رونق افروز تھے اور حضرت سعدؓ کو تیر عطا فرما رہے تھے اور سعدؓ اپنی کمان سے تیر چلا رہے تھے۔ اس وقت حضرت سعدؓ کی ہمت و شجاعت میں محبوب حق کی پوری توجہ شامل تھی۔ پھر سعدؓ کی تیراندازی معجزانہ قدرت کا کرشمہ کیسے نہ دکھاتی؟

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے کہ رُخ تیرا اِدھر ہے

ایک موقع پر حضورؐ کا ترکش تیروں سے خالی ہو گیا اور ایک دشمن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکا۔ حضرت سعدؓ نے بغیر پھل کے ایک ٹوٹے ہوئے تیر کو اٹھایا اور اس کی طرف چلا دیا۔ وہ خالی لکڑی اس حملہ آور کے ماتھے پر اس زور کیساتھ لگی کہ وہ بدحواس ہو گیا اور ننگا ہو کر زمین پر گر پڑا۔

دشمن حق کی یہ درگت دیکھ کر حضور مقبولؐ کو ہنسی آ گئی اور آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ اس پریشانی اور خوف کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنیوالے سعدؓ نے ساری خدائی کی خوشی حاصل کر لی! محبوب کی خوشی مطلوب تھی قدرت نے ایک معمولی لکڑی کو سعدؓ کے ہاتھوں میں دھاردار تیر بنا دیا۔ یہ اسی معجزانہ شان کا عکس تھا جو محبوب حق کے اندر غزوۂ بدر کے موقع پر نمودار ہوئی۔

"اور تم اے نبی! جب دشمنوں کی طرف مٹی پھینک رہے تھے تو تم نہیں پھینک رہے تھے خدا پھینک رہا تھا"

حضرت سعدؓ نے جہادِ حق کے ہر مرحلہ میں رسول پاک کا ساتھ دیا۔ جانفروشی دکھائی۔ حجۃ الوداع کا موقع آیا حضرت سعدؓ ساتھ تھے۔ مکہ معظمہ میں آکر سعدؓ شدید بیمار پڑ گئے۔ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ آپ مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے دیکھا سعدؓ بہت مغموم ہیں، ہمت و شجاعت کا پیکر کیا موت سے گھبرا رہا ہے؟ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاج پرسی فرمائی۔ پریشانی اور اضطراب کی وجہ پوچھی۔ عرض کیا میرے آقا۔ موت کا خوف نہیں۔ سفر دراز ہے زادِ راہ قلیل ہے۔ غم اس کا نہیں کہ دنیا چھوٹ رہی ہے صدمہ اس کا ہے کہ آخرت سامنے ہے اور اس کی تیاری پوری نہیں۔ اس وقت حضرت سعدؓ کی ایک لڑکی تھی۔ سعدؓ نے عرض کیا میں اپنا دو تہائی مال بیٹی کے لئے چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں زیادہ ہے۔ عرض کیا آدھا مال خیرات کر کے آدھا چھوڑ دوں۔ فرمایا یہ بھی زیادہ ہے!

"اے سعد! اپنے وارثوں کو اتنا تو نگر چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے بعد دوسروں کے آگے دست سوال نہ کر سکیں تم خدا کی رضا جوئی کے لئے تھوڑا بہت جو بھی خرچ کرو گے خدا تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا یہاں تک کہ تم نے اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ دیا ہے اس کا بھی تمہیں اجر ملے گا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پند و موعظت کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ موقع محل کے لحاظ سے نہایت مناسب

ہوتی تھی۔ حضرت سعدؓ کو ابھی بہت کام کرنے تھے۔ ایک مجاہد کی طرح زندگی کے بڑے بڑے مراحل طے کرنے ان کیلئے مقدر تھے اسلئے مناسب نہ تھا کہ حضرت سعدؓ اس بیماری میں اپنا سارا مال راہِ خدا میں خرچ کر دیں۔ اس شدید بیماری میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی و تشفی سے حضرت سعدؓ مطمئن تو ہو گئے لیکن ان کی آنکھیں برابر اشکبار رہیں۔ اُمت کے شفیق اور رحم دل رسُول کو اپنے جاں نثار کی اس حالت پر کیسے صبر آسکتا تھا؟ بے قرار ہو کر پوچھا سعدؓ آپ کیوں رو رہے ہو! سعدؓ نے عرض کیا:

معلوم ہوتا ہے مجھے اسی سرزمین پر موت آئے گی جسے میں نے خدا اور اس کے رسول کی محبت میں خیرباد کہہ دیا تھا۔ میری آرزو تو مدینۃ الرسول میں دفن ہونے کی ہے!

آپؐ نے پھر تسلی دی اور سعدؓ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر دُعا دی:

اللّٰھم اشف سعداً — "الٰہی سعد کو شفاء عطا فرما"

پھر فرمایا سعد تمہیں اسوقت تک موت نہیں آئے گی جب تک تمہارے ذریعہ اُمّت کو ایک بڑا فائدہ نہ پہنچے گا۔ دُعائے رسول مقبول ہوئی۔ سعدؓ تندرست ہو گئے اور جب سعدؓ ابن ابی وقاص کے ہاتھ پر ایران فتح ہو گیا اور امت کو عظیم طاقت و شوکت حاصل ہو گئی تب سعدؓ خدا کو پیارے ہو گئے۔ وصال کے بعد حضرت سعدؓ نے ۳۴ لڑکے لڑکیاں اور کثیر مال و دولت چھوڑا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ثمرہ تھا۔ (الطیب دیوبند)

بقیہ نطقِ انور

یاد رہے کہ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ نے دار العلوم سے علیحدگی کے بعد نہ تو دار العلوم کے خلاف کوئی بیان دیا اور نہ ہی دیوبند میں مقابلہ پر دار العلوم جاری کیا۔ جبکہ حضرت شاہ صاحبؒ سب کچھ کر سکتے تھے بلکہ صوبہ یو۔ پی چھوڑ کر پنجاب میں ڈاکٹر اقبال مرحوم کی دعوت پر لاہور بھی مرکز نہ بنایا۔ اور صوبہ بہار میں ڈابھیل تشریف لے گئے جہاں دوسرا "دار العلوم" (دیوبند ثانی) قائم ہو گیا۔ ان فی ذالک لعبرۃ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔ (۔۔۔)

راہِ حق کے جاں نثار

از : امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم

ہر وہ شخص جو السابقون الاولون کی محبتِ ایمانی اور ان کی زندگی کے سوانح کا مطالعہ کرے گا بے اختیار تصدیق کرے گا کہ انہوں نے راہِ حق کی مصیبتیں صرف جھیلی ہی نہیں بلکہ دل کی پوری خوشحالی اور رُوح کے کامل سُرور کے ساتھ اپنی پوری زندگیاں ان میں بسر کر ڈالیں۔

ان میں سے جو لوگ اوّل دعوت میں ایمان لائے تھے ان پر شب و روز کی جاں کاہیوں اور قربانیوں کے پورے تیئس برس گذر گئے لیکن اس تمام مدت میں کہیں سے بھی یہ بات دکھائی نہیں دیتی کہ مصیبتوں کی کڑواہٹ ان کے چہرے پر کبھی کھلی ہو۔

انہوں نے مال و علائق کی ہر قربانی اس جوش و مسرت کے ساتھ کی گویا دنیا جہان کی خوشیاں اور راحتیں ان کے لئے فراہم ہو گئی ہیں۔ اور جان کی قربانیوں کا وقت آیا تو اس طرح خوش خوش گردنیں کٹوا دیں گویا زندگی کی سب سے بڑی خوشی زندگی میں نہیں بلکہ موت میں تھی۔ ان میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جنہوں نے اتنی عمریں نہیں پائیں کہ اسلام کی غربت کیساتھ اسلام کا عروج و اقبال بھی دیکھ لیتے اور عدی بن حاتم کی طرح کہہ سکتے :

کنت فی من افتتح کنوز کسریٰ "میں ان میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے اپنے ہاتھوں کھولے۔"

تاہم جب دنیا سے گذر گئے تو اس عالم میں گئے کہ ان سے زیادہ عیش و خوشحالی میں شاید ہی کسی نے دنیا چھوڑی ہو۔ بدر اور اُحد کے شہیدوں کے حالات پڑھو۔ ایمان لانے کے بعد جو کچھ بھی ان کے حصے میں آیا وہ بجز رات دن کی کاوشوں اور مصیبتوں کے اور کیا تھا؟ اور پھر قبل اس کے کہ اسلام کی فتح و اقبال کی کامرانیوں میں شریک ہونے کا موقع ملتا دشمنوں کی تیغ و سنان سے چور میدانِ جنگ میں دم توڑ رہے تھے۔ لیکن پھر بھی غور کرو ان کے دل کی شادمانیوں کا کیا حال تھا۔ اس اطمینان و سکون کے اعتبار سے گویا بستروں پر کسی نے جان نہ دی بلکہ میدانِ جنگ کی ریتلی اور تپتی زمین پر لوٹ لوٹ کر جان جانِ جاناں کے سپرد کی۔

اُحد میں سعد بن ربیعؓ کو دیکھا زخموں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کوئی وصیت کرنی ہو تو کرو؟ کہا اللہ کے رسول کو میرا سلام کہنا اور قوم کو کہنا کہ راہِ حق میں جانیں نثار کرتے رہیں! عمارہ بن زیادؓ زخموں سے چور جاں کنی کی حالت میں تھے کہ آنحضرتؐ سرہانے پہنچ گئے۔ فرمایا کوئی آرزو ہو تو کہو؟ عمارہؓ نے اپنا زخمی جسم گھسیٹ کر اور زیادہ قریب کر دیا اور سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔

؎ منم و بالیں تمنا کہ بہ وقت جاں سپردن
بہ رُخِ تو دیدہ باشم تو درونِ دیدہ باشی

قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ

خلافِ اسلام سرگرمیاں روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات

قادیانی مسئلہ

قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کی مخالفِ اسلام سرگرمیوں (امتناع و سزا) آرڈی ننس (۱۹۸۴ء) کے نفاذ سے قادیانی مسئلہ اپنے حتمی حل کے آخری مرحلے میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اب تقریباً ایک سو سال کا ہو چکا ہے۔ اس کی ابتداء ایک استعماری طاقت کی انگیخت پر ہوئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا گیا۔ اس نے نہ صرف برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے درمیان تلخی اور تفرقہ پیدا کیا بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک کی مسلمان اقوام خصوصاً افریقی مسلمان بھی اسی طرح کی تلخی اور تفرقہ کا شکار ہوئے۔

ختمِ نبوّت (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم خدا کے آخری نبی ہیں) کا تصور اسلام میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں "کوئی بھی مذہبی معاشرہ جو اپنی اساس کے لئے ایک نئی نبوّت کا متقاضی ہو اور تمام ایسے مسلمانوں کو جو (اس نئی نبوّت کے الہامات کو ماننے سے انکار کریں کافر قرار دے، اسے ہر مسلمان اسلام کے استحکام کے لئے ایک شدید خطرہ سمجھتا ہے.... ایسا ہونا ضروری ہے کیونکہ مسلمان معاشرے کے استحکام کا تحفظ صرف ختمِ نبوت کے تصور ہی سے ہوتا ہے۔"

بطور نبی مرزا غلام احمد کے ساتھ قادیانیوں کی ارادت انہیں دائرۂ اسلام سے خارج

کر دیتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قادیانیوں نے خود اپنے آپ کو مسلم قومیت سے الگ کیا ہے۔ قادیانی لٹریچر میں متعدد اظہارات اس امر کے ملتے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ایسے تمام لوگ جو مرزا غلام احمد کی نبوت پر صاد نہیں کرتے، انہیں مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مرزا غلام احمد خود اپنی تصنیف حقیقتُ الوحی میں صاف طور پر بیان کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے مخالفین ہر دو فریق بیک وقت مسلمان نہیں تسلیم کئے جا سکتے۔ (حقیقتُ الوحی مطبوعہ قادیان ۱۹۰۷ء ص ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۷۹، ۱۸۰ وغیرہ) اپنی ایک اور تصنیف "انجام آتھم" میں وہ اپنے مخالفین کو "اہل جہنم" قرار دیتے ہیں ("انجام آتھم" مطبوعہ قادیان ۱۹۲۲ء، ص ۶۲)

مرزا غلام احمد کے جانشین جن میں ان کے بیٹے خلیفۂ دوم اور قادیانیوں کے مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی شامل ہیں بعینہٖ ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں، تاہم اس ضمن میں شدید ترین بیان جس میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے اختلافات کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے مولوی محمد علی کا ہے جو خود ایک قادیانی فاضل ہیں لیکن قادیانی تحریک کے نرم تر حصے کے بانی بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں "اسلام کے ساتھ احمدیہ تحریک کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا عیسائیت کا یہودیت سے تھا۔"

آنے والے صفحات میں اس تخریب کار تحریک کی ابتدائی تاریخ، اس کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ اور استعماری طاقتوں کے ساتھ اس کے تعاون کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مزید برآں امت مسلمہ کے قادیانی تحریک کے متعلق خیالات اور اس کے قادیانیت کے خلاف ردعمل کی صدائے بازگشت بھی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ قضیہ نہ صرف تکلیف دہ ہے بلکہ خطرناک نتائج سے پُر بھی ہے۔ قادیانی تحریک اس بنا پر اور بھی تہلکہ خیز ہے کہ یہ اسلام کے حصار کے اندر سے غدارانہ طور پر عمل کرنے کی خواہاں ہے۔ ہر چند کہ اس کا اپنا تشخص پاکستان کے مروجہ قانون اور قادیانی امت کی از خود امتِ مسلمہ سے علیحدگی کی روشنی میں اسلام کے بالکل برعکس ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس مُرتد سلسلے کی ابتدأ اس کے مقصودات اور اس کی

سرگرمیوں سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ پاکستان کی حکومت اور عوام کی طرف سے انہیں ملّتِ اسلامیہ سے حتمی طور پر الگ تھلگ کرنے کی کوششیں جاری ہیں کیونکہ قادیانی ملّتِ اسلامیہ کا حصّہ نہیں ہیں۔

اسلام میں ختمِ نبوّت کا تصوّر

ختمِ نبوّت پر ایمان اسلامی عقائد کا بنیادی نظریہ ہے۔ اس امرِ حقیقت پر مُسلمان غیر متزلزل عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم سلسلۂ انبیاء کے وہ آخری نبی تھے جنہیں انسانیت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے پر مامور کیا گیا تھا۔ ختمِ نبوّت پر ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات جامع حتمی اور مکمل ہیں۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ پر تاریخ کی تحقیقی نگاہیں ہمیشہ مرکوز رہی ہیں اور آنحضورؐ کی ذاتِ بابرکات ہی وہ واحد ذات ہے جس کی طرف انسانیت رہنمائی کے لئے ہمیشہ پُر اعتماد انداز میں دیکھتی چلی آئی ہے۔

نئے نبی کی آمد کے بارے میں جب ہم قرآنِ حکیم کی متعلقہ آیات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کوئی نیا نبی اس وقت مبعوث ہوتا تھا جب سابق نبیوں کی تعلیمات عام طور پر بھُلا دی جاتی تھیں یا ان کو مسخ کر دیا جاتا تھا یا ان میں شدید انداز کی آمیزش کر دی جاتی تھی یا زمانی اور مکانی تغیّرات کی بنا پر ان میں ترامیم یا تدوینِ نو کی ضرورت لاحق ہو جاتی تھی۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات حتمی، آفاقی، مکمل اور پوری طرح محفوظ ہیں لہٰذا ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی نئے نبی کی آمد کی مطلقاً گنجائش یا ضرورت نہیں۔ تمام تر اسلامی تاریخ کے دوران ختمِ نبوّت کا یہ تصوّر اسلام کے اساسی اصولوں میں شامل رہا ہے اور مسلمانوں کے اندازِ نظر رویّے اور احساسات پر اس تصوّر کی چھاپ بہت گہری رہی ہے۔

تورات اور انجیل کے صحائف اس بات پر گواہ ہیں کہ تمام سابق انبیاء اپنے سے بعد آنے والے انبیاء کی آمد کی پیش گوئی کرتے رہے ہیں لیکن قرآنِ حکیم میں اس طرح کا کہیں کوئی اشارا بھی نہیں۔ اس کے برعکس ہمیں قرآنِ حکیم میں ایسی واضح آیات ملتی ہیں جو کسی شک و شبہہ کے بغیر اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں کہ رسالت کا منصب اختتام پذیر ہو چکا ہے اور بابِ نبوت ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احادیثِ نبوی میں اس موضوع پر کئی مصدقہ اور متفق علیہ حدیثیں موجود ہیں جنہیں تواتر کی بلند حیثیت بھی حاصل ہے۔

یہ عقیدہ اصولِ دین میں سے ہے اور ہمہ گیر ہے۔ امت مسلمہ میں ہمیشہ اس عقیدے کے متعلق یک جہتی اور اجماع رہا ہے اور اسے ہمیشہ ایمان کا ایک غیر متنازعہ جزو تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور یہ ایک ایسی پائیدار بنیاد ہے جس کے اوپر اسلام کی صرف نظریاتی عمارت ہی استوار نہیں اس کی تہذیبی تعمیر بھی ایستادہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسے مسلمانوں نے بے درنگ کاذب اور مرتد گردانا ہے اور پوری امت نے کبھی کسی ایسے شخص کے ساتھ بحث و تمحیص کو ضروری نہیں سمجھا نہ ہی گوارا کیا ہے۔

تکمیلِ دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں نبوت کا اتمام اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام لائے تھے اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ فکرِ اسلامی کے ارتقا اور مسلم معاشرے کی تشکیل پر قرآنِ حکیم کے آخری کتاب اور رسول پاکؐ کے آخری نبیؐ ہونے کے تصور نے گہرے نقوش ثبت کئے ہیں۔

مشہور و معروف صاحبِ فکر مؤرخ ابنِ خلدون، امام ابنِ تیمیہ اُن کے روشن ضمیر شاگرد ابنِ قیم، شاہ ولی اللہ دہلوی اور علامہ محمد اقبال ایسے عظیم مسلمان مفکر ہیں جنہوں نے

ختم نبوت کے علمی، معاشرتی اور سیاسی مضمرات پر بحث کی ہے۔ اس موضوع پر علامہ اقبال کے خیالات اس رسالہ میں آپ آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس مختصر سی بحث میں یہ بات آئینے کی طرح صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ ختم نبوت پر ہمارا عقیدہ جزو ایمان ہے جو محض کسی مافوق الفطرت اہمیت کا لگا بندھا قانون نہیں بلکہ اس کے اپنے معاشرتی مضمرات بھی ہیں اور ان مضمرات کی بدولت اس نے ایک اسلامی تہذیب کی تشکیل میں بہت مدد دی ہے۔ اس نے مسلمانوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو معیار کی صورت میں رکھا ہے۔ اس نے ان کے لئے اخلاقی اور روحانی کردار کا ایک ابدی نظامِ اقدار استوار کیا ہے۔ اس نظریے نے مختلف ادوار مختلف نسلوں اور مختلف رنگ روپ کے انسانوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک اُمت بنایا ہے۔ اس نے انسان کے ذہنی استفسارات کو مہمیز لگائی ہے اور اس طرح واضح طور پر ایک منفرد تہذیبی تعمیر کے لئے بنیادیں قائم کی ہیں۔

ختم نبوت کے سلسلے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ میرے بعد تیس جھوٹے مدعیان نبوت آئیں گے لیکن میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس ضمن میں یہ تاریخی حقیقت بھی عام پڑھے لکھے لوگوں پر روشن ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے دوران مسیلمہ کذاب نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور ۱۰ھ میں آنحضورؐ کو ایک خط بھی لکھا تھا جس کے عنوان میں تحریر کیا "من مسیلمہ رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ۔ اس کا خیال تھا کہ آنحضورؐ بھی جواباً ایسے ہی طرح لکھیں گے اور یہ تحریر اس کے لئے تصدیق نامہ ہو جائے گی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب اس طرح شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الیٰ مسیلمۃ کذاب ۔ سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

اس جواب سے مسیلمہ کذاب کے نام سے ایسا معروف ہوا کہ ابد تک یونہی معروف رہے گا۔ اس نے یہ فیصلہ بھی کر دیا کہ آنحضورؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص کاذب ہے۔

قادیانیت کا ظہور

سامراج کی سیاسی بالادستی اور عسکری تسلط کی بدولت اس کے عقب میں غیر ملکی عیسائی مبلغین کا ایک ریلا ہندوستان میں وارد ہوا۔ ہندوستان کی مذہبی اور ثقافتی زندگی میں ان کی موجودگی نے مسلمانوں کے جذبات میں تلخی گھول دی اور اس طرح سے صورتِ حالات میں سخت کشیدگی پیدا ہوئی۔ برصغیر کے طول و عرض میں مسلمانوں اور عیسائی مبلغین کے درمیان تند و تیز مذاکروں اور علمی مباحثوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس وقت مسلمان سیاسی طور پر اکھڑے ہوئے عسکری میدان میں شکست خوردہ اور ثقافتی طور پر احساس کمتری کا شکار ہو چکے تھے۔ ایسے مواقع عام طور پر مذہبی اور سیاسی مہم جوؤں کے لئے بہت سازگار ہوتے ہیں اور وہ صورتِ حال سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایسے ہی نازک موقع پر قادیانی سلسلہ پنجاب کے ایک دور افتادہ قصبے میں شروع ہوا۔ اس سلسلے کو اس کے سامراجی آقاؤں کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ جدید تحقیقی کوششوں نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ سامراجیوں کی شہہ پر ہی یہ منصوبہ بنایا گیا اور اس منصوبے کے تخلیق کرنے والے عیار ذہن جلد ہی مرزا غلام احمد کی متذبذب شخصیت کی تلاش میں کامیاب ہو گئے جن کی ذات میں انہیں اپنا وہ متوقع مدعیٔ نبوت مل گیا جو امتِ مسلمہ کی مذہبی استقامت اور ذہنی پختگی کو مجروح کرنے کی ذمہ داری قبول کر سکتا تھا۔

مرزا غلام احمد ۱۸۳۹ء میں قادیان کے چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئے۔ مرزا غلام

کے پردادا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک اچھے خوش حال زمیندار تھے اور ان کے پاس زمین کے وسیع قطعات تھے اور ان وسیع قطعات سے اچھی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن سکھوں کے دور حکومت میں ان کے دادا مرزا عطا محمد کا سکھ حکمرانوں سے تصادم ہوا اور ان کی بہت سی زمین ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور مرزا کے والد ایک اوسط درجے کے زمین دار رہ گئے۔

مرزا صاحب ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں جونیئر کلرک کی حیثیت سے ملازم ہو گئے جہاں انہیں پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ مرزا کو گھر کا کچھ مال غبن کرنے کی پاداش میں ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اور اسی وجہ سے انہیں قادیان سے نکلنے اور سیالکوٹ میں معمولی سی ملازمت اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تقریباً چار سال تک انہوں نے یہ ملازمت کی اور ۱۸۸۵ء میں اسے خیرباد کہا۔ اس چار سال کے عرصہ میں انہوں نے انگریزی زبان سکھانے کے کورس میں جو برطانوی افسروں نے اپنے ہندوستانی ملازمین کے فائدے کے لئے جاری کیا تھا تعلیم حاصل کرکے انگریزی زبان میں شدبد پیدا کرلی۔ زبان دانی کے اس ابتدائی معیار میں اپنی کامیابی سے وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مقامی عدالتی ملازمتوں کے لئے اہل قرار دیئے جانے کے لئے ایک مختصر امتحان میں شرکت کی لیکن وہ امتحان میں ناکام ہو گئے اور عدالتی عہدہ دار نہ بن سکے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنا شجرۂ نسب وسطی ایشیا کے مغلوں سے ملاتے ہیں۔ اپنی ابتدائی تحریروں کے مطابق وہ مغلوں کی برلاس شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ (کتاب البریہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۲ء ص ۱۳۴)۔ بعد میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ ان کا شجرۂ نسب ایرانیوں سے ملتا ہے۔ یہ دعویٰ غالباً اس لئے کیا گیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مصداق خود کو ٹھہرا سکیں جس میں آنحضورؐ

نے اشاعتِ اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی تھی۔

تاہم وہ اپنی زندگی کے آخری مرحلے تک اس امر کا تعین نہ کر سکے کہ وہ کون سے سلسلۂ نسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے مغل قوم سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کیا پھر کچھ عرصے کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ ان کا کچھ تعلق سادات یعنی آنحضورؐ کی اولاد سے ہے اور بالآخر انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں از روئے الہام بتایا گیا ہے کہ وہ ایرانی الاصل تھے۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ایک نام نہاد کشف کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ثبوت نہیں کہ وہ واقعی ایرانی الاصل ہیں (اربعین جلد دوم۔ ص ۱۷)۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں سکھوں کے دورِ حکومت میں ان کے ساتھ تصادم میں مرزا کے پردادا کی بہت سی زمین ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ چنانچہ خاندانی لحاظ سے سکھوں سے اتنے بڑے چرکے کھانے کی وجہ سے انہیں سکھ قوم سے بیزاری ہو گئی۔ اور چونکہ سکھوں کا خاتمہ کرنے والے انگریز تھے، لہذا ان کا خاندان انگریزوں کا حاشیہ بردار ہو گیا اور اس حاشیہ برداری میں اتنا آگے نکل گیا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف انگریزوں کی مدد کی۔ مرزا غلام احمد اپنے والد کے انگریز پرستانہ کردار پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔ (تحفہ قیصریہ ص ۱۶۔ از مرزا غلام احمد)

تاہم ان کے خاندان کی حالت پتلی ہوتی چلی گئی اور جس گورنمنٹ عالیہ کو ان کے باپ نے مسلمان بھائیوں کے خلاف مدد بہم پہنچائی تھی اس نے بھی ان کی کوئی قدر نہ کی۔

بلکہ ان کی زمینیں ضبط کرتے رہے۔ چنانچہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں :۔

"اس کے بعد انگریز آئے تو انہوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر لی اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کی صورت میں مقرر کر دی جو ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سو اسی رہ گئی۔ اور پھر تایا صاحب کے بعد بالکل بند ہو گئی"

(سیرۃ المہدی حصہ اول۔ ص ۲۲۔ صاحبزادہ بشیر احمد)

مرزا صاحب نے اپنی زندگی کی ابتدائی دہائیاں نہایت فقر و فاقہ اور بڑی خستہ حالی میں بسر کیں۔ وہ خود کہتے ہیں کہ انہیں اتنی بھی توقع نہ تھی کہ وہ دس روپے مہینہ بھی کما سکیں کیونکہ ان کے پاس سرمایہ تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا لیکن جیسے ہی انہوں نے دعوے (مجدد، محدث اور نبوت کے) شروع کئے ان کے پاس نذرانوں وغیرہ کی ریل پیل شروع ہو گئی اور عمر کے آخری سالوں تک تو ان کی کمائی میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء تک ان کی کمائی ڈھائی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کسی کا لکھ پتی ہونا بہت بڑا اعزاز ہوتا تھا۔

اپنی زندگی کے آخری حصے میں وہ دولت میں کھیلتے رہے ان کا معیار زندگی اتنا بلند ہو گیا کہ خود ان کے پیروکار اس پر نکتہ چینی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے۔

مرزا صاحب کی شخصیت

اپنی جوانی کے زمانے میں مرزا صاحب مرگی اور اعصابی دوروں کی بیماریوں میں مبتلا رہے۔ کبھی کبھی وہ ہسٹریا کے حملوں کی وجہ سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ انہیں ذیابیطس کا مرض بھی تھا۔ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ بعد میں انہوں نے اپنی دو بیماریوں یعنی مراق اور ذیابیطس کو اپنے حق میں ایک دلیل بنا کر گھڑ لیا۔ انہوں نے لکھا۔

"دیکھو میری بیماری کے متعلق بھی آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی، تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔

(ارشاد مرزا غلام احمد مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان۔ قادیان ماہ جون۔ ۱۹۰۶ء)

مرزا صاحب عربی الفاظ کے صحیح تلفظ سے قاصر تھے۔ وہ قریب المخرج عربی حروف کو الگ الگ لہجے میں نہ بول سکتے تھے مثلاً ق اور ک کو۔ بعض اوقات ان کے ملاقاتی ان کی اس کمزوری پر اعتراض کرتے تھے مگر مرزا صاحب اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ (الفضل مؤرخہ ۴ ارستمبر ۱۹۳۸ء)

ان کے بعض قریبی عزیز ان کے سخت مخالف تھے۔ ان میں ایک مرزا شیر علی صاحب تھے جو رشتے میں ان کے سالے تھے اور ان کے بیٹے مرزا فضل احمد کے خسر بھی۔ بڑے وجیہہ انسان تھے۔ سفید براق داڑھی اور تسبیح ہاتھ میں۔ بہشتی مقبرے کے قریب بیٹھے رہتے اور جو لوگ مرزا سے ملنے آتے انہیں کچھ اس طرح کے الفاظ میں سمجھایا کرتے۔

" مرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے۔ آخر میں نے کیوں نہ اسے مان لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکان ہے جو لوگوں کو لوٹنے کے لئے کھولی گئی ہے۔ میں مرزا کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں۔ میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں۔ اصل میں آمدنی کم تھی۔ بھائی نے جائیداد سے بھی محروم کر دیا اس لئے یہ دکان کھول لی ہے۔ آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار پہنچ جاتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا۔ پتہ

تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے آپ کی خیر خواہی کے لئے آپ کو بتائی ہیں"

(تقریر مرزا بشیر الدین محمود جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء۔ مطبوعہ الفضل ۱۷ اپریل ۱۹۴۶ء)

مرزا صاحب کی تحریروں کو پڑھنا ایک خشک اور غیر دلچسپ شغلہ ہوتا ہے کیونکہ ان کی تحریروں میں نہ تو علمی رنگ ہوتا ہے نہ ادبی چاشنی۔ مسائل سے نمٹنے کا ان کا انداز بڑا پھسپھسا تھا اور ان کی تحریر تیسرے درجے کی زمانۂ وسطیٰ کی تحریروں کی طرح تھی۔ وہ اپنے مخالفین کو دل کھول کر کوستے اور کبھی کبھی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کی بہت سی تحریریں نام نہاد پیش گوئیوں سے بھری پڑی ہیں جو ان کے مخالفین کی موت کے بارے میں ہوتی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے

قادیانیت کا گہرا مطالعہ کرنے والے فاضلین نے مرزا صاحب کے دعووں کی تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ پہلا دور ۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۸۷۹ء تک کا ہے۔ اس دور میں مرزا صاحب نے کسی قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ انہیں ایک مقامی مبلغ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل تھی۔ ایک ایسا مبلغ جو شمالی پنجاب میں عیسائی مشنریوں، ہندو پنڈتوں اور آریہ سماجی ودوانوں سے مذہبی بحث مباحثوں میں مصروف رہتا تھا۔

۲۔ دوسرا دور ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۸ء تک کا ہے۔ اس زمانے میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدید دین کے اہم کام پر مامور کیا گیا ہے۔ تجدید دین کا یہ منصب انہیں مثیل مسیح کی حیثیت سے دیا گیا

ہے۔ مثیلِ مسیحا ایسا شخص ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کا ہو۔

۳۔ ۱۸۸۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کا تیسرا دور وہ ہے جس میں انہوں نے مسیحِ موعود یا ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا یعنی ایک ایسا نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں اور آپؐ کے زیرِ سایہ ہو۔

۴۔ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کا دور وہ ہے جس میں انہوں نے دعوائے نبوت کیا اور کہا کہ وہ لفظ نبی کے مکمل معنوں میں نبی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے اتنے الجھے ہوئے اور اتنے متنوع ہیں کہ الجھاووں کے اس ڈھیر کو سائنسی اور دانشورانہ تحریروں کے قالب میں ڈھالنا انتہائی مشکل کام ہے۔ دعوے بسا اوقات باہم دگر ایسے متصادم ہوتے ہیں اور بسا اوقات مضحکہ خیز بھی ہوتے ہیں کہ ان کو صاف اور عام فہم زبان میں پیش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، تاہم ان کی تحریروں کا مفصّل جائزہ ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ان کے دعووں کو مختصراً مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت پیش کریں۔

۱۔ نبوت کا دعویٰ

۲۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہونے کا دعویٰ

۳۔ تمام انبیاء سے برتری کا دعویٰ

۴۔ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

۵۔ ناسخِ جہاد ہونے کا دعویٰ

اس مختصر سے مقالے میں ہمارے لئے ان تمام دعووں کا مفصل جائزہ اور محاکمہ بہت مشکل ہے۔ لہٰذا یہاں ہم اپنے آپ کو نبوت کے دعووں کے جائزے تک محدود رکھتے ہیں۔

مرزا غلام احمد کا دعوائے نبوّت

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں مرزا غلام احمد نے ابتدا میں نبوت کے دعویٰ کی حقیقی خواہش کا واضح طور پر اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے آغاز ختم نبوت کے بارے میں ذہنی انتشار پیدا کرنے سے کیا اور پھر بتدریج لیکن تیزی سے اپنی منزلِ مقصود تک بڑھتے چلے گئے۔ بڑے تذبذب اور کئی متصادم اظہارات کے بعد انہوں نے بالآخر نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہاں ہم ان کے لاتعداد شذرات میں سے چند ایک پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کن الفاظ میں اور کس کس انداز سے کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں :۔

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوّت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اپنے آپ کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہیئے۔ صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں یہ تو چوڑے چماروں کو بھی آجاتے ہیں۔ مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ ہونا چاہیئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیش گوئیاں ہوں ..... ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نبی ہیں۔ امرِ حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفا نہیں ہونا چاہیئے۔

(حقیقت النّبوۃ : مرزا بشیرالدین محمود۔ اقتباس از اخبار بدر، قادیان۔ مؤرخہ ۵ر مارچ ۱۹۰۸ء)

مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود نے اپنی ایک تالیف حقیقت النّبوۃ میں

مرزا صاحب کی نبوت کے بارے میں نہایت صریح اور واضح الفاظ میں دعویٰ کیا ہے کہ شریعتِ اسلام کے مطابق لفظ نبی کی جو تشریحات کی گئی ہیں ان کی روشنی میں حضرت صاحب (مرزا غلام احمد) حقیقی نبی ہیں نہ کہ محض اصطلاحی ۔ (حقیقت النبوۃ مرزا بشیر الدین محمود۔ ص ۱۴۷)

زندگی کے دوسرے دور میں بھی جب مرزا صاحب نے اپنے دعووں کو مجددیت تک محدود رکھا ۔ ان کی تحریروں میں مستقبل کے دعووں کی کچھ کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں ۔ ازالۂ اوہام میں وہ لکھتے ہیں :-

"مسیح موعود جو آنے والا ہے اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہو گا ۔ یعنی خدائے تعالیٰ سے وحی پانے والا ۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے ۔ سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے ۔

(ازالۂ اوہام از مرزا غلام احمد ۔ ص ۷۰۱)

بعض دیگر پیراگراف بھی ان کی کتابوں میں ملتے ہیں جو ان کے دعووں کے دوسرے ارتقائی دور سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اس زمانے میں ان کا بڑا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مجدد ہیں یا مثیلِ مسیح ہیں لیکن آئندہ آنے والے مزید دعاوی کی ابتدا ان میں بخوبی نظر آتی ہے ۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں :-

"اور مصنف (مرزا غلام احمد) کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت (دین کی تجدید کرنے والا) ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابنِ مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بہ شدت مناسبت و مشابہت ہے ۔" (اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل)

اسی طرح مثیلِ مسیح ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مجھے مسیح ابنِ مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں۔ بلکہ مجھے تو فقط مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔"

(اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغِ رسالت، جلد دوم۔ ص ۲۱۔ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی)

لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مثیلِ مسیح سے ترقی کر کے وہ مسیحِ موعود بن گئے اور انہوں نے اپنے دل میں یقین کر لیا کہ پہلے وہ اپنے مقام و مرتبہ کو نہیں سمجھے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیحِ موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بہ تصریح کیا گیا ہے۔"

(کشتیٔ نوح۔ از مرزا غلام احمد ص ۴۷)

"اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنا دیں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ ابنِ مریم ہے جو آنے والا تھا اور جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک نافہمی سے ہے۔"

(کشتیٔ نوح۔ از مرزا غلام احمد ص ۴۸)

مرزا صاحب نے صرف تمثیلِ مسیح اور مسیحِ موعود بننے پہ اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے

اپنے آپ کو مریم بھی پایا۔ کشتیٔ نوح ہی میں وہ رقم طراز ہیں :۔

" سوچوں کہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی۔ گو اس نے براہین احمدی کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں مَیں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر۔۔۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہینِ احمدیہ کے حصے چہارم میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اسی طور سے میں ابنِ مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہینِ احمدیہ کے وقت میں اس سرِّ خفی کی مجھے خبر نہ دی۔"

(کشتیٔ نوح۔ از مرزا غلام احمد۔ ص ۴۶)

بعض اوقات قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزا استعاراتی رنگ میں نبی تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز یعنی عکس تھے۔ جہاں تک بروزی نبوّت کا تعلق ہے ایک کامل، مکمل اور حقیقی نبوّت اور بروزی نبوّت میں کوئی تفاوت نہیں۔ مرزا صاحب کے قول کے مطابق خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بروزی نبی تھے۔ (استغفر اللہ) اور وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے بروز تھے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ میں ایک مقام (ص ۹۷) پر انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا ہے "کیا ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروز (عکس) ہونے کی بنا پر نبی نہیں تھے؟

(جاری ہے)

ساہیوال کا المناک واقعہ مرزائی غنڈہ گردی کا منہ بولتا ثبوت۔
(بیان حضرت خواجہ خان محمد صاحب امیر مجالس عمل ختم نبوت پاکستان)

صدور العزیز

تحریر: مولانا محمد اشرف حافظ
مدیر دارالافتاء جامعہ رشیدیہ

وُرودِ ہمایوں!

قدومِ میمنت لزوم ـــــ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ

۱۰، جنوری ۱۹۸۰ء کی صبح جامعہ رشیدیہ کے اساتذہ و طلبہ کیلئے خوشیوں و مسرتوں کی نوید لائی۔ ہر طرف یہ پُرمسرت خبر تھی کہ برصغیر پاک و ہند کے مشہور بزرگ حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائپوری دامت برکاتہم (سرگودھا) جامعہ میں کچھ دیر کے لئے تشریف لانے والے ہیں۔ انتظار کی گھڑیاں بڑی بے چینی سے بیت رہی ہیں۔ اساتذہ سراپا شوق و محوِ انتظار ہیں!

ے رواقِ منظرِ چشمِ من آشیانۂ تست
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

لیجئے حضرت اقدس مع احباب صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا سعید احمد رائپوری، مولانا منظور احسن اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ جامعہ رشیدیہ میں پہنچ گئے۔ سیدھے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ کی عیادت کے لئے ان کی قیامگاہ پہنچے تو مولانا شدید بیماری و معذوری کے باوجود دو طالبعلموں کے سہارے حضرتِ اقدس کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ حضرت نے معانقہ فرمایا، خیریت دریافت کی اور کچھ دیر تک علاج کے سلسلہ میں حضرت مولانا سے گفتگو فرماتے رہے۔ بیعت و توبہ کے سلسلہ میں کچھ طلباء نے درخواست کی تو ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے حضرت نے توبہ کرائی۔ اور بعد میں چند مختصر اور جامع انداز میں نصیحتیں فرمائیں۔

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ بہت مبارک ہیں کہ دینی تعلیم میں مشغول ہیں۔ اس تعلیم کے ساتھ ساتھ اسکو مؤثر اور فائدہ بخش بنانے کے لئے تصحیح نیت کی ضرورت ہے۔ اور تصحیح نیت کے لئے مؤثر ذریعہ ذکر و اذکار ہے۔ فرمایا کہ تجربہ شاہد ہے کہ بزرگوں کے بتائے ہوئے طریقہ پر ذکر کرنے سے و صرف اخلاص کی دولت سے اللہ پاک نوازتے ہیں بلکہ تعلیمی مشکلات بھی دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔

اتنے میں حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ بھی تشریف لے آئے آپ نے حضرتِ اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت اسوقت آپ کے ہاں سے شرقی ومغربی ہیں ... ضلع سہارنپور سے لیکر رائپور ضلع جالندھر تک یہ سب کچھ اسی خانقاہ کا فیض ہے جس کے آپ سجادہ نشین ہیں۔ اس لئے آپ سے توجہات و دعاؤں کی درخواست ہے۔ حضرت ناظم صاحب کے کہنے پر حضرت اقدس جامعہ میں تشریف لے گئے وہاں تمام طلبہ اور اساتذہ نے مصافحہ کی سعادت حاصل کی اور بعض حضرات [illegible]!

اس سے ایک دن قبل حضرت اقدس جامعہ علمیہ فریدیہ ملتان رونق افروز ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر ملتے ہی اہلِ دل حضرات شوقِ زیارت میں پروانوں کی طرح جمع ہوتے گئے۔ جامعہ رشیدیہ میں خبر ہوئی تو حضرت ناظم صاحب اور تمام اساتذہ زیارت و ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ رات گئے تک حضرت اقدس کے ساتھ رہے اور حضرت نے بھی ناظم صاحب مدظلہٗ کا بڑا اعزاز و اکرام فرمایا۔ ناظم صاحب نے حضرت اقدس کو جامعہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ ادھر حضرت اقدس نے بھی حضرت شیخ الحدیث کی عیادت کے لئے جامعہ تشریف لیجانے کے ارادہ کا اظہار فرمایا اور اسطرح دوسرے دن صبح ساڑھے سات بجے جامعہ میں جانے کا پروگرام بن گیا۔

حضرت اقدس کا مختصر تعارف!

اللہ کی رحمت و عنایت دنیا اور اہلِ دنیا پر جو کسی قدر ہے وہ انہی قدسی صفات ہستیوں کی وجہ سے ہے جن کے نالۂ نیم شبی اور دعاء صبح گاہی باری تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کئے ہوئے ہے ورنہ انسان اپنی ہلاکت کے لئے کیا کیا سامان نہیں کر رہا ہے۔ ان قدسی صفات اہل اللہ میں سے برصغیر کی مشہور خانقاہ رائپور کے مسند نشین حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائپوری دامت برکاتہم بھی ہیں جن کا دیدار باعث حوالعبِ خداوندی اور جن کی مجلس کی ایک ساعت کا میسر آجانا دنیا کے خزانوں کے ہاتھ آجانے سے کم نہیں۔

عیدگاہِ ما غریباں کوئے تو — انبساطِ عید دیدن روئے تو!

آپ حضرتِ اقدس شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے جانشین اور حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائپوری رحؒ کے حقیقی نواسے ہیں۔ اس خانقاہ کے مسند نشین اوّل حضرت عالی رائپوریؒ مجاہدِ ملت فقیہ امت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کے جانشین تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے قلب مبارک سے دو منبع فیض پھوٹے۔ ان میں سے ایک کا نام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور دوسرے کا نام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہما اللہ ہے۔ اس لئے یہ خانقاہ جہاں رشد و ہدایت کا مرکز تھی وہاں جدوجہد آزادی اور سامراج کی سرکوبی کے لئے ایک عظیم قلعہ تھی۔ ہندوستان کی آزادی کے عظیم مجاہد حضرت شیخ الہندؒ اسی خانقاہ کے مورث اوّل حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری سے آزادیٔ ہند کے لئے مشورہ کرتے آزادی کے پروگرام اور منصوبے بناتے۔ اسی حسین امتزاج کے پیشِ نظر آزادی کے عظیم جرنیل امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اور دیگر مجاہدین آزادی اسی خانقاہ سے وابستہ تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ اسی خصوصیت کی بناء پر شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کا عزت و احترام سے نام لیتے اور آپ کی قدر و منزلت فرماتے تھے۔

چند گوئی اے مذکر شرح دیں — خاموش باش — دین ما در ہر دو عالم صحبت جانان ماست!

مکتوب گرامی

کہتی ہے خلق خدا ہم کو غائبانہ کیا!

محترم المقام حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب جالندھری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سانحہ ساہیوال کا علم ہو کر بے حد صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

جامعہ رشیدیہ کو اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے سلسلہ میں جہاد اور قربانی کی جو توفیق بخشی ہے وہ

ع ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں!

حادثہ کی اطلاع پاتے ہی صدر مملکت، راجہ ظفر الحق، گورنر پنجاب اور آئی جی پولیس پنجاب کو اس مضمون کا تار دیا گیا کہ:

"ساہیوال میں مرزائیوں کی غنڈہ گردی حتیٰ کہ مسلمانوں کو شہید کرنے تک کے حادثہ کا فوری نوٹس نہ لیا گیا تو یہ خود حکومت کے حق میں مضر ثابت ہوگا!"

یہ تار راقم الحروف قاضی عبدالکریم مہتمم جامعہ نجم المدارس کلاچی اور قاضی عبداللطیف صاحب ممبر مجلس شوریٰ پاکستان کے دستخطوں سے بھیجا گیا۔ خود جامعہ رشیدیہ کو بھی ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کا تار روانہ کر دیا گیا۔ امید ہے کہ ملا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات اور جامعہ رشیدیہ اور تمام امت مسلمہ کا حافظ و ناصر ہے اور غداران ختم نبوت اور حامیان ارتداد کو ہمیشہ کے لئے خائب و خاسر گردانے۔ ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

خدا کرے حضرت الاستاذ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ کی صحت تسلی بخش ہو رہی ہو۔ شہداء ختم نبوۃ کے سلسلہ میں حضرت مہتمم صاحب کو نجم المدارس کی جانب سے تعزیت پہنچائی جائے۔ والسلام

(حضرۃ مولانا) عبدالکریم ——— کلاچی

از:

مکرمی و محترم المقام حضرت العلام مولنا فاضل حبیب اللہ رشیدی زیدمجدکم

سلام مسنون! امید کہ مزاج سامی بالخیر ہوں گے۔

۲۶ اکتوبر کے واقعہ اور اندوہناک خبر سے حد درجہ رنج و قلق ہوا۔ دارالعلوم جامعہ رشیدیہ کے فاضل مدرس اوران کے رفیق کی شہادت' قومی اور ملی تاریخ میں ایک نازک موڑ ہے جامعہ رشیدیہ اس سے قبل بھی کئی حادثات اور سخت امتحانات میں اپنی استقامت اور بے مثال عزیمت کے لازوال نقوش تاریخ کے صفحات میں ثبت کرچکا ہے۔ حالیہ عظیم قربانی اور مرزائیوں کا سفاکانہ اقدام، ملت کی تاریخ میں شاید کسی عظیم انقلاب کا پیش خیمہ ہو!

دارالعلوم حقانیہ اور یہاں کا تمام علمی حلقہ اور حقانی برادری آپ کے ساتھ اس دکھ درد اور غم میں برابر کی شریک ہے اور مرزائیت کے خلاف جو عظیم کردار آپ نے اور آپ کے جامعہ نے ادا کیا ہے علماء اور ملت مسلمہ کو ہمیشہ اس پر فخر رہے گا!

ہماری دلی ہمدردیاں اور ممکنہ تعاون آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولنا عبدالحق صاحب مدظلہ بھی اس حادثہ سے حد درجہ رنجیدہ ہوئے اور آپ کے ساتھ برابر غم میں شریک ہیں۔ تسلیمات و دعا عرض کرتے ہیں۔

والسلام

(مولانا) سمیع الحق مدیر الحق ناظم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک [illegible] پاکستان

دینی مدرسہ جامعۃ مدنیہ

اٹک شہر۔ پاکستان

محترم المقام جناب فاضل رشیدی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الشہید نمبر ملا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات مزید بلند فرمائے جو عظیم قربانی دے کر پرچم ختم نبوت کو مزید بلند کر گئے۔
اس لفافہ میں ایک ہزار روپے کا ڈرافٹ ارسال ہے۔ یہ معذرات شہدائے ختم نبوت کے سلسلہ میں ادا و قرض میں قبول
فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ باقی کا بھی سبب فرما دے گا۔ میرے بیٹے کے نام مندرجہ ذیل پتہ پر ایک سال کے لئے الرشید جاری
فرمادیں۔ چندہ کی رقم سے مجھے مطلع فرمائیں۔ میں ارسال کر دوں گا۔ پتہ: قاضی محمد ارشد الحسینی پوسٹ بکس نمبر ... اٹک

اس الشہید نمبر میں مولانا ابوالکلام آزاد کا مضمون حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۹ پر یہ عبارت درج ہے:
"چنانچہ وصیت پاک یہ تھی کہ آپ کی قبر ایسی جگہ نہ بنائی جائے کہ اہل عقیدت اسے سجدہ گاہ بنالیں۔ اسلئے حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق حجرۂ عائشہ صدیقہؓ میں قبر کھودی گئی جہاں آپ نے انتقال فرمایا تھا۔"
حالانکہ الشیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہابؒ نے بھی یہ تصریح فرمائی ہے کہ،

فقال ابوبکر انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض۔

(مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص۴۷۱)

جیسا کہ حدیث میں ہے: روی یحییٰ عن ابی ملیکہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما هلک نبی الا دفن
حیث تقبض روحہ۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص۳۱۹)

اسی طرح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کے بارہ میں تصریح ضروری ہے کہ وہ یہ جنازہ نہ تھا کہ امت نبی
کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال کرے بلکہ وہ تو درود شریف پڑھا گیا تھا۔ جسے علماء حدیث اور ارباب سیرت نے
اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اسی طرح مزار اقدس میں آپ کے بستر کا بچھانا ان کے لئے نہ تھا وہاں کی مٹی کے
احترام کا تھا۔
اپنی دعاؤں میں خصوصاً دعاء حسن خاتمہ میں اس گنہگار کو یاد فرمایا کریں۔

والسلام طالب دعاء حسن خاتمہ

محمد زاہد الحسینی عفرلہ

نوٹ: اسکی تحقیق نقل اخبار میں بھی اس نے اس گنہگار کا تو یہ مشورہ ہے کہ ایسے عنوانات پر مستقل قلم اٹھایا جائے۔

مَكتبة جَامعة عَربيّة

جی۔ٹی روڈ گوجرانوالہ

مکرمی فاضل رشیدی صاحب !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الرشید کا "الشہید نمبر" وصول ہوا۔ رسالہ کھولتے ہی غمناک خبر سے سامنا ہوا۔

معلوم ہوا کہ میرے بچپن کے دوست اُستاذ بھائی مولانا عبدالعزیز صاحب رائپوری کا انتقال ہوگیا۔ وہ اور میں اور مولانا خیر محمد صاحبؒ مقام گنجہ متصل لالہ موسیٰ ضلع گجرات میں حضرت مولانا سلطان احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے رہے ہیں۔ وہ بڑی کتابیں پڑھتے تھے اور میں چھوٹی کتابیں پڑھتا تھا۔ گنجہ میرے گاؤں سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب مرحوم اپنے دوست مولانا سلطان احمد صاحب مرحوم کے ہاں اپنے دونوں شاگردوں کو چھوڑ گئے تھے۔ آپ کے رسالہ "الشہید" میں لکھا ہے :

"درمیان میں ایک سال کے لئے حضرت مولانا خیر محمدؒ کی طرح حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کو مدرسہ کٹھالہ شیخاں گجرات بھیجا تھا "

یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ کٹھالہ شیخاں میں حضرت مولانا سلطان محمود صاحب دہلی سے اپنے گھر پاکستان قائم ہونے کے بعد آئے تھے جبکہ دونوں حضرات تحصیل علم سے فراغت پا چکے تھے۔ دوسری دفعہ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم کے دیوبند میں چند دن کے لئے ملاقات ہوئی۔ مولانا نہایت سادہ شگفتہ مزاج تھے۔ میں بچپن کی حالت بیان کر رہا ہوں۔ فراغت کے بعد پھر ملاقات نہیں!

نوٹ : کاتبین کے سہو میں سے ایک لفظ تَربِیَت ہے جس کو کاتبین تربیّت یا مشدد سے لکھا کرتے ہیں میں اس پر گرفت کر کے دوبار ماہنامہ "ترجمان القرآن" ہفت روزہ "ایشیا" اور "اذان" بر بنگم (انگلینڈ) کو لکھ چکا ہوں۔ آپ کے "الشہید" میں یہی سہو موجود ہے۔ (۱،۲) ص ۳۹ سطر ۱۲ و ۱۵ (۳) ص ۴۱ سطر ۹ (۴) ص ۴۹ سطر ۹۔

یہ عریضہ میں نے کٹھالہ شیخاں کی تصحیح کے لئے لکھا ہے۔

والسلام

(حضرۃ مولانا شیخ الحدیث) محمد چراغ مہتمم جامعہ عربیہ

جی۔ٹی روڈ گوجرانوالہ

مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل

مشیر برائے اقتصادیات اسلامی

جناب محترم مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپکے موقر جریدہ "الرشید" کا "شہید نمبر" موصول ہوا۔ اور اول سے لیکر آخر تک پوری توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا۔
شہید قاری بشیر احمد صاحبؒ اور طالبعلم اظہر رفیقؒ کا حادثہ شہادت جس دن پیش آیا تھا اسکے دوسرے دن میں فیصل آباد گیا تھا وہاں اطلاع ہوگئی تھی۔ وہاں سے ایک تعزیتی خط لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ راہ حق اور مسئلہ ختم نبوت کے ان دو جانثار شہداء کو شہدائے بدر و احد کی رفاقت نصیب فرمائے اور قراء اور شہداء حبیب یمامہ کی صفوں میں انکو شامل کر کے اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے اور ہم گنہگاروں کے لئے شفیع بنائے۔ واقعہ بڑا دردناک ہے۔ ع اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
ان کی شہادت انشاء اللہ تعالیٰ قادیانیت کی موت ثابت ہوگی۔ اس دفعہ ربوہ کا سالانہ جلسہ نہ ہو سکا اس سلسلہ کی کامیابی کا آغاز ہے اور امید ہے کہ اگر علماء کرام کی مساعی جمیلہ اتحاد و اتفاق کیساتھ جاری رہیں تو یہ فتنہ ختم ہو کر رہے گا۔ آپ کے مدرسہ اور "الرشید" نے اس سلسلہ میں جو خدمت سرانجام دی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور آپ کے لئے ذخیرۂ عقبیٰ بنائے۔

اس نمبر میں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کی وفات کے حادثہ فاجعہ کا بھی ذکر ہے۔ چند مرتبہ میں نے بھی حضرت مرحوم کی زیارت کی ہے اور مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اجمالاً تو مجھے ان کے علم و فضل کے بارے میں اور ان کے والد گرامی کی نسبت کا علم تھا مگر اس نمبر کے ذریعے مجھے ان کی تفصیلی سوانح کا علم ہوا۔ میں طبعاً اہل علم اور خاص طور سے دارالعلوم کیساتھ نسبت رکھنے والے حضرات کے حالات زندگی، علمی خدمات وغیرہ معلومات حاصل کرنے کا شوق رکھتا ہوں۔ اس لئے میں نے تمام حالات تفصیل کیساتھ پڑھے اور ان کے ساتھ عقیدت اور بڑھ گئی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت نصیب فرمائے اور علم دین کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کو قبول فرما کر جنت کی ابدی نعمتوں سے نوازے۔ آپ کے استاذ اور مربی اور محسن تھے اس لئے ضروری ہے کہ ان کے حق میں دعاؤں کیساتھ تعزیت آپ کو کی جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مرحوم کے تمام متوسلین و متعلقین کو صبر جمیل اور اجر خیر عطا فرمائے اور ان کی برکتوں سے آپکو اور جامعہ رشیدیہ کو مالا مال کرے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کی بیماری کا بھی علم ہوا۔ انکی خدمت میں میری طرف سے عیادت کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفاء کامل عطا فرمائے تاکہ تعلیم و تدریس کی دینی خدمت سے طلبہ کو فیضیاب کر سکیں۔

فقط والسلام

(حضرت مفتی) سید سیاح الدین کاکاخیل اسلام آباد

مدارس قرآنیہ

عبدالعلیم رائپوری
ناظم جامعہ رشیدیہ
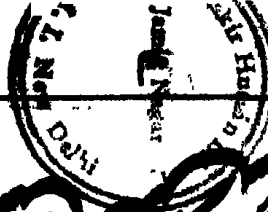
رائپوری بزرگوں کا صدقہ جاریہ

○ جملہ مدارس عربیہ اسلامیہ ہند و پاک دارالعلوم دیوبند کا صدقہ علمیہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے بعد پنجاب میں سب سے قدیم مدرسہ رشیدیہ رائپور ضلع جالندھر تھا۔ رائپور سے جو اعاظم رجال پیدا ہوئے اس سے رائپور مدارس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً حضرت مولانا رشید احمد سلفی بانی جامعہ سلفیہ مدینہ منورہ ہے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد انوری مولانا عبدالجبار حصاروی مبلغ دارالعلوم دیوبند، مولانا عبداللہ خان صاحب خطیب عیدگاہ ساہیوال وغیرہم اکابر ہیں۔

○ حضرت اقدس مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام نامی پر حضرت کی حیات میں حضرت کی اجازت سے "مدرسہ رشیدیہ" تجویز ہوا۔ جس کا سنگ بنیاد حضرت قبلہ شاہ عبدالرحیم رائپوری نے رکھا تھا۔ اس کی سرپرستی حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے اور آبیاری حضرت مولانا فضل احمد صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ اس کو علمی پروان چڑھانے والے حضرت مولانا حافظ محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب رائپوری رحمہ اللہ علیہ۔ اور حضرت تایا جی مرحوم مولانا عبدالعزیز صاحب ۱۷/۱۱ اراں۔ اور حضرت والد محترم پیرجی عبداللطیف رحمہ اللہ تھے۔

○ خصوصیت سے "جامعہ رشیدیہ ساہیوال" مدرسہ تجوید القرآن چیچہ وطنی، مدرسہ صابریہ ۱۱/۱۱ اراں چیچہ وطنی مدرسہ قادریہ ہجریہ، مدرسہ قرآنیہ چک ۱۳۰ گ ب ٹوبہ آج بھی علمی و عملی رائپوری حضرات کی یادگار اور صدقہ جاریہ ہیں۔

○ جامعہ رشیدیہ جس کا شمار نہ صرف ملک میں بلکہ بیرون ملک دور دور تک علمی شہرت رکھتا ہے کے احیاء و قیام سے لے کر اب تک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رائپوری مدظلہٗ اور حضرت فاضل رشیدی جن کی جری اور دن رات کی محنت سے اس کے استحکام کا باعث بنے یہ انہی حضرات کا حصہ ہے۔ حضرت تایا جی کی سراپا برکت شخصیت کے اٹھ جانے کے بعد حضرت شیخ الحدیث اور حضرت ناظم صاحب دونوں یہی بزرگ ہمارے لئے شفقت و محبت کا سایہ ہیں۔

○ حضرت شیخ الحدیث مسلسل علیل چلے آ رہے ہیں اور گزشتہ چند ہفتوں سے حضرت ناظم صاحب بھی شدید بیمار ہیں دونوں حضرات کے لئے خصوصیت سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ دونوں بزرگ ہمارے لئے شفقت و محبت کا سایہ ہیں اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔

جامعہ رشیدیہ

دین کی بہار ہے جامعہ رشیدیہ — علم کا وقار ہے جامعہ رشیدیہ

جامعہ رشیدیہ رُوح ہے یقین کی — جانِ اعتبار ہے جامعہ رشیدیہ

اسمیں کوئی شک نہیں عاشقانِ علم کی — جان کا قرار ہے جامعہ رشیدیہ

بھر رہے ہیں اپنے ظرف جس سے تشنگانِ علم — بس وہ جوئے بار ہے جامعہ رشیدیہ

یہ مرا وطن اگر باغ ہے تو باغ میں — نغمۂ ہزار ہے جامعہ رشیدیہ

وہ فقیہ[لہ] جسکو تھا اِک خُدا کا آسرا — اُس کی یادگار ہے جامعہ رشیدیہ

آندھیوں کی زد میں بھی یہ سدا ڈٹا رہا — مثلِ کوہسار ہے جامعہ رشیدیہ

حاسدوں کی آنکھ کو خیرہ کر رہا ہے جو — لعلِ تابدار ہے جامعہ رشیدیہ

علمِ دیں کو اے امینؔ ہم کہیں نگار اگر
حجلۂ نگار ہے جامعہ رشیدیہ

○

سید امین گیلانی

لہ حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحبؒ بانی جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔

Phone .2356 | REGD. L .8054

MONTHLY. ALRASHID. SAHIWAL

بحمداللہ وبفضل رسول اللہ ! ادارہ جامعہ رشیدیہ صرف ایک درسگاہ ہی نہیں بلکہ دینی وملی تربیت گاہ ہے۔
نیز وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق فوقانی مدارس کا نمائندہ اور دارالعلوم دیوبند کے طرز وطریق پر عامل ہے !

جامعہ میں تلاوت وتعلیم کتاب۔ تدریس حکمت وحدیث کیساتھ تقریر۔ تحریر کے ذرائع ابلاغ سے
تبلیغ اسلام۔ توحیدِ خالص کا پرچار۔ مقام وکلام رسالت وختم نبوۃ کے تحفظ۔ اسلامی نظامِ تعلیم کا جہاد جامعہ کے اساسی مقاصد میں شامل ہے۔

جامعہ رشیدیہ سیاسیات حاضرہ میں عملاً غیر جانبدار۔ محض علمی صرف عملی خدمات انجام دیتا ہے اور اسلامی تقاضوں
کو پورا کرتا ہے۔ اور آئندہ بھی جامعہ کے اقدامات تعلیم۔ تبلیغ۔ تربیت تزکیہ۔ اصلاح ذات البین۔ اتحاد المسلمین ہوں گے !

جامعہ انشاءاللہ جملہ امتحانات کے لئے مستعد اور ثابت قدم ہے۔ ابتلاء وآزمائش میں حضرات اکابر اصحاب جماعت
احباب رشیدیہ۔ ہر قسم کا عملی تعاون۔ امداد ونصرت فرماکر ہماری سرپرستی۔ حوصلہ افزائی فرماکر نیز ہم ضعفاء اور
خادموں کے لئے صبر واستقلال واستقامت کی ادعیہ فرماتے رہیں اور
دامے۔ درمے۔ قدمے سخنے۔ قلمے توجہ سامی فرماکر عنداللہ ماجور ہوں !
عملہ ادارہ وجامعہ کا عزم ؛

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

الرشید
جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا دینی و تبلیغی مجلہ
أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي
میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں (حدیث نبویؐ)
أنا آخر الأنبياء وأنتم آخر الأمم
میں آخری نبی ہوں، اور تم آخری امت (حدیث نبویؐ)
خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ
ماہنامہ الرشید
بادارت
فاضل حبیب اللہ
صدر مہتمم و ناظم اعلیٰ
جامعہ رشیدیہ
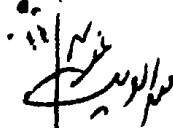
JAMIA RASHIDIA (REGISTERED), SAHIWAL

RECEIPTS AND PAYMENTS ACCOUNT FOR THE YEAR ENDING 30 ZILHAJ, 1404 HIJRI

RECEIPTS	AMOUNTS Rs.	TOTAL Rs.
OPENING BALANCE		
With Banks:		
Habib Bank Limited A/c No.394	144,700.00	
" " " PLS.Term Deposit	100,000.00	
" " " PLS. Account	102,642.00	
National Bank of Pakistan	23.00	
Muslim Commercial Bank Ltd., PLS A/c No.176	103,752.00	
CASH in hand	6.35	451,123.35
RECEIPTS DURING THE YEAR		
DONATIONS		
Local	89,504.03	
From Abroad	12,645.56	102,149.59
Other Receipts		
Sales of skins, etc.	107,564.20	
Mosque Fund	1,148.00	
Sadquat	157,793.47	266,505.67
ZAKAT		
From Government	100,000.00	
From others	364,473.36	464,473.36
PROFIT FROM BANKS		
Habib Bank Ltd., Term deposits	14,149.00	
Habib Bank Ltd., PLS. A/c.	5,037.00	
Muslim Commercial Bank PLS.A/c.	2,993.00	22,179.00
SUBSCRIPTION		
For Al-Rashid (Monthly Journal)		6,183.50
LOANS		
Payable to Fazal Ahmad		101.72
		1,312,716.19

NAZIM ALA

MOHTASIB KHAZIN

مؤتمر ابناء دارالعلوم و اخوان دیوبند پاکستان کا ترجمان

حضرت مولانا حافظ مفتی خیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ رائپوری بانی جامعہ رشیدیہ

شمارہ : ۱۲
مارچ ۱۹۸۵ء

الرشید

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

مدیر مسئول و ناشر
عبدالرشید ارشد

خطاط
حزب اللہ شاکر

بنظامت
(پیرجی) عبدالعلیم رائپوری

مقام اشاعت
۳۲/اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹر
مناہج الدین اصلاحی
شرکت پرنٹنگ پریس

سالانہ چندہ : ۲۵/- روپے
فی شمارہ : ۳/- روپے

آئینہ مضامین

راشدات	ادارہ	۲	جواب آں غزل
استفتاء		۵	قادیانیات
ایک جواب	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۹	مردانگیت

ان کی اجتہادی خطاء پر اللہ کریم ورحیم نے چوتھے پارہ، سورۃ آل عمران میں دو تین دفعہ توجہ فرماتے ہوئے ولقد عفا عنکم۔
عفا اللہ عنہم فرمایا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ فاعف عنہم واستغفر لہم وشاورہم فی الامر
[illegible] کی وضاحت فرمادی۔ کہ ایسے شہداء کو مُردہ نہ کہو اور [illegible] ان کی غلطیاں نہ نکالو اور پھر
[illegible] کسی کی برائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو لوگ ان کے خلاف بدزبانی کرتے ہیں جیسا کہ منافقین نے
[illegible] ما اطاعونا ما قتلوا الخ وہ غیر مسلم مرزائی ہوں گے یا مرزائی نواز۔ کوئی سچا مسلمان
نہیں کرسکتا کہ ان کی غلطیاں بیان کرے یا ان کے عزائم کی تنقیص یا تنقید کرے۔ جو لوگ نادانی سے ایسا سمجھتے ہیں
[illegible] اپنا ایمان بچانا چاہیئے ورنہ ان کے ایمان کا خطرہ ہے کہ معاملہ مسئلہ شہداء کا ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون۔
فرحین بما اٰتھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا
بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یستبشرون
بنعمۃ من اللہ وفضل وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین۔

"اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس
کھاتے پیتے۔ خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں
ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے۔ اس واسطے کہ نہ ڈر ہے
ان پر اور نہ غم ان کو۔ خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے۔ اور اس بات پر کہ اللہ ضائع
نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔"

ارواحِ شہداء پکارتی ہیں؛

ہری ہے شاخِ تمنا ابھی جلی تو نہیں
دبی ہے آگ جگر کی مگر، بجھی تو نہیں

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر، جھکی تو نہیں

[illegible] مرحوم کی زبانی، ارواحِ شہداء نے کہا؛

سرزمینِ پاک سے جھوٹے نبی کا وجود
اب مٹانا ہی پڑا ہے تو مٹایا جائے گا۔

(قاری بشیر احمد حبیبؒ)

کٹ مروں گا خواجۂ کونین کے ناموس پر
سر کٹانے ہی [illegible] میں کٹایا جائے گا۔

(اظہر رفیق)

مجلس تحفظ ختم نبوت کی مساعی سے خدا کے [illegible] ۱۹ فروری ۸۵ء کو مارشل لا

باقی صفحہ ۸ پر

استفتاء

حضرات علماء اسلام ومفتیانِ عظام سے استفسار ہے!

(۱) مسلمانوں اور مرزائیوں کے کلمہ شریف میں مفہوم اور مراد کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ اور مرزائیوں اور مسلمانوں کے اسلام میں کیا تمیز ہے؟

(۲) مرزائیوں کے معابد اور مسلمانوں کی مساجد میں کیا تفریق ہے؟

(۳) مرزائی اگر اپنے معابد میں اسلامی اصطلاحات وعنوانات مثلاً کلمہ شریف، کلام، آیاتِ قرآنی وغیرہ لکھیں تو ان کو مٹانا، ہٹانا یا تبدیل کرنا شرعاً جائز ہے؟

(۴) جو مسلمان مرزائیوں کے معابد میں مرزائیوں کے ہاتھوں شہید کر دیئے جائیں وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوں گے، اور شہید کہلائیں گے، ان کو برا بھلا کہنا اور ان کے اس مقصد کی تردید یا تنقیص کی اجازت ہوگی؟

بینوا توجروا۔

الجواب

باسمہٖ وحمدہٖ حامداً ومصلیاً ومسلماً

(۱) شاید آپ نے اس پر غور نہیں کیا کہ مرزائیوں کو کافر کس بناء پر قرار دیا گیا ہے اور کونسی قسم کا ان کا کفر ہے اور ان کے کفر کی ایک حیثیت ہے یا دو تین ہیں تو کیا کیا ہیں۔ اسی بناء پر کلمہ کا سوال ہے۔ جو لوگ خود مرزائی بنے ہیں تو اول مسلمان تھے۔ پھر مدعی نبوت اور موہین خدا وانبیاء کافر کو سچا بلکہ بزرگ یا نبی تک مان کر کافر ہوئے یعنی مرتد ہوئے اور جو احکام مرتدین کے ہیں وہ سب ان پر متوجہ ہو گئے۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ یہ خود کو مسلمان کہتے رہے اور ظاہری اسلام کے اعمال ادا کرتے رہے تو یہ مرتد بھی ہیں اور منافق بھی اور منافقت حقیقیہ کو جیسے علماء نے فرمایا ہے حضور کے زمانہ کے لئے خاص قرار دیا ہے اور بعد کے ایسے لوگوں کو زندیق قرار دیا گیا ہے تو یہ مرتد زندیق منافق ہوئے۔ منافقین زندیقوں کی عبادت، نماز، روزہ، انفاق، تلاوت کلمہ بظاہر سب مسلمانوں کا سا ہوتا ہے مگر حقیقت میں سب جھوٹ اور دھوکہ اور منافقانہ اعتقاد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ

يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔ (سورۃ منافقون)

اس آیۃ شریفہ سے معلوم ہوا کہ ان کے یہ ظاہری افعال سب جھوٹ اور دھوکہ ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ سب امور، اعمال صالحہ ہی تو ہیں۔ اور عمل صالح کے معتبر ہونے کے اور قابل قبول ہونے کے لئے مومن کی قید ہے۔ من یعمل من الصالحات وھو مؤمن۔ اس لئے جو مسلمان نہیں ہے اس کا کوئی کام عمل صالح اور مقبول آخرت ہونے کے قابل نہیں۔ نہ کلمہ نہ نماز نہ حج نہ زکوٰۃ نہ صدقہ وخیرات نہ تلاوت واذکار صرف دنیا میں ان کو نیک نامی یا دولت وعزت کا بدلہ دیدیا جائے گا آخرت میں جہنم کا عذاب " خالدین فیہا ابداً " ہی ہے۔ اس لئے ان کا ظاہر نیک عمل آخرت کے اجر کے لئے بالکل بےکار شے ہے۔ نہ وہ کلمہ ہے نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ وخیرات۔ دھوکہ کی ٹٹیاں ہیں بلکہ دھوکہ کے آلات تو خود جرم ہوتے ہیں نہ کہ قابل انعام۔

اس نمبر کے دونوں جزوں کا جواب نفی میں ہے۔ نہ ان کا کلمہ نہ اسلام صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کا سرمایہ ہے۔ نہ دین میں نہ دنیا میں نہ کلمہ نہ اسلام۔

③ مرزائیوں کے معابد کیا معنیٰ۔ یہ لوگ مرتد ہوئے اور غیر مسلموں کے مروّجہ دینوں میں سے کسی کو اختیار نہیں کیا کہ ان کے معابد ان کے معابد ہو سکتے۔ نہ کسی ملک میں کسی جگہ ان کا کوئی معبد بنا تھا۔ اپنے گھروں میں جو کچھ عبادت کچھ کرتے ہوں گے کرتے ہوں گے۔ کسی اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو جدید معابد بنانے کا حق نہیں اور نہ کسی مسجد میں ایسے لوگوں کا کوئی حق تو ان کے معابد کے کیا معنیٰ۔ آیات سے معلوم ہو رہا ہے کہ غیر مسلم کی کوئی نیک بات یا عبادت معتبر ہی نہیں کہ اس کے معتبر ہونے کی شرط ایمان مفقود ہے اس لئے دوسرے کافروں کے جو قدیم سے ڈھونگ بنے ہوئے ہیں اسلام نے ان کو ختم نہیں کیا اور نیا معبد بنانے کی کسی کو اسلامی ملک میں اجازت ہی نہیں۔ کافروں کا کوئی معبد حقیقی معبد ہو سکتا ہے؟ کہ بغیر شرط کے نہ عبادت نہ معبد

④ جائز ہی نہیں واجب ہے کہ اس سے ان کلمات وآیات کی توہین ہوتی ہے کہ یہ دھوکہ کا آلہ بنائی جا رہی ہیں اور مسلمانوں کو دنیوی دھوکہ سے بچانا بھی واجب ہے چہ جائے کہ دینی دھوکہ۔ خود ان کا معبد نام بھی دھوکہ ہی دھوکہ ہے کہ نہ ایمان نہ عبادت نہ معبد

⑤ مرزائیوں کے معابد کیسے، اسلامی حکومت میں کسی غیر مسلم کو نیا معبد قائم کرنا اسلامی حکومت کی بغاوت کا علم بلند کرنا ہے۔ اس لئے تمام علماء نے منع کیا ہے۔ اس کا کوئی حق ان کو نہیں دیا۔ جس مسلمان کو ظلماً یا مسلمان ہونے کی وجہ سے غیر مسلم قتل کر دیتا ہے معلوم نہیں اس کے شہید ہونے میں شبہ کیوں ہے۔ تمام احکام وقت وقت کے شہیدوں کے ان پر جاری ہوں گے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ اپنے اسلام وایمان پر قائم رہنا۔ ان کی حفاظت کرنا۔ دشمنوں سے بچانا۔ سب کام فی سبیل اللہ ہی تو ہیں۔ پھر قتل سے شہید ہونے میں کیوں شبہ ہے۔ جیسے اور شہید ہیں

کو مردہ کہنا گناہ ہے انکو بھی مُردہ کہنا گناہ ہے۔ واللہ اعلم۔　　(دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ۲ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ)

---

(۲)

ج : مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ آیت کریمہ " محمد رسول اللہ والذین معہٗ " کا مصداق ہے اور مرزائی اسکے دعویٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ مرزا کے مُرید اکمل کا مشہور قصیدہ ہے جس کے آخری دو شعر یہ ہیں؛

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　اور آگے سے ہیں بڑھکر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل　　غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

پس مسلمانوں اور مرزائیوں کے کلمہ میں یہ فرق ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک "محمد رسول اللہ" سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور مرزائیوں کے نزدیک اس سے مراد مرزا ہے۔ یا کم سے کم مرزا بھی اس کے مفہوم میں شامل ہے۔

۲: مسلمانوں کی مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور مرزائیوں کی عبادت گاہیں حافظ ابن تیمیہؒ کے بقول شیاطین کا گھر ہیں۔

۳: جس طرح کسی گندی جگہ کلمہ طیبہ اور آیات قرآنی لکھنا موجب بے ادبی ہے اور اس بے ادبی کا ازالہ واجب ہے اسی طرح کفر و زندقہ کے مراکز پر مقدس کلمات و آیات شریفہ کا چسپاں ہونا ان کی بے حرمتی ہے اور ان کا ہٹانا اور مٹانا ضروری ہے۔ سورہ منافقون میں ہے کہ منافق بارگاہ نبوی میں حاضر ہوتے تھے تو تلبیس اور دھوکہ دہی کی خاطر "نشہد انک لرسول اللہ" کہتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ یہ کلمہ تو مقدس ہے اور اللہ تعالیٰ خود بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ منافق جھوٹے ہیں۔ ٹھیک یہی صورت مرزائیوں کے کلمہ کی ہے۔

۴: جو مسلمان کسی کافر و زندیق کے ہاتھ سے ظلماً مارا جائے اس کے شہید ہونے میں کیا شبہ ہے؟ واللہ اعلم

محمد یوسف لدھیانوی
علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی　　۲/۴ - ۱۴۰۵ھ

(۵) باسمہ تعالیٰ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے بہت ہی بہتر جواب لکھا ہے۔ کلمہ طیبہ مٹانے کے سلسلہ میں لوگ جو اعتراض کرتے ہیں اس کا بہت ہی خوب جواب دیا ہے کہ قادیانیوں کی مساجد گندگی کے مقامات ہیں۔ گندگی کی جگہوں سے کلمہ طیبہ کا مٹانا ضروری ہے۔ فجزاکم اللہ خیرا الجزاء۔ واللہ تعالیٰ اعلم

المفتی ولی حسن
دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن
۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

(۳)

۱: مسلمانوں اور مرزائیوں کے کلمہ شریف میں مفہوم اور مراد کے اعتبار سے واضح فرق یہ ہے کہ جس وقت ایک مسلمان کلمہ شریف کے جزء "محمد رسول اللہ" کو پڑھتا ہے تو اس کے نزدیک محمد رسول اللہ مع تمام صفات (کہ منجملہ اس سے عاقب اور خاتم النبیین ہے) رسول مانتا ہے۔ اور جب ایک مرزائی یہ کلمہ پڑھتا ہے تو وہ کلمۃ حق ارید بہا الباطل کے قبیلہ سے پڑھتا ہے اور محمد رسول اللہ کو مع تمام صفات کے رسول نہیں مانتا اور محمد رسول اللہ کے صفاتِ عالیہ لازمیہ عاقب اور خاتم النبیین سے بالکل منکر ہے۔

۲: مرزائیوں اور مسلمانوں کے درمیان یہ تمیز ہے کہ مسلمانوں کے اسلام میں محمد رسول اللہ آخری پیغمبر ہے اور اس کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں۔ اور مسلمان شریعتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تا قیامت ہر لحاظ سے مکمل اور جامع تصور کرتا ہے اور جبکہ مرزائی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر نہیں مانتے بلکہ ان کے بعد غلام احمد قادیانی کو بھی پیغمبر مانتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کے نزدیک غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ پیغمبر ماننے کے بغیر اسلام ناقص ہے۔

۳: جبکہ مرزائیوں نے یہ معابد اسلام دشمنی کیلئے تعمیر کئے ہیں یعنی شریعتِ محمدی کی تردید کیلئے ان معابد کو بناتے ہیں لہٰذا ان معابد کو مساجد کہنا اور ماننا حرام ہے اور ان میں ذکر کرنا اور اس میں نماز پڑھنا حرام اور ممنوع ہے۔

۴: چونکہ یہ بات واضح ہوئی کہ ان معابد کو مساجد کہنا حرام ہے لہٰذا اس میں شریعتِ محمدی کے مقدس اسلامی اصطلاحات عنوانات کو شرعاً مٹانا جائز ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد ضرار کو گرادیا تھا اور ابھی تک وہاں گندگی کا ڈھیر ہے۔

۵: جب مرزائی قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ اور اجماعِ اُمت کے نزدیک کافر ہیں تو کافروں کے ہاتھوں ایک مسلمان کا قتل ہونا اس کے لئے شہادت ہے۔

اس کو بُرا بھلا کہنا یا مُردہ کہنا اور اس کے مقصد کی تردید یا تنقیص کی اجازت ہرگز نہ ہوگی!

فضل الرحمٰن

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ دارالافتاء جامعہ اشرفیہ پشاور

بقیہ: راشدات

کی ٹیم نے شہدائے ختم نبوت ساہیوال کے کیس کی سماعت شروع کرتے ہوئے ملزمان پر فردِ جرم عائد کر دی اور ۱۲ مارچ ۸۵ء سے مسلسل اس مقدمہ کی سماعت ہوگی۔ خدا کرے، عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں؛ اور قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے اور شہدائے ختمِ نبوت کی ارواح کو ایصالِ ثواب پہنچایا جائے اور ارواحِ شہداء کو بشارت ہو۔

ع شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی
کراچی

جناب حنیف رامے اور اعتزاز حسن کے مضمون کے جواب میں!

ع "باغبانوں نے سنا ہے کہ چمن بیچ دیا"

روزنامہ جنگ لاہور ۱۱ فروری ۸۵ء کی اشاعت میں جناب حنیف رامے کا ایک مضمون شائع ہوا۔ ؎ جس میں قادیانیوں کی بھرپور وکالت کی گئی ہے۔ مجھے کسی طرح یقین نہیں آتا کہ کوئی ذی فہم مسلمان جس کے دل میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذرہ محبت بھی ہو اور جو قادیانی کفر و ارتداد سے واقف بھی ہو وہ ان خیالات کا بھی اظہار کرسکتا ہے۔

قادیانیوں نے کلمہ کے پردہ میں اسلام کے نام پر جن کفریہ عقائد کو چھپا رکھا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

الف: موجودہ دور میں "محمد رسول اللہ" کا ظہور مرزا قادیانی کی شکل میں ہوا۔ اس لئے قادیان کا اسود عنسی مرزا غلام احمد قادیانی (نعوذ باللہ) خود "محمد رسول اللہ" ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

ب: اور یہ کہ مرزا قادیانی کے زمانہ کی روحانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اقویٰ، اکمل اور اشد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی روحانیت پہلی رات کے چاند کی طرح ناقص اور بے نور تھی اور مرزا کی روحانیت چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور کامل ہے۔ حضورؐ کا زمانہ روحانی ترقیات کا پہلا قدم تھا اور مرزا کا زمانہ روحانی ترقیات کی آخری معراج ہے۔ (خطبہ الہامیہ)

ج: اور یہ کہ مرزا خدا کا "آخری نور" ہے۔ (کشتی نوح)

د: اور یہ کہ مرزا افضل الرسل ہے۔ کیونکہ آسمان سے کئی تخت اترے مگر مرزا کا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔

ہ: اور یہ کہ آسمان و زمین اور پوری کائنات کی تخلیق صرف مرزا کی خاطر ہوئی۔ (تذکرہ)

و: اور یہ کہ مرزا کی وحی نبوت نے شریعت کی تجدید کی ہے۔ اس لئے اب مرزا کی وحی اور تعلیم ہی پوری انسانیت کے لئے مدار نجات ہے۔ (حاشیہ اربعین نمبر ۴)

؎ اسی کی تائید و حمایت میں اعتزاز حسن نے بیان دیتے ہوئے حنیف رامے کی مکمل تقلید کا قلادہ زیب تن کیا اور حنیف رامے کا ہمنوا و ہم خیال ہونے کا ثبوت صاف طور پر مہیا کیا۔

ز : اور یہ کہ مرزا کے بغیر دین اسلام مُردہ، لعنتی، شیطانی اور قابل نفرت ہے۔ اور مرزا کو نہ ماننے والے تمام مسلمان کافر اور جہنمی ہیں۔ (اخبار الفضل ۔ براہین احمدیہ ج ۵ ۔ تذکرہ)

الغرض قادیانی عقیدہ کے مطابق "محمد رسول اللہ" کا دوبارہ ظہور مرزا قادیانی کی شکل میں ہوا ہے اور یہ دوسرا ظہور محمد عربی کے ظہور سے افضل واعلیٰ اور اکمل ہے۔ اس لئے مرزا خاتم النبیین اور آخری نبی بھی ہے۔ افضل الرسل بھی اور مدار نجات بھی۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ایک مُرید قاضی ظہور الدین اکمل نے مرزا کی شان میں یہ قصیدہ نعتیہ پڑھا اور مرزا قادیانی سے دادِ تحسین حاصل کی۔

امام اپنا عزیزو! اس جہاں میں — غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر — مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

قادیانی جو کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھتے ہیں تو محض اس لئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا منجھلا لڑکا مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے :

"مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔"
(کلمۃ الفضل مندرجہ ریویو آف ریلیجنز مارچ اپریل ۱۹۱۵ء)

انصاف کیجئے کہ کونسا باغیرت مسلمان ایسا ہوگا جو اس پاک سرزمین میں قادیان کے اسود عنسی مسیلمہ پنجاب مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ کی حیثیت سے برداشت کرے اور قادیان کے جعلی "محمد رسول اللہ" کے نام کا کلمہ لکھنے کی اجازت دے۔ پاکستان میں ایک معمولی کانسٹیبل کی جعلی وردی پہننے والے کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ "محمد رسول اللہ" کی جعلی وردی پہننے والوں کو کیوں کھلی چھٹی دے دی جاتی ہے؟ قادیانیوں کی عبادت گاہیں دراصل کفر وارتداد کے مرکز، الحاد و زندقہ اور بے دینی کے اڈے اور حافظ ابن تیمیہ کے بقول "بیت الشیاطین" ہیں۔ ان معنوی غلاظت خانوں پر کلمہ طیبہ، آیات قرآنی چپکانا ان مقدس کلمات کی توہین ہے۔ جس طرح گندگی کی جگہ سے مقدس کلمات کا مٹانا واجب ہے ٹھیک اسی طرح قادیانیوں کی عمارتوں سے کلمہ طیبہ اور دیگر مقدس کلمات کا مٹانا مسلمانوں کا فریضہ ہے اس کے باوجود اگر جناب حنیف رامے جیسے "دانشور" مرزائیوں کی وکالت کرتے ہیں تو اس کے سوا کیا عرض کیا جا سکتا ہے۔ ع۔ باغبانوں نے سُنا ہے کہ چمن بیچ دیا۔
ع۔ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

؎ خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

طاہر رشیدی

وہ سجدہ رُوحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں "منبر و محراب"

(جماعت سے معذرت کیساتھ)

"المنبر" جیسے اہل حدیث نے ۲۸ ردسمبر ۸۴ء کی اشاعت میں شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا جن مکروہ الفاظ میں تذکرہ کیا ہے اُس سے پاکستان میں مقیم حضرت شیخ العرب والعجم کے ہزارہا تلامذہ کے دل بہت مجروح ہوئے ہیں معاصر کو اپنی بات کہنے کیلئے اچھے الفاظ بھی مل سکتے تھے۔ مدیر اعلیٰ نے یہاں یہ "شریفانہ" زبان استعمال کر کے اپنے اور "المنبر" کے وقار میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔

دارالعلوم دیوبند سے قریب کی نسبت رکھنے والوں میں سے کسے معلوم نہیں کہ حضرت شیخ العرب والعجمؒ، پاکستان کی خیرخواہی اور بہبودی میں صفِ اوّل کے دُعاگو تھے۔ پاکستان بنانے میں تو آپ کی رائے کا اختلاف تھا لیکن پاکستان بننے کے بعد آپ نے ہمیشہ اس اسلامی ملک کی خیرخواہی چاہی اور اس کے استحکام کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ حضرت کے جو خدام نمازِ تہجد میں حضرت کے قریب ہوتے وہ جانتے ہیں کہ آپ کس طرح رو رو کر پاکستان کی سربلندی اور کامیابی کے لئے دُعائیں کرتے تھے یہی حال پاکستان میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ اور امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا تھا۔ کس قدر ظلم ہے کہ پاکستان کے اس درجہ کے خیرخواہوں کو پاکستان دشمنوں میں جگہ دی جائے محض اس لئے کہ ابتداءً وہ اس تحریک کے خلاف تھے۔ اگر اس میں کچھ وزن ہو سکتا ہے تو کیا یہ بات بھی حقیقت نہیں کہ مدیر "المنبر" اور ان کے اسوقت کے سیاسی قائدین بھی تو اس تحریک کے خلاف تھے۔ تو کیا آج انہیں بھی دشمنِ پاکستان کہا جائیگا؟ ہم سمجھتے ہیں کہ کوئی ذی شعور اس فارمولے کی تصدیق نہ کرے گا۔

حضرت مولانا اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماءِ ہند خود برصغیر پاک و ہند کی ایک متنازعہ شخصیت ہیں۔ ان سے آج بھی کسی کو آراء و افکار میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ان سے کسی اختلاف کے وقت حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ جن کے نام اور کام سے پاکستان کے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکنیں وابستہ ہیں اور جن کے تلامذہ میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور امیر جمعیۃ علماء اسلام، محدثِ وقت حضرت مولانا سرفراز خاں صاحب، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب اور حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی مدیر جامعہ رشیدیہ جیسے سینکڑوں اعیانِ علم پاکستان میں علمی اور روحانی پیشوا سمجھے جاتے ہیں کے نام نامی کو ضرور شامل کیا جائے؟

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد غرض مند لوگوں نے ان علماءِ اسلام کو جو پہلے تحریک پاکستان کے خلاف تھے

مگر پاکستان بنتے ہی وہ اسے سمجھ کا تقدس دینے لگے تھے۔ بھائی پاکستان سے ملنے کا کوئی موقعہ نہ دیا تھا۔

حضرت مولانا اسعد مدنی جب اس دفعہ پاکستان تشریف لائے تو ان کی صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق سے ملاقات ہوئی اور بڑے خوشگوار ماحول میں وہ صدر پاکستان سے ملے۔ اس ملاقات پر ایک طبقہ آگ بگولا ہوگیا اور انہوں نے اسے ناکام بنانے کے لئے یہ بات گھڑی کہ حضرت مولانا اسعد مدنی "اپنے خانوادے کے پاک دامن پر گندگی کے کچھ چھینٹے اڑا کر واپس اپنی جنم بھومی بھارت چلے گئے۔ ایک تو قابل اعتماد روایات کے مطابق یہ بزرگ یہاں کے بعض کارکن "مذہبی لیڈروں" کو "مایا" کے کاغذی بنڈل (نوٹوں کی صورت) میں عطا فرما گئے کہ وہ اپنی "دینی خدمات" (؟) کا دائرہ اور وسیع کریں۔"

(المنبر ص۳ اداریہ)

ان الفاظ کو دیکھئے، کس قدر شریفانہ زبان ہے۔ پھر کسی کو یہ حق کیا ہے کہ ان سے اس دعوے کے دلائل پوچھے کہ مولانا اسعد یہاں نوٹوں کے بنڈل تقسیم کرنے آئے تھے۔

صدر پاکستان نے ریفرنڈم کا جب اعلان کیا مولانا اسوقت پاکستان میں تھے۔ یہ بات کس نے اڑادی کہ وہ ریفرنڈم کی فضا خراب کرنے کے لئے نوٹوں کے بنڈل ساتھ لائے تھے۔ پھر مدیر محترم کو اس بات کا کیسے پتہ چلا؟ کیا وہ بھی نوٹوں کے بنڈل وصول کرنے والوں میں شریک تھے؟

اور اگر مدیر محترم نے محض سُنی سُنائی بات کو ثقہ روایات کا درجہ دے دیا ہے تو مدارس کے طالب علم ان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اہل حدیث کے ہاں قبول روایت کا کیا یہی معیار ہے؟

اگر نہیں، تو ہم بجا طور پر عرض کریں گے کہ اس روایت مکذوبہ موضوعہ پر کوئی متصل روایت پیش کریں جس کے راویوں میں مفتری اور کذاب کوئی نہ ہو! اذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجہالۃ فتصبحوا علیٰ ما فعلتم نادمین۔

مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے باضمیر، باعقیدہ، ایسے باحوصلہ، ایسے باہمت فضلاء پیدا کرے جو اس ضمیر فروشی، اصول فروشی اور اخلاق فروشی کے دور میں روشنی کے مینار کی طرح قائم رہیں کہ وہ کہیں نہیں جاتا، اپنی جگہ پر کھڑا ہے۔ راستہ بتاتا ہے جیسے قبلہ نما! کہ آپ کہیں ہوں وہ آپ کو قبلہ بتادے گا، ہندوستان میں بتائے گا، پل پر رکھیں تو بتادے گا۔ یہ عالم کا کام ہے کہ زمانہ میں قبلہ نمائی کر رہے۔

قادیانیت

حضرت علامہ طالوت علیہ الرحمہ

۱۹۴۴ء

مرزائی ہم سے لڑتے ہی رہے　　کلمہ پر الزام جڑتے ہی رہے

کر کے پیشانی پہ سکے کا کلا　　ہر مسلماں سے جھگڑتے ہی رہے

بوٹ کی ٹو، چاٹ کر ٹٹ پہنچئے　　ناک چوکھٹ پر رگڑتے ہی رہے

پڑھ کے مرشد کی پچاسی الماریاں　　جوشِ وحشت میں اکڑتے ہی رہے

مذہبی اس کو فریضہ جان کر　　ٹامیوں کے پاؤں پڑتے ہی رہے

پھیری والے لدو ٹٹو کی طرح　　کھا کے جوتے بھی وہ اڑتے ہی رہے

سوزنِ تدبیر تکتی رہ گئی　　ان کے بخئے یاں اُدھڑتے ہی رہے

قادیانی، گمرہوں کے ذکر میں

اپنے منہ سے پھول جھڑتے ہی رہے

"جس دن مارشل لاء میں شہداء کا مقدمہ شروع ہوا۔ اُسی روز قاری بشیر احمد شہید کے گھر اللہ نے یتیم لڑکا دیا جس کا نام شہید احمد رکھا گیا۔"

قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ

گزشتہ سے پیوستہ

ختمِ نبوّت سے صریح انکار

ختم نبوّت سے صریح انکار کے لئے مرزا غلام احمد عجیب وغریب دلیلیں لاتے اور طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں:-

"محمدی ختم نبوّت سے بابِ نبوّت بکلی بند نہیں ہوا کیونکہ بابِ نزولِ جبرئیل بہ پیرایۂ وحیٔ الٰہی بند نہیں ہوا"

(تشحیذ الاذہان۔ قادیان نمبر ۸ ۔جلد ۱۲ اگست ۱۹۱۷ء)

"اور بالآخر یاد رہے کہ اگر ایک امتی کو جو محض پیروئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درجۂ وحی اور الہام اور نبوّت کا پاتا ہے۔ نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوّت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ اُمتی ہے"

(چشمۂ مسیحی۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۴۱)

"ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ مگر ختم کے وہ معنی نہیں جو "احسان" کا سوادِ اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ وارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوّت کی نعمتِ عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کریں گے"

(اخبار الفضل۔ قادیان جلد ۲۷، نمبر ۲۱۸ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

"اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوّت ختم ہو چکی ہے تو اس امت میں نبی کس طرح ہو سکتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے عزّ وجل نے

اس بندہ (یعنی مرزا صاحب) کا نام اسی لئے نبی رکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ کی نبوت کا کمال امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو اہلِ عقل کے نزدیک بے دلیل ہے۔"

(ترجمہ استفتاء عربی ضمیمہ حقیقت الوحی ۔ص ۱۶)

مرزا غلام احمد نے ختم نبوّت کے سلسلے میں اپنے فاسد خیالات کے اظہار کے لئے نہایت گستاخانہ اندازِ بیان بھی اختیار کیا ہے جو اہانتِ رسول سے کم نہیں ۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں :۔

" وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الٰہیّہ سے مشرّف ہو سکے ۔ وہ دین لعنتی اور قابلِ نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حیّ وقیّوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نومیدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی ۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۹ ۔ از مرزا غلام احمد)

" اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ بابِ نبوّت کے بکلّی بند ہونے کے عقیدے کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے ... کہ مان لیا جائے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئے گا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کا فیضان ناقص اور آپؐ کی تعلیم کمزور ہے کہ اس پر چل کر انسان اعلیٰ سے اعلیٰ

انعامات نہیں پا سکتا۔۔۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعثتِ انبیاءؑ کو بالکل مسدود قرار دینے کا مطلب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو فیضِ نبوت سے روک دیا اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو بند کر دیا۔ اب بتاؤ اس عقیدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اس کے خلاف (نعوذ باللہ من ذالک) اگر اس عقیدہ کو تسلیم کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپؐ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی مردود ہے"۔

(حقیقت النبوہ۔ ص ۱۸۶۔ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود)

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔ آپؐ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں"۔

(انوارِ خلافت از مرزا بشیر الدین محمود ص ۶۵)

"اگر کوئی شخص مخلّی بالطبع ہو کر اس بات پر غور کرے گا۔۔۔ روزِ روشن کی طرح اس پر ظاہر ہو جائے گا کہ مسیح موعود ضرور نبی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص کا نام قرآن کریم نبی رکھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی رکھیں، کرشن نبی رکھے، رزتشت نبی رکھے، دانیال نبی رکھے اور ہزاروں سالوں سے اس کے آنے کی خبریں دی جا رہی ہوں لیکن باوجود ان سب شہادتوں کے وہ غیر نبی کا غیر نبی رہے"۔

(حقیقت النبوۃ۔ مرزا بشیر الدین محمود۔ ص ۱۹۸)

دوسرے انبیاء سے مقابلہ

مرزا صاحب کا ایک عجیب و غریب دعویٰ یہ ہے کہ ان کا روحانی قدو قامت دیگر انبیا سے کہیں بلند ہے۔ اس قسم کے دعووں کی مثالیں دینے کے لئے ہم مرزا صاحب کی تحریروں میں سے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھا سکتا"

(حقیقت الوحی از مرزا غلام احمد قادیانی - ص ۱۵۳)

"اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے، لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے"

(چشمہ معرفت از مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۳۱۷)

"خدا نے میرے ہزارہا نشانوں میں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی لیکن پھر بھی جن کے دلوں پر مہریں ہیں وہ خدا کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے"

(تتمہ حقیقت الوحی - مرزا غلام احمد۔ ص ۱۴۸)

"خدا نے مجھ کو آدم بنایا اور مجھ کو وہ سب چیزیں بخشیں اور مجھ کو

خاتم النبیین اور سید المرسلین کا بروز بنایا اور بھید اس میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابتدا سے ارادہ فرمایا تھا کہ اس آدم کو پیدا کرے گا کہ آخری زمانہ میں خاتم خلفاء ہوگا۔" (خطبۂ الہامیہ از مرزا غلام احمد ص ۱۶۷)

"دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہینِ احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں۔، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اس کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت جری اللہ فی حلل الانبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول سب نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔"

(تتمہ حقیقت الوحی از مرزا غلام احمد قادیانی۔ ص ۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک فرد اور واحد وجود ایسا بھی ہوگا جو آپ کے اتباع سے تمام انبیاء کا واحد مظہر اور بروز ہوگا اور جس کے ایک ہی وجود سے سب انبیاء کا جلوہ ظاہر ہوگا اور وہ حسب ذیل کلام سے اپنے نطقِ حقیقت کو بیان فرمائے تو کچھ خلاف نہ ہوگا۔ یعنی

زندہ شد ہر نبی بہ آمدنم ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

اور یہ کہ

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اور یہ کہ

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

بعض دلچسپ اور عجیب وغریب تاویلات

احادیث نبویؐ میں بڑی صراحت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دمشق میں اتریں گے اور مسلمانوں کو عظیم فریب کار "الدجال" کے فتنہ عظیم سے نجات دلائیں گے لیکن مرزا صاحب اس حدیث کو مضحکہ خیز تاویل سے اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کے دعوے کے مطابق ان پر یہ الہام نازل ہوا ہے کہ دمشق سے مراد اصلی شہر دمشق نہیں بلکہ اس سے ایک ایسا مقام مراد لیا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو اپنے مذہبی رویہ کے اعتبار سے یزید کے کردار کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کے قول کے مطابق دمشق کے لوگوں کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کے لئے کوئی محبت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اپنے اوہام اور سفلی خواہشات کے تابع ہیں۔ وہ نفسِ امارہ کے مطیع ہیں اور روح انسانی کی ان کے دل میں کوئی قدر نہیں۔ وہ یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ سب خصوصیات دمشق کے لوگوں کی ہیں۔ اللہ نے مرزا غلام احمد پر وحی نازل فرمائی کہ قادیان کے لوگوں کی ایسی ہی خصوصیات ہیں۔ لہٰذا قادیان دمشق کا مثیل ہے۔ جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونا تھا۔ (مفہوم از حاشیہ ازالۃ الاوہام۔ صفحات ۶۳ تا ۷۲)

قادیان اور دمشق کو ایک قرار دینے کے بعد مرزا صاحب اپنے مسیح ابنِ مریم ہونے کی عجیب وغریب تاویل کرتے ہیں، جس میں پہلے وہ اپنے آپ کو مریم تصور کرتے اور پھر حضرت عیسیٰ کی روح اپنے اندر پھونکے جانے کا ماجرا بیان کرتے ہیں جس کا حوالہ اس سے پہلے آچکا ہے۔

گذشتہ چودہ سو سال کے دوران خاتم النبیین کی تمام دنیا میں مسلّمہ تشریح اور تفسیر یہ رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی اور

نبی نہیں آئے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بھی خاتم النبیین کی قرآنی اصطلاح کا یہی مفہوم لیتے تھے اور اسی غیر متزلزل عقیدے کی بنیاد پر وہ ہر ایسے آدمی کے خلاف صف آرا ہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمانۂ بعد میں اسلام کی پوری تاریخ کے دوران اُمّتِ مسلمہ نے ایسے کسی آدمی کو کبھی معاف نہیں کیا جس نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہو۔

نئے دعوائے نبوّت کے نتائج و اثرات
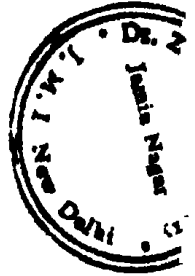
نبوّت کے دعوے کے مضمرات میں سے ایک حتمی چیز یہ ہے کہ جو شخص کسی مدّعیٔ نبوّت کی صداقت کا منکر ہو وہ خود بخود کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے قادیانیوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے کھلے الفاظ میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کے دعوائے نبوّت پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں۔ اس سلسلے میں بعض متعلقہ تحریروں کے اقتباسات حسبِ ذیل ہیں :۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا۔ وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینہ صداقت از میاں محمود احمد۔ ص - ۳۵)

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا۔ یا محمدؐ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل۔ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی مطبوعہ ریویو آف ریلیجنز نمبر ۳۔ جلد ۱۴۔ ص ۱۱۰)

قادیانیت اسلام کے خلاف ہے

قادیانی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان وجہِ اختلاف صرف مرزا غلام احمد کی نبوّت ہی نہیں بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا خدا، ان کا اسلام، ان کا قرآن، ان کے روزے فی الحقیقت ان کی ہر چیز باقی مسلمانوں سے مختلف ہے۔ اپنی ایک تقریر میں جو الفضل کے ۳۰ر جولائی ۱۹۳۱ء کے شمارے میں "مسلمانوں سے اختلاف" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم قرآن، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔"

اسی طرح اپنی ایک تقریر میں جو اخبار بدر میں مؤرخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۱۱ء کو شائع ہوئی مرزا بشیر الدین محمود نے احمدیت اور اسلام کے مختلف ہونے کے بارے میں کہا۔

"تم اپنے امتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو۔ تم ایک برگزیدہ نبی (مرزا صاحب) کو ماننے والے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت (مرزا صاحب) کے زمانہ میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی اور غیر احمدی مل کر تبلیغ کریں مگر حضرت (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ تم کونسا

اسلام پیش کرو گے۔ کیا جو تمہیں خدا نے نشان دیئے، جو انعام خدا نے تم پر کیا وہ چھپاؤ گے۔"

نئے مذہب کے مضمرات

قادیانیوں نے اس ہمہ گیر قسم کے اختلاف کو اپنے منطقی نتائج کی آخری حد تک پہنچایا اور باقی مسلمانوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے اور اپنے آپ کو ایک علیحدہ امت کے طور پر منظم کیا۔ قادیانیوں کے لٹریچر سے مندرجہ ذیل شہادت اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ ہی میں یہی جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں، جائز نہیں۔"

(انوار خلافت۔ مجموعہ تقاریر مرزا بشیر الدین محمود۔ ص ۸۹)

"سیدنا حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف اور صریح الفاظ میں لکھا ہے کہ آپ کو خدا نے بتایا ہے کہ احمدیوں پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر، مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اگر کوئی احمدی ان تینوں قسم کے لوگوں میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھے گا تو اس کے عمل حبط ہو جائیں گے اور اس کو پتہ بھی نہیں لگے گا۔

(اخبار الفضل قادیان۔ جلد ۸۔ نمبر ۳۱۔ مؤرخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ وہ ہمارے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔"

(انوارِ خلافت۔ ص ۹۰۔ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان)

غیر احمدی سے رشتے کی ممانعت

مرزا غلام احمد نے ایک قادیانی کے خلاف جس نے ایک غیر قادیانی کو اپنی بیٹی نکاح کر کے دی تھی سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ ایک اور شخص نے بار بار اسی طرح کی اجازت چاہی اور بیان کیا کہ اسے حالات کا دباؤ ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے لیکن مرزا صاحب نے اس سے یہی کہا کہ اپنی لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد اس نے لڑکی غیر احمدیوں میں دے دی تو مرزا صاحب کے خلیفہ اوّل حکیم نور الدین نے اس شخص کو امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔

(انوارِ خلافت از میاں بشیر الدین محمود۔ ص ۹۳، ۹۴)

مرزا صاحب نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک روا رکھیں جس طرح کا سلوک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔ ان کی نمازیں غیر قادیانیوں سے الگ کر دی گئی ہیں۔ انہیں اپنی بیٹیاں مسلمانوں کے نکاح میں دینے سے منع کیا اور کسی قادیانی کو کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کا حکم دیا۔ (اس ضمن میں چوہدری ظفر اللہ کا کردار تمام دنیا کو معلوم ہے کہ انہوں نے قائداعظم کی نمازِ جنازہ میں بھی شمولیت نہ کی حالانکہ وہ موقع پر موجود تھے۔)

مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں :-

"غیر احمدی سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کے لئے اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت بھی ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود کو بھی سلام کیا۔

(کلمۃ الفصل از بشیر الدین محمود مطبوعہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز نمبر ۳ جلد ۱۴ - ص ۱۶۹)

سامراجیوں کے ساتھ وفاداری

تحریک قادیانیت کی ابتدا ہی سے قادیانی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ ایک نئی نبوت کا دعویٰ کسی آزاد اسلامی مملکت میں پروان نہیں چڑھ سکتا۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان کبھی اس قسم کے دعوے کو گوارا نہیں کر سکتے اور اس قسم کی سرگرمیوں کی کبھی اجازت نہیں دے سکتے جس سے امت کے استحکام کو نقصان پہنچے۔ وہ اس سلوک کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں جو ابتدائے اسلام سے آج تک کذابوں یعنی نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے ساتھ روا رکھتے چلے آئے ہیں۔ وہ تاریخ اسلام کے حوالے سے جانتے ہیں کہ اس قسم کے جھوٹے ادعائے نبوت سے پیدا ہونے والے

نئے فرقوں کو اسلامی دنیا میں کبھی پھولنے پھلنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ لہٰذا ان کو کبھی یہ توقع نہ ہو سکتی تھی کہ دنیا کے کسی آزاد مسلم معاشرے میں ان کی اس نئی نبوت کو فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ان کی یہ نئی نبوت کسی غیر مسلم حکومت کے اندر ہی نشوونما حاصل کر سکتی ہے۔ لہٰذا وہ تمام اسلام دشمن قوتوں کو اپنی پوری وفاداری کا یقین دلاتے رہے ہیں۔ نام نہاد اسرائیلی فوج کے اندر اس کا وجود اب ایک کھلا راز ہے۔ اسرائیل کے اندر ان کا ایک مستقل دفتر قائم ہے۔
یہ بات ان کے مفادات کے عین مطابق ہے کہ مسلمان ہمیشہ غیر مسلموں کی ایڑیوں کے نیچے رہیں اور صرف اسی صورت میں انہیں کھل کھیلنے کے مواقع نصیب ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی سرگرمیوں کے شکار صرف معصوم اور ناخواندہ مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ مسلم عوام غیر مسلموں کے تسلط کے تحت ہی رہیں تاکہ وہ ان مسلمانوں کا اچھی طرح استحصال کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ ہمیشہ غیر مشروط اور پُر خلوص وفاداری کا اعلان کرتے چلے آئے ہیں، جبکہ ایک آزاد اور خود مختار مسلم ریاست ان کے لئے کبھی خوشی کا باعث نہیں رہی۔

مندرجہ بالا حقائق کے اثبات کے لئے مرزا غلام احمد اور ان کے پیروؤں کے چند در چند بیانات میں سے اقتباسات دیئے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک درجِ ذیل ہیں۔

"اس گورنمنٹ کا ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارا ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس (برطانوی حکومت) کے خلاف کوئی خیال اپنے دل میں رکھیں۔"

(مرزا غلام احمد قادیانی۔ ملفوظات احمدیہ جلد اول ص ۴۶)

"میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں، مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لہٰذا اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے سبب سے ہیں کیونکہ جدھر تیرا منہ ادھر خدا کا منہ ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۶۹۰ از مرزا غلام احمد قادیانی)

"یہ سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ۔ پھر تمہارا ٹھکانا کہاں ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ اس کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت بھی تمہیں نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو۔ سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا

ہے۔ سنو! انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے، تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم جان و دل سے اس سپر کی قدر کرو اور ہمارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے۔"

(اپنی جماعت کے لئے ضروری نصیحت' اشتہار من جانب مرزا غلام احمد قادیانی۔ مطبوعہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰۔ ص ۱۲۳)

سامراجی طاقت کے ساتھ وفاداری

لاتعداد مواقع پر مرزا غلام احمد نے برطانوی حکومت کے ساتھ اپنی گہری وفاداری اور خلوص کا اظہار کیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ وہ کیسے فخریہ انداز میں اپنے آپ کو برطانوی استعمار پسندوں کا قدیمی خیر خواہ کہتے ہیں۔ ایک اور موقع پر وہ اپنے آپ کو انگریزوں کا خودکاشتہ پودا کہتے ہیں۔ ہم مرزا صاحب کی بعض تحریروں کے اقتباسات دیتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ استعمار پسندوں کے کتنے گہرے وفادار ہیں۔

مرزا غلام احمد کی طرف سے ایک عرضداشت جو ہز ایکسیلنسی لیفٹیننٹ بہادر کو بھیجی گئی (جس کا متن تبلیغ رسالت جلد ہفتم مطبوعہ فاروق پریس قادیان' اگست ۱۹۲۲ء میں ہے) بڑی دلچسپ ہے۔ اس عرضداشت میں انہوں نے برطانوی حکومت کے ساتھ اپنے خاندان کی گہری وفاداری ان تعریفی سندات کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو کمشنر لاہور ڈویژن، فنانشل کمشنر پنجاب اور دیگر برطانوی افسروں نے اُن کے والد غلام مرتضیٰ کو برطانوی حکومت کی خدمات سرانجام دینے کے عوض عطا کی تھیں۔ وہ اپنے خاندان کے دیگر افراد کی وفادارانہ خدمات بھی گنواتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو ساٹھ سال کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں ....اور میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن و امان اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایۂ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص ۱۰۔ مؤلفہ قاسم علی قادیانی)

اس کے علاوہ وہ فخریہ انداز میں ان بے شمار کتابوں کا ذکر بھی کرتے ہیں جو انہوں نے حکومتِ برطانیہ کی حمایت میں لکھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں جو اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر، شام کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی

بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔

(تریاق القلوب۔ ص ۱۵۔ از مرزا غلام احمد قادیانی)

"میں بذاتِ خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں بہ صرفِ زرِ کثیر چھاپ کر بلادِ اسلام میں پہنچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار کر رہے ہیں کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لئے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لئے دلی جاں نثار۔"

(عریضہ بہ عالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی۔ منجانب مرزا غلام احمد قادیانی۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم۔ ص۔ ۶۵ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی)

"میں سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرے دوسرے

اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں مجھے پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے ۔۔۔ سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں ۔"

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی ۔ مصنفہ مرزا صاحب موصوف)

پاکستان کے اندر قادیانی ریاست کے لئے منصوبہ

قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی سب سے گھناؤنی سازش یہ تھی کہ اس نئی اسلامی مملکت کو ایک قادیانی حکومت میں تبدیل کر دیا جائے جس کے کرتا دھرتا قادیانی ہوں۔ مملکت پاکستان میں سے ایک حصہ کاٹ کر ایک قادیانی ریاست قائم کی جائے۔ قیام پاکستان کے ایک سال ہی کے اندر قادیانیوں کے سربراہ نے ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میں ایک تقریر کی جو ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے "الفضل" میں شائع ہوئی ۔ امیر جماعت احمدیہ نے اپنے پیروؤں کو مندرجہ ذیل نصائح دیں ۔

"برطانوی بلوچستان جسے اب پاک بلوچستان کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی کل آبادی پانچ لاکھ ہے ۔ اگرچہ اس صوبہ کی آبادی دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے لیکن ایک اکائی کے اعتبار سے بہت اہم ہے ۔ ایک مملکت میں اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے ایک معاشرے میں ایک فرد کی ۔ اس کی مثال کے لئے آدمی امریکہ کے دستور کا حوالہ دے سکتا ہے۔ امریکہ میں ہر ریاست کو سینٹ میں برابر نمائندگی ملتی ہے۔ چاہے کسی ریاست کی آبادی دس ملین ہو یا ایک سو ملین ۔ مختصر یہ ہے کہ اگرچہ پاک بلوچستان کی آبادی صرف پانچ لاکھ ہے یا ریاستوں کی آبادی ملا کر دس لاکھ سے زیادہ ہے ۔ ایک یونٹ

کے لحاظ سے اس کی اپنی اہمیت ہے۔ ایک بڑی آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن ایک چھوٹی آبادی کو احمدی بنانا آسان ہے۔ اس لئے اگر قوم پوری طرح اس معاملے کی طرف توجہ دے تو اس صوبے کو تھوڑے ہی عرصے میں احمدیت کی طرف لایا جا سکتا ہے۔ یاد رکھیں ہمارا تبلیغی مشن کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک ہمارا ایک مضبوط اڈہ نہ ہو۔ تبلیغ کے لئے ایک مضبوط اڈہ ابتدائی ضرورت ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کو سب سے پہلے اپنے اڈے کو مضبوط بنانا چاہیئے۔ کسی مقام پر اپنا اڈہ بنائیے۔ یہ اڈہ کہیں بھی ہو جائے۔ اگر ہم اس سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو ہم کم از کم ایک صوبے کو اپنا صوبہ کہہ سکتے ہیں اور یہ کام بہ آسانی کیا جا سکتا ہے "

یہ تقریر اپنی تشریح خود کرتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح قادیانیوں نے پاکستان کے اندر سے اپنا ایک ملک تراشنے کا منصوبہ بنایا تھا جیسا کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو کاٹ کر اپنی ایک امت بنالی تھی۔

قادیانیت کے خلاف ردِّ عمل

جب سے مرزا غلام احمد کی تحریروں میں انحراف کے اوّلین آثار نظر آنے لگے۔ سچے مسلمانوں نے واضح طور پر اس بات کا اظہار کر دیا کہ مرزا اور ان کے پیرو کافر ہیں اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ باقی علماء کے مقابلے میں علامہ اقبال ان پر زیادہ سختی سے معترض تھے۔ وہ انہیں اسلام کا غدار کہتے ہیں۔ اگرچہ علمائے دین کا ایک بڑا طبقہ ایسا تھا جس نے مرزا کے ارادوں کو ان کے مذہبی منصب کو ابتدا ہی میں بھانپ لیا تھا۔ تاہم بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں عام لوگوں نے ان کے حتمی ارادوں کو سمجھا۔

علماء اپنی دینی بصیرت کے بل بوتے پر قادیانی مسئلہ کو مذہبی ہتھیاروں سے حل کرنے میں مصروف تھے کیونکہ ان کی نگاہ میں ایک خالصتاً مذہبی تحریک تھی اور وہ اس کے مقابلے کے لئے ویسے ہی ہتھیار لے کر میدان میں اترے تھے۔ غالباً علامہ اقبال نے اس تحریک کے چہرے سے نقاب اٹھایا۔ ان کا خیال تھا کہ بانی تحریک کے "الہامات" کی با احتیاط نفسیاتی تحلیل شاید اس کی شخصیت کی اندرونی زندگی کے تجزیہ کے لئے مؤثر ثابت ہو سکے۔ قادیانی تحریک کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کی مذہبی فکر کی تاریخ میں احمدیت کا کردار یہ ہے کہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی محکومی کے لئے ایک الہامی بنیاد مہیا کی جائے۔ قادیانیوں کے سیاسی کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں "یہ بات بھی اتنی ہی درست ہے کہ قادیانی بھی ہندی مسلمانوں کی سیاسی بیداری پر پریشان ہو رہے ہیں کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہندی مسلمانوں کے سیاسی وقار میں اضافہ ان کے اس ارادے کو کہ وہ رسولِ عربی کی اُمت میں سے ہندوستانی نبی کی اُمت تراش لیں یقیناً ناکام بنا دے گا۔"

شاید علامہ اقبال ہی تھے جنہوں نے پہلی بار اس مسئلے کا آئینی حل تجویز کیا۔ ایک استعماری قوت کی حاکمیت کے ان دنوں میں اس مسئلے کا اس سے بہتر کوئی حل ممکن نہ تھا۔ علامہ اقبال نے کہا تھا: "ہندوستان کے حکمرانوں کے لئے بہترین طریقِ کار میرے خیال میں یہ ہے کہ وہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ قوم قرار دے دیں۔ یہ بات خود قادیانیوں کے اپنے طریقِ کار کے عین مطابق ہوگی اور ہندوستانی مسلمان ان کو ویسے ہی برداشت کر لیں گے جیسا کہ وہ باقی مذہبوں کے پیروؤں کو برداشت کرتے ہیں۔"

علامہ اقبال کا تجویز کردہ حل جلد ہی ہندی مسلمانوں کا ایک مشترکہ مطالبہ بن گیا لیکن اس کا امکان نہ تھا کہ برطانوی حکومت اسے قبول کر لے کیونکہ قادیانیت کی تحریک خود بانی تحریک کے الفاظ میں "حکومتِ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا تھی۔"

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے عوام اور حکومت نے قادیانیوں کے حق میں بڑی رواداری کا ثبوت دیا۔ انہیں پاکستان آنے اور قادیان سے اپنا مرکز ربوہ منتقل کرنے کی اجازت دے دی گئی ان کے ممتاز رہنما سر ظفر اللہ کو وزارتی منصب عطا کیا گیا لیکن اس مشفقانہ اور کھلے دل کے رویئے کے باوجود جو حکومت اور عوام کی طرف سے روا رکھا گیا، قادیانیوں نے اپنی معاندِ اسلام سرگرمیوں سے اجتناب نہ کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو کافر کہنے کا عمل جاری رکھا یہاں تک کہ سر ظفر اللہ نے بابائے قوم کی نماز جنازہ میں بھی شرکت نہ کی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس کے غلط عقائد کے مطابق قائد اعظم مسلمان نہ تھے۔

قیام پاکستان کے بعد چند ہی سال کے دوران جب قادیانیوں نے مسلمانوں کو جارحانہ انداز میں تبدیلیٔ مذہب پر مائل کرنے کی کوششیں شروع کیں تو ان کے خلاف ایک ہمہ گیر تحریک شروع ہو گئی جس نے بدقسمتی سے تشدد کا راستہ اختیار کر لیا اور بالآخر ۱۹۵۳ء میں صوبۂ پنجاب میں مارشل لاء کے نفاذ پر منتج ہوا۔ اگرچہ تحریک کو مارشل لاء کے نفاذ سے دبا دیا گیا۔ لیکن مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ اس مسئلہ نے پاکستان کے سیاسی وجود میں نفرت اور فرقہ واریت کا زہر گھولنا شروع کر دیا۔ اس اثنا میں قادیانیوں نے بیرونِ ملک وفود بھیجنے شروع کر دیئے۔ جہاں انہوں نے اپنے لئے تبلیغی مراکز قائم کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اس قسم کے تبلیغی مراکز افریقہ، یورپ اور شمالی و جنوبی امریکہ کے ملکوں میں قائم کئے لیکن چونکہ عددی اعتبار سے کہیں بھی وہ نمایاں قوت نہیں تھے جبکہ پاکستان میں ان کی تعداد قابلِ لحاظ تھی اور وہ یہاں مضبوط اور اچھی طرح قدم جمائے ہوئے تھے۔ اس لئے دوسرے ملکوں میں ان کے ساتھ آسانی سے نمٹ لیا گیا اور افغانستان، ترکی، مصر، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات اور دیگر مسلم ممالک میں انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا۔

بالآخر ۱۹۷۴ء میں پاکستان نے بھی وہی راستہ اختیار کیا اور ایک اور عوامی

تحریک کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق (۳) کا اضافہ کیا گیا۔ اس نئی شق کی عبارت درج ذیل ہے۔

"(۳) کوئی شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو جو خدا کے آخری نبی یا لفظ نبی کے کسی معنی یا تعریف کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی ایسے مدعی نبوت کو نبی تسلیم کرے یا مذہبی مصلح مانے وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

قومی اسمبلی نے ضابطۂ فوجداری پاکستان میں بھی ترمیم کی اور اس ضابطہ کی دفعہ ۲۹۵-الف کی تشریح میں مندرجہ ذیل اضافہ کیا۔

تشریح:۔ کوئی مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تصور کے خلاف جیسا کہ آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) میں اس کا تعین کیا گیا ہے۔ اس دفعہ کے تحت سزا کا مستوجب ہوگا۔

قومی اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے یہ سفارش بھی کی کہ متعلقہ قوانین میں آئینی ترمیم سے پیدا ہونے والی قانونی اور ضابطے کی تبدیلیوں کے لئے ترامیم کر دی جائیں۔

بلاشبہ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جس نے اصولی طور پر اس ایک سو سال کے پرانے مسئلہ کو حل کر دیا لیکن آئینی ترمیم سے پیدا ہونے والی قانونی اور ضابطے کی تبدیلیوں کے لئے اب تک ترامیم نہ کی گئی تھیں۔ اس سے قادیانیوں کے لئے گنجائش پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اپنی سرگرمیوں کو ایسے انداز میں جاری رکھ سکیں جو آئینی ترامیم کی روح کے بالکل منافی تھا۔ اس سے آئینی ترمیم کے نتائج کو بالکل صفر کے برابر کر دیا۔

موجودہ حکومت کے لئے باعثِ اعزاز ہے کہ اس نے ہمارے دین کی بنیادی تعمیر کو محفوظ رکھنے کے لئے اس سمت میں ایک اہم اور دلیرانہ اقدام کیا۔ صدرِ مملکت نے ابھی حال ہی میں ایک آرڈی ننس نافذ کیا ہے تاکہ قانون میں مناسب تبدیلی لائی جائے جس سے قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور دیگر احمدیوں کو معاندِ اسلام سرگرمیوں میں مشغول ہونے سے روکا جائے۔ یہ آرڈی ننس مندرجہ ذیل قانونی وسائل مہیا کرتا ہے۔

ایکٹ ۴۵ مجریہ ۱۸۶۰ میں دفعہ ۲۹۸ب اور ۲۹۸ج کا اضافہ

۲۹۸۔ الف ایسے القابات، تعریفات اور خطابات وغیرہ کا غلط استعمال جو بعض مقدس ہستیوں اور مقامات کے لئے مخصوص ہیں

(۱) قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) اگر بذریعہ الفاظ تحریری یا تقریری یا مرئی علامت کے۔

الف۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو بذریعہ اشارت یا بطور مخاطبت "امیرالمومنین" "خلیفۃ المسلمین" "صحابی" یا رضی اللہ عنہ کہے۔

ب۔ کسی فرد کی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجۂ محترمہ کے سوا اشارت یا اسے مخاطب کرتے ہوئے "ام المومنین" کہے۔

ج۔ کسی فرد کو ماسوائے اہل بیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بذریعہ اشارت یا مخاطبت "اہلِ بیت" کہے۔

د۔ اپنی جائے عبادت کو بذریعہ اشارت یا نام دے کر "مسجد" کہے۔ کسی ایک طرح کی (سادہ یا بامشقت) قید کی سزا کا

مستوجب ہوگا جو تین سال تک کے لئے ہو سکتی ہے۔ نیز
سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۔ کوئی شخص جو قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو
احمدی یا کسی اور نام سے پکارتے ہیں) سے تعلق رکھنے والا
ہو اگر بذریعہ الفاظ تحریری یا تقریری یا مرئی علامت اپنے
مذہب کی عبادت کے لئے بلانے کے طریقے کو اذان کہے یا
مسلمانوں کے انداز میں اذان کہے کسی طرح کی (سادہ یا
با مشقت) قید کی سزا کا مستوجب ہوگا جس کی میعاد تین سال
تک ہو سکتی ہے اور وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸۔ ج۔ قادیانی گروہ وغیرہ کا کوئی فرد جو خود کو مسلمان کہتا
ہو یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا اشاعت کرتا ہو۔

کوئی شخص جو قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو
احمدی یا کسی اور نام سے پکارتے ہیں) سے تعلق رکھتا ہو
اگر بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر
پیش کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کہے یا بطور اسلام اس کا حوالہ
دے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا اشاعت کرے یا دوسروں
کو بذریعہ الفاظ تقریری یا تحریری یا مرئی علامات سے کسی بھی
اور طریقے سے مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرے، دونوں
میں سے کسی ایک طرح کی سزائے قید کا مستوجب ہوگا جس
کی میعاد تین سال تک ہو سکتی ہے۔ نیز سزائے جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔

عظیم سانحہ

حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ ملتانی

حافظ عبدالرشید ارشد

۲۴ر جنوری ۱۹۸۵ء کو حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ ملتان میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
رسمی طور پر ہر عالمِ دین کے انتقال کے وقت لکھ دیا جاتا ہے کہ ممتاز عالمِ دین انتقال فرما گئے۔ جبکہ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔
حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ اور ممتاز مریدین میں سے تھے۔
مدرسہ عربی خیر المدارس کی جالندھر سے ملتان ہجرت بالنقل مکانی پر دورۂ حدیث شروع ہوا تو حضرت مفتی صاحبؒ علم حدیث کی اہم کتاب ترمذی شریف پڑھانے پر مامور ہوئے اور حق یہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے پڑھانے کا حق ادا کر دیا۔ دورہ کے طلبہ دو کتابوں کے سبق میں بالالتزام شریک ہوتے۔ ایک سبق بخاری شریف کا اور دوسرا ترمذی شریف کا تھا۔
حضرت مفتی صاحب مرحوم کا معمول تھا کہ باری باری سب طلبہ سے مطالعہ کراتے تھے اور خود بہت زیادہ تیاری کر کے آتے تھے اور ساری تقریر بغیر یادداشتوں کے کرتے تھے اور اس خوبی سے فقہی مذاہب کا تقابل کرتے کہ کوئی گوشہ تشنہ نہ رہتا اور امام ترمذی کے بیان کردہ اسباب و علل حدیث کو اس طرح منقح کر کے بیان فرماتے کہ حیرانی ہوتی۔ اکثر طلبہ تقریر نوٹ کیا کرتے۔ احقر بھی اس کا التزام کرتا تھا۔ شریکِ سبق حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو اس کا بہت اہتمام تھا۔
اور واقعہ یہ ہے کہ ترمذی شریف اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے صحاحِ ستہ میں سب سے ممتاز کتاب ہے جس کے ذکر کا یہ محل نہیں۔
حضرت مفتی صاحب اپنے شیخ و اُستاذ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ کھدر کا لباس زیبِ تن ہوتا سر پر کھدر کی پگڑی، چلتے تو نگاہ پاؤں پر رہتی۔ انتہاء درجہ کے شرمیلے اور باحیا تھے۔ بہت اہتمام سے نماز باجماعت میں شریک ہوتے۔ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ تکبیر ہونے پر آئے ہوں۔ تکبیر سے پہلے ہی امام کے مُصلیٰ کے سامنے دو زانو بیٹھے ہوتے اور انتہائی خشوع و خضوع سے نماز ادا فرماتے۔
بلاشبہ آپ کا شمار اُن اساتذۂ حدیث میں کیا جا سکتا ہے کہ جن کی اپنی زندگی بھی سنت کے بالکل مطابق ہو۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ بندہ کے تین بڑے اور قابلِ فخر اساتذہ "عبداللہ" نام کے ہیں۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی [?]، حضرت مولانا محمد عبداللہ جالندھری مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور حضرت مفتی صاحبؒ موصوف۔ تینوں کا علم اور عمل و تقویٰ اپنی مثال آپ ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اپنے مسلک و مشرب کو کتاب و سنت کے حوالے سے اگر سمجھ سکا تو اس میں بڑا دخل ان تین حضرات کا ہے۔ تینوں حضرات کو قریب سے اور بہت قریب سے طالب علمی کے زمانہ میں جا کر [?] دیکھنے

کا اتفاق ہوا۔ اور یہ بات بدیہیات میں سے ہے کہ کوئی شخص بظاہر کتنا ہی متقی پرہیزگار کیوں نہ ہو اس کی خامیوں اور غلطیوں سے شاگرد جتنا واقف ہوتے ہیں دوسرے نہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ یہ تینوں بزرگ اس کسوٹی پر پورے اُترے کہ ان کو ہر حال میں اچھے انسان، اچھے استاذ اور عالم باعمل پایا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی خصوصیات بہتر انداز میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی لکھ سکتے ہیں اور امید کہ ضرور لکھیں گے۔ انشاء اللہ ان کی تحریر "الرشید" میں شائع کی جائے گی تاکہ قارئین الرشید کو معلوم ہو کہ اس دور قحط الرجال میں مفتی صاحبؒ کا کیا مقام تھا۔

ایک شاگرد کا اپنے ایسے عالی مقام استاذ کے متعلق لکھنا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات میں بلندی عطا فرمائے۔ آپ کی سب سے بڑی دولت جو وہ پیچھے چھوڑ گئے ہیں وہ سینکڑوں علماء ہیں جو اس وقت ملک کے مختلف حصوں میں دین کا کام کر رہے ہیں۔ اور ان میں اگر خلوص یا للہیت ہے تو اس میں بڑا دخل حضرت مفتی صاحبؒ کا ہے!

حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کے ساتھ تین اور اصحاب باصفات کے انتقال کی خبر سے پوری جماعت رنج والم اور صدمہ میں مبتلا ہو گئی اور ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔

۲: ابھی حضرت مفتی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کا تعزیت نامہ محترم ارشد صاحب لکھنے پائے تھے کہ ایک شمع اور بجھ گئی اور آسمانِ تحفظ ختم نبوت کا ایک اور ستارہ شریف ٹوٹ گیا۔

آہ اسم بامسمّٰی حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ جمعرات شام مولانا سے بات کر رہا تھا کہ شہدائے ختم نبوت ساہیوال کی تاریخ سولہ فروری مارشل لاء کی طرف سے نکل آئی اور آپ کی مساعی سے مارشل لاء نے کیس لے لیا ہے۔ پندرہ بیس منٹ بعد بھائی مولانا عزیز الرحمٰن نے بتایا کہ مولانا محمد شریفؒ کی روح پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا محمد شریف صاحبؒ خیر المدارس رائپوری سے دار العلوم دیو بند تک اور جالندھر سے پاکستان اور ملتان تک ہمارے اور حضرت مولانا جالندھریؒ کے رفیق رہے۔ آہ کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری مرحوم کا جنازہ دفتر تحفظ ختم نبوت سے اُٹھا اور مولانا محمد شریف مرحوم نے بھی دفتر ختم نبوت میں جان دیدی۔ مولانا مجلس کے لئے دل ودماغ تھے۔ اب جماعت کی ساری ذمہ داری حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ اور برادرم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب پر موقوف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تحفظ ختم نبوت کی توفیق عطا فرمائے اور جاں نثاران ختم نبوت کی خدمات ومساعی قبول و منظور فرمائے۔

؎ بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

۳: دوسرے حضرت مولانا حافظ الحاج حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ خطیب و ناظم و بانی مدرسہ احیاء العلوم ماموں کانجن۔

حافظ صاحب مرحوم نہایت مخلص بزرگ اور علاقہ بھر میں دینی و تعلیمی کام کی بنیاد رکھنے والے عالم تھے۔ احیاء العلوم اور جامع مسجد ان کے صدقاتِ جاریہ ہیں۔ مولانا ضیاء الدین آزاد اور ان کے ورثاء سے تعزیت ہے۔ امید کہ یہ حضرات حافظ صاحبؒ کے صدقات جاریہ کو ساریہ رکھیں گے۔

۴: تیسرے نومسلم مولانا عبدالرحیم منہاج (سابق پادری) پاکستان بھر میں ردِ عیسائیت کے لئے نہایت قیمتی جوہر تھے۔ مولانا منہاج اچانک سفر میں انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کو جنۃ النعیم میں داخل حسنات فرمائیں۔ ادارہ شریکِ غم ہے۔　　(ادارہ)
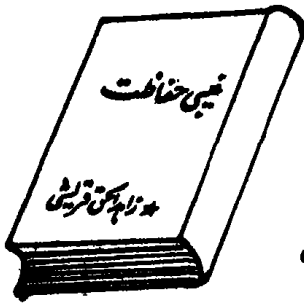
نقد و تبصرہ

نام کتاب : غیبی حفاظت

صفحات : ۱۹۰　　قیمت دس روپے　　عمدہ کتابت دیدہ زیب طباعت

نتیجہ فکر : زاھد الحق قریشی　مدیر معاون الرشید

ناشر و ملنے کا پتہ : اسلامک اکیڈمی۔ ہوڑہ بلڈنگ نیا دروازہ پشاور شہر۔ سب آفس مکتبہ رشیدیہ ۳۲ سے شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔

عمدہ سفید کاغذ اور دیدہ زیب و جاذب نظر ٹائیٹل والی اس کتاب میں اللہ کی وحدانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و دعوت، صحابہ کرام کی عدالت، صداقت، شجاعت و سخاوت، خلفاء راشدین، صاحبزادگان حسنینؓ اور حضرت امیر معاویہؓ اور دیگر اسلامی شخصیات کے سبق آموز واقعات اور عمدہ نصائح۔ دلکش موعظت اور پُر اثر حکمت کی باتوں کو عمدہ اور سلیس انداز میں اس عزم کے ساتھ اس طور پر پیش کیا گیا ہے کہ جس سے تمام انسان اور خصوصاً مسلمان چھوٹے بڑے یہ تاثر لیں گے کہ ہمیں اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنا چاہیئے۔ اور خاص طور پر بچوں کیلئے بہترین مواد کی اس قدر بہتات ہے کہ کسی اور مذہب میں نہیں۔ اور واقعات کو ایسے دلنشین پیرایہ اور دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اصل واقعہ کی روح دل میں اتر جاتی ہے۔

زاھد الحق قریشی کو اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں خاصا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ وہ بچوں کے لئے اسلامیات سے بہت عمدہ کہانیاں اخذ کر کے عمدہ اسلوب میں بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور انہیں اس موضوع سے خاص دلچسپی ہے۔ اور وہ اس میدان میں کام کر کے بچوں کو اسلامی شخصیات، واقعات سے روشناس کرانے اور دل میں بٹھانے کا عزم کر کے میدان میں آئے ہیں۔ امید کہ وہ اس میدان میں خدا کی نصرت حاصل کریں گے!　(ادارہ)

(۲)
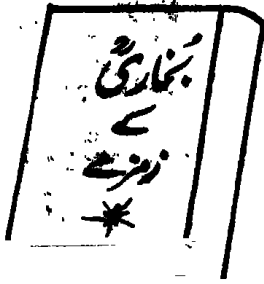
بخاریؒ کے زمزمے

نام کتاب : **بخاری کے زمزمے**

صفحات : ۱۸۴　　قیمت -/۳۲ روپے

ملنے کا پتہ : بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی　ملتان

برصغیر، بلکہ ایشیا بھر کے خطیبِ اعظم، مجاہدِ اکبر جو ساری رات اپنی خطابت کی سحر آفرینی سے لوگوں کو جگایا کرتے تھے۔ جن کے دستِ حق پرست پر ہزاروں علماء و مجاہدین نے بیعت کرتے ہوئے امیرِ شریعت کا خطاب دیا۔
جنہوں نے انگریزی سامراج کو ملک بدر کرنے میں بہت بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔
جن کی قربانیوں سے ملک و ملت کو آزادی نصیب ہوئی!

جہاں وہ ہزارہا خوبیوں کے مالک تھے۔ خطابت ان کے جواہرات میں ایک ایسا ہیرا تھا۔ جس کی کوئی قیمت نہ دارد۔ انگریز کے خلاف لڑتے لڑتے آخری دم تک اپنی خطابت سے انگریزی خود کاشتہ پودے کو جڑ سے ہلا گئے۔ شاہ جی کی خطابت کے بکھرے ہوئے چند موتی ان کے ابنائے سادات نے جمع کر کے ملک و قوم پر بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ قبول و منظور فرمائے۔ بخاریؒ کے زمزمے پڑھ کر شاہ جیؒ کی یاد تازہ ہو کر ایمان میں حلاوت پیدا ہوتی ہے۔ اور "احرار" کی ساری داستانِ حریت سامنے آجاتی ہے۔ بقول ظفر الملۃ

؎ کانوں میں گونجتے ہیں بخاریؒ کے زمزمے
بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں

(ادارہ)

M. Hussain Chaudhury & Co.

CHARTERED ACCOUNTANTS

PAYMENTS	AMOUNT Rs.	TOTAL Rs.
Students' Mess expenses	184,232.09	
Salaries of teachers, Masque & other staff.	395,740.30	
Student Stipends & other expenses	86,699.83	
Electricity	36,041.67	
Stationery & newspaper	2,256.75	
Travelling & conveyance	8,338.04	
Tabligh & annual meetings	15,686.50	
Postage, telegrams & telephones	26,399.15	
Masjid expenses	5,651.00	
Guest expenses	7,181.70	
Annual subscription & legal exps.	1,670.00	
Audit fee	600.00	
Miscellaneous expenses	1,038.17	
Monthly Journal, Al-Rashid exps.	41,285.75	812,820
CAPITAL EXPENDITURE		
Building construction	86,271.74	
Books for library	8,569.50	94,841
CLOSING BALANCE		
With Banks:		
Habib Bank Ltd., Current A/c.394	150,000.00	
" " " PLS Term deposits	100,000.00	
" " " PLS A/c.No.830	153,395.00	
National Bank of Pakistan	23.00	
Muslim Commercial Bank Ltd. PLS A/c.No.176	1,636.00	
Cash in hand	-	405,054
		1,312,71

AUDITORS' REPORT: We have audited the Receipts & Payments Ac of JAMIA RASHIDIA (REGD), SAHIWAL for the year ended 30th Zi 1404 Hijri and report that according to the best of our info and explanations given to us, we have found the statement of referred to above true and correct in accordance with the boo the Jamia produced to us.

49-Shahrah Quaide Azam,
LAHORE: 4 FEB 1985

(M. Hussain Chaudhury &
CHARTERED ACCOUNTANTS

Phone
2356

جریدة إسلامیة شہریة تصدر عن الجامعة الرشیدیة

REGD.
No. 8054

MONTHLY. ALRASHID. LAHORE PAKISTAN

جامعہ رشیدیہ — ایک مدرسہ

جامعہ رشیدیہ ایک مدرسہ ہی نہیں، بلکہ ایک تاریخ اور تحریک کا نام ہے۔ تعلیم کے میدان میں علمی درسگاہ، اور تربیت کے میدان میں عملی تربیت گاہ ہے۔ تبلیغ کے تقریری تحریری دائروں میں تبلیغی مرکز، محاذِ جہاد پر مجاہد ادارہ! فرقہ واریت سے پاک۔ اتحاد المسلمین کا داعی، سیاسیات و انتخابات سے براہ راست غیر جانبدار۔

جامعہ کی قربانیوں میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جامعہ کی ضبطی سے تاریخ کا نیا باب کھلتا ہے۔ شہداء فی سبیل اللہ قاری لطف اللہؒ، مولانا شیخ احمدؒ سے لیکر الحاج قاری بشیر احمد حبیب اظہر رفیقؒ شہداء ختم نبوت تک داستانِ شہادت ہے!

؎ کبھی فرصت میں سن لینا، بڑی ہے داستاں میری

ساڑھے تین ماہ کی مسلسل مساعی سے شہداء ختم نبوت کا مقدمہ مارشل لاء نے سماعت کیلئے شروع کردیا ہے۔ ۲ مارچ سے مسلسل شہداء کا کیس چلے گا۔ انشاء اللہ شہداء کا خون رنگ لائے گا!

؎ قریب ہے محشر کا روز یارو چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

اس سلسلہ میں ادارہ کو مالی قربانیوں کا سامنا ہے۔ ایک طرف مرتدین کا قارونی خزانہ ہے دوسری طرف خالص، ایک دینی ادارہ ہے۔ جس کی مستقل آمدنی توکل بر خدا ہے۔ توکل علی اللہ ہم نے بیڑہ اٹھایا ہے!

تادمِ تحریر پچاس ہزار سے زائد مصارف خرچ ہوگئے۔

اس موقعہ پر استدعا ہے کہ اہلِ حق اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں۔ ورنہ:

؎ طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں۔

ہم دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ مخیر حضرات توجہ سامی فرماویں۔

؎ امتحان ہے تیرے ایثار کا خودداری کا

فاضل حبیب اللہ رشیدی
مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ
جامعہ رشیدیہ ساہیوال (پاکستان)

بادارت
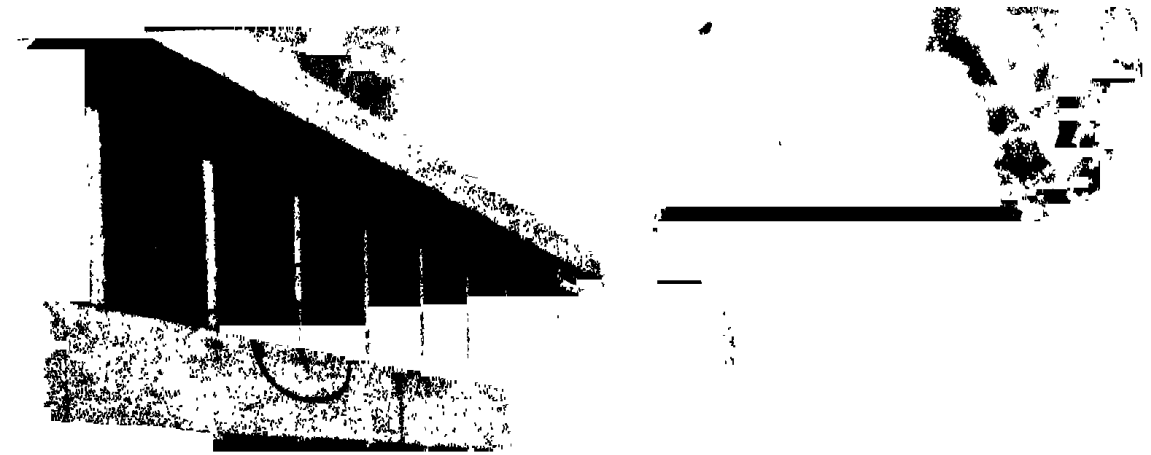
فاضل حبیب اللہ رشیدی فاضل دیوبند

مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال پاکستان

سالانہ میزانیہ (آمدن) مدرسہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال ۱۴۰۴ھ

مد	روپے	پیسے
حبیب بنک لمٹیڈ اکاؤنٹ نمبر ۳۹۴	۱۴۴،۷۰۰	..
״ ״ ״ PLS ڈپازٹ	۱۰۰،۰۰۰	..
״ ״ ״ ״ اکاؤنٹ	۱۰۲ ۶۴۲	..
نیشنل بنک آف پاکستان	۲۳	..
مسلم کمرشل بنک لمٹیڈ PLS اکاؤنٹ ۱۷۶	۱۰۳،۷۵۲	..
دستی	۶	۳۵
اعانت	۱۰۲،۱۴۹	۳۹
چرمہائے قربانی	۱۰۷،۵۶۴	۲۰
مسجد فنڈ	۱،۱۴۸	..
صدقات	۱۵۷،۷۹۳	۴۷
زکوٰۃ آمدہ از حکومت	۱۰۰،۰۰۰	..
״ از عوام الناس	۳۶۴،۴۷۳	۳۶
منافع ڈپازٹ از حبیب بنک	۱،۱۴۹	..
״ ״ ״ PLS ״	۵،۰۳۷	..
״ از مسلم کمرشل	۲،۹۹۳	..
آمدن از ماہنامہ الرشید	۶،۱۸۳	..
قرضہ	۱۰۱	۷۲
میزان	**۱،۳۱۲،۷۱۶**	**۱۹**

خلاصہ آڈٹ رپورٹ

از ایم حسین چوہدری اینڈ کمپنی چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ۴۹۔ شاہراہ قائد اعظم، لاہور

ہم نے ادارہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے آمد و خرچ بابت سال ۱۴۰۴ کے حسابات کا ملاحظہ کیا اور آڈٹ کے رجسٹرات کی روشنی میں ہم حساب و کتاب سے پورے طور مطمئن ہیں اور حساب و کتاب کو بہترین پایا ہے۔

مؤتمر ابناء دارالعلوم و اخوانِ دیوبند پاکستان کا ترجمان

[illegible] حضرت الحاج حافظ مفتی فقیہ [illegible] اللہ رائپوری بانی جامعہ رشیدیہ

ماہنامہ

الرشید لاہور

شمارہ: ۷ اپریل ۱۹۸۵ء

جلد: ۱۳ رجب ۱۴۰۵ھ

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبدالرشید ارشد

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

بنگرانی
(پیرجی) عبدالعلیم رائپوری

مقام اشاعت
۳۲/سی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹر
مناہج الدین اسلامی
شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

سالانہ چندہ : ۲۵/- روپے
فی شمارہ : ۳/- روپے

اس شمارے میں

راشدات	ادارہ	۲	سوالات کے جوابات	علامہ خالد محمود	۵
لمحہ فکریہ	نورالحق قریشی	۱۹	برق	عبدالرشید ارشد	۳۲
بشارات شہداء	عبدالہادی	۳۵	جامعہ رشیدیہ (نظم)	عطاء المحسن	۴۰

راشدات

قلم زاہد الراشدی

قادیانیوں کی تشدد پسند پالیسی

برطانوی دور میں مرزا غلام احمد کی بعثت برطانوی سیاست کا نہایت اہم باب ہے۔ اس کا مقصد آزادی پسند علماء حق کے خلاف اسلام کے نام پر ایک نئے مذہبی پلیٹ فارم کی تعمیر، انگریزوں کو قرآنی مرکز اطاعت اولی الامر میں داخل کرنے کی تدبیر، اسلامی بنیادی عقائد میں تزلزل پیدا کرنے کی ایک تحریک اور مسلمانوں میں الحاد و زندقہ پھیلانے کی ایک سعی تشکیک تھی۔

مرزا غلام احمد کی بعثت

مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ "میں برطانوی سلطنت کے تحت مبعوث کیا گیا" جو قادیانی اس غلط فہمی میں ہیں کہ مرزا صاحب آسمانی بعثت سے سامنے آئے وہ مرزا صاحب کے مکذب ہیں۔ مرزا صاحب خود اپنی بعثت کو انگریزی سلطنت کے تحت قرار دیتے ہیں۔

؎ مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

اس پالیسی کے تحت مرزا غلام احمد اور اس کے پیرو ملکی تحریک کے خلاف رہے اور ان کی پوری کوشش رہی کہ جس طرح بھی بن پڑے انگریزی سلطنت کو استحکام مہیا کیا جائے۔ اس پالیسی کے تحت ظاہراً ان میں کسی قسم کا تشدد نہ آسکتا تھا۔ ہندوستان کے عوامی پلیٹ فارم پر جب بھی ان پر الزام لگتا ہے کہ یہ انگریزوں کے ایجنٹ اور اس غیر ملکی سامراج کی دریافت ہیں تو وہ قرآن کریم سے غلط تمسک کر کے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور انگریز ہمارے اولی الامر ہیں۔

انگریزوں کو اولی الامر میں داخل کرنے کی محنت!

مرزا غلام احمد اپنی تحریک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے، "میں نے پوری کوشش کی کہ انگریزوں کو اپنے اولی الامر میں داخل کروں" مرزا صاحب نے ایسے ایک اسلئے کہا کہ قرآن کریم نے اولی الامر کے ساتھ منکم (جو تم میں سے ہوں) کی قید لگائی تھی۔ یعنی وہی اولی الامر لائق اطاعت ہیں جو مسلمانوں میں سے ہوں۔

پاکستان بننے پر اولی الامر بدل گئے۔ پاکستان بنا اور انگریز اس ملک سے چلے گئے۔ اب قادیانیوں پر پاکستان کے مسلم حکمرانوں کی فرمانبرداری لازمی تھی۔ پاکستان میں مسلمانوں نے قومی اسمبلی میں، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت

قرار دیا۔ اور ان کے حقوق تعین کئے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں باضابطہ ترمیم کی گئی۔ حکومت پاکستان نے اس قرارداد کا سرکاری طور پر اعلان کیا۔ اب قادیانیوں کو چاہیئے تھا کہ اولی الامر کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے آپ کو موجودہ مسلمانوں سے علیحدہ کمیونٹی تسلیم کریں۔ مگر کیا انہوں نے ایسا کیا؟ نہیں، اپنی ضد پر ڈٹے رہے۔

صدر محترم پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے آرڈیننس نافذ کیا کہ یہ لوگ اپنی عبادت گاہوں پر کلمہ د لکھیں تاکہ کسی مسلمان کو اس کے مسجد ہونے کا اشتباہ نہ ہو۔ مگر کیا قادیانیوں نے اس حکم کو تسلیم کیا؟ اور اولی الامر کی اطاعت کی؟ نہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کے ہاں اولی الامر کی اطاعت اس حد تک تھی جبکہ حکمران انگریز ہوں۔ حکومت اگر مسلمانوں کو مل جائے تو نہ مسلمان حکمران ان کے اولی الامر ہیں اور نہ ان کی اطاعت ان کے ہاں لازم ٹھہری۔

قادیانیوں کی تحریک کے دو مختلف رنگ

قادیانی تصویر کے دو رُخ ہیں:

۱: حکومت کی فرمانبرداری اور مصالحت روی۔

۲: دہشت گردی اور سازش۔

جب تک حکومت انگریزوں کی رہی یہ لوگ اپنی تصویر کا پہلا رُخ پیش کرتے رہے۔ جب زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ آئی تو ان کی تصویر کا دوسرا رُخ سامنے آیا۔ کبھی انہوں نے صوبہ بلوچستان کو قادیانی بنانے کی سازش کی اور کبھی ربوہ اسٹیشن پر دہشت گردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمان طلبہ کو بڑی بے رحمی سے زدو کوب کیا۔ اسلحہ جمع کرتے رہے اور جب بھی کوئی موقع ملا دہشت گردی سے باز نہ آئے۔ علماء اسلام کو اغوا کرتے رہے اور قتل کی بھیانک وارداتیں ہونے لگیں۔ دنیائے اسلام ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوئی کہ یکایک یہ تبدیلی کیوں؟ لوگ سوچنے اور معلوم کرنے پر مجبور ہوئے کہ دو پالیسیوں میں قادیانی تحریک کا اصل رُوپ کیا ہے؟

قادیانی تحریک کا اصل رُوپ

قادیانی تحریک کو اس کی اصل صورت میں دیکھنے کے لئے اس کی دو تین اصولی کڑیاں سامنے رکھیئے۔ بات سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ جب یہ زیر نقاب تھے اس وقت کیا تھے اور کس طرح اسلام کے قلعے میں نقب لگاتے رہے اور آزادی کا سورج چڑھتے ہی جب ان کی نقاب اُلٹی تو ان کا کون سا چہرہ سامنے آیا۔

غلام احمد کا اصل دعوےٰ کیا تھا

یوں تو مرزا نے بیسیوں دعوے کئے لیکن اصلی دعویٰ جس کے گرد اس کی تمام تحریک کی چکی گھومتی ہے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ حدیث میں قرب قیامت میں جس مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ میں ہوں۔ مسیح موعود اصل مسیح ناصری نہیں بلکہ اس کا ایک مثیل ہے اور وہ میں ہوں۔ یہ اس کے مرکزی دعویٰ کا خلاصہ اور حاصل ہے۔

حدیث میں مسیح موعود کے کھلے نشان

حدیث میں مسیح موعود کی کئی علامات مذکور ہیں۔ ان میں دو کھلے نشان صلیب توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کے ہیں۔ یہ حدیث بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ دو نشان یہ ہیں :

۱: یکسر الصلیب : وہ صلیب توڑے گا۔ صلیبی فتنوں کا خاتمہ کرے گا۔ عیسائیت ختم ہوگی اور سب اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر ان کی وفات سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔

۲: یقتل الخنزیر : مسیح خنزیر کو مارے گا۔ خنزیر کا خاتمہ ہوگا۔ عیسائی قوم جو اسے کھاتی ہے مسلمان ہو چکی ہوگی پھر اسکا کھانے والا کوئی نہ ہوگا۔ خداوند تعالیٰ اس جانور کو بالکل نابود کر دیں گے۔

مرزا غلام احمد کے نزدیک خنزیر کی صورت

مرزا غلام احمد نے یہاں خنزیر سے مُراد جنگلی جانور نہیں لیا اسے استعارہ ٹھہراتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مُراد مرزا غلام احمد کے مخالف علماء اور دوسرے مسلمان ہیں جو مرزا کی مخالفت کرتے ہیں۔ مرزا لکھتا ہے :

" اور یہ پیشگوئی کہ خنزیر کو قتل کرے گا۔ یہ ایک نجس اور بدزبان دشمن کو مغلوب کرنے کی طرف اشارہ ہے اور اس کی طرف اشارہ ہے کہ ایسا دشمن مسیح موعود کی دُعا سے ہلاک کیا جائے گا۔ (حقیقۃ الوحی ص۳۱۲)

اس عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ مرزا غلام احمد نے قتل خنزیر سے قتل اعداء مُراد لیا ہے اور اشارہ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد کے دشمن انجام کار ہلاک کئے جائیں گے۔ اس پیشگوئی کے تحت مرزا غلام کے لئے ضروری تھا کہ اپنے مخالفین کو کھلے طور پر خنزیر ٹھہراتے اور پھر اس کے پیروان پر تشدد کر کے انہیں قتل کریں اور اس طرح مرزا صاحب کی صداقت ظاہر ہو کہ واقعی اس نے خنزیروں کو ہلاک کیا ہے۔

مخالفین کو خنزیر قرار دینے کی کوشش

انا تعلقنا بذیل حبیبنا حتی استنار لنا الذی لو یجتنب
ان العدا صار و لخنازیر الفلا و نسائھم من دونھن الاکلب.

ترجمہ : ہم اپنے پیارے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامن (حدیث) سے آویختہ ہیں۔ سو اسے کہ جو صاف اور شفاف نہیں ہو سکتا تھی ہمارے لئے منور ہو گیا۔ دشمن ہمارے بیابانوں کے خنازیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔

(نجم الھدیٰ ص۵۳ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) نجم الھدیٰ عربی ص۱۵

مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین کو خنزیر قرار دیا ہے۔ حضورؐ کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ پیشگوئی ہے کہ مسیح یقتل الخنزیر" خنزیروں کو قتل کرے گا۔

اب مرزائیوں کے لئے آسان ہو گیا کہ مرزا کے مخالفین کو خنزیر ٹھہرا کر ان کے قتل کی سازشیں بھی کریں اور انہیں اغوا بھی کریں۔ ـــــــ مخالف کو خنزیر قرار دینے کی ایک اور عبارت دیکھئے۔ مرزا عبدالحق غزنوی کو لکھتا ہے :

باقی ص۳۶ پر

ملک شیر محمد صاحب کے ۳۷ سوالات کے جوابات

از ڈاکٹر علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی

ابتدائے آفرینش سے اب تک شیطان اپنے کام سے کبھی غافل نہیں رہا۔ اور اس کا کام ہے انسانوں کو صحیح راستہ سے بھٹکانا اور عقائد صحیحہ کی بجائے اوہام باطلہ کے دام فریب میں پھنسانا۔ انسانی ذہنوں میں شریعت حقہ (اسلام) کے بارے میں تشکیک و تشویش پیدا کرکے مذہب سے برگشتہ کرنا۔ اور اپنے خیالات کو اس خوبصورتی سے ظاہر کرتا ہے۔ کہ جڑ کاٹ جاتا ہے اور دوست کا دوست بنا رہتا ہے۔ آج مکائد شیطانی کا بازار کھلا ہوا ہے۔ اور ہر ہر قدم پر شیطانی جال پھیلا ہوا ہے

جزائر فیجی کے قادیانی مبلغ ملک شیر محمد صاحب جو مرزا غلام احمد کی لاہوری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے علماء اسلام سے ۳۷ سوال کئے اور بڑے مصلحانہ انداز میں ان موضوعات کو چھوا جو آج تک ان میں اور مسلمانوں میں محل نزاع بنے رہے ہے۔ ان کا مطبوعہ سوال نامہ ہمیں بھی کسی طریقے سے پہنچا۔ سوال عمومی قسم کے تھے جو اشارۃً قادیانی اختلافات کو چھو رہے تھے۔ تاہم ان میں مرزا غلام احمد کا نام نہ تھا۔ ہم نے وہ سوالنامہ حضرت علامہ خالد محمود صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے جو جوابات تحریر فرمائے۔ ان میں ہر اس خطرے کا دروازہ بند کیا جس کی راہ سے قادیانی اس میں گھستے ہیں۔ ان جوابات کی جامعیت کی پوری قدر تو علماء حضرات ہی کر سکتے ہیں۔ تاہم ہمارے قارئین بھی ان جوابات کی فنی نوعیت سے مستفید ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔

ادارہ اس کار خیر پر حضرت علامہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ رب العزت موصوف کا سایہ ہم پر تادیر سلامت رکھے۔

طاہر رشیدی

سوال نمبر ۱۔ مسلمان کی تعریف (DEFINITION) ٹھیک طور پر کیا ہے؟

جواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ تعلیمات کو سچ جاننا اور اس کا اقرار کرنا کہ آپ کی جملہ تعلیمات برحق ہیں اصل ایمان ہے جن باتوں کا یقینی طور پر پتہ چل جائے کہ یہ حضور کی پیش کردہ تعلیم ہے انہیں اقرار توحید و رسالت کے بارے یقین سے تسلیم کرنا مسلمان ہونے کیلئے ضروری ہے کتب عقائد میں ایمان کی یہی تعریف کی گئی ہے الایمان

التصدیق بجمیع ما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو باتیں ہمیں بطور علم معلوم ہو گئیں ان کا اجمالاً اقرار ہو اور جو باتیں تفصیلاً اور یقین تک پہنچیں ان کا تفصیلاً اقرار مسلمان ہونے کیلئے ضروری ہے

سوال نمبر ۲ :- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے آج تک الفاظ سے غیر مسلموں کو مسلمان کیا جاتا رہا ہے؟

جواب :- غیر مسلم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی سب باتوں میں سچا مان لے وہ مسلمان ہو جاتا ہے کلمہ پڑھنا اس تصدیق ایمان کے اظہار کے لئے ہوتا ہے کلمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار بایں معنی ہے کہ آپ اپنی سب تعلیمات میں سچے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک غیر مسلم کو مسلمان کرنیکا یہی طریقہ زیر عمل رہا ہے کہ اسے اس ذہن سے کلمہ پڑھایا جائے کہ اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ تعلیمات کو سچ مان رہا ہے اور وہ بھی اس ذہن سے پڑھے کہ حضور اپنی جملہ تعلیمات میں سچے ہیں اس تصدیق کے بغیر صرف ظاہری اقرار رسالت کو کبھی بھی مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں سمجھا گیا ظاہری اقرار توحید و رسالت اسی صورت میں مسلمان ہونے کی علامت تسلیم کیا جائیگا کہ کلمہ پڑھنے والے سے کلمہ کے مفاہیم و مضمرات کے صریحاً منافی کوئی بات نہ ہو۔

سوال نمبر ۳ :- کیا کوئی اسمبلی یا سیاسی ادارہ کسی فرد یا جماعت کے مذہب کے متعلق اسکی مرضی کے خلاف فیصلہ کرنیکا مجاز ہے؟ مثلاً کوئی عیسائی یا ہندو یا مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن اسکے برعکس وہ ادارہ یا اسمبلی اس کے متعلق فیصلہ کرتی ہے کہ وہ عیسائی یا ہندو یا مسلمان نہیں بلکہ اس کا فلاں مذہب ہے تو کیا اسمبلی کا ایسا فیصلہ شرعاً درست اور صحیح ہے؟

جواب :- اسلام کے اصول و عقائد ظاہر ہیں کوئی شخص انکا اقرار کرے اور اس کے قول و فعل میں اس اقرار کیخلاف کوئی بات نہ پائی جائے تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا لیکن اگر اس کے کسی قول و فعل میں کفر کی نشاندہی ہو گئی تو اسے مسلمان نہ سمجھا جائے گا بے شک شریعت کے احکام ظاہر پر ہیں لیکن جسطرح اسکا کلمہ پڑھنا ظاہر ہے اسی طرح ایک یا چند باتوں میں اس کا کفر بھی ظاہر ہو گیا ہے کوئی اسمبلی یا سیاسی ادارہ یا مسلمانوں کا جرگہ جسے علماء اسلام کی سرپرستی یا شمولیت حاصل ہو وہ اس اصول کی روشنی میں فیصلہ کرسکتا ہے کہ فلاں گروہ مسلمان ہے یا نہیں جو اس طرح کافر یا گروہ کافر ٹھہرے وہ کافر تو در اصل پہلے ہی سے تھا اب اس فیصلے نے اسے ظاہر کر دیا علماء یا ایسے ادارے کسی کو کافر بناتے نہیں بتاتے ہیں

سوال نمبر ۴ :- کیا مسلمان حکومت کا ہر فیصلہ شرعاً صحیح اور درست ہوتا ہے اور جو بھی فیصلہ کرے اس پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب :- مسلمان حکومت کا وہ فیصلہ جو مستند علماء اسلام کی راہنمائی میں کتاب و سنت کے مطابق ہوا ہو اور جملہ مسلمانوں کے معتمد علیہم علماء اس سے اتفاق کریں وہ ہر حال میں درست اور واجب التسلیم ہوگا اس کے شائع ہونے کے بعد دوسرے اکابر علماء اسلام کا اس سے اختلاف نہ کرنا اسے مجمع علیہ مسئلہ بنا دیتا ہے اجماعی امر میں

شاملین کا فیصلہ غائبین پر ناطق ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اس کا انکار نہ کریں۔

سوال نمبر ۵:۔ اگر مسلمان حکومت کا ہر فیصلہ درست اور شرعی ہوتا ہے تو ابتداء اسلام میں جن مسلمان حکومتوں نے وہ فیصلے جو حضرت امام حسین رضؓ اور حضرت امام اعظمؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے خلاف کئے تھے وہ شرعاً درست تھے؟ اگر اس زمانہ میں صحیح تھے تو کیا آج بھی آپ لوگ ان کو درست اور صحیح سمجھتے ہیں؟

جواب:۔ ابتداء اسلام میں اس اصول پر مسلم حکومتوں نے جتنے فیصلے کئے سب برحق تھے حضرت صدیق اکبرؓ کا مسیلمہ کذاب اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف فیصلہ بالکل برحق تھا اور اسے سب نے قبول کیا تاریخ میں حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام احمدؒ کے خلاف جو کارروائی ہوئی وہ کسی جرگے، قومی ادارے یا دوسرے علماء کے فیصلے سے نہ تھی وقت کے حاکم کی شخصی کارروائی تھی اسی طرح حضرت امام حسین رضؓ کے خلاف جو کارروائی ہوئی وہ بھی کسی مجلس شوریٰ یا اسمبلی کے فیصلے سے نہ تھی اور نہ اس میں علماء دین کا مشورہ شامل تھا۔

سوال نمبر ۶:۔ جب کسی مسلمان حکومت کی اسمبلی اور پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل ہے تو اگر کوئی غیر مسلم حکومت اپنے ملک کی اکثریت کے دباؤ کے تحت اپنے ملک کے رہنے والے مسلمانوں کے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ وہ مسلمان نہیں بلکہ ہندو یا عیسائی ہیں تو کیا وہ غیر مسلم حکومت بھی ایسا فیصلہ کرنے میں حق بجانب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

جواب:۔ مسلمان حکومت کی پارلیمنٹ مستند علماء اسلام کی راہنمائی میں اپنے مذہب کی نظریاتی سرحدوں کا تعین کرتے ہوئے کسی شخص یا گروہ کے بارے میں فیصلہ کر سکتی ہے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں لیکن کسی دوسرے مذہب کی حدود کا تعین اس کا کام نہیں اسی طرح کسی غیر مسلم حکومت اور اس کی اسمبلی کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ اپنی نظریاتی سرحدوں کا تعین کرے لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں کہ کسی شخص یا گروہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں یہ فیصلہ صرف اہل اسلام ہی کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۷:۔ قرآن کریم کی رو سے نبی کی تعریف (DEFINITION) کیا ہے؟

جواب:۔ قرآن کریم کی رو سے نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ دوسروں تک اپنی باتیں پہنچانے کیلئے مقرر کرے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے احکام ملیں یا اسے پہلی شریعت کی تبلیغ پر ہی مامور کیا جائے وہ مشرع ہوتا ہے ایک شریعت پیش کرنے والا ہے اور یہ سب حکم الٰہی سے عمل میں آتا ہے کوئی شخص مکالمہ الٰہیہ سے کتنی دولت کیوں نہ پائے وہ نبی نہیں ہوتا نبی ہونا لوگوں تک خدا کی باتیں پہنچانے پر مامور ہونے کا نام ہے۔

سوال نمبر ۸:۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں رسول اور مرسل کے الفاظ آئے ہیں وہاں ہر جگہ اصطلاح شریعت کے معنوں میں ہیں یا کسی آیت میں لغوی اور مجازی معنوں میں بھی استعمال ہوئے ہیں بزرگان اسلام نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے؟

جواب:۔ رسول اور مرسل کا لفظ قرآن مجید میں لغوی معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن یہ لغوی رسول نہ کوئی مستقل جماعت

بناتے ہیں نہ خدا کے نام پر کوئی بات کہتے ہیں کہ اس نے انہیں کہا ہے اور نہ اپنے نہ ماننے والوں کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔
لغوی رسول کا دائرہ کار دنیوی امور ہوتے ہیں جیسے ڈاکیہ کا ڈاک پہنچانا وغیرہ دینی امور نہیں ہوتے دینی امور میں دخل دینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ لغوی رسول نہیں شرعاً رسول ہونے کا مدعی ہے۔

سوال نمبر ۹:۔ رسول، مرسل، نبی اور انبیاء کے الفاظ قرآن مجید، احادیث اور بزرگان دین کی کتابوں میں غیر انبیاء کیلئے بھی استعمال ہوئے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ نبی کا لفظ قرآن و حدیث میں محض لغوی معنوں میں کہیں استعمال نہیں ہوا کا نبیاء بنی اسرائیل کے الفاظ بھی قرآن کریم اور صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ملتے بعض چوتھے درجے کی کتابوں میں یہ الفاظ ہوں گے لیکن یہ الفاظ خود بتاتے ہیں کہ غیر پیغمبروں پر انبیاء کا لفظ کہیں نہیں آرہا نہ وہ انبیاء ہیں صرف انبیاء کی مانند ہیں سو کانبیاء بنی اسرائیل میں بھی لفظ انبیاء اپنے شرعی معنوں میں ہے لغوی معنوں میں نہیں۔

بزرگان دین میں سے کسی نے تعالیٰ ہوش و حواس اپنے لئے لفظ نبی اللہ استعمال نہیں کیا نہ اپنے لئے اس کا دعویٰ کیا ہے اگر کسی دوسرے پر بولا تو وہ بھی ضابطے کے طور پر نہیں اور تحسین پر بولا اس نے نہ خود اسکا دعویٰ کیا اور نہ اس نے اس دعوے پر کوئی جماعت بنائی اور نہ اپنے نہ ماننے والوں کو کسی درجہ میں مجرم ٹھہرایا

سوال نمبر ۱۰:۔ کیا حدیث میں محدث کی اصطلاح پائی جاتی ہے اگر ہے تو احادیث کی رو سے محدث کی تعریف کیا ہے؟

جواب:۔ حدیث میں محدث کی اصطلاح موجود ہے اس درجے کا فرد کامل اس امت میں حضرت عمرؓ تھے حضرت عمرؓ کے بارے میں بیشک حدیث میں وارد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہی ہوتے جب وہ نبی نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ محدث کسی درجہ بھی نبی نہیں ہوتا یہ درست ہے کہ وہ ولی کی نسبت نبی کے زیادہ قریب ہوتا ہے لیکن اسے نبی کسی طور سے بھی نہیں کہا جا سکتا۔

سوال نمبر ۱۱

جواب:۔ علماء حدیث اور متکلمین اسلام نے محدثین کو نبیوں میں نہیں گنا نہ علماء شریعت نے انہیں کہیں شرعی معنوں میں رسول کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت کاملاً منقطع ہے اللہ تعالیٰ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو اس کے بعد کسی شخص کو نبوت نہیں دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی قیامت تک کے لئے اور ہر خطہ ارضی کیلئے نبی بنایا۔

سوال نمبر ۱۲:۔ قرآن مجید، احادیث اور بزرگان اسلام کی کتابوں میں غیر نبیوں کے مکالمہ، مخاطبہ الہیہ کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اولیاء اللہ بے شک مکالمہ الہیہ کی دولت پاتے ہیں لیکن وہ اپنے لئے کسی منصب کا دعویٰ نہیں کرتے نہ اپنی ولایت کے اقرار کی دوسروں کو دعوت دیتے ہیں یہ صرف نبوت ہے جسکے اقرار کی دوسروں کو دعوت دی جاتی ہے

ولایت اس طور پر کبھی پیش نہیں ہوتی نہ اولیاء اللہ کو کبھی نبی اللہ یا رسول اللہ مانا یا کہا جاتا ہے

سوال نمبر ۱۳ :۔ قرآن مجید کی آیات غیر نبیوں کو یا اولیاء اللہ کو الہام ہو سکتی ہیں سلف صالحین کا اس کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟

جواب :۔ قرآن مجید کی آیات غیر نبیوں کو الہام ہوں تو وہ وحی کے درجہ میں نہیں خواب کے درجہ میں شمار ہونگی خواب کا عنوان اور ہوتا ہے اور تعبیر کچھ اور ہوتی ہے یہ آیات ظاہراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری تھیں اب یہی اگر کسی ولی کو الہام ہوں تو ان کا ظاہری خطاب معتبر نہ ہوگا تعبیر کی طرح ان کی مراد کچھ اور ہوگی اگر انہیں خواب کے درجہ میں نہ مانا جائے تو بعض صورتوں میں کفر لازم آتا ہے۔

سوال نمبر ۱۴ :۔ حقیقت، مجاز اور استعارہ کی تعریف کیا ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ولی نے اپنے لئے یا اپنے بزرگوں کیلئے مجازاً نبی کے الفاظ استعمال کئے ہیں؟

جواب :۔ لفظ ان معنوں میں استعمال ہو جنکے لئے وہ بنا ہے تو یہ حقیقت ہے غیر موضوع لہ کے لئے کسی مناسبت سے استعمال ہو تو یہ مجاز ہے استعارہ مجاز کی فرع ہے جس طرح لغوی مباحث میں حقیقت اور مجاز کا سلسلہ ہے شرعی مباحث میں بھی حقیقت شرعی اور مجاز شرعی کا سلسلہ قائم ہے جب نبی کا لفظ لغوی معنوں میں استعمال نہیں ہوتا تو مجاز لغوی میں یہ کیسے استعمال ہو سکے گا رہا مجاز شرعی تو اس کے لئے شرعی دلیل چاہیئے کہ لفظ نبی قرآن و حدیث میں کہیں مجازی تعبیر پاتے ہوئے ہو حقیقت شرعی کے سوا یہ لفظ قرآن و حدیث میں کسی اور معنوں میں نہیں ملتا۔

سوال نمبر ۱۵ :۔ کیا مسلمان صوفیاء کرام نے اپنی کتابوں میں غیر تشریعی، ظل، بروز اور فنا فی الرسول کی اصطلاحات استعمال کی ہیں یا نہیں؟

جواب :۔ شرعی مباحث میں صوفیہ کی بات حجت نہیں ہوتی صرف فقہاء شریعت کے امین ہیں جسطرح محدثین علم کے امین ہیں صوفیاء کرام نے جو باتیں صحو کی حالت میں کہیں جب وہ بھی دوسروں کیلئے شرعی سند کا درجہ نہیں رکھتیں تو جو باتیں ان سے سکر کی حالت میں صادر ہوئیں تو ان شطحات کو شریعت میں کیسے سند مانا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام نے اپنی مخصوص اصطلاحات کے دائرہ میں اپنی کوئی علیحدہ جماعت نہیں بنائی نہ لوگوں کو اپنے ماننے کی دعوت دی نہ اپنے انکار کو دوسروں کیلئے وجہ کفر یا کسی درجہ میں مستوجب سزا ٹھہرایا۔

سوال نمبر ۱۶ قرآن مجید اور حدیث میں مجاز کے طور پر بھی الفاظ آئے ہیں یا نہیں؟ اسکے متعلق سلف الصالحین کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب قرآن و حدیث میں جو الفاظ مجاز کے طور پر وارد ہیں ان کی تفسیر سلف نے اپنی رائے سے جائز نہیں سمجھی۔

ان کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی حقیقت میں بحث نہیں کرتے نہ انہیں کسی کی مثل کہتے ہیں قرآن مجید کے کسی متشابہ لفظ پر کسی نے کسی جماعت کی تشکیل نہیں کی نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ اپنی رائے یا اپنی واردات سے قرآن کریم کی متشابہ تحدید کو اپنے مخصوص معنی پہنائے۔

سوال نمبر ۱۷:۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے اگر کوئی شخص ایک نبی کی نبوت کا انکار کرے تو کیا وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہے؟

جواب:۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے ہم تک صرف بعض کے نام پہنچے ہیں جن انبیاء کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا جائے تو انسان مسلمان نہیں رہتا کسی نبی کا حدیث متواتر میں پتہ چلے تو بھی اسلام کی قطعی بات سے انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا کسی ایک پیغمبر کا بھی انکار کیا جائے بشرطیکہ اسکے پیغمبر ہونے کا قرآن کریم یا حدیث متواتر سے پتہ چلا ہو تو انسان مسلمان نہیں رہتا۔

سوال نمبر ۱۸:۔ قرآن مجید کی وہ کونسی آیت ہے جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے خاکی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر چلے گئے؟

جواب:۔ قرآن مجید میں ہے کہ یہود جس مسیح کو قتل کر چکنے کے مدعی تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا (دیکھو پ ۶ سورہ نساء آیت نمبر ۱۵۸) قتل کا فعل جس چیز پر وارد ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھایا قتل جسم خاکی پر وارد ہوتا ہے سو آپ کا رفع (اٹھانا) بھی اسی بدن عنصری سے ہوا یہود کا یہ دعوے قتل اور خدا کا اس کے جواب میں رفع مسیح کو بیان کرنا اس جسم خاکی کے رفع (اٹھائے جانے) پر نص ہے۔

سوال نمبر ۱۹:۔ بقول آپ کے جب حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اپنے مادی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں کیا وہ بغیر کھانے پینے کے وہاں اپنی زندگی گذار رہے ہیں یا وہاں کھاتے پیتے ہیں؟ قرآن مجید نے اس کے متعلق کیا فرمایا ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید نے اس پر بحث نہیں کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں جنت میں کیا کھاتے پیتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام بھی اس جسد خاکی سے اس ملاء اعلیٰ میں رہ چکے ہیں اور پھر وہاں سے زمین پر اترے تھے تو جو ان کی خوراک ہوتی ہوگی وہی خوراک وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہو سکتی ہے پھر جو خدا تعالیٰ اصحاب کہف کو سالہا سال تک زمین پر زندہ رکھ سکتا ہے کہ وہ بغیر کچھ کھائے پیئے سالہا سال تک سوئے رہیں تو کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر کسی مادی خوراک کے وہاں زندہ نہیں رکھ سکتا؟

سوال نمبر ۲۰:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی تو قرآن مجید ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے بعد آئیں گے (و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد) کیا قرآن مجید میں ایسی آیت بھی ہے جس میں یہ ہو کہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مادی جسم کے

ساتھ آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہونگے ؟

جواب :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے بعد یا اپنے سامنے پیش آنیوالے واقعات بیان فرمائے یا علامات قیامت بیان فرمائیں ان سب کا قرآن کریم میں مذکور ہونا ضروری نہیں پہلے پیغمبر جو بعد میں آنیوالے پیغمبروں کی بشارت دیتے رہے ۔ تو یہ اس بات کی خبر تھی کہ آئندہ دنیا کو ہدایت ان کے ذریعہ ملے گی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی صرف ان کاموں کیلئے ہوگی جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں رہی تبلیغ دین اور نشر ہدایت تو اس کیلئے شریعت محمدی کافی و وافی ہوگی اور آپ بھی اسی پر عمل کریں گے ۔

سوال نمبر ۲۱ :۔ قرآن مجید کی آیت " بل رفعه الله اليه " کے معنی اگر چہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے کے ہیں تو بقول آپ کے جسوقت وہ زمین پر واپس آئیں گے تو اس وقت اس آیت کے معنی کیا ہونگے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں یا زمین پر ؟

جواب :۔ قرآن مجید میں کئی ہونیوالے واقعات کی خبر دی گئی ہے حالانکہ ان میں سے کئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی پورے ہوگئے تھے ان واقعات کے پورا ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ان آیات کو پڑھتے ہونگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اسوقت ان آیات کی تفسیر کیا ہوگی ؟ یہی کہ ایک بات کے ظہور پذیر ہونے کی خبر دی گئی تھی اور اب وہ بات واقع ہوگئی ۔ ہوتی ہے جو واقعات عمل میں آگئے تو انکی پہلی خبروں کے لئے کیا قرآن کریم کا دروازہ بند ہے ؟

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ اور دوسرے مسلمان ان آیات کو جس میں حضرت عیسیٰ کے بارے میں دوبارہ آنیکی خبر دی گئی ہے بیشک پڑھیں گے اور اس ذہن سے پڑھیں گے کہ گذشتہ دور میں ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دی گئی تھی اور جیسا بتایا گیا تھا ویسا عمل میں آگیا اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہاں موجود ہونا قرآن کریم کی ان خبروں کی تردید نہیں ان کی عملی تصدیق ہے ۔

سوال نمبر ۲۲ :۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق اگر وہ آخری زمانہ میں نازل ہونگے تو اس وقت ان کی عمر کتنی ہوگی قرآن یا حدیث .... ؟

جواب :۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ان کی آمد ثانی پر دلیلہ کہولت میں ہوگی قرآن کریم اس باب میں کہل کا لفظ ذکر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے آتا ہے جسکے سر کے بال سفیدی سے مخلوط ہو چکے ہوں آپ کا اس عمر میں لوگوں سے کلام فرمانا قرآن کریم میں معجزہ کی صورت میں مذکور ہے اس عمر میں بات کرنا عام طور پر معجزہ نہیں ہوتا ہاں آپ جب سالہا سال کے بعد پھر اس زمین پر جلوہ افروز ہونگے تو پھر آپ کا کہولت میں کلام کرنا واقعی معجزہ کا مصداق ہوگا جس طرح آپ کا ماں کی گود میں کلام کرنا ایک نشان تھا اسی طرح کہولت میں اس پس منظر کے ساتھ کلام کرنا بیشک

ایک نشان ہو گا

سوال نمبر ۲۳

جواب :۔ قرآن کریم کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا ایک نشان ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کی گھڑی کب واقع ہو گی مرزا غلام احمد کا خیال صحیح نہیں کہ آخری صدی چودھویں صدی ہو گی وہ لکھتا ہے "احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہو گا"، (ضمیمہ براہین احمدیہ ص۱۸۸ ج۵) "یہ بھی اہلسنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا" (حقیقۃ الوحی ص۱۹۳) "انبیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگا دی کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر ہو گا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہو گا"، (اربعین ۲ ص۲۳) اب تو پندرھویں صدی ہجری شروع ہو چکی ہے کوئی شخص تعین سے نہیں کہہ سکتا کہ قیامت کب آئیگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب اتریں گے۔

سوال نمبر ۲۴ :۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان تو عربی نہ تھی آپ کے عقیدہ کے مطابق جب وہ نازل ہو گئے تو قرآن مجید اور حدیث کس طرح پڑھیں گے کیونکہ وہ تو عربی ہیں بذریعہ وحی سیکھیں گے یا علماء کرام سے پڑھیں گے قرآن مجید سے بتلائیں:

جواب :۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت مریمؑ کو پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو تورات انجیل اور کتاب و حکمت سکھائیں گے قرآن کریم کی اصطلاح عمومی میں کتاب و حکمت قرآن و حدیث کو کہا گیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اگر دور محمد کا کچھ حصہ نہ پانا ہوتا تو آپ کو اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کی تعلیم کیوں دیں گے کتاب کو تورات و انجیل کے ساتھ ذکر کرنا بتاتا ہے کہ یہ بھی کوئی آسمانی دستاویز ہے کوئی عام چیز نہیں شیخ اکبر کہتے ہیں یعرفہ الحق تعالیٰ بھا علی طریق التعریف وان کان نبیا (الیواقیت ص۳۸ ج۲) اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن و حدیث کی تعلیم کب دیں گے! یہ ضرورت کے وقت ہو گا تاہم یہ صحیح ہے کہ وہ یہاں آکر کسی استاد سے نہ پڑھیں گے نہ گل علی شاہ سے نہ فضل احمد سے نہ فضل الٰہی سے جو خدا کن کہہ کر جہاں بنا سکتا ہے وہ ایک تکوین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عربی زبان اور کتاب و حکمت بھی پڑھا سکتا ہے

سوال نمبر ۲۵ :۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰؑ پر دوبارہ وحی نبوت نازل ہونا شروع ہو جائے گی حالانکہ وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالکل منقطع اور بند ہو گئی؟

جواب :۔ اس آمد ثانی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نبوت نہ آئیگی نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی نبوۃ ہمیشہ کے لئے منقطع ہے ہاں جس طرح اللہ رب العزت فرشتوں سے کلام فرماتے ہیں اسطرح بعض انتظامی امور سے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی وحی آئے گی جو وحی نبوت نہیں وحی ملائکہ کے انداز ایک تکوینی قسم کی وحی ہو گی اللہ تعالیٰ انسانوں کے علاوہ بعض دوسری خلائق سے بھی وحی تکوینی میں کلام فرماتے ہیں۔ واوحی ربک الی النحل

سوال نمبر ۲۶ :- قرآن مجید کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی تھے اگر وہ آنحضرت ؐ کے آخری زمانہ میں امت محمدیہؐ میں نازل ہوئے تو وہی خاتم النبیین اور آخری نبی ہو جائیں گے کیونکہ وہ سب کے آخر میں مبعوث ہونگے کیا ان کی بعثت اور ان کے آنے سے آنحضرت ؐ کی مہر ختمیت نہیں ٹوٹے گی؟

جواب :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی آمد ثانی پر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوں گے اس لئے پوری دنیا آپ کے دائرہ کار میں ہوگی آپ اپنی ذات میں تو نبی ہوں گے لیکن اپنے کام میں آپ امتی ہوں گے یوں کہئے کہ آپ کی نبوت نافذ نہ ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر آپ کی شریعت منسوخ ہو چکی یہ صحیح ہے کہ آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے لیکن یہ صحیح نہیں کہ آپ مبعوث ہونگے ختم نبوت کے بعد کسی نبی کی بعثت نہیں جب ان کی بعثت ہی نہ ہوگی تو آپ کی آمد سے حضور ؐ کی خاتمیت سے کوئی ٹکراؤ نہ ہوگا بھلا ایک پیغمبر کیا سارے نبی بھی آجائیں جیسا کہ معراج کی رات بیت المقدس میں آگئے تھے تو اس سے مہر ختم نبوت نہیں ٹوٹتی

سوال نمبر ۲۷ :- آیت خاتم النبیین کی موجودگی میں بھی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں آسکتے ہیں تو اگر اللہ تعالےٰ عربی زبان میں یہ بیان کرنا چاہتا کہ محمد رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں تو کن الفاظ میں بیان کرتا؟

جواب :- اس مضمون کو عربی میں یوں ادا کیا جاسکتا ہے رہی شان اعجاز تو یہ اللہ تعالیٰ ہی جانیں کہ اس کیلئے معجزے والے الفاظ کیا ہوتے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین لامحدث بعدہٗ نبی ولاینزل بعدہٗ احد من السابقین جب تک لاینزل بعدہ احد جیسے الفاظ نہ ملیں اسوقت تک آپکی آمد ثانی کو عقیدہ ختم نبوت کیخلاف نہیں سمجھا جاسکتا۔

سوال نمبر ۲۸ :- حدیث لانبی بعدی کے ہوتے ہوئے بھی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتے ہیں تو اگر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہنا چاہتے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تو عربی زبان میں کیا الفاظ استعمال کرتے؟

جواب :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی قسم کے الفاظ فرماتے لامحدث بعدی نبی ولایأتی احد من السابقین۔

سوال نمبر ۲۹ مسلم کی حدیث میں نواس بن سمعان کی روایت میں آنیوالے مسیح کے متعلق جو "نبی اللہ" کے الفاظ چار دفعہ آئے ہیں قرآن مجید کی آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی کے ہوتے ہوئے اس "نبی اللہ" کے معنے کیا ہونگے؟

جواب :- گھانا کا صدر، نائجیریا میں آئے اور اسے کوئی شخص صدر کہہ دے تو اسکے معنی کیا ہونگے؟ یہی نا کہ یہ شخص اپنے مرتبہ میں صدر مملکت ہے گو یہاں وہ اس عہدے میں نہیں نہ اسکا حکم یہاں نافذ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے نبی اللہ کا لفظ آپ کے مرتبہ کا بیان ہے آپ کے اس وقت کے عہدے کا بیان نہیں کیونکہ یہاں وہ امتی کی حیثیت سے کام کریں گے دور نبوت کے لحاظ سے یہ دور دور محمدیؐ ہوگا۔

سوال نمبر ۳۰ :- قرآن مجید میں ہے کہ ہر امت کا گواہ قیامت کے دن ان کا نبی ہوگا اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی امت کے گواہ ہونگے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں آخری زمانہ میں آئیں گے تو کیا ان کا آنا اس آیت کے خلاف نہیں ہوگا؟

جواب:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حشر (میدان حشر میں حاضری) دو دفعہ بھی ہو سکتا ایک دفعہ آپ اپنی امت پر گواہی دینگے جس طرح سب انبیاء اپنی اپنی امت پر گواہی دیں گے دوسری دفعہ آپ امت محمدیہ کے ساتھ میدان حشر میں آئیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری امت پر گواہی دیں گے جب یہ ممکن ہے کہ حشر کی حاضری آپ کی دو دفعہ ہو تو پھر آپ کی آمد ثانی بحیثیت امتی کے اس آیت کیخلاف نہ ہوگی کہ قیامت کے دن ہر امت کا گواہ ان کا نبی ہوگا (پ النساء آیت ۴۱)

سوال نمبر ۳۱:۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آمد ثانی کے وقت نبی نہیں ہونگے بلکہ امتی ہونگے تو کیا ان کا امت محمدیہ میں آنا آیت قرآنی وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ دوسرے کا مطیع اور فرمانبردار ہو) کے خلاف نہیں ہوگا؟

جواب:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بعثت یا رسالت کے ساتھ نہ ہوگا وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ میں جس ارسال رسل کا بیان ہے اس سے مراد رسولوں کا رسالت کے ساتھ آنا ہے رسول جب رسالت کے ساتھ آتے ہیں تو ان کی حیثیت مطاع کی ہوتی ہے مطیع کی نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے ساتھ تشریف لائیں گے بعثت کے ساتھ نہیں اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا وما ارسلنا من رسول یہ نہ فرمایا وما انزلنا من رسول سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر انکا بالذات مطاع ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال نمبر ۳۲:۔ آیت استخلاف میں خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین اسلام کے استحکام اور خوف کو امن سے بدلنے کیلئے خلفاء آیا کریں گے اور وہ انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہونگے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اور امامًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے بھی نازل ہوں تو پھر بھی امت محمدیہ......

جواب:۔ آیت استخلاف قرآن کریم پ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۵۵ میں موجود ہے اس میں کہیں یہ الفاظ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہونگے ہم نے بہت تلاش کیا کہیں یہ الفاظ نہیں ملے حضرت عیسیٰؑ جب نازل ہونگے تو امت کے امام خود اس امت میں سے ہوں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں عیسیٰ بن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا" حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے اور حج بھی کریں گے۔

سوال نمبر ۳۳:۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے انبیاء کیطرح فوت ہو گئے ہیں اور تمام احادیث جن میں نزول مسیح یا مسیح کی آمد ثانی کا ذکر ہے وہ ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہے اور قرآن کریم کی صحیح سپرٹ سے ان کو کوئی سروکار نہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے یا کافر؟

جواب :- جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوسرے انبیاء کی طرح فوت ہو گئے اسے یہ گمان ہے کہ سب انبیاء ایک ہی طرح فوت ہوئے یہ خود غلط ہے بعض انبیاء قتل ہوئے جیسے یحییٰ علیہ السلام، بعض کچھ وقت کیلئے فوت ہوئے جیسے عزیر علیہ السلام اور وہ پھر اس دنیا میں اٹھ کھڑے ہوئے اگر وہ شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عزیر علیہ السلام کی طرح وفات کچھ وقت کیلئے وارد ہوئی اور وہ اٹھائے گئے اور آپ ایک دفعہ پھر اس دنیا میں قیامت کے قریب تشریف لائیں گے تو یہ عقیدہ غلط ہے تاہم وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کا نشان ہونے (انہ لعلم للساعۃ) کا منکر نہ سمجھا جائے گا البتہ اس کا یہ کہنا کہ نزولِ مسیح کی احادیث صحیح نہیں غلط ہے یہ اس کی علمی غلطی ہے عقیدہ کی غلطی نہیں کیونکہ وہ آپ کے قربِ قیامت کا نشان ہونے کا منکر نہیں ہے۔

پھر بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا عقیدہ وفاتِ مسیح کا نہ ہو اس کی وفات کے بعد اسکے کسی شاگرد نے ایسی بات بنالی ہو یا گھڑلی ہو اور اس کے نام پر اسے شہرت دے دی ہو ایسی صورت میں مزید تحقیق کی جائے گی اگر اس کی اپنی تحریر مل جائے تو اسے دوسروں کی نقل پر فائق سمجھا جائے گا اس کی مثال حضرت مولانا عبید اللہ سندھی سے دی جا سکتی ہے ان کے کسی شاگرد نے ان کے نام پر وفاتِ مسیح کا نظریہ قائم کر لیا حالانکہ مولانا سندھی تیسیر کبیر کے ترجمہ میں اپنے قلم سے نزولِ مسیح کے عقیدے کی تشریح کر چکے ہیں اور محمود دیر میں بھی اس کی تائید موجود ہے

پھر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا عقیدہ تو ایسا نہ ہو اور وہ ردِ عیسائیت کے جوش میں الوہیتِ مسیح کا عقیدہ کا توڑ کرنے کے لئے وفاتِ مسیح کا مدعی بن بیٹھے سرسید احمد خاں اور مفتی محمد عبدہٗ وغیرہ حضرات نے اسی انداز میں بہت سی غلط باتیں کی ہیں رہی یہ بات کہ یہ کسطرح پتہ چلے کہ ان کا عقیدہ یہ نہ تھا سو اگر وہ اس عقیدے پر جماعت بندی کرتا ہے اور وہ اور اس کی پوری جماعت اس عقیدے کی اشاعت کیلئے پوری محنت کرتی ہے تو یہ یقیناً اس کا عقیدہ ہوگا نہ کہ مصلحت جیسے مرزا غلام احمد اور اس کے پیرو۔ اپنے تمام مباحث میں وفاتِ مسیح کے عقیدہ کو اولین جگہ دیتے ہیں۔

ہاں اگر کوئی شخص اسلامی ممالک سے دور کا رہنے والا ہو اور اسے کسی مستند عالم سے اس مسئلہ کو سمجھنے کا موقع نہیں ملا اس نے یکطرفہ لٹریچر سے ایسا عقیدہ اختیار کر لیا جیسے مسٹر اسد (جرمنی والے) پہلے اس پر اس مسئلہ میں علمی حجت پوری کی جائے گی پھر نہ مانے تو اسے بھی مرزا غلام احمد اور اس کے پیروؤں کی طرح قطعیاتِ اسلام کا منکر سمجھا جائے گا اور اس پہلو سے وہ کفر کی زد میں ہوگا۔

(نوٹ) سوال میں مختلف صورتیں ایک جگہ پڑی تھیں ہم نے جواب میں انہیں کھول دیا ہے تاکہ ہر صورت کا حکم علیحدہ بیان کر دیا جائے۔

سوال نمبر ۳۴ - حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رح، حضرت مجدد الف ثانی رح،

حضرت سلطان باہو رح، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح، حضرت شاہ عبدالعزیز رح، حضرت سید محمد اسماعیل شہید رح
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح، مولانا عبدالحلیم رح صاحب بحر العلوم، حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے
حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رح، مولانا رشید احمد گنگوہی رح اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح وغیرہ ہم نے
اپنی تحریرات اور ملفوظات وغیرہ میں جو غیر تشریعی نبی، ظل، بروز اور فنا فی الرسول کی اصطلاحات لکھی ہیں وہ
صحیح ہیں یا انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں ہندوانہ تصور اپنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی اور ان
اصطلاحات کے لکھنے سے کوئی اسلام کی خدمت ان کے مدنظر تھی آخر انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ اصطلاحات
کیوں لکھی ہیں اگر انہی اصطلاحات کو کوئی دوسرا شخص لکھے تو اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

جواب: ظل اور بروز کی اصطلاحات ہندو تصورات سے ماخوذ ہیں جو ان کے عقیدہ تناسخ کے پہلو سے نکلی ہیں.
پھر بعض صوفیاء نے اپنے فنا اور بقا کے مقامات سے مخلوط کر لیا ہے اور ان میں یہ تاویل کر کے اپنے ہاں لے لیا ہے
تاہم اس میں شبہ نہیں کہ ان کی اصل ہندو نظریات میں سے تھی ہاں یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ کسی قوم سے الفاظ
لے کر انہیں اپنی کسی نئی اصطلاح میں بدل لینا یہ امر ممنوع نہیں تھا فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، اور
فنا فی اللہ صوفیہ کی اپنی اصطلاحات ہیں اور ان کی تشریحات ہیں۔

غیر تشریعی نبی کی اصطلاح کو سائل نے یونہی ان اصطلاحات کے ساتھ جوڑ لیا ہے اگر ان سے مراد وہ شخص ہے
جو شریعت کی رو سے کسی درجہ میں نبی نہیں جیسے سعدی کو پیغمبر غزل کہا گیا تو شرعی حیثیت کے سوا کسی کو بھی کسی
فن کا پیغمبر کہا جا سکتا ہے جو خدا کے پیغمبر ہوئے ہیں انہیں نبی اللہ کہا جاتا ہے وہ فنی نبی نہیں ہوتے شرعی نبی
نہیں ہوتے شریعت نے انہیں نبی مانا ہے وہ نئے احکام لائیں یا پرانی شریعت پر چلیں وہ شرعی نبی ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی شخص پر شرعی نبی کا لفظ نہیں بولا جا سکتا لا نبی بعدی کے معنی لا مشرع بعدی
کے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص شرعاً نبی نہیں کہلا سکتا۔

اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ شریعت کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی پیدا ہو سکتا ہے جو
نئی شریعت نہ لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع رہے لیکن شریعت کی رو سے اسے نبی اللہ کہہ سکیں گے
تو ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے ہاں نبوت کے کمالات جاری ہیں اور بہت سے غیر پیغمبروں کو بھی ان کمالات سے
حصہ ملتا ہے لیکن کسے ایسے شخص پر نبی یا نبی اللہ کا لفظ نہیں بولا جا سکتا نہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے.

بزرگوں کی بعض عبارات میں کمالات نبوت پانے کا ذکر ہے لیکن ان میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایسے شخص کو نبی ہرگز
نہ کہا جا سکے گا پھر بھی اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اور وہ ہوش و حواس میں ایسی بات کہتا ہے اور اپنے
نہ ماننے والوں کو جہنمی قرار دیتا ہے تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہ ہو سکے گا سوال میں جن بزرگوں کے نام دیئے گئے ہیں ان میں
کوئی بھی ان شرائط کے ساتھ کسی غیر تشریعی نبوت کے جاری رہنے کا قائل نہ تھا۔

سوال نمبر ۳۵ :۔ صوفیاء کرام کی اصطلاحات کے علاوہ محدثین، فقہاء اور بزرگان دین نے عقاید، حدیث، اصول حدیث فقہ اور اصول فقہ کی جو اصطلاحات وضع کی ہیں یہ اصطلاحات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنا عرصہ بعد وضع ہوئی ہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وضع ہونے کی وجہ سے یہ غیر اسلامی ہیں؟ اگر یہ اسلامی ہیں تو طریقت کی اصطلاحات کیوں غیر اسلامی ہیں؟

جواب :۔ محدثین اور فقہاء کرام نے اپنے اپنے دائرہ علم میں جو اصطلاحات وضع کی ہیں وہ علمی اصطلاحات ہیں۔ شرعی نہیں انسے مسائل کا درجہ معلوم ہوتا ہے مسئلہ ثابت نہیں ہوتا مسئلہ کے مراجع و مصادر قرآن و حدیث ہیں ـــــ طریقت کی اصطلاحات محض بیان حال کیلئے ہیں تعیین منصب کے لئے نہیں کتاب و سنت سے احکام استنباط کرنے والے ان احکام کے صرف مظہر ہوتے ہیں کہ انہوں نے کتاب و سنت کی وہ گہرائی ظاہر کر دی وہ مثبت احکام نہیں ہوتے مسائل میں فقہا کے فیصلے سند ہیں صوفیا کا قول حجت نہیں۔

سوال نمبر ۳۶ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہزاروں ایسے بزرگ ہوئے ہیں جنہوں نے فنافی الرسول کے مقام پر پہنچ کر اپنے آپ کو آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ، احمدؐ کہا ہے اور بعض نے تو نبی اور رسول بھی کہہ دیا ہے اور کئی وہ ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے نام کے کلمے بھی پڑھا دیئے ہیں جو اہل علم حضرات سے مخفی نہیں کیا یہ سب بزرگان دین اور انکے متبعین غیر مسلم ہیں؟

جواب :۔ صوفیہ کی اصطلاحات میں اہل حال اور اہل قال دو علیحدہ علیحدہ طبقے ہیں اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ سند اہل قال سے لی جائے اہل حال سے نہیں اپنی حیثیت کو فنا کر کے کوئی شخص اپنے شیخ کا مظہر بنے اس سے اسکے حال کا تو پتہ چل سکتا ہے لیکن اس کے اس حال پر کبھی جماعت بنی نہیں سنی گئی نہ اس سے شرعی احکام چلتے ہیں نہ لوگوں کو اس مقام کی دعوت دی جاتی ہے جن صوفیوں سے ان کی کسی خاص حالت میں شطحیات صادر ہوئے وہ ان کا ارادی کلام نہ تھا اس صورت میں وہ لائق معافی ہیں لیکن ان کی باتوں کو سند نہیں بنایا جا سکتا اور نہ وہ باتیں اپنے ظاہر میں صحیح سمجھی جا سکتی ہیں

سوال نمبر ۳۷ :۔ جماعت احمدیہ لاہور کا ہر فرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیر مشروط طور پر خاتم النبیین اور آخری نبی مانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ امام الزماں مجدد صد چہاردہم، مسیح موعود جناب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا بلکہ بار بار اعلان کیا کہ "سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں" (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۳۰)

جواب :۔ یہ دعویٰ کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ہر فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مشروط طور پر آخری نبی مانتا ہے مندرجہ ذیل تحریرات کی رو سے صحیح نہیں مرزا غلام احمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اس طرح مانتا ہے کہ کلمہ، قبلہ اور شریعت بدلے بغیر نیا نبی نہ آسکے بلکہ بعض عبارات میں اس کا شریعت لانے کا دعویٰ بھی ہے یہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ہونے کا غیر مشروط عقیدہ نہیں اپنے لئے ایک چور دروازہ کھولنا ہے مرزا غلام احمد کی موت ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی آپ نے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ کو اخبار عام میں جو بیان دیا وہ ۲۶ مئی کو شائع ہوا یہ مرزا صاحب کی اس مسئلہ پر آخری تحریر ہے اس میں ہے

"جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے راز میرے پر کھولتا ہے اور جب انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار یقین نہیں کھولتا اور انہی امور کی کثرت کیوجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں"

"منقول از النبوۃ فی الاسلام مصنفہ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور"

اس عبارت کی روشنی میں یہ کہنا کہ لاہوری جماعت کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مشروط طور پر آخری نبی مانتے ہیں کسی طرح درست نہیں جب انہوں نے نبوت کا ایک دروازہ کھلا رکھا ہے گو کسی تاویل سے کیوں نہ ہو تو پھر ختم نبوت پر غیر مشروط عقیدہ رکھنے کا یہ دعویٰ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے پھر مرزا صاحب نے صرف یہی نہیں کہا کہ خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اسے وحی شیطانی کہہ کر نظر انداز کیا جا سکے مرزا صاحب نے اپنی اسی وحی کی اساس پر نبوۃ کا دعویٰ بھی کئے رکھا اور اس کے انکار کو گناہ بھی قرار دیا مولوی محمد علی صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے مگر آپ کے متبعین کامل کیلئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں ان کیلئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا"

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

"جزئی طور پر ایک قسم کی نبوت ان کو ملتی ہے اور آفتاب نبوت ان کے دل کے آئینے میں منعکس ہو کر ایک ظلی یا بروزی نبوت ان کو دیتا ہے" (مسیح موعود ص ۲۶۶ تحریر ۱۹۱۸)

جناب ملک بشیر محمد صاحب کے سوالات ختم ہوئے ہم اختصار کے ساتھ ہر سوال کا شافی جواب دے دیا ہے ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ (حال وارد پاکستان)

قادیانیوں اور مرزائیوں کیلئے لمحۂ فکریہ

مرزا طاہر احمد اور اسکے ساتھیوں کیلئے صحیح راستہ

قاری نور الحق قریشی، ایڈووکیٹ ــــــ ملتان

مرزا غلام احمد قادیانی نے جن حالات میں دعویٰ نبوت کیا اور فرنگی استعمار نے جس طریقے سے اس کی سرپرستی کی، یہ سب کچھ مرزا صاحب کی اپنی تحریروں سے عیاں ہے جنہیں ان صفحات میں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ مرزا صاحب کی کتابوں میں مجددیت، مسیح موعود، مہدی زماں اور خود اپنے تئیں نعوذ باللہ محمد و احمد کے دعاوی اپنے متبعین اور اہل و عیال کے لئے صحابہ کرام، اُمّ المؤمنین، اہل بیت، ازواجِ مطہرات کی اصطلاحات کا بلا روک ٹوک استعمال اسلام کے بنیادی اصولوں کی کھلم کھلا خلاف ورزی، جہاد جیسے اسلام کے اہم ستون کے خلاف قلمی جہاد کا متواتر سلسلہ انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ، اہلبیت، سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کے نام لیکر توہین اور طنز آمیز اندازِ بیان، اپنے مخالفین پر کفر کے فتوؤں کے علاوہ ان کیلئے سؤر اور کنجریوں کی اولاد جیسی نفرت اور اشتعال انگیز تحریریں ملتی ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے اگر مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات کو نظر انداز کر کے "صرف انداز تحریر اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال شدہ بیانات کا تجزیہ کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کے بنیادی اصولوں اور عالم اسلام کے خلاف جو مواد مرزا صاحب کی تحریروں میں ملتا ہے یہودیوں کے بعد شاید ہی کسی اسلام دشمن طاقت نے اتنا مواد مہیا کیا ہو!

ہم درج ذیل معروضات میں جو بات قادیانیوں اور مرزائیوں خصوصاً نوجوان نسل کو باور کرانا چاہتے ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے لیکر اب تک کے حالات کا مختصر تجزیہ پیش کریں تاکہ سیاق و سباق کو سامنے رکھ کر ہم اپنی بات کہہ سکیں اور نوجوان قادیانی نسل اس پس منظر میں اپنے آئندہ لائحہ عمل اور مستقبل کے لئے صحیح فیصلہ کر سکے!

انگریزی دور اس بات میں کسی کو کلام نہیں کہ مرزا صاحب نے انگریزی عہد میں دعویٰ نبوت کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی عہد میں مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کو نہ صرف مالی تعاون حاصل رہا بلکہ اس پودے کی آبیاری میں اس حکومت نے جس کے عہد میں اقتدار کا سورج نصف النہار پر تھا اپنے مکمل وسائل وقف کر دیئے!

قرآن پاک کے مطالعے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انبیاء کرامؑ نے اپنے اپنے عہد میں ہر طاغوتی قوت سے ٹکر لی اور بڑی سے بڑی قوت سے نبرد آزما رہے، تکالیف اٹھائیں، مصائب جھیلے، ہجرت کی۔ نیز ان کے پیروکار بجبر

اتباع نبی اپنے نبی کے تمام مصائب میں ہمنوا و ساتھی رہے۔ لیکن اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ مرزا صاحب اپنے عہد میں مسلمانانِ عالم کے سب سے بڑے دشمن انگریز سے ٹکرانے کی بجائے اس کی تعریف میں رطب اللسان رہے اور مسلمانوں سے نہ صرف تعلقات خراب کئے بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کے مصائب میں ان کا ساتھ دینے کی بجائے دشمن کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں کی آزادی کچلنے یا کسی اسلامی ملک کو طوقِ غلامی پہنانے میں اگر فرنگی کامیاب ہوا تو مرزا صاحب اور ان کے ساتھیوں نے گھی کے چراغ جلائے اور انگریز کی فتح پر جشن منایا۔

علاوہ ازیں مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ بات عیاں ہے کہ انہوں نے خوشامدانہ انداز میں انگریز گورنروں اور ڈپٹی کمشنروں تک کو چٹھیاں لکھیں جن میں فرنگی کی حمایت میں اپنی کارگزاریوں کو گنوا کر ان سے مراعات طلب کیں جس کے جواب میں فرنگی نے اپنے عہد میں انہیں اندرون ملک مسلمانوں کے حملوں سے دفاع کیا اور حفاظت کی بلکہ انہیں مسلمانوں کے کوٹہ سے ملازمتیں دلوائیں اور تجارت و اقتصادیات کے میدانوں میں ہر قسم تعاون پیش کیا جس کے نتیجہ میں اس سلسلے سے منسلک لوگوں کو معاشی میدان میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

مسلمانانِ ہند نے انگریزی دور میں مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کا تعاقب جاری رکھا۔ مسلمانوں کے تمام مسلمہ فرقوں نے قادیانیوں کے مقابلے میں اپنی اجتماعیت اور اتحاد و اتفاق کا ثبوت فراہم کیا۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام نے باقاعدہ جماعتی طور پر قادیانیت کا تعاقب کیا جس کا آغاز اگرچہ ایک سیاسی تحریک (تحریک کشمیر) میں ڈوگرہ مہاراجہ کے دوران ہوا جب کشمیر کے مسئلہ میں مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں متفقہ طور پر کوئی لائحہ عمل تجویز کرنے پر اجلاس منعقد ہوا جس میں مرزا بشیر الدین محمود ایک خاص فرقہ کے نمائندے کے طور پر شریک ہوئے اور بعد میں مجلس کے صدر بنے۔ لیکن فوری طور پر مسلمانوں کے احتجاج خصوصاً مجلس احرار اسلام کے مسلسل اصرار پر کہ مرزا صاحب مسلمانوں کے بجائے ایک خاص فرقہ کی نمائندگی کرتے ہیں مرزا بشیر الدین کی چیئرمین شپ ختم ہو گئی۔

انہیں ایام میں ڈاکٹر علامہ اقبالؒ بھی پہلی مرتبہ مرزا بشیر الدین اور ان کی جماعت کی سرگرمیوں سے متعارف ہوئے بہرحال احرار کے اسٹیج سے مرزا صاحب اور ان کی تحریک کے خلاف مسلمانوں کے تمام فرقوں نے مذہبی مہم کا آغاز کیا ادھر فرنگی نے اس فرقہ کو مسلمانوں کا ایک فرقہ بنانے کے لئے پروپیگنڈہ مہم کا زبردست میدان گرم کر رکھا تھا۔ اسی دوران ۱۹۳۲ء میں مجلس احرار کے زیر اہتمام قادیان میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک بھر سے مختلف مکاتیبِ فکر کے علماء جمع ہوئے اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے عقائد زیر بحث آئے۔ مختلف مقدمات قائم ہوئے اور مجلس احرار کے زعماء کو مختلف المیعاد سزائیں سنائی گئیں۔ اگرچہ قادیان کانفرنس سے قبل عدالت عالیہ بہاولپور قادیانیوں کے خلاف فیصلہ دے چکی تھی۔ علاوہ ازیں برصغیر کے ممتاز علماء اور مشائخؒ نے بھی اپنے اپنے انداز میں قادیانیوں کا دفاع کیا کتابیں لکھیں، مناظرے ہوئے جلسے اور جلوس نکالے گئے۔ برصغیر کے مشاہیر علماء مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ

حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریفؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے علاوہ سیکڑوں علماء اور ہزاروں گدی نشین قادیانیوں کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ اس محاذ پر بھی مختلف مسالک سے منسلک علماء میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا۔ البتہ طریق کار میں اختلاف ضرور رہا مگر قادیانیوں کے بارے میں کفریہ عقائد میں سب متحد و متفق رہے۔

برصغیر پاک و ہند کی سیاسی و مذہبی تحریکات کا المناک پہلو یہ بھی ہے کہ جن نیم سیاسی اور مکمل مذہبی جماعتوں نے انگریزی اقتدار کے خلاف قوتوں کو ابھارا، سالہاسال مصائب و صعوبتیں برداشت کیں فرنگی استعمار کے خلاف مختلف قوتوں کو یکجا کیا، انگریز اور اس کی پیدا کردہ جماعتوں اور گروہوں کے خلاف بیک وقت لڑائیاں لڑیں، انگریزی جیلوں کو بھر دیا کہ دس سال تک غیر ملکی آقاؤں کے عہد میں آزادی کے حصول کی خاطر جیلوں کو آباد کیا۔ مذہبی طور پر بھی وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور شعائر اسلامی کے اور اسلامی تہذیب کا بھرم قائم رکھا لیکن بدقسمتی سے ایسے عناصر تحریک پاکستان کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر آمادہ نہ کر سکے۔ ایسا کیوں ہوا؟ یقیناً کچھ خدشات اور شکوک و شبہات کی ایسی فضا قائم ہو چکی تھی۔ جس نے انہیں تحریک پاکستان میں شمولیت سے باز رکھا ہو گا ان کے مقابلے میں مسلمانان ہند میں ایسا گروہ قائم ہو چکا تھا جس نے انگریز، اس کی تہذیب اور اس کی پروردہ جماعتوں اور گروہوں کے خلاف کبھی کوئی محاذ نہیں کھولا نہ ہی انگریزی اقتدار کو کسی سطح پر للکارا البتہ فرنگی کے خلاف آئینی جنگ کا آغاز کیا اور ہندوؤں کے تعصب کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی بات کی اس گروہ میں قادیانی بھی شامل ہو گئے اور وہ مسلم لیگ کے نمائندہ کے طور پر تقسیم ہند کے وقت باؤنڈری کمیشن میں شامل ہو گئے اس دوران انگریزی کی خوشنودی کیلئے ایسے علاقوں سے دستبردار ہو گئے جو پاکستان کے استحکام، سالمیت اور اس کے وجود کے لئے دفاعی طور پر نہایت اہمیت کے حامل تھے۔

دوسرا دور تشکیل پاکستان کے بعد قادیانی پاکستان آ گئے جیسا کہ سطور بالا میں ہم لکھ آئے ہیں کہ قادیانی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے بلکہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے انہوں نے پاکستان بننے کے بعد اپنی "خدمات" کے عوض نئے ملک کے مستقبل میں اہم کردار ادا کرنے کے لئے کام شروع کر دیا چنانچہ ظفر اللہ خان جو قادیانیوں کے اہم ستون تھے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ مقرر ہوئے انہوں نے اپنے سات سالہ عہد میں اندرون ملک اور بیرون ملک اعلیٰ ملازمتوں اور سفارت خانوں میں قادیانیوں کو بھرتی کرنا شروع کیا چنانچہ ایک ایسا وقت بھی آیا جب پاکستانی سفارت خانے مرزائیت کی تبلیغ کا مرکز بن چکے تھے سفارت خانوں کو جو مراعات حاصل ہوتی ہیں قادیانی افسروں نے ظفر اللہ خان کی قیادت میں بھرپور استفادہ کیا پاکستان کی خارجہ پالیسی ایسے خطوط پر مرتب کی گئی جو امریکہ اور فرنگی مفادات کی آئینہ دار تھی چنانچہ ظفر اللہ خان کی وزارت خارجہ کے دور میں پاکستان مکمل طور پر مغربی مفادات کا ترجمان بن چکا تھا اور ہماری داخلہ و خارجہ پالیسی امریکہ و برطانوی مفادات کے تحفظ کی علامت بن چکی تھی۔ ہم ایک آزاد مملکت کے شہری ہونے کے باوجود مغربی استعمار کے نفس ناطقہ بن چکے تھے۔

علاوہ ازیں ایک بڑی اسلامی مملکت کے ناطے سے عالم اسلام کی قیادت کرنے کی بجائے ہمارے تمام اسلامی ممالک سے تعلقات نہایت خراب تھے اس وقت مسلمان ملکوں میں فرنگی استعمار کے سب سے زیادہ مخالف دو مسلمان ملک تھے یعنی افغانستان اور مصر لیکن پاکستان کے ان دونوں اسلامی ملکوں سے تعلقات خراب رہے بلکہ ہم ایسے معاہدوں میں شامل ہو چکے تھے جو مکمل طور پر مغربی مفادات کے امین تھے جس کیوجہ سے اسلامی ملکوں میں ہمارا اسلامی تشخص اور مشرق وسطی اور دیگر اسلامی ممالک کی سیاسی قیادت کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور ہم آزاد ہو کر بھی مغربی ممالک کی ایک کالونی بن کر رہ گئے۔

ان حالات میں مرزائیوں کی مذہبی تبلیغ اور ملک کو قادیانی اسٹیٹ میں تبدیل کرنے کے مکروہ عزائم کے پیش نظر پاکستان میں مذہبی جماعتوں نے ایک مجلس عمل بنائی جس میں ملک کے تمام فرقوں کے جید علماء شامل تھے مل بیٹھنے کا موقع فراہم کیا اور مجلس عمل نے ۱۹۵۳ء میں اپنے خدشات کا اظہار ایسے مطالبات کی شکل میں کیا جس میں ظفر اللہ خان کا وزارت خارجہ سے دستبرداری، قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے، ان کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھنے اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیصورت میں ملک میں پہلی بار پیش ہوئے ان مطالبات نے ایک احتجاجی شکل اختیار کرلی حکومت وقت نے اسے اپنی آن کا مسئلہ بنالیا قادیانیوں کے خلاف پاکستان بننے کے بعد پہلی بار ایک منظم تحریک کا آغاز ہوا جس میں مختلف مسالک کے جید علماء شامل تھے ان میں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح، شیخ التفسیر مولانا احمد علی رح مولانا سید ابوالحسنات قادری رح، مولانا محمد داؤد غزنوی رح ترجمان اہلحدیث اور شیعہ کے مشہور راہنما جناب سید مظفر علی شمسی رح کے علاوہ ہزاروں علماء اور غریب کارکن ایسے تھے جنہوں نے تحریک میں اپنی جانوں تک کے نذرانے پیش کئے مجلس عمل کے صدر مولانا سید ابوالحسنات قادری مرحوم تھے ایک اندازے کے مطابق دس ہزار سے زائد مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا

جیسا کہ سطور بالا میں ہم لکھ آئے ہیں کہ قادیانی ملک کی کلیدی آسامیوں، اعلی ملازمتوں اور سفارت خانوں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے انہوں نے اپنے اثرات کا بھرپور استعمال کیا حکومت کی سرپرستی میں مسلمانوں کی اس تحریک کو بھرپور طریقے سے کچلنے کا انتظام کیا بالآخر حکومت نے قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین اختلافات کا پتہ لگانے اور تحریک کے پس منظر کو جانچنے کیلئے ایک کمیشن بٹھالیا جس کے سربراہ جناب جسٹس محمد منیر تھے۔

ہماری قومی زندگی کا ایک المیہ یہ رہا ہے کہ سینتیس سال گذر جانے کے باوجود تحقیق و تفتیش کا انگریزی طریقہ کار چلا آرہا ہے آج بھی اگر کسی فرد یا جماعت کے خلاف کوئی تحقیق کرنی مطلوب ہو تو انگریزی نظام کی تربیت یافتہ سی، آئی، ڈی وہی پرانے حربے اور طریقے اختیار کرتی ہے جو پاکستان بننے سے قبل کے حالات کے مطابق غیر ملکی آقاؤں نے اختیار کر رکھے تھے ظاہر ہے کہ اس وقت مسلمانان ہند غلام تھے اور انگریز کے خلاف جاری انقلاب کے نعرے وقت کی ضرورت تھے آج ہم ایک آزاد ملک کے باشندے ہونے کیوجہ سے ہمارے معروضی حالات میں بنیادی تغیر آچکا ہے حالات و واقعات کے

بمطابق تحقیق و تفتیش کا دائرہ بھی مختلف ہونا چاہیئے یا کم از کم "اسلامی" ہونا چاہیئے لیکن ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کی ایک مذہبی تحریک کو سیاسی رنگ دیا گیا اور مجلس عمل میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، ماسٹر تاج الدین انصاری رح، شیخ حسام الدین رح، مولانا صاحبزادہ فیض الحسن رح اور دوسرے احرار اسلام کے کارکنوں اور رہنماؤں کی شمولیت کی وجہ سے اس مقدس تحریک کو پاکستان سے قبل احرار اور لیگ کے اختلافات کا نام دیا گیا اور انہی خطوط پر احرار کے خلاف پاکستان دشمنی کے خود ساختہ پروپیگنڈے کی ایک مہم چلائی گئی سی، آئی، ڈی کے ذریعے چند رائٹوں کے اندر زعماء احرار کے خلاف پاکستان کے خلاف تقاریر وضع کی گئیں اور جھوٹ کا ایک پلندہ بنا کر احرار کے خلاف پاکستان دشمنی کا طوفان رچایا گیا حیرت اس امر پر ہے کہ تحقیقاتی کمیشن نے بھی ان خود ساختہ رپورٹوں کی بنیاد پر مسلمانان پاکستان کی ایک مقدس اور مذہبی تحریک کو "اینٹی احمدیہ موومنٹ" کا نام دیا گیا اور اس میں شامل دیگر جماعتوں جن میں مولانا ابوالحسنات رح، مولانا محمد داؤد غزنوی رح، مولانا عبدالحامد بدایونی رح، مولانا عبدالستار نیازی اور دیگر زعماء جنہوں نے تحریک پاکستان یا مسلم لیگ میں شمولیت کرکے کسی نہ کسی حیثیت سے کام کیا تھا کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا اور مذہبی تحریک کو سیاسی رنگ دیکر سختی سے کچل دیا گیا حالانکہ تحقیقاتی کمیشن کا مرکزی نقطہ نظر ہونا چاہیئے تھا کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے قادیانیوں کے ساتھ اختلافات کی نوعیت کیا ہے؟ لیکن اس کے برعکس مذہبی تنازعات، اسلام کی تعریف، مسلمان کی تعریف اور اس قسم کے فضول مباحث کو تحقیقاتی کمیشن کے فاضل ممبران نے از سر نو چھیڑ کر اسلام کو ایک متنازعہ دیو مالا گورکھ دھندا کا مذہب بنا کر رکھ دیا مزید برآں احمدی اور غیر احمدی کی اصطلاح بار بار استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ احمدیوں کو ایک "دو مسلمان فرقہ"، کا نام دیکر دیوبندی، بریلوی اور سنی و شیعہ تنازعات سے ہم آہنگ کرنے کی سعی ناتمام کی تاہم مسٹر جسٹس محمد منیر بعد میں اپنی دیگر عدالتی غلطیوں کے اعتراف کے ساتھ ساتھ قادیانیوں کے خلاف عدالتی تحقیقات کے خوشنما الفاظ کی آڑ میں اپنے گھناؤنے کردار پر ضرور شرمندہ ہوئے۔

۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک کو جس بے دردی سے کچل دیا گیا اس پر بظاہر قادیانی مطمئن ہو گئے کہ اب ان کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد مستقل طور پر ختم ہو گئی مگر اس حقیقت سے تاریخ کا کوئی طالب علم انکار نہیں کر سکتا کہ کامیاب تحریکوں سے قبل چھوٹی چھوٹی تحریکیں چلتی ہیں جو اپنے نتائج آئندہ کے لئے مرتب کرتی ہیں اور وہ خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا جو ان چھوٹی تحریکوں میں بہتا ہے اور پھر وقت آتا ہے جب یہی خون بڑی تحریکوں میں بہے بغیر کامیابی کا ضامن بنتا ہے چنانچہ ۵۳ء میں تحریکوں کے بعد بظاہر سطح آب پر سکون نظر آئی لیکن اندر ہی اندر لاوا پکتا رہا قادیانیوں نے کھل کر مختلف سیاسی جماعتوں کی حمایت شروع کر دی انہیں رقم اور کارکنوں کی کھیپ مہیا کی اپنے مطلب کی ہر جماعت میں اپنے سیل قائم کئے ملک کی اقتصادیات، ٹیکنالوجی، سائنس اور دیگر انتظامی عہدوں پر قابض ہو گئے، ہی فوج کی اہم اور نازک ذمہ داریاں بھی ان کی دسترس سے باہر نہ تھیں سفارت خانے ان کے تبلیغی مراکز بن چکے تھے اس لحاظ سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ عنقریب ملک کی باگ ڈور ان کے ہاتھ آنے والی ہے جس کے لئے انہوں نے تیاری شروع کر دی ادھر شاہ جی رح اور ان کے

سا تھی ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے ایوب خاں مرحوم کے زمانے میں قادیانیوں نے مختلف عہدوں پر نمایاں ہونا شروع کر دیا اس کے آخری دنوں میں جب یحیٰی خان برسر اقتدار آرہا تھا تو اس کا مکمل طور پر گھیراؤ کر لیا تھا ان کا خیال تھا کہ اب یحیٰی خان کے بعد کوئی نہ کوئی قادیانی جنرل برسر اقتدار آسکتا ہے چنانچہ یحیٰی خان کا گھیراؤ تنگ ہوتا چلا گیا ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب ملک کی پوری معیشت ایم - ایم - احمد کی دو انگلیوں کے درمیان چپک کر رہ گئی جو کسی وقت بھی خطرناک الارم بن کر ملک کی قسمت کا دھارا بدل دیتا لیکن اسلم قریشی جو اس وقت ایک سرکاری ملازم تھا - ایم - ایم - احمد کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے پیش نظر اس پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے اگرچہ وہ بچ گیا اور اسلم کو سزا ہو گئی مگر قادیانیت کے خلاف مسلمانوں کے جذبات کو جلا ملی اور یہ مسئلہ از سر نو زندہ ہو گیا انہی ایام میں یحیٰی خان نے عام انتخابات ایک فرد ایک ووٹ کی بنیاد پر منعقد کرنے کا اعلان کر دیا قادیانیوں کی دلچسپی ملک کے مغربی حصہ سے ہو سکتی تھی بلکہ واقفان حال یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ ملک کے مشرقی حصے کی علیحدگی میں ایم ایم احمد کا بھی ہاتھ تھا چنانچہ قادیانیوں نے اب اپنی سیاسی تکنیک بدل لی انہوں نے سیاسی پارٹیوں کا بغور جائزہ لینا شروع کیا ملک کے مغربی حصہ میں قابل ذکر پارٹیوں میں ایک نئی پارٹی "پیپلز پارٹی"، کے نام سے ایسی تھی جس کے انقلابی پروگرام اور مسٹر بھٹو مرحوم کی ذہانت و قابلیت کے پیش نظر قادیانیوں نے راہ و رسم بڑھانی شروع کر دی اور قادیانی جماعت کے سابقہ سربراہ مرزا ناصر احمد نے پیپلز پارٹی کے بڑے سے لیکر چھوٹے لیڈر تک ملاقات کر کے الیکشن میں بھرپور تعاون کی پیش کش کی انہوں نے پارٹی کے ذمہ دار عہدے داروں کو ہی نہیں بلکہ پارٹی میں مذہبی عناصر کو بھی اپنے دام ہمرنگ کا اسیر بنا لیا تھا قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کو ہی کیوں اپنے مفادات کیلئے موزوں سمجھا؟ اسکی وجہ یہ تھی کہ ایک تو مسٹر بھٹو کی انقلابی قیادت سے انہیں توقع تھی کہ وہ نوجوان ہیں اور ملک بھر میں ہر دلعزیز ہیں لہٰذا وہ کامیاب ہوں گے دوسری وجہ یہ تھی کہ پیپلز پارٹی کی قیادت کوئی مذہبی قیادت نہیں تھی بلکہ سوشلزم کے نعرے کے ساتھ میدان میں اتری تھی اور روٹی کپڑا اور مکان کا دلفریب نعرہ دے چکی تھی جو بڑے بڑے جغادریوں کو تہہ و بالا کرنے کیلئے کافی تھا قادیانیوں کا خیال تھا کہ پیپلز پارٹی کی کامیابی کے بعد مذہبی قیادت ان کے ہاتھ میں ہو گی کیونکہ پارٹی کی اپنی مذہبی لائن کوئی واضح نہیں تھی چنانچہ ان معروضی حالات میں قادیانیوں کی تکنیک صحیح تھی مگر قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا مسٹر بھٹو بڑی خوبیوں کے مالک تھے ان کی ذہانت، سیاسی بصیرت اور انقلابی قیادت کا ان کے بڑے سے بڑا دشمن بھی معترف تھا لیکن ہر انسان میں خوبیوں کے ساتھ بعض خامیاں بھی ہوتی ہیں مسٹر بھٹو میں ایک خامی یہ تھی کہ وہ اپنے سامنے کسی کو کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے ان کو یہ علم ہو جائے کہ فلاں آدمی یا لیڈر ان کے لئے کسی وقت خطرہ بن سکتا ہے تو اس سے سیاسی انداز سے نپٹنے کی بجائے ہر ذریعہ استعمال کرنے میں کبھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ وہ پارٹی کے اندر بھی خوشگوار نکتہ چینی برداشت نہیں کرتے تھے بلکہ نکتہ چین کو سبق سکھانے کیلئے خواہ وہ گورنر یا وزیر ہی کیوں نہ ہو اس کے گھر میں چوری کرا دی جاتی تاکہ اسے اپنی حیثیت معلوم ہو جائے بہرحال وہ بحران پیدا کرنے میں

ماہر تھے بحران سے نمٹنے یا قابو پانے کے سیاسی طریقوں کو استعمال نہیں کرتے تھے یا ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ بہر حال مسٹر بھٹو کی کامیابی کے بعد قادیانیوں نے اپنے پر پرزے نکالنے شروع کئے اور اپنا حصہ مانگنے کا مطالبہ شروع کر دیا یہ کشمکش اور اندرونی گڑبڑ اس حد تک پہنچی کہ پارٹی کے ایک سنٹرل کمیٹی کے رکن نے مجھے بتایا کہ مسٹر بھٹو سخت غصے میں تھے اور انہوں نے موجودہ قادیانی سربراہ کے بارے میں کہہ دیا کہ I will fix him up میں اسے ٹھیک کر دونگا۔

۱۹۷۳ء کا آئین جن حالات میں بنا اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں نفرت بتدریج بڑھ رہی تھی اور قادیانی اپنی طاقت کے بل بوتے پر اس حد تک مشتعل اور طاقتور ہو چکے تھے کہ وہ مسلمانوں کے اجتماع میں بھی اپنے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے انتظامیہ آج بھی وہی ہے اس وقت بھی یہی تھی اور کل بھی یہی ہوگی چنانچہ علماء کے خلاف روزبروز مقدمات کی بھرمار ہو گئی جیل کے آہنی دروازے کھلنے شروع ہو گئے جس طرح طاقت کے نشے میں بدمست درندہ اپنے سے کم جانور کو چیرنے پھاڑنے میں لطف محسوس کرتا ہے وہ پیپلز پارٹی کی کامیابی کو دراصل اپنی کامیابی سمجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ من مانی کارروائیاں کرنے لگ گئے چنانچہ ربوہ اسٹیشن پر نشتر کالج ملتان کے طالب علموں پر واپسی میں جو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت حملہ کیا گیا جس میں کئی طالبعلموں کو مار مار کر بیہوش کر دیا گیا دراصل ان کی طاقت کے نشہ کا ایک اظہار تھا کہ اب وہ پاکستان کی سرزمین پر اپنے خلاف کوئی نعرہ کوئی جلوس کوئی مظاہرہ برداشت نہیں کر سکتے طلبہ پر یہی الزام تھا کہ انہوں نے چناب ایکسپریس کے ذریعہ جاتے ہوئے ربوہ اسٹیشن پر قادیانیوں کے خلاف نعرہ بازی کی تھی جس کی سزا واپسی پر سنا دی گئی۔ یہ واقعہ بظاہر معمولی تھا مگر دراصل جہاں قادیانیوں نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا وہاں مسلمانوں کے دلوں میں چنگاری جو ان کی مسلسل زیادتیوں کے باعث سلگ رہی تھی کو آگ کا شعلہ بنانے کے لئے کافی تھا بس پھر کیا تھا ملک بھر میں آگ لگ گئی اور ایک تحریک چل پڑی

۱۹۷۴ء کی تحریک کو کچلنے کی مقدور بھر کوششیں کی گئیں گرفتاریوں اور مقدمات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ مسٹر بھٹو ہو سکتا ہے کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر Fix up کرنا چاہتے ہوں ان کے ذہن میں Fix up کے کئی اور طریقے بھی ہو سکتے تھے لیکن مسلمانان پاکستان کی یہ عظیم الشان الذغالباً اس انداز کی پہلی کامیابی تھی۔ کہ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو مجبوراً عوام کے منتخب ادارے قومی اسمبلی میں نمائندوں کے روبرو اپنا مؤقف پیش کرنا پڑا جسے قومی اسمبلی کے معزز ممبران نے جن میں ملک کے جید علماء و مشائخ اور مختلف مسالک کے نمائندہ علماء بطور ارکان موجود تھے نہ صرف یکسر مسترد کر دیا بلکہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں دوسری ترمیم منظور کر کے قادیانیوں

احمدیوں، مرزائیوں، لاہوریوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیکر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہ واحد ترمیم ہے جس پر اس وقت حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے معزز ممبران کا اتفاق ہوا۔

اس آئینی ترمیم کے بعد قادیانیوں کو اب مسلمان کہنا جرم بن گیا اس ترمیم کی نقول اسلامی دنیا کے تمام ممالک کو بھیج دی گئیں جن سے قادیانیوں کی بیرون ملک سرگرمیوں کو کافی دھچکہ لگا اگرچہ اس ترمیم کی مخالفت بھی کی جاتی رہی اور قادیانیوں نے کھلم کھلا ۱۹۷۳ء کی اس آئینی ترمیم کی مخالفت شروع کردی اسے ختم کرنے کی ہر طریقے سے کوشش کی چنانچہ بعد کے سیاسی حالات میں مسٹر بھٹو کو پھانسی ہوگئی تو اس واقعہ کو بھی انہوں نے اپنی جیت پر محمول کیا اور دور از کار تاویلات کا سہارا لے کر اپنے من کو خوش کرنے کی سعی ناتمام کی چنانچہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق نئے فوجی حکمران جنرل محمد ضیاء الحق کو شیشے میں اتارنا شروع کردیا جنرل ضیاء کے برسر اقتدار آنے کے بعد غالباً قادیانیوں نے یہ سمجھا کہ اب پیپلز پارٹی سے انتقام لینا آسان ہوگا کیونکہ جنرل صاحب کی حکومت پیپلز پارٹی کو اقتدار سے محروم کرنے کے بعد برسر اقتدار آئی ہے لہٰذا پرانے دشمنوں سے انتقام لینا فوجی حکومت میں آسان ہوتا ہے چنانچہ حسب عادت قادیانیوں نے اس پر عمل کرنا شروع کردیا پاکستان کی تاریخ میں ایک سیاسی المیہ یہ بھی رہا ہے کہ یہاں جب بھی کوئی حکومت برسر اقتدار آئی اس نے پہلی حکومتوں کے طور طریقے بدل ڈالے اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے نئے طریقے ایجاد کئے نیز برسر اقتدار آنے کے لئے کبھی بھی کوئی ضابطہ بروئے کار نہیں لایا گیا اور نہ ہی کسی روایت کا سہارا لیا گیا بس جب فوج نے چاہا اس کے کمانڈر انچیف نے محسوس کیا اس نے اقتدار سنبھال لیا اور گستاخی معاف! عدالت نے بھی ہمیشہ برسر اقتدار آنیوالے کو سند جواز عطا کی ۱۹۷۳ء کا آئین واحد آئین ہے جو سات سال گذر جانے کے باوجود معطل ہے کالعدم نہیں! اگر خدانخواستہ جنرل ضیاء برسر اقتدار آتے ہی طاقتور اور نوجوان مارشل لاء کے زعم میں ۱۹۷۳ء کے آئین کو کالعدم قرار دیدیتے تو یہ ملک کی انتہائی بدقسمتی کا دن ہوتا اور یہ موجودہ پاکستان خدانخواستہ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہوتا قابل احترام ہیں وہ عناصر جنہوں نے جنرل ضیاء کو ۱۹۷۳ء کے آئین کو ختم کرنے سے باز رکھا البتہ ظاہر ہے کہ جنرل صاحب کو اپنی طرز حکومت چلانے، اپنی بات کہنے اور اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کسی نہ کسی مارشل لاء آرڈر، آرڈیننس یا احکامات کو ہنگامی بنیادوں پر جاری تو کرنا ہی تھا اور بالآخر پی سی او جاری کرنا پڑا تاکہ وہ اپنی حکومت چلا سکیں لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے دانشمندی کا ثبوت یہ دیا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اسے وقتی طور پر سرد خانے میں ڈال دیا میرے نزدیک ۷۳ء کے آئین کی منسوخ پاکستان کی تنسیخ کے مترادف ہے اسے آج نہیں تو کل بہرحال اور بہرصورت نافذ ہونا ہے آج مختلف صوبوں میں یہی سرد خانوں میں پڑا ہوا آئین رابطہ کا کام دے سکتا ہے۔ ورنہ مختلف صوبوں کو یکجا رکھنے کا کوئی اور متفقہ فارمولا موجود نہیں ہے اگر ۱۹۷۳ء کے آئین پر کبھی بھی خط تنسیخ کھینچ

کی نوبت آئی تو نہ صرف یہ کہ قادیانیوں کی جیت ہوگی بلکہ پاکستان کا وجود خدانخواستہ ختم ہو جائے گا میں ملک کے موجودہ حالات اور سیاسی جماعتوں کی موجودگی کی وجہ سے کہہ سکتا ہوں کہ ۱۹۷۳ء کا آئین کوئی حکومت نہیں ختم کر سکے گی البتہ موجودہ حکومت کو مشورہ دونگا کہ اگر واقعی انتقال اقتدار کے مسئلہ میں مخلص ہے تو اسے اب ۱۹۷۳ء کے آئین کو فوراً سرد خانے سے نکال کر جھاڑ پونچھ کر روبہ عمل لانا چاہیئے اور اسے کام کرنے کا موقع دیا جائے کیونکہ یہی طریقہ ہے آئینی انتقال اقتدار کا۔ بصورت دیگر موجودہ مجلس شوریٰ کی جگہ نئی شوریٰ منتخب کرا لینا موجودہ وزراء کی جگہ نئے چہروں کو منظر عام پر لانا یا کسی کے سر پر وزارت عظمیٰ کا لولا لنگڑا تاج رکھ لینا انتقالِ اقتدار کی تعریف میں نہیں آتا فوجی حکومت کا ایک اور بڑا فائدہ جو [illegible] انتظامیہ کو پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے کام کرنے کے لئے بڑی سہولت حاصل ہو جاتی ہے مجھے اس نظریہ سے اتفاق نہیں ہے کہ فوجی حکومت میں سول انتظامیہ کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ سول لاء مارشل لاء کے آنے سے بہت متاثر ہوتا ہے ہر طرف فوجی جوان چلتے پھرتے نظر آتے ہیں فوجیوں کی بات سپریم حیثیت کی حامل ہو جاتی ہے

اس میں شک نہیں کہ مارشل لاء لگنے سے سول انتظامیہ کے اختیارات پر زد پڑتی ہے مگر انہیں اپنے اختیارات کی بحالی میں زیادہ محنت نہیں کرنا پڑتی انہیں صرف ایک کام بڑے غور و فکر سے کرنا پڑتا ہے اور وہ ہے نئے حکمرانوں کی خیر یاد حاصل کرنا، ان کا مزاج سمجھنا اور ان کا طور طریقوں کا بغور جائزہ لینا اور اس کے لئے دو تین ماہ کا عرصہ کافی ہوتا ہے اس کے بعد بیشک مارشل لاء دس برس تک قائم رہے انہیں کسی قسم کا خطرہ لاحق نہیں رہتا اسلئے کہ مارشل لاء لگنے سے مرکز اور صوبوں کے سربراہ تبدیل ہوتے ہیں نظام وہی رہتا ہے اور اس نظام کو سول انتظامیہ ہی چلانے کا تجربہ رکھتی ہے جسے بہر حال اور بہر طور چلانا ہی ہے فوجی سربراہوں نے ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے مشورہ سے کام کرنا ہوتا ہے جو مکمل طور پر خود مختار رہتا ہے جمہوری حکومتوں میں سول انتظامیہ کو عوامی نمائندوں کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا ہے وہ نمائندے نوکر شاہی کے طور طریقے سے پہلے ہی واقف ہوتے ہیں چنانچہ قدم قدم پہ ان کا ووٹس کا سامنا کرنا پڑتا ہے البتہ مارشل لاء کی زد سب سے زیادہ عوام اور عدلیہ پر پڑتی ہے۔

بہر حال جنرل ضیاء کے برسر اقتدار آنے کے بعد ایک بار پھر انتظامیہ نئے سربراہ کے استقبال کرنے کیلئے نئے انداز کے ساتھ تیار ہو گئی قادیانیوں کی غلطی تھی کہ انہوں نے بھی ضیاء کا دم غنیمت سمجھا ایک بار پھر قادیانی پالیسی ساز اداروں نے فوجیوں کے ساتھ روابط بڑھانے، مسٹر بھٹو کے عہد میں کئے گئے اقدامات کے خاتمے کے لئے سازشیں شروع کر دیں انہوں نے ربوہ ایڈمنسٹریشن سے تعلقات کی بحالی اور خوشگوار بنانے کیلئے نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کو بلایا ملک بھر میں ان کی پذیرائی کی گئی ہر صوبے میں ان کی سائنس اور ٹیکنالوجی کے سلسلہ میں خدمات پر خراج تحسین پیش کیا گیا خود جنرل ضیاء نے بھی انہیں پاکستان کا پہلا "مسلمان" سائنسدان اور نوبل

انعام یافتہ قرار دینے کا اعلان کیا اور ان کا خود جنرل ضیاء نے اسطرح استقبال کیا جس طرح کسی غیر ملکی سربراہ کا استقبال کیا جاتا ہے اس سے مذہبی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی ۔ بہر حال جنرل ضیاء کے خلاف قادیانی ہونے کا اس حد تک پروپیگنڈا کیا گیا کہ سندھ کے بعض علماء اور پیروں نے باقاعدہ تقریروں میں قادیانی ہونے کی تشہیر شروع کردی اور دیہاتوں تک یہ بات پھیل گئی جس کا ذکر خود جنرل ضیاء صاحب نے اپنے دورہ سکھر میں جمیعت علمائے اسلام کا نام لیکر افسوس کا اظہار بھی کیا۔ خود جنرل ضیاء ملک کے واحد سربراہ ہیں جنہوں نے بارہا اپنے قادیانی نہ ہونے کا برملا اعلان کیا بیانات دیئے سوالوں کے جوابات دیئے۔ بلکہ اپنے خطبہ مسنونہ کا الحمد للہ کے ساتھ "خاتم النبیین" کو لازمی قرار دے رکھا ہے تاہم پروپیگنڈہ میں کوئی فرق نہ آیا اگرچہ قبل ازیں جنرل صاحب پی سی او میں ترمیم بھی کر چکے ہیں تاہم یہ سب عارضی احکامات تھے جو فرد کے بدلنے کے ساتھ تبدیل ہو سکتے ہیں۔

موجودہ آرڈیننس کا نفاذ اگرچہ ۱۹۷۴ء کے آئینی ترمیم کے لوازمات میں سے ہے جسے ۱۹۷۴ء میں ہی نافذ ہونا چاہئے تھا یا آئینی ترمیم کے بعد اس کا نتیجہ بھی یہی تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کے بعد ان کیلئے ان تمام اسلامی و شرعی اصطلاحات کا استعمال ممنوع اور قابل تعزیر جرم قرار دیدیا جاتا کیونکہ کوئی غیر مسلم اسلامی اصطلاحات اسلامی نام، مسجد، اذان وغیرہ استعمال نہیں کر سکتا مگر نامعلوم ۱۹۷۴ء کی ترمیم کے بعد مسلسل اسلامی اصطلاحات کا مذاق کیوں اڑایا جاتا رہا؟ تاہم یہ آرڈیننس ہے لیکن یہاں میں یہ عرض کر دوں کہ اگرچہ آرڈر، آرڈیننس، فرد کے بدلنے کے ساتھ ہی اپنی حیثیت کھو بیٹھتے ہیں لیکن قادیانیت کے بارے میں کوئی آرڈر یا آرڈیننس فرد کے بدلنے کے ساتھ اپنی حیثیت نہیں کھو سکے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانان پاکستان اس فرقہ کی مسلسل زیادتیوں اور سازشوں کو اب کسی صورت ایک لمحہ کیلئے بھی برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں ۔

ہم سطور بالا میں درج کر آئے ہیں کہ ہمیں قادیانیوں کے بارے میں انکی زیادتیوں اور سازشوں کی تفصیلات میں جانے کے چنداں ضرورت نہیں ہے تاہم چند واقعات پیش کئے جا رہے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ مسلمانانِ پاکستان کے دلوں میں قادیانیوں کیخلاف صرف مذہبی بنیادوں پر ہی نفرت میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ بعض قادیانی لیڈروں اور زعماء نے پاکستان اور اس کی سالمیت کے خلاف ایسا قابل اعتراض طرز عمل اختیار کیا جس سے سیاسی عناصر بھی ان کے خلاف ہو گئے چنانچہ سب سے پہلے سر ظفر اللہ خان نے وزیر خارجہ ہونیکے باوجود حضرت قائدِ اعظمؒ کی وفات پر ان کے جنازہ کے وقت عدم شمولیت کر کے جس گھناؤنے اور بھونڈے کردار کا مظاہرہ کیا اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ سے ہٹانے کیلئے یہی جرم کافی تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی اس حد تک طاقتور ہو چکے ہیں کہ کسی کو ظفر اللہ خان کے طرز عمل پر احتجاج کی جرأت نہ ہوئی بلکہ اس وقت کی بے غیرت حکومت نے بھی اس کا نوٹس نہ لیا۔

مگر ضروری نہیں کہ کسی چیز کا نوٹس حکومتیں نہ لیں تو عوام بھی شریک نہ ہوں پاکستانی عوام کے دلوں میں مسٹر ظفر اللہ کے بابائے قوم کے ساتھ اس حد تک توہین آمیز سلوک کو دیکھ کر نفرت کی گرہ پڑ گئی ۔

۲ پاکستان کی تشکیل کی مخالفت یا ہندوستان کی تقسیم کی دو گروہوں نے مخالفت کی ایک گروہ انگریز کی سیاست کو سمجھ کر خلوص دل کے ساتھ یہ سمجھتا تھا کہ فی الحال ہندوستان کو تقسیم نہ کیا جائے پہلے فرنگی کے ناپاک قدموں سے اس دھرتی کو پاک کیا جائے بعد میں ہندو اور مسلمان باہم مل کر گزارہ کر لیں گے یہ ایک سیاسی نظریہ تھا کوئی ایمان یا مذہبی نظریہ نہیں تھا جس میں تبدیلی ممکن نہیں ہوتی چنانچہ مجلس احرارِ اسلام اور اس قبیل کی دوسری جماعتوں نے جب دیکھا کہ پاکستان بن چکا ہے انہوں نے اپنے سیاسی نظریہ میں تبدیلی کی اور ۱۹۴۹ء میں دفاع کانفرنس منعقد کر کے سیاسی کام سے دستبرداری اور مذہبی کام تک اپنے آپ کو محدود رکھنے کا اعلان کیا چنانچہ بہت سے احراری مسلم لیگ میں شامل ہو گئے جو بعد میں اسمبلی کے ممبر بنے جن میں مولانا ابوداؤد غزنوی شامل ہیں دوسرا گروہ جس نے ہندوستان کی تقسیم کی مخالفت کی وہ قادیانی ہیں ان کی مخالفت سیاسی وجوہ کی بناء پر نہیں تھی بلکہ مذہبی اور ایمانی نقطہ نظر سے تھی چنانچہ آج تک انہوں نے پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا حادثے کے طور پر بعض قادیانی بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں تو انہوں نے ان عہدوں اور ملازمتوں سے اپنے مذہب کے لئے مفاد اٹھایا ہے چنانچہ قادیانیوں نے پاکستان کو دل اور عمل سے تسلیم نہیں کیا اس سلسلہ میں مرزا بشیر الدین کا بیان ہر کس و ناکس کو معلوم ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم ایک عارضی تقسیم ہے ہماری کوشش ہوگی کہ یہ عارضی تقسیم ختم ہو اور اکھنڈ بھارت بن جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا مرکز و سرچشمہ ہدایت قادیان بھارت میں ہے یہ ان کا مذہبی نقطہ نظر ہے کہ مذہبی نظریہ کبھی تبدیل نہیں ہوتا عملاً اس طرح پاکستان کو تسلیم نہیں کیا کہ آج بھی ربوہ کے اندر ان کے مردوں کی جتنی قبور موجود ہیں وہ سب یہاں امانتاً دفن ہیں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے مستقل مقابر کہاں ہوں گے اس کا جواب یہ ہے کہ خدانخواستہ مرزائیوں کے مذہبی نظریہ کے مطابق جب تقسیم پاکستان جو عارضی ہے ختم ہو گی تو ربوہ سے امانتاً مدفون لاشوں کو قادیان میں منتقل کیا جائے گا ۔ چنانچہ ان عملی اقدامات اور مذہبی طور پر پاکستان کو خدانخواستہ ختم کرنے کی جو بھی سازشیں ہونگی پاکستان کا ہر باشندہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ اس سازش میں قادیانی گروہ ضرور شامل ہوگا کہ ان کا مذہبی نظریہ ہی ملک کا خاتمہ ہوگا ۔

۳ پاک بھارت جنگوں ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں جبکہ سارا ملک موت و زیست میں مبتلا تھا اس وقت اندرون پاکستان ملک بھر میں بلیک آؤٹ ہوتا تھا جبکہ ربوہ اس سے مستثنیٰ تھا آخر کیوں! علاوہ ازیں انہیں ایام کے اخبارات کا اگر آپ مطالعہ کریں تو غیر ملکی اخبارات کے حوالے سے ملک کے اندر یہ افواہیں گشت کر رہی تھیں کہ ظفر اللہ خان کی زیر قیادت بین الاقوامی قادیانی مشنوں کے اجلاس میں یہ خوشخبری سنائی گئی کہ عنقریب ایک اسلامی مملکت میں قادیانی حکومت

قائم ہو جائے گی اس کے ساتھ مرزا بشیر الدین محمود کا یہ اعلان تو بہت مشہور ہے کہ جب انہوں نے اپنے پیروکاروں کو یہ ہدایات بھیجیں کہ بلوچستان صوبہ کو قادیانی بنانے کے لئے کام تیز کیا جائے

۴ اسرائیل کے بارے میں عالم اسلام اور پاکستان کا موقف واضح اور دو ٹوک ہے اسرائیل امریکہ کی شہ پر مشرق وسطیٰ میں عموماً اور عالم اسلام میں خصوصاً جو کارروائیاں کر رہا ہے سب کو معلوم ہے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں لبنان کا تیہ پانچہ کر دیا گیا ہے فلسطین کی نمائندہ تنظیم "الفتح" کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا گیا مصر جو ایک عسکری اور طاقت ور ملک ہے اسے عربوں سے یکہ و تنہا کر دیا گیا لیبیا، شام، عراق اور سعودی عرب میں جو کھیل کھیلا جا رہا ہے وہ سب پر عیاں ہے انہی وجوہات کی بنا پر نہ صرف مشرق وسطیٰ اور اسلامی ملکوں کے سفارتی تعلقات قائم ہی نہیں ہو سکے بلکہ پاکستان کی عسکری قوت اور جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ ملک کی سالمیت کو اسرائیل بار ہا نشان زدہ قرار دے چکا ہے مگر حیرت ہے "اسلام" کی عالمی سطح پر تبلیغ کرنے والے "مبلغ" اسرائیل کے اندر کس قسم کے اسلام کی "تبلیغ" کر رہے ہیں اور وہاں ان "مبلغین اسلام" کا مشن کونسی "تبلیغ کر رہا ہے" قادیانیوں کے اس گھناؤنے اور سازشی کردار نے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کو اس سے متنفر کر دیا ہے اور آج سارا عالم اسلام پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے کو من و عن تسلیم کر چکا ہے اس قسم کے واقعات سے عام پاکستانی شہری جس کا مذہب سے واجبی سا تعلق ہی کیوں نہ ہو یہ سوچنے پر مجبور رہتے کہ اب وہ مزید عرصہ کیلئے قادیانیوں اور مرزائیوں کو برداشت نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ ہم یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ مستقبل میں برسر اقتدار آنیوالی حکومتیں قادیانیوں کے بارے میں سخت اقدامات تو کر سکتی ہے سابقہ حکومتوں کے کئے گئے اقدامات کو ختم نہیں کر سکیں گی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب اس موجودہ آرڈیننس کے بعد قادیانیوں کو کیا کرنا چاہیئے؟ خاص طور پر اس نسل کو جو صرف ماں باپ کیوجہ سے قادیانی بنے ہوئے ہیں اور خاندانی طور پر ایسے بندھے ہوئے ہیں کہ وہ اس سے نجات کا تصور تک نہیں کر سکتے انہیں کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے نیز وہ قادیانی جو دو تین نسلوں سے قادیانی چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اس حد تک مالدار نہیں ہیں کہ وہ ساری جائیداد کو فروخت کر کے کسی دوسرے ملک کو چلے جائیں۔

میرے نزدیک قادیانیوں کے لئے اب تین راستے ہیں اولاً مرزا طاہر احمد سے لیکر عام قادیانی تک کیلئے آسان اور صحیح راستہ یہ ہے کہ وہ از سر نو کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں نکاحوں کی تجدید کریں اور ایک مسلم معاشرے میں مسلمان بن کر رہیں ایک مسلم ریاست میں جو عام مسلمان کو حقوق حاصل ہوتے ہیں ان سے مکمل طور پر بہرہ ور ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں وہی خیالات رکھیں جو پاکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے ہیں اسلئے کہ ساری دنیا میں مسلمان گمراہی پر اکٹھے نہیں ہو سکتے آخر ابوجہل کا بیٹا حضرت عکرمہؓ صحابی رسولﷺ کی مثال موجود ہے مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کو صدق دل سے دنیائے اسلام کے علماء، فقہا اور مفتیان دین اور پاکستان کی قومی اسمبلی کا فیصلہ مان لینا چاہئے

قادیانی عقائد کے کفریہ ہونے پر عالم اسلام کی ایک آواز ہے اس میں کوئی ابہام، کوئی اختلاف یا شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی اگر ساری دنیائے اسلام کسی فیصلہ پر متفق ہے تو وہ مرزا غلام احمد اور ان کے عقائد کے کفریہ ہونے پر متفق ہے یہ بات خلاف عقل یوں بھی ہے کہ ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کی بات مان کر کروڑوں مسلمانوں کی بات کو رد کر دیا جائے

دوسرا راستہ یہ ہے کہ قادیانی اب اپنے آپ کو غیر مسلم سمجھ کر ایک اقلیت کے طور پر ان مراعات سے استفادہ کریں جو پاکستان میں دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل ہیں انہیں اس بات کو بھی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیئے ملک کے وفادار شہری رہیں تاکہ ان کی جان، مال، عزت وآبرو کی مکمل حفاظت وضمانت دی جا سکے تیسرا راستہ یہ ہے کہ وہ پاکستان سے کسی دوسرے غیر اسلامی ملک میں جاکر آباد ہو جائیں کیونکہ اب پاکستان میں حکومت خواہ جمہوری ہو یا فوجی یا کسی طرز کی ہو قادیانیوں کے بارے میں قوانین سخت تو ہو سکتے ہیں نرم نہیں ہو سکتے اگر مرزا طاہر یا ان کے پیروکار یہ دیکھتے ہیں کہ مستقبل میں کوئی سیکولر، جمہوری یا فوجی برسر اقتدار آئے گا تو وہ اس سے ساز باز کر کے کوئی نئی راہ نکال لیں گے تو یہ سب کچھ خام خیالی اور کوتاہ فہمی کے سوا کچھ بھی نہیں قادیانیوں کے بارے میں پاکستان کے عوام مزید سخت مطالبات کر سکتے ہیں یعنی اگر قادیانی غیر مسلم اقلیت کے طور پر اپنے آپ کو تسلیم نہیں کرتے اور مسلمان ہونے پر اصرار کرتے ہیں سازشوں میں لگے رہتے ہیں تو ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ پاکستانی مسلمان قادیانیوں کیلئے مرتد کی سزا کا قانون بنانے پر وقت کے حکمرانوں کو مجبور کر دیں۔

میرے نزدیک درج بالا تین صورتوں میں جو صورت قادیانیوں کیلئے عموماً اور نوجوان نسل کیلئے خصوصاً قابل عمل اور سہل بھی ہے وہ یہ ہے کہ وہ صدق دل سے مسلمان ہو جائیں قبل ازیں وہ قادیانی بن کر اسلام کی تبلیغ کرتے تھے اب مسلمان بن کر اسلام کے مبلغ بن جائیں۔ اسے انا اور ضد کا مسئلہ ہرگز نہ بنائیں کیونکہ بے جا ضد اور جھوٹی انا سے مسائل سلجھتے نہیں بلکہ الجھتے ہیں پھر پاکستان کو بنے ہوئے ۳۷ سال گذر چکے ہیں دو نسلیں جوان ہو چکی ہیں جو اس مٹی کے سپوت ہیں جس سے انہیں محبت ہے کیا یہی بہتر ہو کہ مرزا طاہر احمد صاحب بیرون ملک دورے کے بعد واپس آکر اپنے پیروکاروں، مختلف ممالک میں بھیجے گئے اپنے مشنوں کو ربوہ میں بلا کر اسلام قبول کرنے کا غیر مبہم اعلان کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی سے بغاوت کا اعلان کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا طوق اپنی گردنوں میں ڈال لیں۔

ایں دعا از من وز جملہ جہاں آمین باد

لانبی بعدی

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد | بر رسول ما رسالت ختم کرد
لا نبی بعدی ز احسان قدرت | او رسل را ختم و ما قرآن را

اظہارِ حق و رجوع الی الحق کی عظیم مثال غلام جیلانی برق

عبدالرشید ارشد

اس ماہ (مارچ ۱۹۸۵ء) میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا انتقال ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب کئی سالوں سے صاحبِ فراش تھے۔ ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا اکثر اظہار فرماتے رہتے ہیں۔ لیکن ہم اس کو ایک عام واقعہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ماضی قریب میں برعظیم پاک و ہند میں کئی ایسی عظیم شخصیتیں فالج کا شکار ہوئیں جو زبان و بیان کے اعتبار سے اپنے وقت کے بے مثال خطیب اور صاحبِ طرز ادیب تھے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے قلم اور زبان نے اکثر لوگوں سے اپنا لوہا منوایا۔ اور ایک زمانے میں تو اسلام کے مسلمہ ماخذ احادیث و فقہ پر جرح و تنقید کی ایسی برق گراتے تھے کہ بہت سے عقل کے ماروں کی آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ "دو اسلام"۔ "دو قرآن" نامی کتابیں اسی زمانے کی تالیف ہیں، لیکن فطرت اگر سلیم ہو تو انسان اپنے افکار و خیالات کا خود ہی تجزیہ کرتا رہتا ہے اور لوگوں کی علمی گرفت اور تعاقب کو اچھے انداز میں دیکھ کر اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔ انہی خوش قسمت افراد میں ایک معروف شخصیت ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی تھی۔ آپ ایک علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن سرسید احمد خاں، عبداللہ چکڑالوی اور اسلم جے راج پوری کی تحریروں سے متاثر ہو کر اور کچھ خود اپنی ہی عقل کے چکر میں پڑ کر احادیثِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمسخر انگیز اور ناقدانہ خیالات رکھ کر اس قرآنی آیت کا مصداق ہو گئے، ارایت من اتخذ ھواہ الٰھا کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا۔ اور ان خیالات و آرا کا اصل منبع انگریزی تعلیم و تربیت اور مستشرقین کی آرا سے مرعوبیت تھی جس کا پہلا شکار سرسید احمد خان ہوئے۔ انہوں نے قرآن پاک کی عجیب و غریب تفسیر کرنا شروع کی، جس کے متعلق ان کے ایک ہم عصر اور زبردست معاون ڈپٹی نذیر احمد دہلوی اپنے بیٹے بشیر الدین احمد کو ایک خط میں سرسید کی بعض خوبیوں کا شاندار الفاظ میں تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

سید احمد خاں صاحب کی تفسیر ایک دوست کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میرے نزدیک وہ تفسیر "دیوانِ حافظ" کی ان شروح سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جن کے مصنفین نے جو تشرطوں سے کان گانٹھ سارے دیوان کو کتاب تصوف بنانا ہے۔ جو معانی سید احمد خاں صاحب نے منطوق آیات قرآنی سے اپنے انداز میں استنباط کئے (اور میرے نزدیک زبردستی مڑھے اور چپکائے) قرآن کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کرنا سہل ہے اور ان معانی کو ماننا مشکل، مجھ کو کیا مکرنا پڑا۔ ہاں ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ وہ معنی ہیں جن کی طرف نہ خدا کا ذہن منتقل ہوا، نہ جبرائیل حامل وحی، نہ رسول صلعم خدا کا، نہ قرآن کے کاتب و مدون کا، نہ اصحاب کا، نہ تابعین کا، نہ تبع تابعین کا نہ جمہور مسلمین کا الخ (از "موعظہ حسنہ" مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور۔ مارچ ۱۹۶۳ء صہ ۱۹۹ — ۲۰۰) مکتوب نمبر ۱۹

یہ تبصرہ ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کا سرسید کی تفسیر پر ہے۔ جو انڈیا میں تفسیر بالرائے کا بانی سمجھا جاتا ہے اور ہمارے ملک میں سرسید کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں۔

سرسید کے بعد اسی ڈگر پر کئی اور لوگ چلے جن میں نمایاں نام ____ غلام احمد پرویز۔ عبداللہ چکڑالوی اسلم جے راج پوری اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا ڈاکٹر برق صاحب کو اس سے رجوع کی توفیق ہوئی۔ اور انہوں نے اپنی آخری عمر میں تاریخ حدیث لکھ کر اپنے گناہوں کی تلافی کر لی۔ تاریخ حدیث مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور نے ۱۹۷۵ء میں شائع کی۔ اس کتاب کے شائع ہونے سے پہلے میری اور برق صاحب کی خط و کتابت ہوئی۔ میں برق صاحب کی کتاب شائع کرنے پر آمادہ نہیں تھا کہ ان کی کتب کا مطالعہ کر چکا تھا، لیکن خط و کتابت کے ذریعے جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ برق صاحب اپنے سابقہ موقف سے کلیتہً رجوع کر چکے ہیں تو پھر مکتبہ رشیدیہ لاہور کی جانب سے یہ کتاب شائع ہوئی۔ جس کے دیباچہ میں ڈاکٹر برق صاحب رقم طراز ہیں:

باب دوم میں احادیث کا ترجمہ ہے۔ کہیں کہیں متن بھی ہے تاکہ عربی جاننے والے حضرات افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت سے بھی لطف اندوز ہو سکیں ____ جو لوگ اس موضوع پر میری پہلی تحریروں سے آشنا ہیں، وہ یقیناً یہ اعتراض کریں گے کہ میرا موجودہ موقف پہلے موقف سے متصادم ہو رہا ہے۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ انسانی فکر ایک متحرک چیز ہے جو کسی ایک مقام پر مستقل قیام نہیں کرتی اور سدا خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتی ہے ____ انسان صداقت تک پہنچتے پہنچتے سو بار بہکے۔ میں بھی بارہا گرا اور ہر بار لطف ایزدی نے میری دستگیری کی کہ اٹھا کر پھر ان راہوں پر ڈال دیا۔ جو صحیح سمت کو جا رہی تھیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک ____ (تاریخ حدیث صہ ۱۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور) اور کتاب

کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ کی پیشانی پر میں برق صاحب کے ایک خط کا اقتباس نقل کیا جو یہ ہے۔

۱۹۵۲ء کے بعد میں نے حدیث کے متعلق اپنا موقف بدل لیا تھا۔ اور اس پر "چٹان" میں بارہا لکھ بھی چکا ہوں، ایک اور تبدیلی یہ کی میں علماء اسلام کو خواہ وہ کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلام کا خادم و معاون سمجھنے لگا ہوں میرے عقائد وہی ہیں جو اہل سنت کے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ایک خط سے اقتباس (ارشد)

ڈاکٹر صاحب کے متعلق "الرشید" میں یہ سطور اس لئے لکھی جا رہی ہیں کہ قارئین ڈاکٹر صاحب کے متعلق دعائے مغفرت فرمائیں۔ اور ان کے متعلق یہ ذہن نہ رکھیں کہ وہ پرویزی افکار رکھتے تھے۔ اور آخر میں ایک انکشاف بھی کرنے کو جی چاہتا ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ فاضل رشیدی سے ہوشیار پور میں عربی پڑھتے رہے ہیں۔ اور پھر یہ کہ جامعہ رشیدیہ ہی کے ایک خادم کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اس نے ڈاکٹر صاحب کی مرتبہ کتاب "تاریخ حدیث" شائع کی جس کو دیکھ کر حضرت مفتی محمودؒ نے خوشگوار حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ کتاب مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہونی چاہیئے۔

کتاب کے شائع ہونے کے بعد برق صاحب کی عمر کے آخری سالوں میں راقم دو دفعہ کیمبل پور (حال اٹک) ڈاکٹر صاحب کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اب احادیث کے متعلق بالکل شرح صدر ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اقوال و افعال ہیں۔ لیکن چار احادیث ابھی تک سمجھ نہیں آئیں، جبکہ ایمان ان پر بھی ہے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے چار احادیث کا ذکر کیا۔ تین کا تو میں نے وہیں جواب دیدیا اور ایک کے متعلق حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی مدظلہ سے پوچھ کر خط لکھا تو ڈاکٹر صاحب کا جواب پایا کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ تاہم شکریہ کہ یہ اشکال بھی رفع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی خطاؤں، لغزشوں سے صرف نظر فرماتے ہوئے ان کی مغفرت فرمائیں۔

قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

ڈاکٹر اقبال اور مرزائیت

عصر من پیغمبرے ہم آفرید　　آنکہ در قرآں بغیر از خود ندید

آں ز ایراں بود، ایں ہندی نژاد　　آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد

بشاراتِ شہداء

تحریر: ... ہادی رشیدی

(۱) اچھے خوابوں کی بشارات برحق، لیکن حجت نہیں ہوا کرتیں۔ حاجی بشیر احمد شہید مرحوم اکثر اپنے اہل وعیال، بچوں اور احباب کو خواب میں ملتے رہتے ہیں اور نہایت بشاش بشاش، زندگی مستعار کی طرح ہنس مکھ اور بے تکلفانہ باتیں کرتے ہیں اور بعض خوابوں میں بعض باتیں عجیب کہہ جاتے ہیں۔

مثلاً شہید مرحوم کے دوست مولانا غلام محی الدین استاذ تجوید القرآن بیچہ وطنی کو شہادت سے ... دن خواب میں ملے کہ قاری صاحب حضرت پیر جی عبداللطیف مرحوم ومغفور کے ساتھ جلدی جلدی جا رہے ہیں۔

مولانا محی الدین نے پوچھا، قاری صاحب! بڑی جلدی ہے کہاں جا رہے ہو؟ قاری صاحب رح نے فرمایا، ہم دونوں حضرات مولانا عبدالعزیز صاحب رائپوری قدس سرہٗ کے جنازہ میں شرکت کے لئے جا رہے ہیں۔ (حضرت کا جنازہ چیچہ وطنی پہنچ چکا تھا)۔

پھر مولانا نے کہا آپ تو ماشاء اللہ شہید ہوگئے تھے۔ شہیدوں کا بڑا درجہ ہوتا ہے۔ قاری صاحب رح نے فوراً ٹوک کر جواب دیا" کہ مولانا ایسا نہیں،

بلکہ اوّل انبیاء ورسل، دوم صدیقین، اور تیسرا درجہ شہداء کا ہے" اور غالباً آیت بھی پڑھی۔

(۲) قاری صاحب شہید کے گھر شہادت کے تین ماہ بعد اللہ رب العزت نے یتیم فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ حضرت فاضل رشیدی مدظلہ العالی نے اس کا نام "شہید احمد" تجویز فرمایا۔ قاری صاحب رح نے شہادت سے چند ایام پہلے، جلسہ سالانہ میں دوست احباب کی تواضع اور مہمانی کے لئے دو صد روپے اپنے بیگ میں علیحدہ رکھے تھے، (کیونکہ آپ ہاتھ کے سخی اور مہمان نوازی میں مشہور تھے)

شہید احمد سلمہ پیدا ہوا تو گھر میں اخراجات کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسی رات خواب میں اپنی بیوی کو ملے اور کہا کہ میرے بکس میں دو سو روپے تھے، وہ کدھر ہیں؟ اور کچھ اصرار بھی فرمایا

صبح ہوئی، تو بیوی نے بچوں سے پوچھا۔ کہ قاری صاحبؒ کے دو سو روپے کا کسی کو علم ہے؟ تو بڑے صاحبزادے قاری سعید احمد سلمہ نے کہا۔ امی! وہ تو میں نے لے کر گھر کی ضروریات پر خرچ کر دیئے تھے! قاری سعید احمد سلمہ کی بی بی حافظ نے کہا کہ یہ رقم اب قاری صاحبؒ کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ کر دو۔ لہٰذا وہ رقم خیرات کر دی گئی۔

(۳) علیٰ ہذا یہ بات متعدد بار خواب میں اپنی اہلیہ محترمہ اور دیگر احباب سے کہی کہ "ہم تو بحمد للہ بہت خوش ہیں کافروں کے حملہ کے وقت معمولی سی تکلیف ہوئی، پھر ہم آزاد ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں پھرتے ہیں، بلکہ اپنی اہلیہ سے کہا کہ فکر نہ کریں میں قریب ہی رہتا ہوں۔

(۴) ایک دفعہ خواب میں اپنے صاحب زادے قاری سعید احمد سے کہا:

"بیٹا احتیاط و حفاظت سے رہا کرو" تمہارے حاسد و معاند بہت ہیں۔ یہ پند و نصائح شہدار کا ہی حصّہ ہیں

آہ باتیں ان کی یاد رہیں گی۔

بقیہ: راشدات

وما ان اری فی نفسك العلم والتقیٰ — تصول کخنزیر وکالحمر تشهق

ورقصت کرقص بغیّة فی مجالس — وفسقتنی مع کون نفسك افسق

ترجمہ: اور میں تیرے نفس میں علم اور عقل نہیں دیکھتا اور تو خنزیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور گدھوں کی طرح آواز نکالتا ہے۔ ۲: اور تو نے بدکار عورت کی طرح رقص کیا اور مجھے فاسق ٹھہرایا حالانکہ تو سب سے زیادہ فاسق ہے۔

پیشگوئی کا جنگل کے خنزیر پر منطبق نہ ہونا مرزا غلام احمد اپنے مخالفین کو خنزیر قرار دینے میں اس یقین پر تھا کہ حدیث کے الفاظ یقتل الخنزیر اور حضرت عیسیٰؑ خنزیر کو قتل کریں گے سے جنگل کا جانور مراد لینا اس کے ہاں بالکل ناممکن تھا۔ اس لئے کہ اس صورت میں لوگ کہیں گے کہ:

"یہ کیسا مسیح ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے اور باہر خنزیروں کا شکار کھیلتا پھرتا ہے۔"

(سیرت المہدی ص ۱۹۲ ج ۲)

بسلسلہ شہدا ختم نبوّت

ع قفانبك من ذكرٰى حبيبٌ و رفيقہٗ

ہندو پاک کے علاوہ، سودی عرب، متحدہ عرب امارات، یورپ، امریکہ، کینیڈا وغیرہ بیرونی ممالک سے اصحاب ہدایت، احباب جماعت، رفقاء و فضلاء جامعہ رشیدیہ، شہداء فی سبیل اللہ حافظ قاری حاجی بشیر احمد حبیبؒ استاذ جامعہ رشیدیہ اور اظہر رفیقؒ متعلم کالج کی شہادات، کوائف، مقدمات کے حالات پوچھتے ہیں۔ تاحال تعزیت نامے بھی جاری اور بعض خصوصی احباب و رفقاء تعاون بھی کرتے ہیں۔

سب حضرات کو فرداً فرداً جواب لکھنا متعذر ہے۔ اس لئے اجمالاً تحریر کہ شہداء کا مقدمہ مارشل لاء عدالت ساہیوال شروع ہو کر ملتان کورٹ منتقل ہو گیا۔ سات مرزائی مبینہ قاتلان ملزمان گرفتار اور باقی چار مفرور جن میں دو مبینہ طور پر بیرون ملک نکل گئے۔

مارشل لاء ٹیم کے ہاں مقدمہ زیر سماعت ہے۔ اور "سب اچھا ہے"۔

مرزائیوں کی طرف سے مسٹر مجیب الرحمٰن، سرفراز ایڈووکیٹ سیالکوٹ اور ہائی کورٹ کے وکلاء پیروی کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے چوہدری عبدالمتین ایم اے ایڈووکیٹ ساہیوال کی قیادت میں ملک فضل کریم ایڈووکیٹ۔ ملک ضیاء اللہ نائیک ساہیوال اور قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ ملتان تعاقب کر رہے ہیں۔ سرکاری وکلاء بھی سرکاری فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ چونکہ مقدمہ زیر سماعت ہے۔ اس لئے مزید لکھنے کی گنجائش ندارد۔

احباب پرسانِ حال و دوست ادعیہ جاری رکھیں۔ لیحق الحق ویبطل الباطل

جامعہ رشیدیہ، معاونین، مخیّر حضرات خصوصاً حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب۔ جامعہ علوم اسلامیہ کراچی کا صدق دل و صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی مساعی حسنہ قبول و منظور فرمادیں۔

لتكون كلمة الله هي العليا. والله عزيز حكيم ٥ ان الله لا يضيع اجر المحسنين ٥ ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين ٥

فاضل رشیدی

مکتوب انگلینڈ

مکتوب انگلینڈ

عالی مقام استاد محترم مولانا مطیع اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! احقر بفضل خدا خیر و عافیت سے ہے اور دربارِ خداوندی میں آنجناب کی خیریت [illegible] ہے۔ ماہنامہ الرشید باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ رسالہ موصول ہونیکے بعد کئی دنوں تک بار بار دہراتا ہوں، بلکہ جب تک کئی بار دہرا نہ لوں طبیعت کو چین ہی نہیں آتا۔ الرشید ماضی اور حال کی مستند معلومات کے ساتھ ساتھ مستقبل میں سامنے آنیوالے فتنوں کی بہترین نشاندہی بھی کرتا ہے اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان میں دینی سرگرمیوں سے میری واقفیت کا زیادہ تر انحصار الرشید پر ہے۔ الرشید کا منشار و مطلب حسب توفیق احباب کے گوش گزار کرنے کی کوشش بھی کرتا ہوں۔ ماہنامہ الہلال مانچسٹر (زیر سرپرستی ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی) سے تو آپ واقف ہی ہوں گے جو یہاں اہل حق اہل سُنّت و الجماعت کے نقطہ نظر کی ترجمانی کرتا ہے

اور اب علاقائی ضروریات کے پیش نظر احقر نے ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ سے ایک چھوٹا سا رسالہ "ماہنامہ مسلک نما" کے نام سے جاری کیا ہے جس میں الرشید کے عام فہم مضامین کی اشاعت عام کی جا سکے گی۔ بوقت ضرورت کتابت کے لئے آپ کے توسط سے برادر محترم حزب اللہ خالد صاحب کو تکلیف دوں گا۔

غالباً ۱۹۶۹ء شعبان کا واقعہ ہے کہ جب میں دار العلوم ربانیہ میں زیر تعلیم تھا میں اساتذہ کی بار بار تاکید کے باوجود "کالر" والی قمیص پہنتا تھا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحب مدظلہ امتحان کے سلسلے میں وہاں تشریف لائے۔ حضرت کی آمد کا دوسرے طلباء سے سن سنا کر ہی دل پر خوف طاری ہو گیا تھا حالانکہ وہ میرا امتحان لینے نہیں آئے تھے۔ حضرت نے فجر کی جماعت میں امامت فرمائی اور پہلی رکعت میں اقرا باسم پ۳۰ بشمول سجدہ تلاوت فرمائی۔ یہ منظر نہ پہلے اور نہ ہی بعد میں دیکھا۔ نماز کے بعد نہایت سادہ الفاظ میں سُنّت پر تقریر فرمائی۔ تقریر تو مجھے یاد نہیں لیکن وہ کیف اب تک نہیں بھول سکا۔ مسجد سے باہر نکلتے ہی دار الاقامہ اپنے کمرے میں گیا اور پہلا کام جو میں نے کیا وہ قمیص کے کالر کاٹنے کا تھا پھر زبردستی کئی دوسرے طلباء کے بھی کاٹے اس کے بعد سے بڑے مولانا مجھے نہیں بھولے

حضرت قبلہ ناظم صاحب مدظلہ العالی کے مذہبی جہاد کا انکار کیسے ممکن ہے۔ خداوند تعالیٰ رائپوری برادران کے زیر سایہ ہمیں بھی دین سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آپ حضرات کو شروع سے آج تک جس طرح فتنوں سے گذرنا پڑا۔ یہ آپ ہی کا حصہ ہے میرے جیسے ادنیٰ طالب علم کی کیا مجال کہ اس پر رائے کا اظہار کر سکے۔ جامعہ رشیدیہ کے پلیٹ فارم سے ایسا ہونا نام کی نسبت سے ضروری ہے۔ محدث کبیر حضرت گنگوہیؒ نے بھی تو انہیں مصائب کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ انگریز سی آئی ڈی کی رپورٹیں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جامعہ رشیدیہ کے پلیٹ فارم سے اور خصوصاً رشیدی خاندان کی قربانیاں استقامت فی الدین کی کھلی شہادتیں ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ حضرات کو شر سے محفوظ فرمائے اور دینی محاذ پر ثابت قدم رکھے۔ آخر میں عرض ہے کہ ایک ڈرافٹ مبلغ ۱۷۲۹ روپے ارسال خدمت ہے میری رائے ہے کہ ایک ہزار تو مقدمہ شہادت کے سلسلے میں اور باقی قاری بشیر احمد شہید کے بچوں کے لئے قبول کر لیا جائے باقی آپ کو مکمل اختیار ہے۔ والسلام

آپکا خادم احقر محمد اسلم انگلینڈ

اسلام کی علامت

راقم الحروف کو گذشتہ سال دو دوستوں کے ساتھ امریکہ کے سفر پر جانا پڑا۔ ریاست فلوریڈا میں ایک چھوٹا سا شہر ملبورن ہے اس کی ایئرپورٹ پر بیٹھے تھے کہ ایک عربی نوجوان آیا جو سوٹڈ بوٹڈ تھا۔ اس نے مجھ سے بڑے تپاک سے مصافحہ و معانقہ کیا، لیکن دوسرے دونوں ساتھیوں سے علیک سلیک نہیں کی۔ میں نے متعجب ہو کر اس کا سبب پوچھا کہ میرے دونوں ساتھیوں کے پوری داڑھی بھی تھی۔ لیکن تھے سوٹڈ بوٹڈ۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے تمہیں تو یقیناً مسلمان سمجھا لیکن ان کے بارے میں متذبذب رہا۔ میرے کہنے پر پھر اس نے ان سے بھی مصافحہ و معانقہ کیا۔ میں نے کہا کہ تم نے مجھے مسلمان کیسے سمجھا، تو اس نے کہا کہ گذشتہ سال پاکستان سے ایک تبلیغی جماعت آئی تھی۔ اس کے بیشتر ارکان کا لباس تمہارے جیسا تھا یعنی شلوار، اچکن اور سر پر قراقلی ٹوپی ــــــ یہ سن کر میرا ذہن تیس سال پیچھے چلا گیا کہ جب پہلی تبلیغی جماعت امریکہ گئی تھی۔ یہ لوگ شہر پہنچے تو ان کو کسی مسلمان کی تلاش تھی، لیکن ملتا نہیں تھا کہ ان دنوں امریکہ میں مسلمان ویسے بھی کم تھے۔ ٹیلی فون کی ڈائریکٹری بھی دیکھی۔ ہیم کی پٹی میں انہیں کوئی نام نہ ملا۔ پھر ایک شخص جو ترکی ٹوپی پہنے تھا۔ وہ ایک مشہور سڑک کے کنارے کھڑا ہو گیا کہ ایک سکھ آیا اور اس نے آکر ہاتھ جوڑ کر سلام کیا اور پھر کہا کہ مہاراج آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں۔ کتنی دیر سے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ چپ چاپ کھڑے اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہیں۔

ان صاحب کی ترکی ٹوپی مسلم ہونے کی اور انڈین یا پاکستانی ہونے کی نشانی تھی۔ اس مسلمان نے کہا کہ ہمیں کسی مسلمان کا گھر یا دکان بتاؤ اور اس سکھ نے پھر کئی مسلمانوں سے ملایا ــــــــــــ میں تبلیغ کے اس کام کی برکت سے حیران ہوا کہ اب امریکہ کے دور دراز علاقوں میں پاکستانی تبلیغی حضرات کا لباس اسلام کی علامت قرار دیا گیا ہے اور تبلیغی جماعت کا یہ پھیلاؤ لوگوں کے لئے حسد و بغض کا باعث بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے اخلاص و اثرات میں مزید اضافہ فرمائے۔

غیر مطبوعہ "حیات مستعار" سے ایک ورق

عبدالرشید ارشد
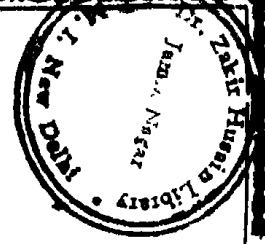
نتیجۂ فکر ابنِ امیرِ شریعت
سید عطاء المحسن حسنی بخاری

جامعہ رشیدیہ

دین کی آبشار ہے یہ جامعہ رشیدیہ — وفا کا کوہسار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

تلاوتِ کلام پاک و معنئ کلام کا — بحار ہے مدار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

یہ باغ پُر بہار بھی ہے رُوح کا نکھار بھی — عظیم و باوقار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

نفرتوں، عداوتوں کی آندھیوں میں گھر کے بھی — بہار ہی بہار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

لُطف[1] فقر[2] و عبدیت[3] حبیب[4] کا جہاں ہے — جہانِ تابدار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

ثقافت و سیاستِ فرنگ کے ہجوم میں — فرشتۂ احرار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

جو میرزا کی ذریت خباثتوں پہ آ گئی — تو عزم ہے پکار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

بشیر[5] کی بشارتوں، رفیق[6] کی رفاقتوں — کی اعلیٰ یادگار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

"شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے" — اِس کا رازدار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

یار ہے بہار ہے کنارِ جوئبار ہے — صفات کا حصار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

جہاں پہ لفظ بول اٹھیں معانی ایک رنگ دیں — وہ شہر زرنگار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

تو آ دیارِ علم میں عطا سے پوچھ راستہ
تو یونہی بے قرار ہے یہ جامعہ رشیدیہ

اشارات: ۱ حضرت قاری لطف اللہ شہید فی سبیل اللہ ۲ استاذ الاساتذہ حضرۃ مفتی فقیر اللہ ۳ استاذی و مربی مولانا محمد عبد اللہ ایدہ اللہ ۴ گرامی قدر مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی ۵ شہید ختم نبوت قاری بشیر احمد حبیب ۶ عزیز ختم نبوت رفیق البشیر اظہر رفیق شہید رحمہ اللہ

سالانہ اخراجات
مدرسہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال ۱۴۰۴ھ

مد	رقم
صرفہ مطبخ	۱۸۴،۲۲۲-۰۹
مشاہرات عملہ	۳۹۵،۷۴۰-۳۰
وظائف طلبہ	۸۶،۶۹۹-۸۳
برقیات	۳۶،۰۴۱-۶۷
سٹیشنری اور اخبارات	۲،۲۵۶-۷۵
آمدورفت	۸،۳۳۸-۰۴
شعبہ تبلیغ	۱۵،۶۸۶-۵۰
ڈاک خرچ و ٹیلی فون	۲۶،۳۹۹-۱۵
مسجد	۵،۶۵۱-۰۰
مہمان نوازی	۷،۱۸۱-۷۰
علاج معالجہ ادویات	۱،۶۷۰-۰۰
آڈٹ فیس	۶۰۰-۰۰
متفرقات	۱،۰۳۸-۰۰
ماہنامہ الرشید	۴۱،۲۸۵-۷۵
تعمیرات	۸۶،۲۷۱-۷۴
کتب خانہ	۸،۵۶۹-۵۰
حبیب بنک میں اکاؤنٹ نمبر ۳۹۴	۱،۵۰،۰۰۰-۰۰
〃 〃 〃 ڈیپازٹ نمبر	۱،۰۰،۰۰۰-۰۰
〃 〃 〃 PLS نمبر ۸۳۰	۱،۵۲،۳۹۵-۰۰
نیشنل بنک آف پاکستان	۲۳-۰۰
مسلم کمرشل بنک	۱،۶۳۶-۰۰
میزان	۱۳۱۲۷۱۶-۱۹

Phone
..2356
جریدہ اسلامیہ شہریۃ تصدر عن جامعۃ رشیدیۃ
REGD. !
NO. 8054
MONTHLY. ALRASHID. LAHORE PAKISTAN
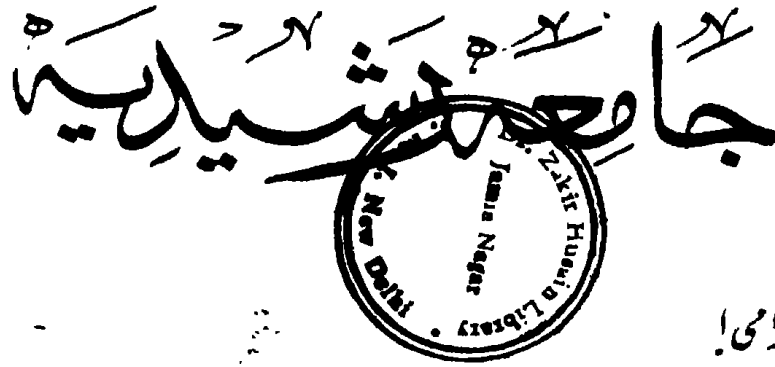
حضرات گرامی!

آپ نے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کی سالانہ آڈٹ رپورٹ انگریزی اور اُردو ملاحظہ فرمائی ہوگی،

ادارہ کے بجٹ اور جامعہ کے میزانیہ سے آپ مدرسہ کی کارگزاری کا اندازہ فرما سکتے ہیں

جامعہ رشیدیہ۔ قوم و ملک و ملّت کے بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے منفرد درسگاہ ہے اور ناقابل تردید حقیقت ہے۔

جامعہ کے اساسی مقاصد میں، دعوتِ توحید، تحفظِ ختم نبوّت، تبلیغ دین، تلقین جہاد، اتحاد المسلمین اور پاکستان میں اصلاح معاشرہ، اسلامی نظام تعلیم، شامل و داخل ہیں حضرات اہل دل و مخیّر اصحاب، حساس بزرگ، اپنی سالانہ اعانتی رقوم میں طلباء جامعہ رشیدیہ کے لئے زکوٰۃ۔ عُشر و صدقات و اجناس کا حصہ و کوٹہ رکھتے ہوئے مدیر الجامعہ کے نام مراسلات فرمادیں۔

اکاؤنٹ نمبر ۳۹۴ حبیب بنک غلہ منڈی ساہیوال نوٹ فرمالیا جاوے

هوالرشید
جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا دینی و تبلیغی مجلہ
أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي
میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں (حدیث نبویؐ)
أنا آخر الأنبياء وأنتم آخر الأمم
میں آخری نبی ہوں، اور تم آخری امت (حدیث نبویؐ)
ماہنامہ الرشید
بادارت
فاضل حبیب اللہ
صدر مہتمم و ناظم اعلیٰ
جامعہ رشیدیہ

نتائج امتحانات سالانہ قرآنیہ جامعہ رشیدیہ

(۱)

آج مؤرخہ ۲۴ر شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ مدرسہ جامعہ رشیدیہ کے حفظ و ناظرہ کے طلبہ کے امتحان کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ بچوں کا قرآن سن کر بڑی خوشی ہوئی اور اساتذہ کی محنت کا دل و جان سے اقرار کرنا پڑا۔ اور حفاظ طلبہ کی منزلیں خوب یاد ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قاری عبداللہ صاحب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور مدرسہ کے ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم و جملہ اساتذہ کرام و اراکین مدرسہ کو مزید محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ خصوصی ہدایات قرطاس پر درج ہیں۔ دعا ہے کہ مدرسہ کو اللہ تعالیٰ اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ فرمائے۔

(حافظ القاری) محمد الیاس اُستاذ جامعہ عثمانیہ اوکاڑہ

(۲)

نتیجہ مدرسہ راشدات شعبہ طالبات متعلقہ جامعہ رشیدیہ

آج مؤرخہ ۲۴ر شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ کو مدرسہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شعبہ طالبات حفظ و ناظرہ کا سالانہ امتحان لینے کا موقع ملا۔ ماشاءاللہ طالبات کی تعداد خاصی ہے۔ تقریباً ۲۵۰ طالبات نے امتحان دیا۔ بعض بچیوں کے نمبر کم ہیں۔ ان پر مزید محنت کی ضرورت ہے۔

بحمداللہ کام مجموعی طور پر تسلی بخش ہے۔ بعض طالبات کی یاد داشت اور صحت الفاظ کمزور ہے ....

اللہ تعالیٰ مزید محنت کی توفیق اور جملہ متعلقین ادارہ کو جزائے خیر سے نوازے۔

(حافظ القاری) عبدالقادر میرانی خادم جامعہ محمودیہ عیدگاہ اوکاڑہ

مؤتمر ابناء دار العلوم واخوان دیوبند کا ترجمان

بانی : حضرت الاستاذ حافظ مفتی فقیہ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ رشیدیہ

ماہنامہ

اَلرَّشِیْد

جلد : ۱۲
رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

شمارہ : ۹
جون : ۱۹۸۵ء

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبد الرشید ارشد

بنظامت
(پیرجی) عبد العلیم رائپوری

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

پرنٹر
مناہج الدین اصلاحی،
فریکٹ پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

مقام اشاعت
۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

آئینہ مضامین

راشدات ــــــــــ فاضل رشیدی ۲
کلمہ کی توہین ــــــــــ مولانا محمد یوسف لدھیانوی ۷
تذکرۂ صحابہ ــــــــــ مولانا سید بلیغ الدین شاہ ۱۷
مسائل رمضان ــــــــــ مفتی محمد اشرف عاطف ۲۹
تاریخی باب ــــــــــ مولانا حبیب الرحمن قاسمی ۳۵

فاطمہ سعید

راشدات

تحریک تحفظ ختم نبوت پاکستان ۱۹۵۳ء

مرزا طاہر نے مارچ ۸۵ء میں لندن میں جو تقریر کی وہ منیر انکواری رپورٹ ۵۳ء (تحقیقاتی عدالت) کی بعینہٖ نقل اور فوٹو کاپی تھی جس میں ۱۹۵۳ء اور حالیہ حادثہ کا ذمہ دار جامعہ رشیدیہ کو گردانا گیا۔ نیز مرزا طاہر کہتا ہے کہ جامعہ رشیدیہ ہمارا سب سے بڑا مخالف ادارہ ہے کہ جامعہ رشیدیہ احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش ہے۔ مرزا طاہر جامعہ رشیدیہ اور اس کے عملہ کو تخریب کار کہتا ہے اور علماء کی توہین کرتا ہے!

"ہم واقعی اپنے عمل و فعل کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم جامعہ رشیدیہ والے پاکستان ہی نہیں بلکہ ایشا کے برصغیر اور دنیا بھر میں مرزائیت کو سب سے بڑی لعنت سمجھتے ہیں۔ اور اس کے خلاف کام کرنے کو جہاد سمجھتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ درج ذیل سطور میں منیر انکواری رپورٹ کے خلاف واقعات اور جھوٹ کے پلندہ کو ملاحظہ فرمالیجئے اور اندازہ لگائیے کہ اس میں مرزائیوں کا کیا کردار ہے ——

ہم تو بہر حال قادیانیت کو سب سے بڑا فتنہ و فساد سمجھتے ہیں —— لیکن خود مرزائی کیا ہیں؟

جامعہ رشیدیہ اور مرزائی —— دونوں کا موازنہ فرمائیے!

یاد رہے کہ تحقیقاتی عدالتی رپورٹوں میں تحریک کو "فسادات پنجاب" سے تعبیر کیا گیا ہے جو سراسر غلط ہے۔ اور متعدد جگہ احمدی۔ احراری تنازعہ بنایا گیا ہے جو سو فیصد کذب و افتراء ہے نیز پوری رپورٹ میں مختلف مقامات پر جامعہ رشیدیہ اور بیسیوں جگہ منٹگمری کا نام آرہا ہے اور ایک ایک صفحہ پر غلطیوں کی بھرمار ہے!

تحقیقاتی رپورٹ ۱۹۵۳ء

②

منٹگمری (ساہیوال)

منٹگمری بھی احراریوں کا ایک اہم مرکز ہے۔ کیونکہ ؛

۱ــــ بہت سے احراری یہاں آباد ہوگئے ہیں۔ ۲ــــ احمدیوں کے خلاف تحریک کے ذمہ داروں اور احراریوں کے خلاف بہت سے مقدمات اس ضلع میں دائر ہوئے ہیں۔ ۳ــــ احراری یہاں ایک ادارہ چلارہے ہیں جس کا نام جامعہ رشیدیہ ہے۔ اور یہ ادارہ احراریوں کی مذہبی سیاسی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ اس ضلع کے پانچ بڑے بڑے احراری یہ ہیں ؛

① ــــ مفتی ضیاء الحسن (احراری لیڈر مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا بھتیجا) جو منٹگمری میں آباد ہوگیا ہے۔

② ــــ مولوی حبیب اللہ ③ ــــ مولوی لطف اللہ اور ④ ــــ مولوی عبداللہ۔ تینوں بھائی جو منٹگمری میں جامعہ رشیدیہ کے بانی ہیں۔ اور ⑤ ــــ مولوی بشیر احمد رضوانی جو اوکاڑہ میں آباد ہوگیا ہے۔

یہاں جو واقعات فسادات سے پہلے یا ان کے دوران میں رونما ہوئے ان کی کہانی اُس جامع تحریری بیان میں درج ہے۔ جو مسٹر حق نواز سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مرتب کیا۔ واقعات ویسے ہی ہیں جیسے دوسرے مقامات پر پیش آئے۔ احراریوں اور احمدیوں کی ایک دوسرے کے خلاف تقریریں۔

جب آل پارٹیز مسلم کونشن نے جولائی ۱۹۵۲ء میں مطالبات مرتب کرلئے اس کے بعد مسجدوں سے احمدیوں کے خلاف پرزور پروپیگنڈہ، سرمائے کی فراہمی او ڈائریکٹ ایکشن کے لئے رضا کاروں کی بھرتی۔ اور ۲۷ر فروری کی گرفتاریوں کے بعد عام جلسے اور جلوس اور زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری یا زیر دفعہ ۳ پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ گرفتاریاں، جماعت اسلامی کے مقامی ارکان اور دوسرے مولوی تحریک میں شامل ہوگئے اور مسجدیں رضا کاروں کا ہیڈ کوارٹر بنادی گئیں۔ مختلف جماعتوں کے اشخاص نے جن میں مجلس احرار، جماعت اسلامی اور مسلم لیگ والے بھی شامل ہیں مظاہروں میں سرگرم حصہ لیا۔ ان اشخاص کے نام سپرنٹنڈنٹ پولیس کے تحریری بیان کے ساتھ بطور ضمیمہ مندرج ہیں۔

بھرتی ہونے والے رضا کاروں کی تعداد منٹگمری میں دو ہزار، اوکاڑہ میں ڈیڑھ ہزار، عارف والا میں سات سو اور چیچہ وطنی میں دو سو تھی۔

مولوی لطف اللہ اور مولوی حبیب اللہ کی گرفتاری کے احکام صوبائی حکومت کی طرف سے ۲۷ر فروری

کو موصول ہوئے ۔ آخر الذکر اسوقت بھی ہائی کورٹ کے حکم کے ماتحت توہین عدالت کے جرم میں سزائے قید کاٹ رہا ہے ۔ حکام ضلع مزید گرفتاریاں بھی کرنا چاہتے تھے ۔ چنانچہ انہوں نے مفتی ضیاء الحسن اور مولوی عبداللہ اوّل اور مولوی عبداللہ ثانی کو گرفتار کرنے کی اجازت حکومت سے حاصل کرلی تھی ۔ ۲ر مارچ کو اے ۔ ڈی آئی ۔ جی کی طرف سے یہ ہدایت موصول ہوئی کہ کراچی جانے والے رضاکاروں کو گرفتار نہ کیا جائے ۔

چیف منسٹر کی اپیل مورخہ ۶ر مارچ کا اثر یہاں بھی وہی ہوا جو دوسرے مقامات پر ہوا تھا ۔ یعنی شورش کو مزید تقویت پہنچ گئی ۔

اس ضلع میں کسی قدر اہمیت کے واقعات صرف وہ تھے جو اوکاڑہ میں پیش آئے ۔ ۶ر مارچ کو تین ہزار کا ایک ہجوم ریلوے اسٹیشن پر پہنچا اور اس نے ڈاؤن پاکستان میل کو تین گھنٹے تک روکے رکھا ۔ ہجوم نے ڈبوں کی کھڑکیاں توڑ ڈالیں ۔ ٹرین کو روکنے والے ویکیوم کے تار کاٹ دیئے گئے ۔

۲ر اپریل کو جامع مسجد میں چند آتش ریز تقریروں کے بعد عورتوں کا ایک جلوس نکلا ۔ جو کچھ کتبے اور جھنڈے اٹھائے ہوئے تھیں ۔ پولیس نے کتبے چھیننے کی کوشش کی جس پر پانچ سو آدمیوں کا ایک پُرغیظ ہجوم پولیس پر پل پڑا ۔ پولیس اس ہجوم کو پیچھے ہٹا رہی تھی کہ ستر سالہ بوڑھا آدمی زخمی ہوا اور پھر ہسپتال میں فوت ہوگیا ۔

۸ر مارچ کا ایک اور واقعہ بھی ہے ۔ اگرچہ اس کا ذکر کسی سرکاری بیان میں موجود نہیں ۔ لیکن ہمارے نزدیک اس کے باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ حافظ محمد بخش سیکرٹری جماعت احمدیہ چک ۲/۴ آر ایل نزد اوکاڑہ اور ان کے کنبے کے اشخاص کو جن میں ایک بی ۔ اے اور دوسرا بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی ہے مجبور کیا گیا کہ اپنے عقیدے سے توبہ کریں اور تحریکِ احمدیہ کے بانی کو گالیاں دیں ۔

پھر چار پانچ ہزار کا ایک ہجوم ان کو ان کے گاؤں سے جامعہ ملّیہ اوکاڑہ میں لایا ۔ جہاں مولوی ضیاء الدین اور مولوی معین الدین کے سامنے پیش کئے گئے ۔ اور ان سے کہا گیا کہ ان مولویوں کے سامنے اپنے عقیدے سے منحرف ہونے کا اعلان کریں ۔

سرغنوں کو آسانی سے گرفتار کرنے کے لئے ۱۴ر مارچ کو اوکاڑہ میں چوبیس گھنٹے کا کرفیو نافذ کیا گیا ۔ اس کے بعد ۱۷ر مارچ کو منٹگمری میں ڈھائی بجے دوپہر سے ۶ بجے صبح تک کرفیو عائد کیا گیا ۔

۱۳ر مارچ کو منٹگمری اور اوکاڑہ میں ۱۷ دن کے لئے عام جلسے اور جلوس ممنوع قرار دیئے گئے ۔

اوکاڑہ میں ۲ر اپریل کا واقعہ پیش آنے کے بعد ضلع کے حالات پھر اپنے معمول پر آگئے ۔

منیر انکوائری رپورٹ ۱۹۵۳ء

②

"احمدی" (مرزائی)

احمدی براہ راست فسادات کے لئے گو ذمہ دار نہ تھے۔ کیونکہ فسادات حکومت کے اس اقدام کا نتیجہ تھے جو حکومت نے اس پروگرام کے خلاف کیا تھا جو ڈائریکٹ ایکشن کی قرارداد کے ماتحت آل مسلم پارٹیز کنونشن نے اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن مطالبات کا تعلق احمدیوں سے تھا۔ اور وہ مطالبات اس لئے وجود میں آئے تھے کہ احمدیوں کے بعض عقائد اور ان کی سرگرمیاں مخصوص انداز کی تھیں۔ اور وہ دوسرے مسلمانوں سے علیحدہ اور ممیز ہونے پر زور دے رہے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مطالبات احمدیوں کے عقائد اور ان کی سرگرمیوں ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے۔

لہٰذا یہ متعین کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ آیا فسادات کے اشتعال میں احمدیوں کا بھی کوئی حصہ تھا! عامۃ المسلمین کے ساتھ ان کے اختلافات نصف صدی سے زیادہ مدت سے چلے آ رہے تھے اور تقسیم سے پیشتر وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اپنے پروپیگنڈے اور تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔

تاہم قیام پاکستان سے صورت حالات بالکل بدل گئی۔ اس کے بعد اگر احمدی یہ سمجھتے تھے کہ اب اسلام کے سوا دوسرے مذاہب کی تلقین یا اسلام کے اندر فرقہ وارانہ عقائد کی تبلیغ کی اجازت جن حدود کے اندر ہی جائے گی ان کے متعلق اگر وہ کوئی پالیسی وضع نہ کریں گے جب بھی ان کی سرگرمیوں کے خلاف کوئی برہمی پیدا نہ ہوگی۔ اور نئی مملکت میں ان سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ تو وہ اور ان کے جارحانہ نشر و اشاعت میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا اور غیر احمدی مسلمانوں کے خلاف دل آزار باتیں برابر کہی جاتی رہیں۔

کوئٹہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے جو تقریر کی وہ نہ صرف نامناسب بلکہ غیر مآل اندیشانہ اور اشتعال انگیز بھی تھی۔ اس تقریر میں انہوں نے بلوچستان کے صوبے کی پوری آبادی کو احمدی بنا لینے اور اس صوبے کو مزید جدوجہد کے مرکز کی حیثیت سے استعمال کرنے کی علی الاعلان حمایت کی۔

اسی طرح جب انہوں نے اپنے پیروؤں کو یہ ہدایت کی کہ تبلیغ احمدیت کے پروپیگنڈہ کو تیز کر دیں تاکہ ۱۹۵۲ء کے آخر تک پوری مسلم آبادی احمدیت کی آغوش میں آ جائے تو گویا مسلمانوں کو تبدیل مذہب کے متعلق دشمن "یا مجرم" یا "محض مسلمان" کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ تو جن لوگوں کی توجہ ان اشارات کی طرف مبذول کرائی گئی ان کا مشتعل ہونا لازمی تھا۔ احمدی جا فسروں کا۔ لوگوں کو احمدی بنانے کی مہم میں از سر تا پا مصروف ہو جانا

اپنا مذہبی فریضہ خیال کیا۔ ان کے اس رویہ سے احمدیوں کو اس امر کا حوصلہ ہوا کہ جہاں کہیں انہیں افسروں کی حمایت حاصل تھی یا حاصل ہونے کی توقع تھی وہاں اپنے مقاصد کے حصول میں زور شور سے مصروف ہو جائیں۔

ہمیں پورا یقین ہے کہ اگر ضلع منٹگمری کا حاکم اعلیٰ احمدی نہ ہوتا تو احمدیوں کو ہرگز جرأت نہ ہوتی کہ غیر احمدی دیہات کے علاقے میں کھلم کھلا اپنے تبلیغی مشن پر روانہ ہو جاتے۔ جب کوئی سرکاری افسر اپنے فرقہ وارانہ عقائد کا علی الاعلان اظہار کرتا ہے جیسے کہ بعض احمدی افسروں نے کیا تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ جن تنازعات میں اس کی جماعت کا کوئی فرد ایک فریق ہو ان میں اس کی غیر جانبداری پر کسی کو اعتماد نہیں رہتا خواہ اس کا فیصلہ کتنا ہی صحیح اور دیانتدارانہ ہو۔ لیکن اگر وہ فیصلہ اس فریق کے خلاف ہو جو اس افسر کی جماعت سے تعلق نہ رکھتا ہو تو اس فریق کو یہ یقین دلانا غیر ممکن ہے کہ اس کو فرقہ وارانہ وجوہ کی بناء پر ناانصافی کا شکار نہیں بنایا گیا۔ لہٰذا ان افسروں کا طرز عمل نہایت افسوسناک تھا اور اس امر کا مظہر تھا کہ وہ اصول کے فہم سے بالکل قاصر تھے۔ جس کے ماتحت کسی سرکاری افسر کو اپنا ظاہری رویہ معین کرنا چاہیے لہٰذا ہمیں یقین ہے کہ اگرچہ احمدی براہِ راست فسادات کے ذمہ دار نہیں ہیں لیکن ان کے خلاف شورش کا موقع خود انہی کے طرز عمل نے بہم پہنچایا۔ اگر ان کے خلاف احساسات اتنے شدید نہ ہوتے تو ہم نہیں سمجھتے کہ احراری اس حالت میں بھی ہر قسم کی مختلف مذہبی جماعتوں کو اپنے گرد جمع کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ (انتہیٰ)

اب بھی سوچ کیا کھویا کیا پایا ہے !!

پرچم حق جو ربوے میں لہرایا ہے　　ہر مرزائی کا چہرہ مرجھایا ہے

بھاگ گیا انگلینڈ گرو گھنٹال ہی کا　　اب ہر چیلہ گھبرایا گھبرایا ہے

مرزا طاہر سامنے آکر بات تو کر　　تیرے لئے تو کافی اللہ وسایا ہے

دنیا لے کر دین گنوایا نادانو!　　اب بھی سوچ کیا کھویا کیا پایا ہے؟

لگ گئی ان کے کفر پہ اب سرکاری مہر　　خون شہیداں رنگ بالآخر لایا ہے

لے آؤ ایمان معافی لے دیں گے　　گو تم نے اک عمر ہمیں تڑپایا ہے

نہیں سمجھتے ہو تو جاؤ جہنم میں !!
گیلانی نے اپنا فرض نبھایا ہے

سید امین گیلانی

قادیانیوں کی طرف سے
کلمہ طیبہ کی توہین

از حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدیر بینات

قادیانی محمد رسول اللہ

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۴ مطبوعہ ربوہ۔ تیسرا ایڈیشن)

محمد رسول اللہ کی دو بعثتیں

مرزا کے محمد رسول اللہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی عقیدے کے مطابق حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ دنیا میں آنا مقدر تھا، پہلی بار آپ مکہ مکرمہ میں محمدؐ کی شکل میں آئے اور دوسری بار قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی بروزی شکل میں آئے یعنی مرزا کی بروزی شکل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مع اپنے تمام کمالاتِ نبوت کے دوبارہ جلوہ گر ہوئی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے (یعنی چھٹی صدی مسیحی میں) ایسا ہی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار (یعنی تیرھویں صدی ہجری) کے آخر میں مبعوث ہوئے ....."

(خطبہ الہامیہ ص ۱۸۰ ۔ طبع اول قادیان ۱۳۱۹ھ)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا، جو مسیح موعود اور مہدی معہود (مرزا قادیانی) کے ظہور سے پورا ہوا" (تحفہ گولڑویہ ص ۹۴ ۔ طبع اول قادیان ۱۹۰۲ء)

مرزا بعینہٖ محمد رسول اللہ

چونکہ قادیانی عقیدہ کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کمالات کے ساتھ مرزا کی بروزی شکل میں قادیان میں دوبارہ مبعوث ہوئے ہیں، اس لئے مرزا قادیانی کا وجود (نعوذ باللہ) بعینہٖ محمد رسول اللہ کا وجود ہے ۔ چنانچہ ملاحظہ ہو :

"اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنایا، اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا، یہانتک کہ میرا وجود اس کا وجود ہوگیا، پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا ،

درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔ اور یہی معنی آخرین منہم کے لفظ کے بھی ہیں۔ جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور جو شخص مجھ میں اور مصطفےٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔[۱] (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱)

"اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور نبی کریم میں کوئی دوئی باقی نہیں رہی۔ حتیٰ کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں، جیسا کہ خود مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ صار وجودی وجودہٗ[۱] (دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱) اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریم نے فرمایا کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن کیا جاوے گا، جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں، یعنی مسیح موعودؑ نبی کریمؐ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئے گا...... تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلعم کو اتارا۔"

(کلمۃ الفصل ص ۱۰۴ و ص ۱۰۵ مولفہ مرزا بشیر احمد مندرجہ ریویو آف ریلیجنز قادیان، مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

"صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک | کہ جس پر وہ بدر الدجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازیٔ امت | ہے اب احمد مجتبیٰ بن کے آیا"

---

[۱] یہاں تک کہ میرا وجود اس (محمد رسول اللہ) کا وجود ہو گیا۔

حقیقت کھلی بعث ثانی کی ہم پر   کہ جب مصطفےٰ میرزا بن کے آیا"

(اخبار الفضل قادیان ـ ۲۸ر مئی ۱۹۲۸ء)

"اے مرے پیارے مری جان رسولِ قدنی   تیرے صدقے تیرے قربان رسولِ قدنی

پہلی بعثت میں محمد ہے تو اب احمد ہے   تجھ پہ پھر اُترا ہے قرآن رسولِ قدنی"

(اخبار الفضل قادیان ـ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۲۲ء)

محمد رسول اللہ کے تمام کمالات مرزا قادیانی میں :

جب یہ عقیدہ ٹھہرا کہ مرزا کا وجود بعینہٖ محمد رسول اللہ کا وجود ہے، اور یہ کہ مرزا کا روپ دھار کر خود محمد رسول اللہ ہی دوبارہ قادیاں میں آئے ہیں تو یہ عقیدہ بھی ضروری ہوا کہ محمد رسول اللہ کے تمام کمالات و امتیازات بھی مرزا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا؟"

(ایک غلطی کا ازالہ ـ ص ۱۰)

"خدا تعالیٰ کے نزدیک حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود ہے یعنی خدا کے دفتر میں حضرت مسیح موعود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں کوئی دوئی یا مغایرت نہیں رکھتے، بلکہ ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں گویا لفظوں میں باوجود دو ہونے کے ایک

ہی ہیں " (اخبار الفضل قادیان جلد ۳، شمارہ ۳۲ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۰۶ ایڈیشن نہم۔ لاہور)

گذشتہ مضمون مندرجہ الفضل مورخہ ۱۶ ستمبر میں مَیں نے بفضلِ الٰہی اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) باعتبار نام، کام، آمد، مقام، مرتبہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود ہیں، یا یوں کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ (دنیا کے) پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے تھے، ایسا ہی اس وقت جمیع کمالات کے ساتھ مسیح موعود کی بروزی صورت میں مبعوث ہوئے ہیں " (الفضل مؤرخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب ص: ۲۰۹ ایڈیشن نہم، لاہور)

مرزا خاتم النبیین

جب قادیانی عقیدہ کے مطابق محمد رسول اللہ کی قادیانی بعثت، جو مرزا قادیانی کی بروزی شکل میں ہوئی، بعینہٖ محمد رسول اللہ کی بعثت ہے تو مرزا قادیانی بروزی طور پر خاتم النبیین بھی ہوا۔ ملاحظہ ہو:

"میں بار ہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں، اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے، اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے " (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰)

مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا ۔ میں خدا کی سب راہوں
میں سے آخری راہ ہوں ۔ اور میں اُسکے سب نوروں
میں سے آخری نور ہوں ۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا
ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے ۔"

(کشتی نوح ص ۵۶ طبع اوّل قادیان ۱۹۰۲ء)

مرزا افضل الرسل

"آسمان سے کئی تخت اُترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا
بچھایا گیا ۔" (مرزا کا الہام ۔ مندرجہ تذکرہ طبع دوم ص ۳۴۶)

"کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے
وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھ کر موجود
تھے اور وہ سارے کمالات حضرت رسول کریمؐ سے ظلی طور
پر ہم کو عطا کئے گئے ، اور اسی لئے ہمارا نام آدم ، ابراہیم ،
موسیٰ ، نوح ، داؤد ، یوسف ، سلیمان ، یحیٰی ، عیسیٰ وغیرہ
ہے ..... پہلے تمام انبیاء ظل تھے نبی کریم کی خاص
خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریمؐ
کے ظل ہیں ۔" (ملفوظات جلد سوم ص ۲۷۰ ۔ مطبوعہ ربوہ)

فخر اولین وآخرین

روزنامہ الفضل قادیان مسلمانوں کو للکارتے ہوئے کہتا ہے :
"اے مسلمان کہلانے والو! اگر تم واقعی اسلام کا بول بالا چاہتے
ہو اور باقی دنیا کو اپنی طرف بلاتے ہو تو پہلے خود سچے اسلام

کی طرف آجاؤ (یعنی مسلمانوں کا اسلام جھوٹا ہے۔ نعوذ باللہ
ناقل) جو مسیح موعود (مرزا قادیانی) میں ہو کر ملتا ہے، اسی
کے طفیل آج بر و تقویٰ کی راہیں کھلتی ہیں، اسی کی پیروی
سے انسان فلاح و نجات کی منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے
وہ وہی فخر اولین و آخرین ہے، جو آج سے تیرہ سو برس
پہلے رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا"

(الفضل قادیان۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۷ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۱۱ و ص ۲۱۲ طبع نہم۔ لاہور)

پہلے محمد رسول اللہ سے بڑھ کر

اسی پر اکتفا نہیں، بلکہ قادیانی عقیدہ میں محمد رسول اللہ کا قادیانی ظہور
(جو مرزا قادیانی کے روپ میں ہوا ہے) کی ظہور سے اعلیٰ و افضل ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اور جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی
بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے، جیسا کہ پانچویں
ہزار سے تعلق رکھتی تھی، پس اس نے حق کا اور نص
قرآن کا انکار کیا، بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں
میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے بلکہ
چودھویں رات کی طرح ہے" (خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱)

خطبہ الہامیہ

"اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خطبہ الہامیہ وہ خطبہ ہے جو

خدا کی طرف سے ایک معجزہ کے رنگ پر مسیح موعود کو عطا ہوا جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے پس اس کتاب کو عام کتابوں کی طرح نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ اس کا ہر ایک فقرہ الہامی شان رکھتا ہے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۱ پر حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں :- "جو شخص مجھ میں اور مصطفےٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے"۔ اسی طرح صفحہ ۱۸۱ میں لکھا ہے کہ جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق نہیں رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی پس اس نے حق کا اور نصِ قرآن کا انکار کیا بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے"۔ ان حوالوں سے پتہ لگتا ہے کہ مسیح موعود کوئی معمولی شان کا انسان نہیں ہے بلکہ امت محمدیہ میں اپنے درجہ کے لحاظ سے سب پر (بلکہ خود محمد رسول اللہ کی پہلی بعثت پر بھی۔ ناقل) فوقیت لے گیا ہے"۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۳۰/۱۳۱ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز مارچ اپریل ۱۹۱۵ء)

"امام اپنا عزیزو اس جہاں میں — غلام احمد ہوا دار الاماں میں
غلام احمد ہے عرش ربِ اکبر — مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے برحق — شرف پایا ہے نوعِ انس و جاں میں

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل　　غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

ہلال اور بدر کی نسبت

اور قادیانی ظہور کی افضلیت کو اس عنوان سے بھی بیان کیا گیا کہ مکی بعثت کے زمانہ میں اسلام ہلال کی مانند تھا، جس میں کوئی روشنی نہیں ہوتی۔ اور قادیانی بعثت کے زمانے میں اسلام بدر کامل کی طرح روشن اور منور ہو گیا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

"اور اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا، اور مقدر تھا کہ انجام کار آخری زمانہ میں بدر (چودھویں کا چاند) ہو جائے، خدا تعالیٰ کے حکم سے ——— پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اُس صدی میں بدر کی شکل اختیار کرے جو شمار کے رُو سے بدر کی طرح مشابہ ہو (یعنی چودھویں صدی)۔"

(خطبۂ الہامیہ ص ۱۸۴)

"آنحضرت کے بعثت اول میں آپ کے منکروں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا۔ لیکن ان کی بعثت ثانی میں آپ کے منکروں کو داخل اسلام سمجھنا یہ آنحضرت کی ہتک اور آیت اللہ سے استہزاء ہے۔ حالانکہ خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود نے آنحضرت کی بعث اول وثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر کی نسبت سے تعبیر فرمایا ہے۔"

(اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱۰ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۶۳)

بڑی فتح مبین

اور اظہار افضلیت کے لئے ایک عنوان یہ اختیار کیا گیا کہ مرزا قادیانی کے زمانہ کی فتح مبین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو :۔

"اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانے میں گذر گیا اور دوسری فتح باقی رہی جو کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وقت ہو۔" (خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳ - ۱۹۴)

روحانی کمالات کی ابتدا اور انتہا

یہ بھی کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی بعثت کا زمانہ روحانی ترقیات کا پہلا قدم تھا اور قادیانی ظہور کا زمانہ روحانی ترقیات کی آخری معراج ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو :۔

"ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں (یعنی مکی بعثت میں) اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہا نہ تھا، بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔" (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۷)

ذہنی ارتقا

یہ بھی کہا گیا کہ مرزا قادیانی کا ذہنی ارتقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تھا، چنانچہ ملاحظہ ہو:-

حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا ذہنی ارتقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا .... اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو آنحضرت صلعم پر حاصل ہے، نبی کریم کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا ورنہ قابلیت تھی، اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ان کا پورا ظہور ہوا۔

(ریویو، مئی ۱۹۲۹ء، بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۲۶۶ اشاعت نہم مطبوعہ لاہور)

محمد عربی کا کلمہ پڑھنے والے کافر:

جب قادیانی عقیدہ یہ ٹھہرا کہ مرزا قادیانی اپنی شان میں (نعوذ باللہ) محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہے تو یہ بھی ضروری ہوا محمد عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان نہ ہوں، گویا مرزا قادیانی کے بغیر یہ کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" باطل ٹھہرے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے اور اگر

مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر
بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں
تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں
بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور
اکمل اور اشد ہے، آپ کا انکار کفر نہ ہو۔"

(کلمۃ الفصل ص ۱۴۶ - ۱۴۷ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز - مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں
مانتا، یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا، اور یا محمدؐ کو
مانتا ہے پر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ
پکّا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۰، مرزا بشیر احمد ایم۔اے)

"تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو
عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔"

(محمد علی لاہوری قادیانی۔ منقول از مباحثہ راولپنڈی ص ۲۴۰)

"کُل مسلمان، حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی)
کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت
مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا، وہ
کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

(آئینہ صداقت ص ۳۵ از مرزا محمود احمد قادیانی)

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور
ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ

خدا کے ایک نبی کے منکر ہیں، یہ دین کا معاملہ ہے،
اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے "
(انوار خلافت ص۹۰ از مرزا محمود احمد قادیانی)

قادیانی کلمہ

اور یہ بھی ضروری ہوا کہ قادیانی کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے مفہوم میں مرزا قادیانی کو داخل کیا جائے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"ہاں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے آنے سے (کلمہ کے مفہوم میں) ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت سے پہلے تو "محمد رسول اللہ" کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے، مگر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کے بعد "محمد رسول اللہ" کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی، لہذا مسیح موعود کے آنے سے نعوذ باللہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا کلمہ باطل نہیں ہوتا بلکہ اور بھی زیادہ شان سے چمکنے لگ جاتا ہے (کیونکہ زیادہ شان والا نبی مرزا قادیانی اس کے مفہوم میں داخل ہو گیا ——— ہاں مرزا کے بغیر یہ کلمہ مہمل، بے کار اور باطل رہا اسی وجہ سے مرزا کے بغیر اسں کلمہ کو پڑھنے والے کافر، بلکہ پکے کافر ٹھہرے ——— ناقل) غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے

کے لئے یہی کلمہ ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی آمد نے "محمد رسول اللہ" کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے "

(کلمۃ الفصل ص ۱۵۸، مؤلفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

الغرض قادیانی مذہب میں کلمہ کے الفاظ تو وہی باقی رکھے گئے ہیں جو الفاظ مسلمانوں کے کلمہ کے ہیں مگر قادیانی عقیدے نے کلمہ کا مفہوم تبدیل کر لیا۔ مسلمانوں کے کلمہ میں "محمد رسول اللہ" سے مراد محمد عربی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور قادیانی کلمہ میں محمد رسول اللہ سے مراد بعثت ثانیہ کا بروزی مظہر مرزا قادیانی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"علاوہ اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: "صار وجودی وجودہٗ"[۱] نیز "من فرق بینی وبین المصطفٰی فما عرفنی وما رایٰ"[۲] اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ

---

[۱] "میرا وجود بعینہٖ محمد رسول اللہ کا وجود ہے" (ترجمہ از ناقل)

[۲] "جس نے میرے درمیان اور مصطفٰی کے درمیان تفریق کی اس نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ دیکھا" (ترجمہ از ناقل)

اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا، جیسا کہ آیت
آخَرِيْنَ مِنْهُمْ سے ظاہر ہے پس مسیح موعود (مرزا
قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے، جو اشاعت اسلام کے لئے
دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لئے ہم کو کسی نئے
کلمہ کی ضرورت نہیں، ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی
اور آتا تو ضرورت پیش آتی ــــ فتدبروا۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۵۸)

نبوت محمدیہ منسوخ

مندرجہ بالا حوالوں پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ قادیانی، مرزا غلام احمد کو صرف نبی اور رسول ہی نہیں سمجھتے، بلکہ وہ مرزا قادیانی کو "محمد رسول اللہ" کا ظہور اکمل سمجھ کر اس کا کلمہ پڑھتے ہیں، اور چونکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے ان کے نزدیک کافر ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ منسوخ ہے۔

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو قادیانیوں کے نزدیک ــــ بہائیوں کی طرح ــــ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا دور بھی ختم ہو چکا ہے اور اب وہ عملاً منسوخ ہو چکی ہے ــــ کیونکہ قادیانی عقیدے کے مطابق اب صرف مرزا قادیانی کی پیروی ہی مدار نجات ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"ان کو کہہ! کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری
پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔" مرزا قادیانی کا الہام مندرجہ

حقیقۃ الوحی ص ۷۲ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء ، نیز دیکھئے تذکرہ طبع دوم
صفحات : ۴۶-۶۲-۸۱-۱۸۲-۲۰۵-۲۷۷-۳۶۰-۳۶۳-
۳۷۸-۳۹۵-۴۹۵-۶۳۰-۶۳۴)

"خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیم رکھا جیساکہ فرمایا:
**سلام علی ابراھیم صافیناہ ونجیناہ من الغم
واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی** .... یعنی
سلام ہے ابراہیم پر (یعنی اس عاجز پر) ہم نے اس سے
خالص دوستی کی اور ہر ایک غم سے اس کو نجات دے دی
اور تم جو پیروی کرتے ہو تم اپنی نماز گاہ ابراہیم کے قدموں
کی جگہ بناؤ یعنی کامل پیروی کرو تا نجات پاؤ" (اربعین ۳ ص ۳۷)

"اور یہ جو فرمایا کہ **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی**
یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی
ہیں کہ ابراہیم جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس
کی طرز پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے
تئیں بناؤ" (اربعین ۳ ص ۳۸)

"ایسا ہی یہ آیت: **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی**
اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت
فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہو
گا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس
ابراہیم کا پیرو ہوگا" (اربعین ۳ ص ۳۲ مطبوعہ قادیان)

"چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے

ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری
تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے اوپر ہوتی ہے فلک یعنی
کشتی کے نام سے موسوم کیا .... اب دیکھو! خدا نے
میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار
دیا، اور تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ٹھہرایا، جس کی آنکھیں
ہوں دیکھے۔ اور جس کے کان ہوں سنے" (اربعین ص۳ حاشیہ)

جب مرزا قادیانی کی نبوت، تعلیم، وحی، اور تجدید شدہ شریعت کی پیروی تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ٹھہری تو اس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ اب صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و تعلیم اور آپ کی وحی مدارِ نجات نہیں۔ گویا مرزا صاحب کے آنے سے یہ سب کچھ بے کار، معطل اور منسوخ ہوگیا۔

مُردہ اسلام

یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کے بغیر دین اسلام مُردہ ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

"غالباً ۱۹۰۶ء میں خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک سے
اخبار وطن کے ایڈیٹر کے ساتھ مولوی محمد علی صاحب نے ایک
سمجھوتا کیا کہ ریویو آف ریلیجنز میں سلسلہ کے متعلق کوئی مضمون
نہ ہو، صرف عام اسلامی مضامین ہوں۔ اور وطن کے ایڈیٹر
رسالہ ریویو کی امداد کا پراپگنڈا اپنے اخبار میں کریں گے
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تجویز کو ناپسند

فرمایا اور جماعت میں بھی عام طور پر اس کی بہت مخالفت کی گئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ کیا مجھے چھوڑ کر تم مُردہ اسلام دنیا کے سامنے پیش کرو گے؟"

(ذکر حبیب، مؤلفہ مفتی محمد صادق قادیانی ص۱۴۶ ۔ طبع اوّل قادیان)

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو (جیسا کہ دین اسلام ۔ ناقل) وہ مُردہ ہے، یہودیوں، عیسائیوں ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا، اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصّہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں، آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہیے"

(ملفوظات مرزا جلد ۱۰ ص ۱۲۷ مطبوعہ ربوہ)

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) کی زندگی میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی تجویز پر ۱۹۰۵ء میں ایڈیٹر اخبار وطن نے ایک فنڈ اس غرض سے شروع کیا تھا کہ اس سے ریویو آف ریلیجنز کی کاپیاں بیرونی ممالک میں بھیجی جائیں بشرطیکہ اس میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نام نہ ہو مگر حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے اس تجویز کو اس بنا پر رد کر دیا کہ مجھ کو چھوڑ کر کیا مُردہ اسلام پیش کرو گے؟ اس پر ایڈیٹر صاحب وطن نے اس چندے کے بند کرنے کا اعلان کر دیا۔"

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲۶ شمارہ ۳۲ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء ۔ بحوالہ قادیانی مذہب ص۴۵۸)

لعنتی، شیطانی اور قابلِ نفرت

قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کی نبوت کے بغیر دین اسلام محض قصّوں

بانیوں کا مجموعہ ۔ لعنتی، شیطانی اور قابلِ نفرت ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"وہ دین دین نہیں اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہوسکتا کہ مکالمات الہیہ (یعنی نبوت ۔ ناقل) سے مشرف ہوسکے ۔ وہ دین لعنتی اور قابلِ نفرت ہے جو یہ سکھلاتا ہے کہ صرف چند منقولی باتوں پر (یعنی شریعتِ محمدیہ پر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ۔ ناقل) انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے ..... سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۸ و ۱۳۹)

"یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں صرف قصوں کی پوجا کرو ۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہوسکتا ہے جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا ..... میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانے میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا (دریں چہ شک؟ ناقل) میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۳)

یہ ہے قادیانی مذہب کی حقیقت، کہ اگر مرزا قادیانی کو نبی مانو تو ٹھیک، ورنہ مذہب اسلام کو مردہ، لعنتی، شیطانی اور قابل نفرت کی گالی دی جائے ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت سے بھی انکار کردیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ کسی کو عقل و ایمان سے محروم نہ فرمائیں ۔

شاعر الرشید

جوابِ آں غزلیات

کسی نزرودی شاعر کے خلیفۂ ناخلف ناشاد مرزائی متشاعر نے گذشتہ ماہ شہدائے سابیوال علمائے حق کو گالیاں۔ اور مجلس اشرار کے عنوانات پر تین درتی ہزلیات، مدیر جامعہ کے نام بصیغۂ ڈاک بصورت "ابن السبیل" بھجوائیں۔ جواب حاضر خدمت ہے اگر مرزا صاحب کو خارش زیادہ ہوئی تو کھجلی کا علاج بھی کیا جاسکتا ہے!

خُدا کا فضل ہے ہم پر بشکلِ فضل افرنگی — رسالت کی نہیں قلت نبوت کی نہیں تنگی

نبی بنتے ہیں سارے خوب ہے عالم کی نیرنگی — کوئی لکھنو کی بھٹیاری، کوئی انگریز کا بھنگی

جہاد اب کافروں سے ہوچکا یکسر ہے ناجائز — مسلمانوں سے لیکن ظاہر کی چال ہے جنگی

شفاعت کا گماں ہے مرزا جی سے مُریدوں کو — بھلا دھوئے گی کیا گنجی نچڑوائے گی کیا ننگی

نبوت ان کی لنگڑی ہے خلافت اِنکی لُولی ہے — تمہیں کہدو کہ دونوں میں کوئی بھی ہے بھلی چنگی

لگا تھا ہنس بننے اپنے بھی اوصاف کھو بیٹھا — اسی خاطر ہوئی مرزا کی بھی رفتار بے ڈھنگی

مسلمانی کا دعویٰ بھی نبوت سے بغاوت بھی
مبارک ہو انہیں اس رنگ میں ایسی ہی دورنگی

تذکرہ صحابہ رضؓ

مقتدخ اسلام سید بلیغ الدین شاہ صاحب
ـــــ رکن قومی اسمبلی پاکستان

دُعائے دلؒ

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زمین صاف ہوگئی تو مسلمانوں نے جنگل سے بانس توڑے۔ کچھ کے ستون کھڑے کئے۔ کچھ سے چھپر بنایا۔ یوں گھر مدینے سے کوسوں دور اللہ کے حضور سر جھکانے کے لئے ایک مسجد بنائی۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتوحہ علاقے میں بنائی جانیوالی یہ پہلی مسجد ہے۔ یہ مسجد حضرت عتبہؓ نے بنائی۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اونچے پورے قد کے آدمی تھے۔ مردانہ وجاہت کا بڑا اچھا پیکر، تیر چلانا خوب جانتے تھے اور ان لوگوں میں شمار ہوتے جن کی تیراندازی کا دور دور تک شہرہ تھا۔ بدر اور اُحد میں حضرت عتبہؓ کے جوہر خوب کھلے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان سب لڑائیوں میں آپ نے شرکت کی جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا جہاد کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رہا۔ حضرت عتبہؓ سابقون الاولون میں سے ہیں۔ دو مرتبہ ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔

۱۴ ہجری میں حضرت عمرؓ نے ایک فرمان جاری کیا تھا۔ یہ حضرت عتبہؓ کے نام تھا جو سپہ سالار بن کر جا رہے تھے۔ امیر المومنین کا ارشاد تھا کہ ـــــ خدا کی مہربانی اور مدد پر بھروسہ کر کے عرب کے آخری سرے اور سلطنتِ عجم کے قریب ترین حصہ کی طرف کوچ کرو۔ پرہیزگاری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا خیال رکھو کہ تم دشمن کی سرزمین میں جا رہے ہو۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے۔

جو مجاہد حضرت عتبہؓ کے ساتھ اس موقع پر جا رہے تھے ان کے علاوہ یمن کے والی علاء الحضرمی کو لکھا گیا کہ عرفجہ بن ہرثمہ کو اُبلہ بھیجدیا جائے۔ دجلہ کا ساحلی علاقہ حضرت عتبہؓ نے فتح کر لیا۔ ابلہ خلیج فارس کی مشہور بندرگاہ تھی۔ یہ عمان بحرین ہند اور چین کے سمندری راستے کا مرکز بھی جاتی تھی۔ فتوحات کے بعد حضرت عتبہ یہاں کے انتظامات سدھارنے لگے یہاں تک پہنچے کہ الحزیبہ نامی جگہ آٹھہرے اور حضرت عمرؓ کو ایک خط لکھا کہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا مقام ضروری ہے جسے سرمائی قیامگاہ بنایا جاسکے اور جب وہ لڑائی سے فارغ ہوں تو وہ آرام کر سکیں۔ یہ رائے حضرت عمرؓ کو بہت پسند آئی۔ اسلامی سلطنت پھیل رہی تھی دشمنوں پر رعب داب کیلئے ایسی فوجی چھاؤنیوں کی بڑی ضرورت تھی امیر المومنینؓ نے جواب بھیجا کہ اپنے ساتھیوں کو ایسی جگہ اتارو جہاں پانی ہو سرسبزی اور شادابی ہو۔ حضرت عتبہؓ نے تلاش شروع کی۔ انہیں ایک شاداب اور گھنے جنگل کا پتہ ملا جس کے اطراف میں پانی کے چھوٹے چھوٹے تالاب تھے ان میں بانس اُگے ہوئے تھے یہ جگہ خلیج فارس کے ایک کنارے تھی۔ اُبلہ سے بہت قریب۔ اس کا محل وقوع حضرت عمرؓ نے بھی پسند کیا اور یہاں مسلمانوں

نے اپنا ایک شہر بسایا۔ یہ مسلمانوں کا بسایا ہوا پہلا شہر ہے اسے بصرہ کا نام دیا گیا۔
بصرہ اس لئے کہتے تھے کہ یہاں کنکر اور سیاہ پتھر تھے۔ بعض کہتے ہیں اسکا نام بصرہ اس لئے رکھا گیا کہ یہاں کی زمین نرم تھی۔ شہر کا نقشہ اس طرح بنایا گیا کہ بیچوں بیچ مسجد کی جگہ رکھی گئی اطراف میں مسلمانوں نے اپنے خیمے نصب کئے۔ پھر گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنالیں۔ بانس کا یہ شہر اس زمانے میں ویران ہو جاتا جب مجاہدین لڑائیوں پر جاتے۔ لوٹ کر آتے تو پھر بانس کے چھپر کھڑے کر لیتے۔ کچھ ہی دنوں میں تجربہ ہوا کہ ذرا غفلت ہوئی اور بانس آگ پکڑ لیتے تھے۔ جب بھی آگ لگتی پوری بستی راکھ کا ڈھیر بن جاتی۔ یہ اطلاع دار الخلافہ بھجوائی گئی تو حضرت عمرؓ کی طرف سے اجازت آئی کہ ان کی جگہ اینٹ اور مٹی کے مکان بنالئے جائیں۔ اسلامی فن تعمیر میں اس شہر کی بڑی اہمیت ہے۔ اس لئے کہ یہ مسلمانوں کا بسایا ہوا شہر ہے۔ یہ شہر ہندسی اصولوں پر بسایا گیا تھا۔ لکیریں سیدھی تھیں، زاویے قائمہ تھے۔ درمیان میں ایوانِ حکومت اور مسجد تھی۔ مختلف قبیلوں کے لئے مختلف محلے بنائے گئے۔ ایک خیال ہے کہ جس وقت یہ شہر بنایا گیا اسوقت حضرت عتبہؓ کے ساتھ آٹھ سو مسلمان تھے۔
بلاذری کا خیال ہے کہ بصرہ کی بنیاد ۱۴ ہجری میں پڑی دوسری رائے ہے کہ ۱۰ ہجری میں یہ شہر بسایا گیا۔
مسلمانوں کی علمی ادبی تاریخ میں اس شہر کی بڑی اہمیت ہے۔ لغات، ادب اور فقہ کے بڑے بڑے مراکز یہاں قائم ہوئے اور اسلامی تہذیب و تمدن کو اس شہر نے خوب پروان چڑھایا۔ مدینہ کے انصاری اور شمالی عرب کے بہت سے لوگ نقل مکانی کر کے یہاں آبسے تھے۔ ان کے یہاں آباد ہونے سے سلطنتِ عجم کے فتح کرنے میں بڑی مدد ملی۔
کوئی چھ ماہ تک حضرت عتبہؓ یہاں کے والی رہے پھر حج کے موقع پر مکہ معظمہ گئے وہاں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا کہ آپ میرا استعفا قبول کریں۔
حضرت عمرؓ نے ان کا استعفا قبول نہ کیا اور مجبور کیا کہ واپس بصرہ جائیں۔ امیر المؤمنین کیوں نہ مجبور کرتے۔ ایسے عاملین حکومت کو تو وہ ڈھونڈتے رہتے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت عتبہؓ کہتے تھے:
"دوستو! میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ حقیر ہونے کے باوجود اپنے کو بڑا سمجھوں۔ نبوت ختم ہو چکی ہے انجام یہ ہوگا کہ اقتدار کے مراکز قائم ہوں گے اور تم بہت ہمارے بعد امیروں کو آزماؤ گے۔"
حضرت عتبہؓ نے اپنی خدمت چھوڑ دینے کی جو درخواست کی تھی جب وہ قبول نہ ہوئی تو اسد الغابہ میں ہے کہ سفر کا آغاز کرتے ہی راستے میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ بار الٰہا تو مجھے بصرہ نہ پہنچا! ابن سعد اور ابن کثیر کی روایتیں جوڑ کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دنوں بعد پیٹ میں درد اٹھا۔ معدن بنی سلیم تک پہنچے تھے کہ حالت بگڑ گئی ایسی کہ اونٹ پر سے گر پڑے۔ وہ تکلیف اور یہ صدمہ۔ ۵۷ برس کی عمر تھی۔ گرے تو پھر نہ اُٹھے خدا نے ان کی سن لی اور بصرہ ہمیشہ کے لئے اُن سے چھوٹ گیا۔

(الحق)

فضائل و مسائل

مفتی محمد اشرف عاطف
دارالافتاء رشیدیہ

رمضان المبارک

رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ

○ نیکیوں کیلئے موسم بہار ○ کفر کی طاغوتی طاقتوں پر غلبہ ○ جہنم سے آزادی کا مہینہ
○ انفاق بالعفو کے طریق پر خرچ کی ترغیب ○ فرد کے بنیادی معاشی حقوق
○ ذاتِ قدوس سے مشابہت ○ بہیمیت سے انسانیت تک ○ تاریخ فرضیت صیام
○ وجہ تسمیہ رمضان ○ حکمتِ فرضیت صیام ○ حقیقتِ روزہ ماہِ مبارک میں ہمارے فرائض۔

فضائل رمضان

رمضان المبارک کا مہینہ اپنے جلو میں لازوال رحمتیں اور بیشمار برکتیں لئے جلوہ فگن ہو رہا ہے۔ یہ مہینہ مسلمانانِ عالم کے لئے اُمیدوں اور مُرادوں کے بر آنے کا مہینہ ہے۔ گناہوں سے نجات اور آخرت کا سامان پیدا کرنے کا مہینہ ہے۔ اسی ماہ میں لیلۃ القدر جیسی مُبارک و باسعادت رات آتی ہے۔ جو ہزار مہینہ کی راتوں سے افضل و بابرکت رات ہے۔ ہاں یہی وہ مہینہ ہے جس میں خدائے بزرگ و برتر نے مخلوق پر اپنا مقدس کلام اُتارا۔ جو حق و باطل، خیر و شر اور ھدایت و گمراہی میں تمیز کرنیوالی روشن کتاب ہے؛

اِسی مُبارک ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کی طاغوتی طاقتوں پر غلبہ حاصل کیا اور مکہ کی فتح مُبین سے فائز المرام ہوئے۔ یہی تو وہ مُبارک ماہ ہے جو نیکیوں کے لئے موسم بہار کا درجہ رکھتا ہے اور پوری فضا کو نیکی، اخوت، مساوات سے معمور کر دیتا ہے۔ اس ماہ کی روحانی و رحمانی آب و ہوا نیکیوں کو اسقدر بھاتی ہے کہ ایک تخمِ نیکی لاکھوں نیکیاں لیکر بار آور ہوتا ہے اور ایسا قیمتی پھل لاتا ہے کہ نفلی عبادات فرضوں کا مول پاتی ہیں۔ یعنی جو شخص اس ماہ میں کسی نیکی کیساتھ اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں فرض ادا کیا ہو۔ اور جو شخص اس ماہ میں کسی فرض کو ادا کرے ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کئے ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت یہ تمنا کرتی کہ تمام سال ہی رمضان ہوتا۔ گو ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ سال بھر کے روزے رکھنا کارے دارد ہے لیکن رمضان کے ثواب کی خاطر لوگ اس کی تمنا کرنے لگیں گے۔

آپؐ نے ایک اور خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ چار چیزوں کی اس ماہ میں کثرت رکھا کرو۔ پہلی دو چیزیں ایسی ہیں

کہ جن سے تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو۔ اور وہ یہ کہ اس ماہ میں کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت کیا کرو اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت طلب کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ماہ کا اوّل حصہ رحمت ہے۔ درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔ تو کیوں نہ اس مبارک ماہ میں ہم انسانیت کے لئے مہلک ترین مرض یعنی گناہ سے خدا کی مغفرت پاشی کے ذریعے نجات حاصل کریں۔

اگر غور کیا جائے تو یہ بابرکت مہینہ ہمیں معاشی ناہمواری دُور کرنے اور اخوت و مساوات کا جذبہ پیدا کرنے کا سبق بھی دیتا ہے۔ فرد کے بنیادی معاشی حقوق کا احترام سکھاتا ہے۔ بخل، اکتناز، و احتکار، جو کہ معاشی زندگی میں توازن و تناسب کے بگاڑ کا باعث ہیں سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ الفاق بالعفو کے طریق پر خرچ کی ترغیب دیتا ہے تاکہ معاشرے میں طبقات کی بجائے موزونیت و یکسانیت پیدا ہو۔ اور اس امر کی تلقین کرتا ہے کہ تمام انسان اپنی خوراک کے بارے میں وحدت و یگانگت پیدا کریں۔ حکم رزاق سے کھائیں اور اسی کے حکم کے مطابق کھانے پینے کی چیزوں سے دن بھر پرہیز رکھیں۔ اسی طرح جو لوگ بھوک فاقہ کشی سے ناآشنا ہوتے ہیں اسی ماہِ مبارک میں روزہ رکھنے کی بناء پر انکو اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس دنیا میں وہ لوگ جن کو بھوک مٹانے کے لئے نانِ شبینہ میسر نہیں اور پیاس بجھانے کے لئے پانی حاصل نہیں ان کو کیا تکلیف ہوتی ہے اور اسطرح اگر دل زندہ و حساس ہو تو اس میں اخوت و ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اور جی ہاں! اس ماہِ مقدس میں دن بھر روزہ رکھنے اور کھانا پینا چھوڑ دینے کی بناء پر ذاتِ قدس کیساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اور اس طرح اللہ کے فضل و کرم کی بناء پر وہ محض کھانے پینے والے حیوان سے حل ز حقیقی انسان بن جاتا ہے۔

تاریخ فرضیت صیام

روزہ امم سابقہ پر بھی کسی نہ کسی شکل میں مشروع رہا ہے۔ شریعتِ موسوی و عیسوی میں روزہ رکھنا ثابت ہے تاہم اُمتِ محمدیہ پر رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد شعبان ۲ھ میں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں نو سال کے رمضان المبارک کے روزے ادا فرمائے۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں حیاتِ دنیوی کیساتھ آپ کے تشریف فرما رہنے کی مدت دس سال ہے اور ان میں سے پہلے سال میں رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے ان نو سال میں دو رمضان تیس تیس روز کے ہوئے اور باقی سات رمضان انتیس انتیس دن کے ہوئے۔

وجہ تسمیہ رمضان

قمری مہینوں میں نویں مہینے کا نام رمضان ہے اس مہینے کو اسم رمضان سے موسوم کرنے کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک رمضان اللہ

تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کے معنی ہیں " بخشنے والا" چونکہ اس ماہ میں اللہ کی صفت رحمت و بخشش کی بناء پر انسانوں کے گناہوں کو ان کے اعمال خیر اور کثرت استغفار کی بناء پر بخشا جاتا ہے اس لئے اسکو رمضان کہتے ہیں ــــــ بعض کے نزدیک رمضان " رمض " سے لیا گیا ہے جس کے معنی سخت گرمی کے ہیں۔ چونکہ اس ماہ میں جس وقت روزے فرض کئے گئے اسوقت سخت گرمی اور تپش تھی۔ یا اس لفظ کو جس وقت عربی میں منتقل کیا گیا تو اسوقت سخت گرمی تھی۔

حکمت صیام اس عبادت کی مشروعیت میں وہی حکمت ہے جو تمام عبادات میں بطور قدر مشترک پائی جاتی ہے اور وہ ہے مومن کے نفس کا تزکیہ و طہارت۔ اور اس کی روح کو اطاعت و تقویٰ کے ذریعے قوت و سرفرازی بخشنا۔ تاکہ وہ آخرت میں عزت و سعادت کا اہل ہو۔ قرآن نے فرضیت صیام کے موقعہ پر روزے کے تین نتائج کی اطلاع دی ہے۔

لعلکم تتقون۔ تاکہ تم متقی بنو۔

لتکبروا اللہ علی ما ھداکم۔ تاکہ تم عطائے ہدایت پر خدا کی بڑائی بیان کرو۔

لعلکم تشکرون۔ تاکہ تم خیر و برکت کے نزول اور عطائے قرآن پر خدا کا شکر بجالاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ روزے کی حقیقت تین اجزاء سے مرکب ہے۔ تقویٰ، تکبیر و تقدیس، اور حمد و شکر۔ چنانچہ روزے سے یہ تینوں چیزیں اگر پیدا نہ ہوئیں تو یوں سمجھئے کہ روزہ تو رکھا لیکن سوائے بھوک و پیاس کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ حدیث شریف میں بھی آتا ہے:

کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الجوع والعطش۔

" کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک و پیاس کے سوا ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا"

اور اس لئے بھی کہ اعمال انسانی کا وجود حقیقی ان کے نتائج و آثار کے وجود سے ہے۔ اگر نتائج و آثار وجود پذیر نہ ہوئے تو یہ مت کہئے کہ ان اعمال کا وجود تھا۔ اگر ہم چلتے ہیں کہ مسافت طے ہو اور منزل قریب ہو جائے لیکن بھٹک کر دوسرے راستے پر چل پڑتے ہیں جس سے ہماری مسافت دور اور منزل بعید تر ہوتی جاتی ہے تو ہماری کوشش رائیگاں و عبث ہو جاتی ہے۔

روزے کی حقیقت شرعی لحاظ سے روزے کی حقیقت یہ ہے کہ صبح صادق کے طلوع ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت کو چھوڑ دینے کا نام روزہ ہے۔

روزے کا حکم روزے کا حکم یعنی اثر یہ ہے کہ روزہ دار اپنے ذمہ سے فرض کو ادا کرتا ہے اور آخرت میں

اللہ کے فضل و کرم سے ثواب حاصل کرتا ہے۔

روزے کی شرائط ۱: روزہ کے واجب ہونے کی شرطیں: اور وہ چار ہیں۔ ۱۔ مسلمان ہونا۔ ۲: عاقل ہونا۔ ۳: بالغ ہونا۔ ۴: دارالسلام میں ہونا۔ یا جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا اور اس کو روزوں کی فرضیت کا علم ہونا۔

۲۔۔۔ ادائے روزہ کے واجب ہونے کی شرائط۔ اور وہ دو ہیں: ۱۔ تندرست ہونا۔ ۲: مقیم ہونا۔ پس مریض و مسافر کو حالتِ مرض و سفر میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

۳۔۔۔ ادائے روزہ کے صحیح ہونے کی شرائط: اور یہ بھی دو ہیں: ۱۔ نیت ۲۔ عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا۔۔۔۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ اگر روزے کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ ادا نہ ہوگا۔

روزے کے مستحبات روزے کی رات سے نیت کرنا، سحری کھانا، سحری آخری وقت میں کھانا، افطار میں جلدی کرنا۔ غیبت، جھوٹ، گالی گلوچ اور تمام بری باتوں سے بچنا۔ روزہ کھجور یا پانی سے افطار کرنا۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا بھول کر کھا پی لینا۔ بے اختیار حلق میں گرد وغبار یا مکھی و مچھر کا چلا جانا۔ آنکھوں میں سرمہ لگانا یا دوا ڈالنا۔ سر میں تیل لگانا۔ بلا ارادہ خود بخود قے کا آجانا۔ خواب میں غسل کی حاجت ہو جانا۔ خوشبو سونگھنا وغیرہ ذالک۔

روزے کو توڑنے والی چیزیں روزہ کو توڑنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں: ایک وہ جن سے صرف قضا لازم ہوتی ہے اور دوسری وہ کہ جن سے قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔

○ وہ مفسدات جن سے صرف قضا لازم ہوتی ہے:

مثلاً۔۔۔ کسی نے زبردستی منہ میں روزہ دار کے کوئی چیز ڈال دی اور وہ حلق سے نیچے اتر گئی۔۔۔۔ روزہ یاد تھا کلی کرتے وقت بغیر ارادے کے حلق سے پانی اتر گیا۔۔۔۔ قے آئی اور قصداً حلق میں لوٹا لی۔۔۔ کوئی کنکر یا گٹھلی قصداً نگل لی۔۔۔۔ یہ سمجھ کر کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی سحری کھالی۔ پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق ہو چکی تھی۔۔۔۔ بادل کی وجہ سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا روزہ افطار کر لیا لیکن ابھی دن باقی تھا۔ ان تمام صورتوں میں روزے کی قضاء واجب ہوگی۔

○ وہ مفسدات جن سے قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں:

مثلاً۔۔۔ جان بوجھ کر کوئی ایسی چیز کھا پی لینا جو عادتاً غذا یا دوا کے طور پر ارادے سے کھائی یا پی جاتی ہے۔۔۔

عورت سے مباشرت کرلینا ——— یہ بھی یاد رہے کہ صرف رمضان المبارک کے ادا روزوں میں سے روزہ توڑ دینے کی بناء پر کفارہ واجب ہوگا۔

ادائے کفارہ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے۔ چونکہ اس دور میں غلامی نہیں ہے اس لئے کفارہ کی اب صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ ا: کفارہ کے طور پر دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا جن میں رمضان شامل نہ ہو۔ اور اگر کفارہ کے روزے رکھنے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ان کو اسقدر قیمت ادا کرے۔ کفارہ میں یہ ترتیب لازمی ہے۔

مکروہات روزہ روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ، منجن یا دنداسہ وغیرہ کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح کوئلے سے دانت صاف کرنا۔ بلاضرورت کسی شے کو چبانا یا کسی شے کا چکھنا۔ ہاں اگر کسی عورت کا خاوند بدمزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ سالن میں نمک مرچ درست نہ ہوا تو ناک میں دم کردے گا تو اس عورت کو نمک وغیرہ چکھ لینا درست ہے ——— روزے کی حالت میں منہ سے کوئی چیز چبا کر چھوٹے بچے کو کھلانا مکروہ ہے۔ تاہم اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو وہ مکروہ نہیں ——— قصداً ناپاک رہنا، غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، گالیاں بکنا۔ یہ تمام چیزیں روزے کو مکروہ کرتی ہیں۔

نمازِ تراویح رمضان کے مہینے میں قرآن نازل ہوا۔ نزول قرآن کی مناسبت سے اسکے شایانِ شان عبادت روزہ فرض کیا گیا۔ جس سے ملکیت پیدا ہوتی ہے جو قرآن فہمی کے لئے ممد و معاون ہے اور رمضان کی راتوں میں تراویح کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا جس میں قرآن مجید پڑھنے اور سننے کے لئے کہا گیا ہے۔ یہ کثرتِ تلاوت قرآن گویا دیدار الٰہی کے قائم مقام ہے کہ کلام کے پردہ سے پھر اس کا جلوہ نظر آجاتا ہے اس لئے کہ متکلم اپنے کلام میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔

؎ در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

متعدد احادیث میں تراویح کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کا یقین کرتے ہوئے رکھیں ان کے سب گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ اور ایسے ہی جو لوگ ایمان اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھیں گے ان کے بھی سب گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ اور اسی طرح جو لوگ شب قدر میں ایمان و ثواب کے یقین کے ساتھ نوافل پڑھیں گے۔ ان کے بھی سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تراویح کی نماز میں حافظ امام کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ نابالغ حافظ خواہ قریب البلوغ ہی کیوں نہ ہو بالغ

مردوں کی امامت نہیں کرا سکتا۔ اور اسکو امام بنانا درست نہیں۔ اسی طرح داڑھی منڈوانے یا کترانے والے حافظ کو تراویح کی نماز میں امام بنانا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسکو امام بنانے والے گنہگار ہیں چنانچہ آجکل اس میں بڑی غفلت و لاپرواہی برتی جاتی ہے اور اس طرح اس مبارک ماہ میں نمازیں غارت کیجاتی ہیں۔

احکام فدیہ اگر کوئی شخص اتنا بوڑھا ہو گیا کہ وہ روزہ نہیں رکھ سکتا اور آئندہ طاقت آنے کی اُمید بھی نہیں ہے یا ایسا بیمار ہے کہ صحت پانے کی اُمید جاتی رہی۔ چنانچہ اگر وہ مالدار ہے یعنی فدیہ دینے پر قادر ہے تو اسپر اپنی زندگی میں فوت شدہ روزوں کا فدیہ دینا واجب ہے۔ لہٰذا ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت غرباء کو دے۔

اعتکاف اعتکاف کے معنی گوشہ نشین ہونے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں کسی ایسی مسجد میں جہاں اعتکاف میں بیٹھنے کے وقت پانچوں فرض نمازیں پابندی سے باجماعت ہوتی ہوں۔ اس میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا اسکو دو حج اور دو عمرے کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے یہ اعتکاف سُنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یعنی ایک بستی یا ایک محلے میں کوئی شخص بھی اعتکاف کرے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے یہ سُنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر سارے محلے میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سارے محلے والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔ البتہ کسی کو اجرت دے کر اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں۔ کیونکہ عبادت کے لئے اُجرت دینا اور لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

صدقۂ فطر رمضان المبارک کے اختتام پذیر ہونے پر بطور شکریہ جو صدقہ دیا جاتا ہے اسے صدقہ فطر کہتے ہیں۔ صدقہ فطر ہر اس شخص پر واجب ہے کہ جس کے پاس اس کی بنیادی ضروریات کے علاوہ بقدر نصاب زکوٰۃ مال ہو۔ اس مال کا نامی ہونا اور اسپر سال کا گذرنا شرط نہیں۔

چنانچہ ایسے شخص پر اپنی طرف سے اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے۔ مستحب یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد عیدگاہ کو جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرے لیکن اگر صدقہ فطر رمضان میں دیا جائے تو بھی ادا ہو جائے گا۔ البتہ نماز عید کے بعد ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ صدقۂ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔ صدقۂ فطر کی ادائیگی کے لئے نیت اور تملیک شرط ہے۔ صدقۂ فطر کی مقدار پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کا ادا کرنا ہے۔

ماہ مبارک اور ہم ماہ مبارک کی ان رحمتوں اور برکتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ:
○ دنیوی مشاغل کو کم سے کم کریں۔ ○ تلاوت قرآن پاک اور ذکر و تسبیح میں اضافہ کریں۔

باقی ص ۴۸ پر

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی

بادشاہی میں فقیری

ہماری تاریخ کا ایک باب یہ بھی ہے

خدام کے آرام و راحت کا خیال

سلطان التمش جس نے ۶۰۷ھ تا ۶۳۳ھ تک نہایت کر و فر کے ساتھ ہندوستان میں حکمرانی کی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی المتوفی ۶۳۳ھ اپنے ملفوظات "فوائد السالکین" میں اس کے اخلاقِ حمیدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"التمش صحیح العقیدہ تھا۔ وہ راتوں کو جاگتا، اگر کبھی اتفاقاً نیند آجاتی تو فوراً بیدار ہو جاتا اور وضو کرتا۔ اپنے نوکروں چاکروں میں سے کسی کو نہ جگاتا اور کہتا کہ آرام سے سونے والوں کو کیوں تکلیف دی جائے۔ رات کو فقیروں کے بھیس میں باہر نکل جاتا۔ اس کے ہاتھ میں اشرفیوں کا تھیلا ہوتا۔ لوگوں کے دروازوں پر جاتا۔ انہیں دستک دے کر باہر بلاتا۔ ان کے حالات دریافت کرتا۔ اور ان کی حسبِ ضرورت مدد کرتا اور قسمیں دے کر ان سے کہتا کہ جب ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں نہ ہوں، یا ان پر کوئی ظلم و زیادتی کرے تو وہ اس کے دربار کے پاس آکر لٹکی ہوئی زنجیرِ عدل کو ہلائیں تاکہ وہ حالات سے باخبر ہو کر انصاف کر سکے۔ کیونکہ قیامت کے دن ان کی فریاد کے بار کو اٹھانے کی طاقت اس کے اندر نہیں ہے۔" (فوائد السالکین ص ۲۹)

افشائے راز

شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وصال کے وقت وصیت کی تھی کہ میری نمازِ جنازہ ایسا شخص پڑھائے جس میں یہ تین صفتیں موجود ہوں:

(۱) ہمیشہ عفیف رہا ہو کسی غیر محرم پر اس نے کبھی نظر نہ اٹھائی ہو۔ (۲) اس کی عصر کی سنتیں قضا نہ ہوئی ہوں۔ (۳) اور ہمیشہ نماز باجماعت میں تکبیرِ اولیٰ سے شریک رہا ہو۔ نمازِ جنازہ کے وقت جب اس وصیت کا اعلان کیا گیا تو کوئی شخص آگے نہیں بڑھا۔ پھر دیر انتظار کے بعد سلطان التمش یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا کہ میری تو یہی خواہش تھی کہ میرا حال لوگوں سے پوشیدہ رہے لیکن خواجہ نے آج اس راز کو فاش کر دیا۔ (خزینۃ الاصفیاء ۱؍ ص ۲۷۵)

بیوی کو صبر کی تلقین

سلطان التمش کا لڑکا سلطان ناصر الدین محمود بھی باپ ہی کی طرح نہایت عابد و زاہد اور درویشانہ صفات کا حامل تھا۔ وہ ۶۴۴ھ میں تخت نشین ہوا اور بیس سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔ وہ اپنے ذاتی مصارف کا بار خزانہ پر نہ ڈالتا تھا۔ بلکہ کلام پاک کی کتابت سے اپنے اخراجات پورے کرتا تھا۔ اس لئے اس کی زندگی بڑی عسرت اور تنگی میں گذرتی تھی۔ گھر گرہستی کے کاموں کو انجام دینے کے لئے اس کے گھر

میں کوئی خادمہ نہ تھی۔ ایک روز اس کی ملکہ نے شکایت کے طور پر کہا کہ میں آپ کے لئے روٹی پکاتی ہوں تو میرے ہاتھ
جل جاتے ہیں اور ان میں آبلے پڑ جاتے ہیں۔ سلطان ملکہ کی یہ تکلیف سُن کر رونے لگا۔ پھر بیوی کو مخاطب کرکے کہا
کہ یہ دنیا گذر جانے والی ہے یہاں اس تکلیف کو برداشت کرکے صبر کرو۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کے اجر
میں تم کو تمہاری خدمت کے لئے حور عطا فرمائے گا ابھی تو میں تمہارے لئے بیت المال سے کوئی کنیز و خادمہ
نہیں خرید سکتا سلطان کی نیک دل بیوی نے درویش شوہر کی رائے سے اتفاق کیا۔ (البدایہ ج اص ۱۹۰)

احساسِ دیانت شاہان بلبن کے بعد جلال الدین فیروز شاہ دہلی کے تخت و تاج کا مالک ہوا رسم تاجپوشی کے موقع پر دو رکعت شکرانہ کی ادا کرنے کے بعد تخت شاہی پر بیٹھا اور اپنے امراء سے
مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے بارِ سلطنت اٹھا تو لیا ہے لیکن متحیر ہوں کہ میرا انجام کیا ہوگا اس کے بعد وہاں سے
اٹھ کر سلطان بلبن کے محل میں گیا جس کا نام "کوشک لعل" تھا اس وقت اس کے ساتھ ایک درباری ملک
احمد حبیب تھا اس درباری نے سلطان فیروز شاہ سے کہا کہ اب آپ کو اس دار الامارت میں سکونت اختیار
کرنی چاہیئے سلطان نے جواب دیا کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے بادشاہ ہونے سے پہلے اس کی تعمیر کی تھی
اب یہ ان کی اولاد کی ملکیت ہے میرا اس پر حق نہیں ہے ملک احمد حبیب نے کہا کہ امورِ حکمرانی میں اتنی
پابندی کی گنجائش نہیں سلطان نے برجستہ جواب دیا کہ دُنیا کے چند روزہ مفاد کی خاطر اسلامی احکام کی خلاف
ورزی نہیں کروں گا اور نفس کی پیروی میں کوئی کام انجام نہیں دوں گا

مکارمِ اخلاق سلطان بہلول لودھی ۸۵۵ھ میں تخت نشین ہوا یہ نیک دل سلطان اپنی بادشاہت کے زمانہ میں پانچوں وقت کی نماز جماعت سے ادا کرتا تھا شریعت کی پابندی کا بیحد خیال رکھتا
لوگوں کی درخواستوں کو خود دیکھتا اور سب کے ساتھ عدل کرتا دربار میں تخت پر نہ بیٹھتا اور نہ امراء کو اپنے سامنے کھڑا
ہونے دیتا۔ اس کے امیروں یا لشکریوں میں کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت کے لئے ضرور جاتا۔ اگر کسی کو اس سے
رنج پہنچ جاتا تو اس کے پاس جاکر معذرت خواہ ہوتا۔ میدان جنگ میں پہلے دو رکعت نماز پڑھتا۔ اسلام اور
مسلمانوں کے لئے فلاح کی دعائیں مانگتا۔ پھر جاکر دشمنوں سے مقابلہ کرتا۔ اپنی تخت نشینی کے بعد جب پہلی مرتبہ
جمعہ کی نماز پڑھنے جامع مسجد گیا تو خطیب نے خطبہ کے دوران افغانوں کا یہ کہہ کر مذاق اڑایا کہ سبحان اللہ! یہ بھی
عجیب قوم پیدا ہوئی ہے۔ شاید یہ دجال کے پیشرو ہوں۔ ان کی زبان یہ ہے کہ یہ مال کو "مور" بھائی کو "رور"
گاؤں کو شور اور لشکر کو "لر" کہتے ہیں۔ اپنی قوم کی اسقدر تضحیک کے باوجود سلطان نے مسکرا کر صرف اتنا کہا کہ
خطیب صاحب بس کیجئے ہم لوگ بھی تو خدا کے بندے ہیں۔

حکمرانوں کی تو خیر بڑی بات ہے علماء و صلحاء کی جماعت میں بھی حلم و بردباری کی ایسی مثال بہت کم ملیگی

پاکبازی

احمد نظام الدین شاہ والیٔ احمد نگر المتوفی ۹۰۴ھ نہایت ہی پاک خصلت اور نیک طینت فرمانروا تھا۔ وہ جب باہر نکلتا تو راستے میں دائیں بائیں دیکھنے کی بجائے اپنی نگاہیں نیچی رکھتا ایک بے تکلف امیر نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ شہر سے گذرتے وقت میری سواری کا تماشا دیکھنے کے لئے مرد عورت آکھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ میری نگاہ کسی نامحرم پر نہ پڑ جائے اور اسکا وبال مجھ پر نازل نہ ہو۔ (تاریخ فرشتہ ج ۲ ص۔۔)

حق بحق دار رسید

سکندر لودھی کے عہد میں سنبھل کے علاقہ میں ایک شخص کو پندرہ ہزار اشرفیوں کا ایک دفینہ دستیاب ہوگیا۔ سنبھل کے حاکم میاں قاسم نے ان اشرفیوں کو اس شخص سے وصول کر لیا۔ اور سلطان سکندر لودھی کے پاس ایک درخواست بھیج کر پوچھا کہ اس دفینہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ سلطان نے حکم دیا کہ پانے والے کو واپس لوٹا دیا جائے۔ حاکم سنبھل نے پھر لکھ کر بھیجا کہ اتنی بڑی رقم پانے کا یہ شخص مستحق نہیں ہے سلطان نے اسکو لکھا کہ اے احمق جس نے اس شخص کو یہ دفینہ عطا کیا ہے وہ بہتر جاننے والا ہے۔ اگر یہ اسکا مستحق نہ ہوتا تو وہ کیوں دیتا۔ ہم لوگ سب خدا کے بندے ہیں۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ ہم میں کون کس چیز کا مستحق ہے!

(تاریخ داؤدی ص ۴۲)

خوف آخرت

والیٔ گجرات سلطان محمود بیگڑہ کا جانشین سلطان مظفر ایک دن قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ قیامت کے ذکر پر مشتمل آیات کو پڑھ کر بے اختیار رونے لگا اور بولا معلوم نہیں اس وقت میرا کیا حال ہوگا! اس کے ایک ندیم شیخ جیو نے کہا جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہوا کثرت عبادت آپ کا شغل ہے۔ خلق خدا بھی آپ سے خوش ہے توقع ہے کہ آخرت میں آپ کو بلند ترین درجات ملیں گے! سلطان نے یہ سن کر کہا شیخ جیو میری گردن پر بار گراں ہے اسی لئے روتا ہوں۔ کیا تم نے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سنی کہ: نجا المخفّفون وھلک المثقلون یعنی ہلکے پھلکے لوگ نجات پالیں گے اور جو گراں بار ہے وہ ہلاک ہوگا۔" (مرآۃ سکندری ص ۱۷۱)

انجام کی فکر

سلطان محمود بیگڑہ جس نے ۸۶۲ھ سے ۹۱۷ھ تک صوبہ گجرات میں حکمرانی کی اپنی آخری عمر میں عبادت میں مشغول رہتا اور اکثر روتا رہتا تھا۔ اس کے ایک درباری امیر سارنگ نے سلطان کو برابر روتے دیکھ کر ایک دن عرض کیا کہ دولت بھی ہے شہنشاہی بھی ہے پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟ سلطان نے کہا اے بے عقل! تم کو کیا بتاؤں مجھے کیا غم کھائے جا رہا ہے۔ میرے مرشد شاہ عالم نے اگرچہ میرے لئے دعا فرمائی ہے کہ محمود کی عاقبت محمود ہو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میری عاقبت محمود نہ ہوسکے گی عمر کی نہر برابر جاری ہے اور اس سے جو حصہ بہہ جاتا ہے وہ کبھی واپس نہیں لوٹے گا۔ اسی لئے روتا ہوں، افسوس اور حسرت تو اس پر ہے

کہ اپنے ولیٔ نعمت کی قدر جتنی جاننی چاہیئے تھی اتنی نہ جان سکا اور جتنی جانی اس پر عمل نہ کر سکا۔ (مراۃ سکندری ص ۹)

حُسنِ خاتمہ علاؤالدین حسن گانگو المتوفی ۷۵۹ھ نے گلبرگہ، احمد آباد اور بیدر میں گیارہ سال تک بڑی کامیاب حکمرانی کی۔ اپنے مرض الموت میں ایک دن اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ محمود کو پاس نہ دیکھ کر پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ مکتب میں پڑھ رہا ہے۔ حسن گانگو نے صاحبزادہ کو بلوا کر پاس بٹھایا اور پوچھا کہ کیا پڑھ رہے تھے؟ شہزادہ نے جواب دیا کہ شیخ سعدیؒ کی کتاب بوستان پڑھ رہا تھا۔ گانگو نے پوچھا کون سی حکایت؟ شہزادہ نے بتایا کہ وہ حکایت جس میں یہ ہے کہ:

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت　　بسر چشمہ بر بسنگے نوشت
بریں چشمہ چو ماں بسے دم زدند　　برفتند چوں چشم برہم زدند
گرفتند عالم بمردی و زور　　ولیکن نبردند با خود بگور

جس وقت گانگو نے تیسرا شعر سُنا تو اُس پر بے اختیار گریہ و زاری طاری ہو گیا۔ اور اسی وقت اپنے خزانچی کو بلوایا اور اپنے ذاتی خزانہ کے تمام اثاثے کو نکلوا کر اپنے بیٹوں کے حوالے کیا کہ انہیں لیجا کر جامع مسجد میں علماء اور فقراء میں تقسیم کر دو۔ شہزادوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور جب تمام تقسیم کر کے باپ کو واپس آکر اطلاع کی تو حسن گانگو نے کہا "الحمد للہ" اور اسی وقت رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی (تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۸۱ دار العلوم دیوبند)

بقیہ: ماہِ مبارک

○ گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کریں۔ ○ صدقات و خیرات اور اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ مال خرچ کر کے غریبوں کی خبر گیری کا اہتمام کریں۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من سلم له رمضان سلمت له السنة "جس شخص کا رمضان سلامتی سے گذر گیا اس کا پورا سال سلامتی سے گذرے گا۔"

آہ! حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت قاضی شمس الدینؒ گوجرانوالہ رمضان میں رحلت فرما گئے۔ آہ! حضرت قاضی صاحب سابق استاذ دار العلوم دیوبند بہت سے محامد کے علمبردار اور علمی خوبیوں کے مالک تھے۔ ساری عمر اشاعت التوحید والسنہ کا کام کرتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

ادارہ شریکِ غم ہے اور پوری جماعت سے تعزیت کرتا ہے۔ اللھم اغفر لہم

مولانا اسلم قریشی سے لیکر صرف ضلع ساہیوال میں چار مسلمانوں کی شہادت کے بعد سبتیہ طور پر اخبارات و پریس رپورٹ کی بناء پر جامع مسجد منزل گاہ سکھر میں مرزائیوں نے بم پھینکا جس سے متعدد مسلمان موقعہ پر شہید ہو گئے۔ آہ!

بجرم عشق توام میکشند غوغائیست ۔۔۔ تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

پاکستان میں ایسا کیوں ہو رہا ہے اور یہ قتل و فساد کس لئے اور کون کرا رہا ہے؟ پھر اس کا سدباب کیوں نہیں ہو رہا۔۔۔

ع کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

دراصل مرزا طاہر اپنے آقاؤں کے لندن میں بیٹھ کر جو بیانات دے کر اشتعال انگیزیاں کر رہا ہے اس کی کیسٹوں کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ فسادات کا ذمہ دار امیر جماعت ہائے مرزائیہ ہے! اب مرزا طاہر کی تقاریر کے نتائج سامنے کھل کر آ گئے ہیں۔ اگر فتنہ و فساد کی آگ کو روکا نہ گیا تو اس کے نتائج اور ردِ عمل کے سیلاب سے حکومت عہدہ برآ نہیں ہو سکے گی۔

اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ مرزائیوں کے بارے میں غلط پالیسی اور نرم گوشہ چھوڑ کر مرتدین کے لئے اولین فرصت میں شرعی سزا مقرر کر دے اور مرزائیت کو ملک میں خلافِ قانون قرار دے اور فسادی مرزائیوں کا قلع قمع کر کے ان کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ ورنہ ع پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی ۔۔۔ دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا۔

اسلامیان ساہیوال اس پر سخت احتجاج کرتے ہوئے مسلمانانِ پاکستان اور مجلسِ عمل کی خدمت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں: وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ

مجاہدین ختم نبوت پاکستان

ابوالبیان حماد

برتر از وہم و گماں رفعت افکار حدیث — یہ روایات نبیؐ اور یہ آثارِ حدیث
محوِ غفلت ہوا جب غاشیہ بردار حدیث — لے کے انگڑائی اٹھا فتنۂ انکارِ حدیث
دل کی دنیا ہے کہ پُر نور ہوئی جاتی ہے — کوئی دیکھے تو سہی عالمِ انوار حدیث
کیسے ہو جائے گی مجروحِ خزاں اسکی بہار — جبکہ سر سبز ہے شاداب ہے گلزار حدیث
بات کس کی ہے سند حامل قرآں کے سوا — جو ہے معمار شریعت وہی معمارِ حدیث
اس کے نغموں سے نہ کیوں جھوم اٹھے روحِ حیات — سازِ الہام سے وابستہ ہے ہر تارِ حدیث
ہمیں اللہ کی نصرت سے توقع ہے یہی — بچلا جائے گا سر فتنۂ انکارِ حدیث
جس کو قرآن سے بے لوث محبت ہوگی — کیوں نہ بن گروہ رہے دہر میں سرشارِ حدیث
آہ اپہنچاتا ہے وہ روحِ نبیؐ کو صدمہ — جو بد اندیش ہوا درپئے آزار حدیث
تشنۂ لب کیسے رہے ذوق یقین و حکمت — جب برستا ہے سدا ابرِ گہربار حدیث
جان دے کر جو خریدیں بھی تو ارزاں ہے یہ — کاش اس رمز سے واقف ہو خریدار حدیث
ہیں احادیث کے ٹکڑے کہ جواہر پارے — کتنے دلچسپ دلاویز ہیں آثار حدیث
علم و حکمت کے چمکتے ہیں ستارے اس میں — مطلع صدق و یقین، مطلعِ انوارِ حدیث

یہ وہ فتنہ ہے کہ سو فتنوں کا اِک فتنہ ہے
یا خُدا جلد مٹے فتنۂ انکارِ حدیث

آمین

۳

آج مورخہ ۲۴ر شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ بحکم استاذ العلماء مولانا فاضل حبیب اللہ مدیر جامعہ رشیدیہ ساہیوال، جامعہ کے درجہ حفظ ۲ کے طلبہ کا سالانہ امتحان لینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ درجہ کے تمام طلبہ نے مجموعی طور پر اول نمبر حاصل کئے۔

منزل والے طلبہ کی منزلیں ماشاءاللہ خوب یاد ہیں جس سے استاذ قاری محمد سعید صاحب کی محنت صاف ظاہر ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ناظم صاحب کا سایہ مدرسہ ہذا پر تادیر قائم رکھے اور قاری سعید احمد سلمہ کو اللہ تعالیٰ تدریس کے کام میں دن دوگنی رات چوگنی ترقیات نصیب فرمائے۔ اور مدرسہ کے تمام اساتذہ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

(حافظ القاری) عبدالاحد خادم مدرسہ جامعہ اشرفیہ اوکاڑہ

آج مورخہ ۲۴ر شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ کو مدرسہ جامعہ رشیدیہ کے درجہ ناظرہ ابتدائیہ بچوں کے امتحان لینے کا اتفاق ہوا۔ الحمدللہ درجہ ناظرہ پڑھنے اور سنانے میں اپنی مثال آپ ہے۔ تقریباً یکصد طلبہ کا سنا ہے۔ ماشاءاللہ قاعدہ اور کلمے بچوں نے خوب سنائے۔ یہ قاری عبدالہادی ارشد کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ کثیر طلبہ کو قلیل وقت میں سبق دینا اور حاضری لگانا نماز کلمے کہلانا بڑی محنت کا کام ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو مکمل قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قاری صاحبان کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

(مولانا حافظ القاری) عبدالاحد خادم مدرسہ جامعہ اشرفیہ اوکاڑہ

Phone
.2356

حیدۃ سلامیہ شہریۃ تصدر عن جامعۃ رشیدیۃ

REGD.
No. 8054

MONTHLY. ALRASHID. LAHORE

○ ساہیوال پاکستان میں جالندھر رانپور بزرگوں کا پچاس سالہ، تاریخی ادارہ، اپنی ملی خدمات اور علمی روایات کی وسعت سے ایک تعلیمی و تبلیغی مرکز ہے۔ جو دارالعلوم دیوبند کے مشن وطرز طریق پر وفاق المدارس کے نظام تعلیمات کے مطابق فوقانی درسگاہ ہے اور طلبہ کی بہترین تربیت گاہ!

○ جامعہ کے بنیادی مقاصد میں توحید خالص۔ تحفظ ختم نبوت۔ حجیت حدیث۔ ناموس رسالت مقام صحابہ اور ادیان باطلہ کے ساتھ جہاد بھی ضروری ہے۔ مدرسہ سے لیکر تبلیغی میدان اور دار و رسن کے اسباق بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون۔

○ جامعہ رشیدیہ نے تحریک خلافت سے تحریک ختم نبوت، نظام مصطفےٰ نیز حریت ملک وملت کیلئے ہر قسم کی قربانیاں دی ہیں۔ جامعہ کی قربانیوں میں تحریک ۵۳ء سے شہادت گاہ ۱۴۰۵ھ تک جملہ اقسام ضبطی مدرسہ۔ عملی جہاد۔ مالی ایثار۔ اسارت زنداں وغیرہ کی حیثیت سے مدارس عربیہ میں واحد جامعہ ہے اور اس لحاظ سے یہ مجاہد ادارہ ہے!

نہ ہر ہر سنا کہ نداند جام و سندان باختن

○ امسال جامعہ کا میزانیہ مقدمہ شہداء کی وجہ سے بہت ترقی کر گیا ہے۔ ضرورت کہ جامعہ کی قربانیوں اور اس کی حیثیت کے مطابق ادارہ سے تعاون کیا جائے اور پوری نصرت کر کے سرپرستی کی جائے۔ امید کہ احباب خصوصی توجہ سامی فرمائیں گے۔ تقبل اللہ منا ومنکم۔

جملہ مراسلات بنام

فاضل حبیب اللہ رشیدی

مدیر "الرشید" وناظم اعلیٰ

جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال (پاکستان)

ترجمان جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا دینی و تبلیغی مجلہ
ماہنامہ
الرشید
لاہور

آہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا الحاج حافظ محمد عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

از عبدالرحمٰن انجم ساہیوال
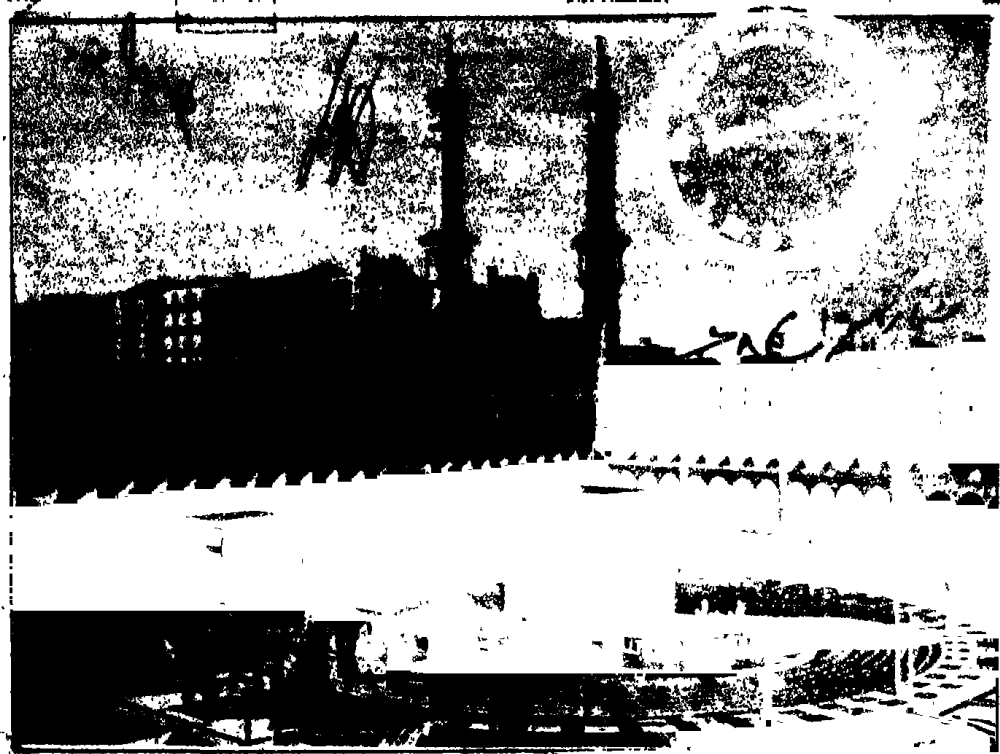
لو خدا کے آج مہماں ہو گئے شیخ الحدیثؒ　　رحمتوں کے جھمگھٹے میں سو گئے شیخ الحدیثؒ

آپ ہی کے دم سے کتنے اُجڑے دل آباد تھے
اور شفقت سے جہاں میں سینکڑوں گھر شاد تھے
حضرت رائے پوریؒ کی آخری وہ یاد تھے

ہم سے ستائیسویں شب کھو گئے شیخ الحدیثؒ　　رحمتوں کے جھمگھٹے میں سو گئے شیخ الحدیثؒ

درسِ احادیث وہ دیتے رہے پچپن برس
گیت صل اللہ کے گاتے رہے پچپن برس
ہاں! رسول اللہؐ کے ہو کے رہے پچپن برس

اللہ اللہ کرتے کرتے سو گئے شیخ الحدیثؒ　　رحمتوں کے جھمگھٹے میں سو گئے شیخ الحدیثؒ

تقویٰ و پرہیزگاری میں تھے خود اپنی مثال
سیرت و صورت میں ان کا رُوح پرور تھا جمال
دشمنِ اسلام کو تو اُن سے بچنا تھا محال

جس کو حق سمجھا اسی کے ہو گئے شیخ الحدیثؒ　　رحمتوں کے جھمگھٹے میں سو گئے شیخ الحدیثؒ

کہہ رہا ہے یہ خدا سے ایک جمِ اشکبار
رحمتوں کی ان کی تربت پر ہمیشہ ہو بہار
آخری دیدار کو آئی تھی خلقت بے شمار

مضطرب تھے وصلِ مولا کو گئے شیخ الحدیثؒ　　رحمتوں کے جھمگھٹے میں سو گئے شیخ الحدیثؒ

اہلِ ساہیوال کے تھے محسنِ عالی مقام
علم و حلم و فضل میں جن کے نہیں کوئی کلام
اے خدا ان کی لحد پر پہنچے انجمؔ کا سلام

کھیتیاں نورِ ھدیٰ کی بو گئے شیخ الحدیثؒ　　رحمتوں کے جھمگھٹے میں سو گئے شیخ الحدیثؒ

ماہنامہ

الرَّشِید

جلد ۱۳
جولائی ۱۹۸۵ء

شمارہ ۱۰
شوال ۱۴۰۵ھ

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبد الرشید ارشد

بنظامت
(پیرجی) عبد العلیم رائپوری

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

مقام اشاعت
۳۲ سے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹر
شرکت پرنٹنگ پریس

فہرست

راشدات	فاضل رشیدی	۲
واردات مشاہدات	ارشد	۳
آہ شیخ الحدیث	مولانا زاہد الراشدی	۱۱
یاد رفتگان	مولانا اللہ وسایا	۱۵
استاذ العلماء	مولانا فضل احمد	۱۹
تذکرہ	ارشد	۳۱
غیر مسلم اور کلمہ	مفتی جمیل احمد تھانوی	۳۹

رحلت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن

إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَعْطٰى وَلَهُ مَا أَخَذَ

قالت الفاطمةؓ

ے صُبت علیَّ مصائب لو انہا — صبت علی الایام صرن لیالیا

قالت الصدیقہؓ

ے لو کانت الدنیا تدوم لواحد — لکان رسول اللہ فیہا مخلداً

آہ، رائپوری خانوادہ کے آخری فرزندِ رشید ہم سے جدا ہوگئے۔ جامعہ رشیدیہ کا آفتابِ علم و عمل غروب ہوگیا۔ ماہتاب زہد و تقویٰ جامعہ میں مدرسہ پر جان دے گیا استاذ العلماء۔ امیر الجامعہ، نائب امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان رکن وفاق المدارس و خیر المدارس، سرپرست، بانی و ممتحن مدارس عربیہ، دینی مدارس اسلامیہ پر قربان ہوگئے۔

---

۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ کے مولود مدرسہ رشیدیہ رائپور (جالندھر) ۲۷ رمضان لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں رحلت فرماگئے! رشید ابن رشید حضرت مولانا الحاج حافظ محمد عبداللہ رحمہ اللہ خلف الرشید حضرت الشیخ السید مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ (تلمیذ و مجاز حضرت شیخ الہندؒ) خلیفہ مجاز حضرت شیخ سید عبدالقادر شاہ رائپوریؒ، معتمدِ خاص حضرت شیخ الحدیثؒ، تلمیذ خیر حضرۃ مولانا خیر محمد جالندھریؒ دار الفنا سے دار البقا ۷۵ برس کی عمر میں، ذکر اللہ کرتے ہوئے انتقال فرماگئے!!!

ے خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

بلا مبالغہ..... ایک اتقی والد ماجد کا متقی فرزند رشید۔ مفتی کا محقق خلف۔ علامہ کا عالم بیٹا۔ فقیہ محدث والد معظم کا جانشین مدرس۔ اللہ اکبر ابیہ، جماعت علماء طلباء و ابناء اخوان کو یتیم کر گیا۔

[illegible]

ہے کہ یہ دونوں بزرگ سیاسی فکر و نظر کے اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کو مخدوم سمجھتے تھے اور دونوں میں اخلاص و محبت کا تو رشتہ استوار تھا۔ کہ اس کو جاننے والے تو جانتے ہی ہیں لیکن نہ جاننے والوں کے لئے صرف ایک واقعہ لکھنا کافی ہوگا بروایت مولانا عبد المجید بچھرایونی حضرت تھانویؒ نے فرمایا مجھ کو اپنی موت پر بھی فکر تھا کہ بعد میں باطنی دنیا کی خدمت کرنے والا کون ہوگا۔ مگر مولانا حسین احمد مدنی کو دیکھ کر تسلی ہوئی کہ یہ دنیا ان سے زندہ رہے گی۔"

(اشرف العلوم بحوالہ بیس بڑے مسلمان)

ہمارے مخدوم و محترم خیر الاساتذہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب بانی و مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس جالندھر اور اب ملتان، حضرت تھانویؒ کے خلیفہ خاص ہونے کے باوجود جالندھر مدرسہ کے ہر سالانہ جلسہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو جلسہ پر تشریف لانے کی دعوت دیتے تھے۔ بشرطیکہ حضرت جیل میں نہ ہوں۔ اس طرح حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ امرتسری حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو اور سٹیج سیکرٹری مولانا محمد علی جالندھری ہوتے تھے۔ ۱۹۴۶ء کا زمانہ سیاسی طور پر کس قدر پر آشوب تھا لیکن اس سال بھی حضرت مدنی کو دعوت تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ حضرت مدنی کسی خاص عذر کی بناء پر تشریف نہیں لائے تھے اور یہ جام و سندان باختن والا معاملہ تھا۔ لیکن حضرت مخدوم تا عمر اس کو نبھاتے رہے تو ایسے جامع البحرین استاد کی تربیت میں جو گوہر تابدار پروان چڑھا وہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ تھے۔

آپ نے وسطانی۔ فوقانی اور دورہ حدیث شریف تک تمام کتب مدرسہ عربی خیر المدارس جالندھر پڑھیں درانحالیکہ ان دنوں ہر طالب علم کی خواہش کیا سب سے بڑی خواہش ہوتی تھی کہ دورہ حدیث دار العلوم دیوبند یا پھر مظاہر العلوم سہارنپور ہی میں پڑھا جائے۔ آپ نے اور آپ کے ساتھی جناب حضرت مولانا فضل محمد صاحب کوٹوی سابق خطیب قصور و جامع جناح کالونی فیصل آباد نے فیصلہ کیا کہ ہمیں تو اپنے استاد حضرت مولانا خیر محمد صاحب کو چھوڑ کر اور کہیں نہیں جانا ہے۔ یہیں دورہ پڑھیں گے اور استاد کے احترام و تقدس کی بناء پر پھر آپ کو وہ علمی و عملی رسوخ حاصل ہوا کہ باید و شاید۔ گذشتہ سطور میں میں نے عرض کیا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے تقوی و طہارت اور رسوخ فی العمل کی صرف داستانیں اور حکایات سنیں اور ان کے حالات و واقعات کو بیس بڑے مسلمان نامی کتاب میں ترتیب دے کر شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ لیکن دیکھا نہیں دیکھا تو اپنے اساتذہ خصوصاً حضرت مولانا ممدوح کو۔ لیکن ان کا حال اور قال یہی کہتا تھا کہ ہم تو کچھ بھی نہیں اور اس میں اتنا مبالغہ بھی معدوم نہ ہوتا تھا لیکن ان کے تقوی و طہارت کو دیکھ کر خیال ہوتا تھا کہ جب ہمارے استاد کا یہ حال ہے تو پھر حضرت مدنی اور حضرت تھانوی کا عملی مقام کتنا بلند ہوگا۔ علمی مقام کا تو اب بھی ان کے ملفوظات مکاتیب اور کتب سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے تفصیلی مباحث کا یہ مقام نہیں اور نہ یہ حقیر پر تقصیر اس کا اہل ہے صرف ایک واقعہ تفسیر بیان القرآن کا ایک منصف مزاج کی زبانی عرض کرتا ہوں۔ میاں چنوں میں جامع اہل حدیث میں ایک بزرگ مولانا عبد القادر صاحب حلیم خطیب تھے آپ مطالعہ کے خصوصاً تفسیر و حدیث کے بہت زیادہ شائق تھے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ بعض دفعہ قرآن پاک کی کسی آیت میں کوئی مشکل پیش ہوتی ہے تو عربی کی ساری تفسیریں دیکھتا ہوں لیکن بات سمجھ میں نہیں آتی اشکال اپنی جگہ رہتا ہے۔ پھر جب حضرت تھانوی کی تفسیر بیان القرآن دیکھتا ہوں کہ حضرت ترجمہ کرتے وقت بعض جگہ قوسین کے درمیان دو تین لفظ لکھ دیتے ہیں بس وہی دو تین لفظ پڑھ کر شرح صدر ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ حضرت تھانوی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن فہمی میں کمال ملکہ عطا فرمایا تھا۔ میں نے پہلے بھی

حضرت مولانا کی زیارت مدرسہ رشیدیہ رائے پور میں کی میں ان دنوں وہاں قرآن مجید حفظ کر رہا تھا۔ اور حضرت مولانا مدرسہ عربی خیر المدارس جالندھر سے رائے پور امتحان لینے آیا کرتے تھے۔ کتب فارسی و عربی کا امتحان حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سلیم پوری حضرت مولانا محمد عبد اللہ دھرمکوٹی و حضرت مولانا عبد الحکیم (پھلوروی) لیا کرتے تھے اور قرآن مجید کا حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب۔ مجھے ان دنوں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب اور حضرت مولانا بہت خوبصورت اور پرکشش نورانی چہرہ والے نظر آتے تھے۔ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب اپنے استاد حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی نسبت سے تھوڑے سے خوش پوش بھی تھے رائے پور ان کا آبائی گاؤں تھا لہذا سال میں ویسے بھی کبھی کبھار تشریف لاتے تھے۔ ہمارا گاؤں چونکہ رائے پور سے نزدیک تھا لہذا صبح جا کر ہم شام واپس آجاتے تھے۔ لہذا کبھی ان دنوں قرآن مجید سننے کا اتفاق نہیں ہوا کہ ہوسکتا ہے کبھی مغرب عشاء یا مغرب کی نماز پڑھاتے ہوں۔ ویسے ان دنوں رائے پور میں حضرت مفتی صاحب امامت فرمایا کرتے تھے اور وہ سادہ قرآن پاک پڑھتے تھے۔ رائے پور میں پورے متحدہ پنجاب سے طالب علم کشاں کشاں پڑھنے چلے آتے تھے اور پنجاب میں اس کی شہرت ایسے ہی تھی جیسے کہ دار العلوم اور مظاہر العلوم کی ہندوستان میں۔ لیکن سادگی اتنی تھی کہ مختلف قریبی دیہات سے طالب علم روٹیاں گھروں سے لاتے تھے اور سالن مدرسہ میں پکتا تھا جس کو مہتمم صاحب حضرت مولانا فضل احمدؒ کی اہلیہ محترمہ پکایا کرتی تھیں۔ تمام مدرسین نے عمر بھر کبھی وعظ نہیں کیا۔ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں اتنے زیادہ متبع تھے کہ اب مدارس کی طرف دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اتنی پختگی نہیں رہی۔

۱۹۴۵ء میں پیرجیاں کلاں میں مجلس احرار اسلام کا انتخابی جلسہ تھا جس میں امیر شریعت نے بعد از جمعہ خطاب کرنا تھا حضرت مولانا محمد علی جالندھری صوبائی اسمبلی کے لئے امیدوار تھے جبکہ اس گاؤں سے رشتہ میں میرے پھوپھا چودھری ولی محمد گوہیر مسلم لیگ کے امیدوار تھے۔ سارا علاقہ کھنچ کر چلا آیا تھا۔ وہاں جمعہ کا خطبہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب نے دیا۔ لیکن ہم دور بیٹھے تھے کم سنائی دیتا تھا کیونکہ لاؤڈ سپیکر پر نہ تھا۔ محسوس ہوتا تھا کہ بڑے جذبے اور کیفیت سے خطبہ پڑھا جا رہا ہے اور جماعت بھی یقیناً آپ نے کرائی ہوگی۔ بعد جمعہ حضرت مولانا محمد علی نے تقریر شروع کی۔ تو چودھری گوہیر صاحب نے کچھ اعتراضات کئے۔ چونکہ یہ ان کا گاؤں تھا گاؤں کیا تھا ایک چھوٹے قصبے جتنی آبادی تھی۔ گراؤنڈ میں جلسہ ہو رہا تھا۔ شور و غل ہوا۔ تو شاہ صاحب سکول میں اپنی قیامگاہ سے براؤن رنگ کی چادر پہنے ہاتھ میں کلہاڑی لئے برآمد ہوئے۔ شاہ صاحب کے ہوتے ہوئے جلسے کا رنگ بگڑ جائے یہ مشکل تھا۔ شاہ صاحب نے عصر تک تقریر کی۔ اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ شاہ صاحب کلہاڑی کو بلند کر کے اس کے دونوں سروں کو علامتی مشرقی اور مغربی پاکستان قرار دیا اور درمیان میں دو ڈھائی فٹ کی جگہ کو بھارت اور کہا کہ اگر کبھی لڑائی ہوئی تو ایک بازو سے دوسرے بازو کی حمایت کرنا مشکل ہوگا۔ جبکہ مسلم لیگ کے حضرات یہ کہا کرتے تھے کہ ہندوستان چکی کے دو پاٹوں کے درمیان ہوگا۔ عوام نے نظریہ پاکستان کو ووٹ دیئے مسلم لیگ جیت گئی اور نیشلسٹ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد ہم میاں چنوں آباد ہو گئے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب جگرانوی نے میاں چنوں میں مدرسہ عربیہ گلہ والے کا اجرا کیا اور میں نے ابتدائی کتب عربی یہاں شروع کیں۔ اب حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کی زیارت جلد جلد ہونا شروع ہوئی۔ میں جب ان کو دیکھتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے نور نے ان کا احاطہ کیا ہوا ہے حالانکہ حضرت مولانا کا کوئی بھی نہ تھا، جبکہ میں نہ ان کا مرید تھا اور نہ شاگرد۔ ان کی چال ڈھال رفتار گفتار نشست و برخاست ہر بات میں

وقار اور متانت تھی۔ لیکن ایسا وقار کہ جس میں غرور نام کو نہ تھا سراسر عجز اور انکسار تھا۔ اب ان کی تقریر بھی سنی اور قرآن پاک بھی۔ تقریر کے دوران گلستان۔ بوستان کی بعض حکایات اور اشعار پڑھتے تھے۔ عربی میں وعظ کے جو معنی اور حقیقت ہیں آپ کا وعظ سراسر وہی تھا۔ سننے والا ایک خاص کیف محسوس کرتا اور عمل کی ترغیب ہوتی اور یہ اثر وقتی یا ہنگامی نہ ہوتا بلکہ اکثر دائمی اور دیرپا ہوتا۔ قرآن پاک پڑھنے اور اشعار پڑھنے کا ان کا اپنا ایک انداز تھا۔ جو منفرد اور یگانہ تھا۔ قرآن پاک کسی متعارف لہجے میں نہ پڑھتے اور نہ ہی اشعار کسی خاص ترنم سے لیکن چونکہ ان کی زبان اور دماغ کے ساتھ دل بھی شریک ہوتا تھا لہٰذا مصداق ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے۔

پھر ایک دن ایسا آیا کہ میں سامان بستر اور بیگ اٹھا کر جامعہ رشیدیہ مشکوٰۃ اور جلالین کی جماعت میں شریک ہونے کے لئے چلا گیا جبکہ کتب میں نے ادھوری پڑھی تھیں۔ منطق اور فلسفہ و معانی کی کتب تو کجا شرح وقایہ اور ہدایہ کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ حاضر ہوا اور ساری کیفیت عرض کی۔ ان کو مجھ پر رحم آیا اور شفقت فرماتے ہوئے مشکوٰۃ اور جلالین کی جماعت میں داخل کر لیا۔ ہم چار ساتھی تھے۔ حضرت مولانا حافظ محمد صدیق صاحب حال استاد حدیث جامعہ رشیدیہ۔ مولانا حکیم نعمت اللہ اور مولانا منظور احمد کاڑمی۔ میں سب سے پھسڈی تھا۔ اور مستزاد یہ کہ اخبارات اور سیاسی رسائل پڑھنے کا چسکا اور حضرت مولانا طالب علموں کے لئے اس کو اچھا نہ سمجھتے تھے لیکن اس کو بھی نظر انداز فرماتے رہے کیونکہ میں عربی عبارت پڑھنے اور بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا تھا اور اس بات کو استاد بھی سمجھ لیتا ہے کہ طالب علم کوشش کرتا ہے اگرچہ میں کیا اور میری سمجھ کیا۔ اب کہ عمر باون سے اوپر جا چکی ہے اب تک نہ بات کرنے کا سلیقہ آیا نہ سمجھنے کا۔ البتہ اساتذہ کے جوتوں کی برکت سے ابتداء ہی سے ایسا ہے کہ اساتذہ کا احترام دل سے کرتا ہوں جن سے دین کی کتب پڑھیں ان کا تو بہت ہی زیادہ، جن سے پرائمری پڑھی ان کا بھی۔ حتیٰ کہ ان کافر اساتذہ کا بھی کہ جن سے پانچویں میں ایک سال انگریزی وغیرہ پڑھی اب بھی جب کبھی ان کا تصور آتا ہے تو بحیثیت شاگرد ان کی عظمت کے آگے دل جھک جاتا ہے بلکہ یہ بات کچھ یہاں تک ہے کہ جن سے پڑھا نہیں لیکن وہ استاد ہیں کل تھے یا آج ہیں بحیثیت استاد ہمیشہ ان کا احترام دل میں موجود رہتا ہے۔ یہ اگر کوئی خوبی کی بات ہے تو اس کا مجھے اقرار ہے۔ اور حضرت مولاناؒ تو میرے حدیث کے استاد تھے۔ میں نے مشکوٰۃ شریف کا سبق پڑھاتے ہوئے کسی اور کو نہیں دیکھا پھر بھی شاید میرا یہ تاثر درست ہو کہ سبق پڑھاتے میں جتنی محنت شفقت حدیث شریف کا ادب و احترام حضرت مولانا کرتے تھے انہی کا حصہ تھا جب حدیث تلاوت کرتے تو ایک لطف اور کیف محسوس ہوتا اس اپنے تاثر کو میں اس لئے بھی درست سمجھتا ہوں کہ میں نے کچھ تھوڑی بہت کتب دوسرے اساتذہ سے پڑھیں اور بیسیوں دیگر احباب سے سنا کہ حضرت مولانا علم العرف کر دیا۔ گلستان بوستان سے لے کر بخاری شریف اور ترجمہ قرآن میں ہر کتاب میں گویا ڈوب جاتے تھے اور پڑھانے کا پورا حق ادا کرتے تھے۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ باوجود مفتی اور اتنے بڑے عالم اور والد ہونے کے سبق میں شریک ہوتے تھے اور کبھی اگر معذور یا بیمار ہیں تو حضرت مولانا اس دن سبق کا ناغہ کر دیتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب برابر پوری کتاب میں شریک ہوتے عظیم المرتبت والد صاحب کا سبق کی سماعت کرنا حضرت مولانا کے

لئے بہت بڑی سعادت بھی تھی اور ساتھ آ کر مالش بھی ایک دن حدیث آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ ۔ کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ حدیث کا سننا تھا کہ حضرت مفتی صاحب زار و قطار رونے لگے۔ ہم بھی گلوگیر ہوئے تقریباً پندرہ منٹ یہ سماں رہا حضرت مولانا نے سبق بند کر دیا اور خود بھی آبدیدہ ہو گئے۔ میں نے بہت غور کیا کہ حضرت مفتی صاحب اس قدر کیوں روئے تو یہ وجہ سمجھ میں آئی کہ ان کے ذہن میں یہ بات آئی ہو گی۔ اس دنیا میں میں اس جگہ حاضری نہ دے سکا جو جنت کا ایک باغ ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت مفتی صاحب پر اللہ تعالیٰ نے خاص کرم فرمایا جس قبرستان میں دفن ہوئے اس میں ان کی قبر کے ساتھ ایک قبر کی جگہ تھی فلاں شخص ساہیوال کے ایک بزرگ جو حضرت مفتی صاحب کے معتقد تھے انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر مفتی صاحب کی قبر کے ساتھ بنانا۔ ان کی جب قبر کھودی گئی تو حضرت مفتی صاحب کی لحد میں سوراخ ہو گیا اور خوشبو آنے لگی اور　　یہ بائیس ماہ بعد کی بات ہے قبر کھودنے والوں نے اس سوراخ کو اور کشادہ کر دیا اور لحد میں روشنی ہو گئی انہوں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھی ہوئی ہے اور چہرہ گلاب کی طرح ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی معصوم بچہ خواب میں مسکرا رہا ہے۔ جامعہ رشیدیہ یہ خبر پہنچی تو متبع سنت بیٹے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب نے فوراً فرمایا کہ وہ سوراخ بند کر دیا جائے اور کوئی بھی وہاں جا کر اسے نہ دیکھے۔ اگر کوئی شہرت کا طالب اور دنیا کا خواہشمند ہوتا تو اس خبر کو عام ہونے دیتا تا آنکہ سارا شہر اس کو دیکھتا اور پھر نتیجہ کے طور پر ہر سال وہاں میلہ لگنا شروع ہو جاتا لیکن صحیح معنی میں محبان رسول اس طرح کے خرق عادت معاملات کو چھپاتے اور نظر انداز کرتے ہیں۔ اسی طرح کا واقعہ میاں چنوں میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی قبر کے ساتھ ہوا دس بارہ ماہ بعد تیز بارش ہوئی اور قبر میں پانی بھر گیا۔ مدرسہ میں قبر تھی اس کے گیٹ بند کر دیئے گئے اور پانچ چھ آدمیوں نے حضرت مولانا کی نعش مبارک کو باہر نکالا۔ قبر کو پانی اور گارے سے صاف کیا اتنی دیر نعش مبارک ایک مقفل کمرے میں پڑی رہی۔ سارے گواہ زندہ ہیں اور وہ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا کا بدن پورا تھا۔ ہاتھ اور پاؤں کے جوڑوں میں زندگی جیسی لچک تھی ہاتھ کی انگلیوں کو ہلا جلا کر دیکھا گیا وہ بھی ایسے تھیں جیسے زندہ انسان کی ہوں حضرت مولانا تہجد کے لئے وضو کر کے چارپائی پر بیٹھے تھے کہ سر جھکا اور کمزوری سے گر پڑے رخسار پر زخم آیا اور اسی حالت میں وصال فرمایا اور وہ زخم ایسا تھا کہ جیسا خون رسنے کے قریب ہو۔ ویسا ہی اب تھا جبکہ اتنے ماہ کے بعد نعش نکالی گئی۔ لوگوں کے لئے اس میں شاید حیرانی اور تعجب کی بات ہو مگر ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے محبوب اور مطیع بندوں کو اس طرح دکھا کر دنیا کو بتاتے ہیں کہ یہ ہیں وہ لوگ کہ جن کے متعلق میں نے کہا ہے۔

لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ　۔　ان کے لئے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے۔

اور یہ کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں خوش ہوں۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی قبر سے فردوسی خوشبو کا تو اخبارات میں بھی چرچا ہوا تھا تاہم اہل حق ایسے پاکیزہ اور متقی لوگوں کو بھی اللہ کے عاجز بندے ہی سمجھتے ہیں۔ ان کی قبر پر چادرے اور نذر و نیاز کا آغاز نہیں کرتے۔ بات چلی تھی کہ حضرت مفتی صاحب حدیث پاک کو سن کر بچوں کی طرح روئے اور اللہ تبارک و تعالےٰ نے دنیا کو دکھا دیا کہ ان کی قبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنی اور یہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا ثمرہ تھا۔ حضرت مفتی صاحب کی عذر کے علاوہ جماعت کی شاید ایک ہی تکبیر تحریمہ فوت ہوئی تھی اور اس تکبیر فوت ہونے پر روتے اور حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کو لکھا تھا کہ عبداللہ

تو مجھے نیچے والی سے نظر کیوں آتے وہاں میرا گھر مسجد کے ساتھ تھا اور اذان کی آواز سن کر خود ہی مسجد میں آجاتا تھا اب
میں اندھا بھی اور محتاج ہوں اور گھر مسجد سے اتنی دور ہے کہ کسی کے سہارے بغیر مسجد میں نہیں آسکتا۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت
مفتی صاحب کو اذان کا پتہ نہ چلا اور ادھر وقت پر مکبر نے تکبیر کہہ دی اور جماعت کھڑی ہو گئی اور مفتی صاحب کے متعلق
کسی کو یاد نہ رہا تاہم پھر بھی پہلی رکعت میں مل گئے تھے۔ اور میرے اندازے کے مطابق عذر کے بغیر ان کی زندگی میں
یہ پہلی تکبیر تحریمہ فوت ہوئی تھی۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ بھی نماز با جماعت کا از حد اہتمام کرتے تھے۔ امتحانی اور تبلیغی اسفار کثرت سے ہوتے
تھے۔ لیکن سفر کو اس طرح ترتیب دیتے تھے کہ نماز با وقت با جماعت کسی جگہ پڑھی جا سکے اگر فیصل آباد جانا ہے اور
اچانک پروگرام بن گیا ہے اور راستے میں نماز کا وقت آتا ہے تو راستے کا ٹکٹ لیتے تھے اور نماز با جماعت کسی جگہ پڑھ
کر دوبارہ سفر شروع کرتے تھے البتہ اگر بس والوں نے بات مان لی اور اتنی دیر کسی مسجد کے پاس بس روک لی اور نماز
پڑھا دی تو پھر دوبارہ اس بس کا ٹکٹ لے کر اس میں بیٹھ جاتے تھے۔ یہ استقامت سب سے بڑی کرامت ہے۔ جو اب
متروک ہوتی جا رہی ہے۔ ایک بڑی خوبی یا نیکی ان میں یہ تھی کہ نہ کبھی کسی کی غیبت کرتے تھے اور نہ سنتے تھے اگر کسی
ناواقف شخص نے کوئی ایسی بات شروع کر دی تو یا تو اسے منع کر دیتے تھے یا پھر اس مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے
اور اس بات کا مشاہدہ میں نے ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ مولانا حبیب اللہ صاحب کی ذات میں بھی دیکھا ہے۔ ورنہ
آج کل کی ہماری مجالس ؟ استغفر اللہ از اول تا آخر غیبت ہی غیبت ہی ہوتی ہے میں نے حضرت مولانا کی جتنی مجالس میں
شرکت کی ہے اگر میں اس کے متعلق اس بات کا حلف اٹھاؤں کہ ان میں کبھی غیبت نہیں ہوئی تو حانث نہیں ہوں گا
بعض لوگ جو ان سے کسی وجہ سے ناراض ہیں ان کے متعلق میں نے اکثر سنا کہ فرمایا کہ مولوی صاحب میں تو ان کے لئے دعا
کرتا رہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلا ہی کرے۔ ایک اور بات جس کا اس زمانے میں ہونا شاذ و نادر ہے
وہ یہ کہ اخبارات نہیں پڑھتے تھے کہ ان میں تصاویر پر نظر پڑتی ہے۔ البتہ ان لوگوں سے اور احباب سے پوچھا لیا
کرتے جن کو اخبارات کا زیادہ شوق ہے کہ مولوی صاحب کوئی خاص خبر۔ اور حضرت مفتی صاحب کے متعلق تو یہ حلفیہ
کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کبھی تصویر نہیں دیکھی تنقید برائے تنقید کرنے والے کہیں گے کہ کیا انگریزی حکومت میں وہ
نوٹ نہیں دیکھتے تھے کہ دس کا ہے یا پانچ کا وغیرہ یہ مقصد نہیں جبکہ آج کل ہمارا یہ حال ہے کہ صبح جب اخبار دیکھتے ہیں
تو پہلی نظر میں یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے جماعت کے کس کس عالم کی تصویر اخبار میں آئی ہے۔ اور مجھے حضرت مولانا کا خیال آکر
کبھی کبھی بہت وحشت ہوتی تھی کہ وہ بسوں میں سفر کرتے ہیں اور بسوں میں گانوں کے کیسٹ لگے ہوتے ہیں یہ کیسا اسلامی
ملک ہے کہ جہاں ایک پابند شریعت جو حتی الامکان اتباع سنت کا قدم قدم پر اور بات بات میں خیال کرتا ہے۔ وہ
فحش گانے سننے پر مجبور ہے اور کیا اس کی سزا ان مقتدر لوگوں کو نہیں ملے گی جو اس بات پر قادر ہیں کہ بسوں اور ویگنوں
سے گانے بند کرا دیں لیکن ایک عام سا حکم دے کر سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض پورا ہو گیا اور اب ہمارے اخبارات میں جو
اپنے آپ کو نظریاتی کہلاتے ہیں ایسی ایسی تصویریں شائع ہوتی ہیں کہ آج سے دس بارہ برس پہلے ان کا گھروں میں آنا
تصور کے بھی خلاف تھا۔

ایک عام کہاوت سی ہے کہ اپنا پیر پیر، دکان دا پیر بندہ، شاید یہ کہا جائے کہ اپنے استاد کے متعلق مبالغہ آرائی سے

کام کیا جا رہا ہے۔ حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں ہے جو کچھ عرض کر رہا ہوں یہ شاید حقیقت سے بھی کم ہی ہو ورنہ ایک ایک میں ہزاروں لوگ شاہد ان مدل ہیں۔ اصل یہ ہے کہ وہ سانچہ ہی ٹوٹ گیا ہے جس میں یہ لوگ ڈھلا کرتے تھے حضرت مولانا سلف صالحین کی ایک یادگار تھے جو ہم کو چھوڑ کر اپنے پیشرو صالحین کے ساتھ جا ملے۔ اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اور ان کی نیکیوں کے طفیل ہمیں بھی نیکی کی توفیق دے۔ کتب خانہ میں کئی دفعہ سو جاتے تھے کتابیں اگرچہ الماریوں میں ہوتی تھیں۔ پھر بھی اتنا احترام تھا کہ ایک چارپائی چھوٹے پایوں کی بنائی تھی جو کہ زمین سے پانچ چھ انچ اونچی ہوتی تھی اس پہ استراحت فرماتے تھے۔ سبق بھی وہیں پڑھاتے تھے اس کا معاوضہ جامعہ سے لیتے تھے۔ لیکن پھر جب استراحت کرتے تھے تو اتنے وقت کا حساب محکمہ بجلی کے آفیسر سے لگوا کر جامعہ کو تنخواہ لیتے وقت واپس کر دیتے تھے اور اسی طرح سالانہ جلسے اور بعض دوسرے مواقع پر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا لیتے تھے تو اس کا بھی اپنی تنخواہ سے جامعہ کو واپس کر دیتے تھے۔ ایسے لوگ اب کہاں ملیں گے ہم تو ان کو اب کبھی نہ دیکھ سکیں گے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ایک مختصر سوانح لکھی ہے جو بہت جامع ہے اس کا ایک فقرہ ہے اس پر اپنی سوگواری کو ختم کرتا ہوں کہ ۲۷ رمضان [illegible]ھ کو ساڑھے دس بجے دن دفن کیا اور اس خزانۂ خوبی کو سپرد زمین کر دیا اور ہاتھ جھاڑ کر چلے آئے۔

ایک اور بات حضرت مولانا کی خصوصی صفت ہی کہئے وہ یہ تھی کہ آپ کو اشیاء کی خرید و فروخت یا ان کی شناخت اس کا کچھ پتہ نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے صرف دین پڑھانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہمیشہ دوست احباب کی معرفت خرید و فروخت کرتے۔ اسی طرح گھریلو ضرورت کی چیزوں میں سادگی و قناعت اور ضرورت میں غایت تھی۔ ضرورت سے زائد اشیاء گھر میں شاید ہی ہوں۔ اور اس طرف ان کا التفات بھی نہیں تھا کہ ٹی سیٹ ہو، ڈائننگ سیٹ ہو۔ یہ چیز ہو فلاں چیز ہو۔ اس معاملہ میں درویش خداست تھے۔ بس یہی دھن اور لگن ہر وقت رہتی تھی کہ درس و تدریس کے سلسلہ میں طلبہ محنت اور توجہ کریں۔

مجھے رات کے بارہ بجے ان کے وصال کی خبر ملی۔ لاہور سے ساہی وال تک بس میں یہی سوچ رہی کہ اب ایسے لوگوں کو کہاں ڈھونڈیں گے۔ علامہ شبیر احمد بخاری ایک دفعہ ملے، فرمانے لگے کہ میں دارالعلوم دیوبند گیا۔ دارالعلوم کی دیواروں کو باحسرت دیکھا تھا اور دارالعلوم کے بام و در سے پوچھا تھا کہ کیا بات ہے کہ اب محمود حسن، علامہ انور شاہ، حسین احمد مدنی اور شبیر احمد عثمانی، حفظ الرحمٰن سیوہاروی پیدا نہیں ہوتے۔ ان کا رونا اس وقت بجا تھا لیکن ہمارا رونا یہ ہے کہ اشرف علی تھانوی، حسین احمد مدنیؒ، شبیر احمد عثمانی، مفتی کفایت اللہ تو بہت اونچے لوگ تھے۔ اب تو یہ حال ہو گیا ہے کہ ان سے نیچے مفتی محمد مفتی عبداللہ۔ مولانا محمد عبداللہ۔ مولانا عبیداللہ انور جیسے لوگ بھی پیدا ہونے بند ہو چکے ہیں۔ جو جاتا ہے وہ بیکراں خلا پیدا کر جاتا ہے۔ پاکستان

کو بیتے ۳۰، ۳۸ سال ہو گئے۔ اتنی مدت میں مدارس میں سیکڑوں کا اضافہ ہوا لیکن قابل اور مستند لوگ پیدا نہ ہوئے نظر دور تک جاتی ہے لیکن تھک کر واپس آجاتی ہے۔

جامعہ رشیدیہ کے دروازے کے سامنے اترا تو وہاں کئی کاریں کھڑی تھیں۔ معاً خیال آیا کہ نیک لوگوں کی "بارات" اس طرح جاتی ہے۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (سورۃ الفجر)

حضرت مولانا کے علمی اور روحانی مقام کے متعلق نہ میں کچھ جانتا ہوں اور نہ سمجھتا ہوں خدا کرے کوئی صاحب علم و صاحب دل لکھے۔ حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری، ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، مولانا مجاہد الحسینی صاحب مولانا محمد صدیق صاحب خیر المدارس اور سیکڑوں اونچے درجے کے شاگرد موجود ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ قلم اٹھائیں اور لکھیں۔

بقیہ: کلمہ شریف کا نیج

سبب ہو جائے گا۔ اس لئے جس جس سے ہو سکے حکومت کو متوجہ کریں اور جو تدبیریں کر سکیں کر لیں۔

۱۶: ہر ناجائز چیز شرعاً ایک معنوی غلاظت ہے۔ ان مقدس کلمات کو جھوٹ دھوکہ فریب بلکہ کفر میں ملوث کرنا ان کی انتہائی توہین ہے سخت بے حرمتی ہے۔ ایسے ہے جیسے مقدس سے پر غلاظت۔ ۱۷: تمام سادہ لوح کمانوں اور خصوصاً نئی نسلوں کو بہت بڑا دھوکہ دیا جا رہا ہے کہ وہ حقیقت معلوم نہ ہونے سے ان کو مسلمان سمجھ کر مسلمانوں کے سے معاملات حقوق آداب کر کے گناہگار ہوا کریں۔ ۱۸: یہ بڑا سخت خطرناک پروپیگنڈہ اور خاموش الحاد ہے جیسے پہلے زمانوں میں ہوتا تھا اور سخت زہر افشاں ہے۔ ۱۹: مسلمان کا غیر مسلم وارث نہیں ہو سکتا نہ مسلمان سے غیر مسلم کی شادی ہو سکتی ہے نہ مسلمان مرتد غیر مسلم کا ذبیحہ کھا سکتا ہے۔ ابتدائے اسلام بھی غیر مسلم کو نہیں کر سکتا نماز جنازہ غسل کفن دفن غیر مسلم کا نہیں اور تمام اسلامی حقوق غیر مسلم کے نہیں۔ اس طرح ذہنوں پر اثر ڈال کر سیکڑوں گناہوں اور حراموں کا ذریعہ بنانا ہے ان کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔

۲۰: ہر باطل کو اس طرح جھوٹ فریب سے حق ثابت کرنے کا طریقہ ملک میں ڈالا جا رہا ہے جو ہمیشہ کیلئے فتنہ و فساد کا موجب ہوگا۔ اس طرح اسلامی مملکت کی جڑوں پر کلہاڑی ماری جا رہی ہے کاش سب لوگ غور کریں۔ (الخیر ملتان)

اِک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

آہ

حضرت شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ

از قلم: ابوعمار زاہد الراشدی خطیب گوجرانوالہ

غالباً ستائیسواں روزہ تھا کہ معمول کے مطابق صبح نو بجے کے قریب نیند سے بیدار ہو کر اخبار ہاتھ میں لیا تو اس کے دوسرے صفحہ پر ایک کالمی ایک سطری سُرخی کے ساتھ کسی سیاہ حاشیہ کے بغیر چند سطری خبر تھی کہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہؒ انتقال کر گئے۔ اس پر زبان پر بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوا اور دل دوہرے رنج و صدمہ میں ڈوب گیا۔ ایک صدمہ مولانا مرحوم کی وفات کا اور دوسرا قومی پریس کی بے خبری، سطحیت، ظاہر بینی یا بے حسی پر کہ اتنے بڑے قومی اخبار کے نامہ نگار یا ایڈیٹر کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ جس شخص کی وفات کی خبر کو وہ چند سطروں میں غیر اہم جگہ پر دے رہا ہے وہ ان سینکڑوں شخصیات پر اپنے علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور دینی و ملی خدمات کے لحاظ سے بھاری ہے جن کی معمولی سرگرمیاں بھی روزانہ اخبارات کے صفحۂ اوّل کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا محمد عبد اللہ رائپوریؒ کا تعلق اس قافلۂ عزیمت و استقامت اور کاروانِ عزم و استقلال سے تھا جس نے برعظیم پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں فرنگی استعمار کی یلغار کے بعد اس کے اقتدار، کروفر، جاہ و جلال اور زرق برق تہذیب و ثقافت سے متاثر اور مرعوب ہوئے بغیر اسلامی تعلیمات و احکام اور اسلاف کی روایات کو نہ صرف سینے سے لگائے رکھا بلکہ پورے جوش و جذبہ کے ساتھ معاشرہ میں اس کی ترویج و اشاعت کیلئے بھی سرگرم عمل رہا۔ اور آج اس قافلۂ حق و صداقت کی جدوجہد اور قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ اسلامی دنیا کا یہ خطہ اسلامی روایات کے ساتھ وابستگی اور دینی حمیت و جذبہ کے لحاظ سے پورے عالمِ اسلام میں ممتاز اور مثالی حیثیت رکھتا ہے۔

مولانا محمد عبد اللہ رائپوریؒ سنہ ۱۳۳۰ھ ۸ رمضان المبارک کو رشیدیہ رائپور جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم مولانا مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ اپنے وقت کے جید اور مجاہد عالمِ دین تھے جنہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ جیسے نابغہ روزگار علمی شخصیت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علم و فضل کے خزانوں سے اپنا دامن بھرا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ کی تعلیم و تربیت کے بیشتر مراحل مدرسہ رشیدیہ رائپور جالندھر اور مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں طے ہوئے آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ حضرت

مفتی فقیر اللہؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز رائپوریؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم میاں چنوں جیسی علمی شخصیات نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ نے دورۂ حدیث خیر المدارس جالندھر میں مکمل کر کے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے سندِ اجازت حاصل کی۔ اور ان کے علاوہ حدیث میں آپ کو اپنے وقت کے ممتاز محدثین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد زکریاؒ، اور حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ علیہ نے بھی سند مرحمت فرمائی۔

فراغت کے بعد کم و بیش ۲۰ سال تک خیر المدارس جالندھر میں ہی تعلیم و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد خیر المدارس ملتان میں منتقل ہوئے۔ اور مدرسہ رشیدیہ رائپور جالندھر سے ساہیوال میں منتقل ہو گیا تو آپ کچھ عرصہ بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں منتقل ہو گئے جہاں آپ وفات تک کم و بیش ۳۲ برس تک علم حدیث کا درس دے کر تشنگانِ علوم نبویؐ کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کرتے رہے!

حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تینوں فرزند مولانا محمد عبداللہؒ، مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی اور مولانا قاری لطف اللہ شہیدؒ فی سبیل اللہ قیام پاکستان کے بعد ساہیوال منتقل ہو گئے اور اس شہر میں جو اس وقت منٹگمری کہلاتا تھا جامعہ رشیدیہ کے قیام و ترقی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تینوں بھائیوں کو اللہ رب العزت نے علم و فضل اور جذبہ و عزم کیساتھ ساتھ حق گوئی و بے باکی کی نعمت سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے حوالے سے جسٹس محمد منیر نے اپنی انکواری رپورٹ میں تینوں بھائیوں کا نمایاں طور پر ذکر کیا ہے اس تحریک میں تینوں بھائی گرفتار ہوئے اور مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ ساہیوال اور میانوالی کی جیلوں میں ایک سال تک نظر بند رہے۔ آپ کو تحریک ختم نبوت کے ساتھ بے حد شغف تھا۔ آپ کا شمار تحریک ختم نبوت کے ممتاز راہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے خصوصی رفقاء میں ہوتا تھا اور آپ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے آخر وقت تک نائب امیر رہے!!!

آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے تھا اور آپ کو حضرت رائپوریؒ کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی!

شیخ الجامعہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ نے اپنے نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط تدریسی دور میں زیادہ تر علم حدیث ہی کی خدمت کی ہے۔ آپ کا مشکوٰۃ شریف کا سبق بہت مشہور تھا اور اکثر اہل علم آپ کے املاء کرائے ہوئے اسباق سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ آپ جامعہ رشیدیہؒ ساہیوال میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے اور بخاری شریف جیسی جلیل القدر کتاب آخر تک آپ کے درس میں شامل رہی۔ آپ سے ہزاروں علماء اور طلبہ نے استفادہ کیا اور آپ سے فیض حاصل کرنیوالوں میں سے جن علماء نے مختلف شعبوں میں نمایاں حیثیت حاصل کی ان میں سے چند سرکردہ حضرات کے نام گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا مفتی زین العابدین صاحب فیصل آبادی، مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی، مولانا قاضی عبداللطیف سیٹھر، مولانا فیض محمد مہتمم قاسم العلوم ملتان، مولانا محمد شریف جالندھری سابق مہتمم خیرالمدارس، مولانا قاری سعید الرحمٰن راولپنڈی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر بینات کراچی، مولانا محمد ضیاء القاسمی فیصل آباد، شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد فیصل آباد، مولانا گلزار احمد مظاہری، مولانا سید ابوذر بخاری، مولانا محمد زکریا ایم پی اے کراچی، مولانا مفتی عبدالستار ملتان، مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی۔ حافظ عبدالرشید صاحب ارشد لاہور، مولانا عبدالوحید حنفی، مولانا مجاہد الحسینی، مولانا محمد سلیمان طارق وغیرہم۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کی ذاتی زندگی انتہائی سادگی اور کفایت شعاری سے عبارت تھی اور معاملات میں اسقدر سخت اور بے لچک تھے کہ آپ کے رفقاء کو آپ سے بسا اوقات وہی بات کہنا پڑتی جو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے انہیں پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی وصیت پر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ کہ آپ نے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ مگر مولانا محمد عبداللہ مرحوم ایسے موقع پر اکثر فرماتے کہ میں عزیمت پر عمل کرتا ہوں تمہارے لئے رخصت ہے تم رخصت پر عمل کرو۔

اب یہ کمال عزیمت ہی کی بات ہے کہ آج کے دور میں وہ جامعہ رشیدیہ سے اپنی تنخواہ وصول کرتے وقت مہینہ میں کی ہوئی چھٹیوں کا حساب کر کے اتنے دنوں کی تنخواہ وضع کروا لیتے تھے۔ وہ اتفاقیہ رخصت کے استحقاق کو اپنے لئے نہیں مانتے تھے۔ ان کی ڈائری پر بسا اوقات یہ تفصیل بھی درج ہوتی کہ آج اتنے گھنٹے پڑھایا اتنے گھنٹے آرام کیا اور اتنا وقت مہمانوں کے پاس رہا اور مہینہ کے اختتام پر ان تفصیلات کی روشنی میں ان کی تنخواہ کا ہر ماہ حساب ہوتا تھا۔

ان کے لئے جامعہ رشیدیہ میں ایک کمرہ الگ مخصوص کیا گیا تھا مگر وہ آخر وقت تک جامعہ کو اس کمرہ کا کرایہ ادا کرتے رہے اور درسگاہ میں بھی پڑھائی کے اوقات کے علاوہ جو وقت گذارتے اس کا حساب کر کے اس کے حصہ کا بجلی کا بل مدرسہ میں جمع کروا دیتے۔

آپ مدرسہ کے شیخ الحدیث ہونے کے باوجود مدرسہ کے لیٹر پیڈ کو اور قلم دوات کو فتویٰ نویسی کے علاوہ کسی کام کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔ وہ مدرسہ کی سالانہ تعطیلات کی تنخواہ بھی وصول نہیں کرتے تھے جامعہ کے سالانہ جلسہ اور دیگر تقریبات میں انہیں مہمانوں کیساتھ کھانے میں شریک ہونا پڑتا جس کا اہتمام مدرسہ کی طرف سے ہوتا تھا لیکن بعد میں وہ اس کی قیمت مدرسہ کے حساب میں جمع کرواتے تھے۔ دوسرے مدارس کے سالانہ اجتماعات اور امتحانات وغیرہ کے لئے جاتے تو ان سے سفر کے اخراجات سے زائد رقم وصول نہ کرتے تھے اور جو رقم ان کی طرف سے خدمت میں پیش کی جاتی اس میں سے سفر کے اخراجات وضع کر کے

باقی رقم واپس کردیتے۔

ان کی پہلی بیوی سے دو لڑکے مولانا عبید اللہ صاحب اور مولانا مطیع اللہ صاحب اور ایک لڑکی صاحب اولاد ہے دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دوسری بیوی کی وفات کے بعد فرمایا کہ میں اکیلا ہوں کھانا اپنے لڑکوں کے ہاں کھایا کروں گا بیوی نہیں ہے اس لئے میرے اور کوئی اخراجات نہیں ہیں۔ یہ کہہ کر مدرسہ سے تنخواہ لینا بند کردی اور پھر مسلسل آٹھ برس کا عرصہ آخر عمر تک کوئی تنخواہ نہیں لی۔

اس عزیمت واحتیاط کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ کوئی بڑے جاگیردار تھے یا ان کا کوئی کارخانہ چلتا تھا بلکہ بے سروسامان قسم کے سفید پوش بزرگ تھے لیکن تقویٰ اور دیانت کے اعلیٰ اصولوں اور عظیم اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کا جذبہ تھا جس پر وہ تمام عمر استقامت کے ساتھ قائم رہے کہ فی الواقع وہ اپنے بعد والوں کے لئے مشکلات پیدا کر گئے ہیں!

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ معاملات کے ساتھ ساتھ عبادات کے بارے میں بھی اپنے معمولات کے سختی کے ساتھ پابند تھے حتیٰ کہ سفر کے دوران بھی نماز باجماعت کا اہتمام ہوتا۔ ان کا معمول یہ تھا کہ سفر تھوڑا تھوڑا کر کے کرتے۔ بس کے ذریعے جاتے تو اتنے فاصلہ کا ٹکٹ لیتے جہاں اگلی نماز کا وقت ہو جاتا۔ وہاں اتر کر نماز باجماعت ادا کرتے اور پھر آگے سفر کرتے۔

دو سال قبل ان پر فالج کا حملہ ہوا لیکن علاج معالجہ کیساتھ ساتھ پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھا۔ علم حدیث کے طلبہ اپنی سعادت سمجھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دوسرے طلبہ کے علاوہ تبلیغی جماعت کے مرکز رائے ونڈ کے مدرسہ سے بھی طلبۂ علمِ حدیث کی تعلیم کے لئے اہتمام کے ساتھ انکی خدمت میں بھیجا جاتا اس لئے وہ تعلیم وتدریس کے سلسلہ میں حتی الوسع پوری کوشش کرتے اور علالت کے باوجود درس وتدریس کا معمول اکثر و بیشتر قائم رہتا کچھ عرصہ قبل کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے زبان بند ہوگئی مگر زبان بند ہونے سے قبل جو آخری گفتگو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کی اس میں غیبت سے بچنے اور نماز کی پابندی کی تلقین، بچیوں کو دین کی تعلیم دلانے اور پردہ کی پابندی کی تاکید کرتے ہوئے دین کی مسلسل تبلیغ کرنے پر زور دیا۔ ۲۶ر رمضان المبارک کو غروب آفتاب کے وقت خود بخود آنکھیں کھولیں، ارد گرد ماحول پر نظر ڈالی، زبان پر اللہ اللہ کا ذکر جاری ہوا، چہرہ خود بخود قبلہ رُخ ڈھلک گیا اور غروب آفتاب کے ساتھ ہی علم وفضل کا یہ آفتاب بھی نصف صدی تک دنیا کے ایک حصہ کو اپنے علم وفضل اور تقویٰ وکردار کے ساتھ روشن کرتا ہوا موت کی وادیوں میں غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ ان کے بہنوئی مولانا ولی محمد فاضل دار العلوم دیوبند نے پڑھائی جس میں شہر کے ہزاروں افراد کے علاوہ ملک بھر کے جید علماء کرام خطباء، راہنمایانِ ملک وملت نے شرکت فرمائی!

یادِ رفتگان

از: مولانا اللہ وسایا

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

اس دفعہ ۲۶ رمضان کو غروب آفتاب کے ساتھ ہی علم و عمل، دیانت و تقویٰ، اخلاص و للہیت کا ماہتاب بھی غروب ہو گیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب رائپوریؒ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا سانحۂ ارتحال بھلانے سے بھی نہ بھلایا جا سکے گا۔

ان کی ذاتِ گرامی اللہ رب العزت کی نشانیوں کا مجموعہ تھی۔ وہ آیات من آیات اللہ تھے۔ ان سے خانقاہی آبرو وابستہ تھی۔ ان کو دیکھ کر عظمتِ اسلاف یاد آجاتی تھی۔ ان کی وفات علم و عمل کی وفات ہے، زہد و تقویٰ کی وفات ہے۔ ان کے وجود سے جو خیر و برکت وابستہ تھی اس سے پورا ملک محروم ہو گیا۔ وہ ایک جہان کو سُونا کر گئے!

وہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کی شب کا آغاز ہوتے ہی انتقال کر گئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ رائپوریؒ جو حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے تلمیذ اور مجاز تھے ان کا بھی ۲۱ رمضان یوم شہادت حضرت علیؓ کو انتقال ہوا تھا۔

آپ نے حفظ قرآن و ابتدائی کتب اپنے والد گرامی حضرت مفتی فقیر اللہؒ سے پڑھی تھیں تکمیل حدیث میں آپ کے استاذ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ جالندھری تھے۔ بعد میں حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ آپ کو شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ فراغت کے بعد آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے حکم پر مدرسہ فیض محمدی (جالندھر) میں متواتر بیس سال کتب اپنے گرامی قدر استاد کی نگرانی میں تمام متداول کتابیں پڑھائیں۔ ایک سال رائے پور مدرسہ رشیدیہ اور تقسیم ملک کے بعد ۲ سال مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی میں بھی آپ نے پڑھایا۔

۱۹۴۹ء میں جب جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تعلیم کا آغاز ہوا تو آپ بطور شیخ الجامعہ یہاں تشریف لائے اور پھر تادمِ زیست اس مسند کو عزت بخشی۔ اس عرصہ میں ایک سال کے لئے اپنے استاذ محترم مولانا خیر محمد صاحبؒ

کے حکم پر آپ خیر المدارس تشریف لے گئے۔ مولانا خیر محمد صاحبؒ کی خواہش یہ تھی کہ آپ مشکوٰۃ شریف پڑھائیں ایک تو آپ کی مشکوٰۃ شریف کی تعلیم ضرب المثل تھی۔

آپ کا حدیث پڑھانے میں ہمیشہ مزاج یہ رہا کہ اپنی تحقیق کی بجائے سلف صالحین کی تحقیق پر انحصار فرماتے! طبیعت میں سادگی، عاجزی، انکساری، تواضع، نیکی اور اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ غرضیکہ ایک استاذِ حدیث میں جو صفات محمودہ ہونی چاہئیں وہ آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اس لئے آپکے حدیث پڑھانے کے اثرات طلبہ کے قلب و جگر پر بھی وارد ہوئے۔ یہی وہ خصوصیات تھیں جن کے باعث آپ کے استاذ مولانا خیر محمد صاحبؒ آپ پر بہت زیادہ اعتماد کیا کرتے تھے! کیونکہ مولانا خیر محمد صاحبؒ کا استاذِ حدیث کے متعلق یہی ذوق تھا اور یہ سب کچھ عطیۂ خداوندی اور شیخ وقت حضرت تھانوی مرحوم کی توجہات و تربیت کا نتیجہ تھا۔

مولانا خیر محمد صاحبؒ کے ذوقِ حدیث کے متعلق ایک واقعہ مولانا عزیز الرحمٰن سیکرٹری جنرل مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان نے سنایا کہ استاذ المحدیث حضرت مولانا محمد شریف کشمیری دامت برکاتہم اسباق میں ہمیشہ طلبہ کو خوش رکھا کرتے تھے۔ آپ علمی لطائف و حکایات سے دورانِ اسباق طلبہ کو چاق و چوبند رکھتے۔ کیا مجال جو آپ کے اسباق کے دوران کسی طالبِ علم کو کوئی نیند یا اونگھ آئے۔

ایک دفعہ مولانا کشمیری نے درسِ بخاری کے دوران کوئی علمی لطیفہ سُنایا جس سے طالب علموں کی ہنسی نکل گئی۔ مولانا خیر محمدؒ دار الحدیث کے قریب سے گذرے طلبہ کو ہنستا دیکھ کر ان کو ایک چوٹ سی لگی مولانا کشمیری کو بعد میں بلا کر فرمایا کہ مولانا حدیث شریف کے سبق کے دوران لطیفہ چاہے وہ علمی کیوں نہ ہو جس سے طلبہ سبقِ حدیث کے دوران قہقہے مارنے لگ جائیں یہ نہ مجھے پسند اور نہ برداشت، چنانچہ پھر کبھی ایسا نہ ہوا۔

تو مولانا خیر محمد صاحبؒ کی یہ طبیعت و ذوق مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ کو جامعہ رشیدیہ سے خیر المدارس لائی۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف پڑھائی۔ اسی طرح ایک دفعہ حج پر جاتے ہوئے مولانا خیر محمد صاحبؒ نے مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ کو جامعہ رشیدیہ سے خیر المدارس بلوایا اور اپنی تمام تر تدریسی و انتظامی ذمہ داریاں ان کے سپرد کر دیں تو یوں شیخ و استاذ نے اپنی حیات میں اپنی مسند کا ان کو وارث قرار دے کر اس پر براجمان کر دیا۔ اور سب کچھ ان کے سپرد کر کے اعتماد کا لازوال سرٹیفکیٹ دے دیا۔ تمام مدرسہ کے مدرسین و عملہ کو بلا کر فرمایا کہ میری عدم موجودگی میں مولانا محمد عبد اللہ صاحب کو خیر محمد ہی سمجھا جائے۔

حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ کو ویسے بھی قدرت نے حدیث و فقہ میں خصوصی مہارت نصیب فرمائی تھی، اس اعتبار سے بھی وہ بڑے بخت آور تھے کہ حدیث و فقہ پڑھانے والے آپ کے شاگرد ہیں۔ خیر المدارس ملتان کے استاذ حدیث مولانا محمد صدیق صاحب جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد، حدیث شریف کی کئی کتابوں کے مترجم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا عبدالکریم، مولانا قاضی عبداللطیف کلاچی، خیرالمدارس کے معروف مفتی مولانا عبدالستار، علوم شرعیہ کے استاذ مولانا عبدالمجید تبلیغ و رشد میں مولانا ابوذر بخاری، مفتی زین العابدین، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد سلیمان طارق، مولانا عبداللطیف انور، مولانا حبیب اللہ، قاری لطف اللہ، مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری، مولانا علامہ غلام رسول مولانا میر زاہد جڑانوالہ، مولانا گلزار احمد مظاہری، مولانا محمد اسلم انگلینڈ، مولانا مجاہد الحسینی مولانا عبدالوحید مکی
یہ تمام حضرات اور ان جیسے ہزاروں شاگردانِ رشید آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔

آپ نے پچپن برس درس و تدریس، قرآن و حدیث و فقہ کی تعلیم میں صرف فرمائے گویا نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ آپ تشنگانِ علم کو حدیث نبوی کے چشمۂ صافی سے سیراب فرماتے رہے!!!

۵۳ء کی تحریک ختم نبوت

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ۹ ماہ کے لئے جیل چلے گئے۔ منیر انکوائری رپورٹ گواہ ہے کہ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی کیسی کارگزار اور کیا گرانقدر خدمات ہیں!

واپسی پر مدرسہ نے ۹ ماہ کی تنخواہ آپ کو دی۔ آپ نے استاذ محترم مولانا خیر محمد صاحب کو خط لکھا کہ میں نے گرفتاری کے دوران نیت کرلی تھی کہ اب میں مدرسہ کا مدرس نہیں رہا۔ نہ معلوم کب رہائی ہوگی، کیا حالات ہوں گے مدرسہ کی کیا پوزیشن ہوگی۔ رہائی کے بعد آئندہ کے لئے نیا فیصلہ کیا جائیگا۔ اب ۹ ماہ کے بعد رہا ہو کر آیا تو مدرسہ والے سابقہ تدریس کی جگہ پر مجھے انہوں نے نہ صرف بحال کر دیا ہے بلکہ ۹ ماہ کی سابقہ تنخواہ بھی دے دی ہے۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ مولانا خیر محمد صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ نے جو نیت کی تھی اس پر عمل کریں۔ چنانچہ تمام کی تمام تنخواہ واپس مدرسہ کے بیت المال میں جمع کرادی!

آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ زندگی بھر مدرسہ کے قلم کی سیاہی سے ذاتی خط نہیں لکھا۔ جب کوئی تعلق والا مدرسہ کے اوقات تعلیم کے دوران آجاتا اور اس سے ملاقات ناگزیر ہوتی تو ملاقات کے ابتداء اور اختتام کو نوٹ کرکے مہینہ کے آخر میں منٹوں سیکنڈوں تک کو شمار کرکے تنخواہ کٹا دیتے۔ مدرسہ کا اگر کوئی مہمان آجاتا اور اس کے ساتھ مدرسہ میں اگر کھانا کھانا ضروری ہوتا تو اس کھانے کے پیسے اپنی جیب سے مدرسہ میں جمع کروا دیتے۔ کسی تبلیغی پروگرام کے لئے تشریف لے جاتے تو مدرسہ سے ان ایام کی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ تبلیغی اسفار میں بھی صرف کرایہ پر اکتفا کرتے۔ مجاہد ملت، پاسبانِ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیات فاتح قادیان حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے (ابتدائی تین سال میں) آپ متواتر بیس سال مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر رہے ہیں۔ اس اخلاص و للہیت کے پہاڑ کی وفات

پر آج جتنا غم منایا جائے کم ہے۔ تحریک ختم نبوت کے لئے نیم شبانہ دعائیں کرنیوالے ایک درویش منش فرشتہ سیرت انسان جو آیت من آیات تھا کے انتقال سے ہم لوگ محروم ہو گئے۔ آپ تحریک کے محاذ پر اس طرح توجہ فرمایا کرتے تھے کہ ربوہ میں بارہا عید و کانفرنسوں، جمعہ کے موقعوں پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن و جامع مسجد و مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی میں تشریف لائے۔ جب کبھی ملنے کے لئے حاضری ہوئی مجلس کے کام کی جزئیات تک تفصیل سے بات کرتے۔ اپنی بزرگانہ محبتوں اور شفقتوں سے سرفراز فرماتے تھے۔ ایک تنظیمی سفر کے دوران پچھلے دنوں محترم و مکرم مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کے ہمراہ ان سے مدرسہ میں ملا۔ صاحب فراش تھے مگر ذکر خداوندی زبان پر جاری تھا۔

اخبار کے مطالعہ سے بوجہ فوٹو کے کنی کتراتے تھے۔ بقول مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی کے ہفتہ وار "لولاک" کے لئے پورا ہفتہ سراپا انتظار ہوتے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی کارگزاری سن کر آپ کو قلبی اطمینان حاصل ہوتا۔ مولانا کے صاحبزادے مولانا حافظ مطیع اللہ صاحب رشیدی نے فرمایا کہ آپ پر آخری تین ایام استغراق کی کیفیت طاری رہی۔ آخری وقت میں آنکھ کھولی آسمان کی طرف دیکھا زبان پر اللہ اللہ اللہ کا ورد جاری ہوا۔ یہ کہتے ہوئے گردن کو بیت اللہ کی طرف جھکا دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ کے ہو گئے۔

۲۷ ر رمضان المبارک کی صبح آٹھ بجے مولانا ولی محمد صاحب فاضل دیوبند جو آپ کے بہنوئی ہیں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ علماء و مشائخ کے علاوہ علاقہ بھر کے مسلمانوں نے کثرت سے شرکت کی پھر اپنے والدین و بھائی حضرت قاری لطف اللہ شہید فی سبیل اللہ کے سرہانے قبرستان بیر بخاری میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رحمت خداوندی کے سپرد کر دیئے گئے۔ پچھلے دنوں حضرتِ اقدس مولانا عبد العزیز صاحب رائپوری چک گیارہ والوں کا انتقال ہوا ان کے جنازہ سے فراغت کے بعد مجلس کی ایک میٹنگ کے سلسلہ میں ساہیوال جانا ہوا۔ آپ سے ملاقات کی آپ بلک بلک کر رو رہے تھے۔ فرما رہے تھے کہ حضرت جی گیارہ والے میرے آخری استاذ تھے جن کے سایہ عاطفت سے بھی میں محروم ہو گیا۔ الکویں بچوں کی طرح آہ و زاری سے روتا دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ان کو اپنے اساتذہ سے کتنی محبت تھی! فقیر مجلس کے پروگراموں میں شرکت کے لئے بلوچستان کے سفر پر تھا واپسی پر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے یہ جانکاہ خبر سنائی۔ زمین پاؤں سے نکل گئی۔ دوسرے روز مولانا کے ہمراہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے تعزیت کے لئے جامعہ رشیدیہ ساہیوال حاضری ہوئی۔ جامعہ کے در و دیوار غم میں مرجھائے ہوئے تھے۔ آپ کے بھائی حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ جو صدمات سہہ سہہ کر صدمات و غموں کا مجموعہ بن گئے ہیں اور غم خمیدہ کمر مولانا حافظ مطیع اللہ رشیدی جو آپ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں سے ملاقات و تعزیت کی دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کے پسماندگان، صدقات جاریہ جامعہ رشیدیہ و خیر المدارس کو انکے نقش قدم پر چلائے۔ آمین

رونق آرائے جہاں ہو گئے شیخ الحدیث
مٹی کے جھولے میں سو گئے شیخ الحدیث

استاذ العلماء

حضرت مولانا حافظ الحاج محمد عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے پوری

شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال

از: مولانا فضل احمد صاحب فاضل دیوبند مدرس جامعہ رشیدیہ ساہیوال

تاریخ نے ہمارے سامنے کچھ ایسی شخصیات بھی پیش کی ہیں جن کا اچھا کردار ان کے نام کا معنی لازم ہو کر رہ جاتا ہے ——— رستم کا نام آتے ہی بہادری کا نقش ابھرنے لگتا ہے اور حاتم کے نام سے ہی سخاوت مفہوم ہوتی ہے ——— شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رائے پوریؒ بھی تاریخ کے ان چند گنے چنے بزرگوں میں سے تھے جن کا نام آتے ہی ایمان و غیرت، خلوص و للّٰہیت، عبدیت کاملہ اور تعلق مع اللہ کے نقوش نام کے معنی لازم بن کر آنکھوں کے سامنے نکھرتے ہیں۔ تاریخ کے موجودہ دور کے اس ولی کامل کے نام سے مُردہ رگوں میں للّٰہیت کا خون دوڑنے لگتا ہے۔

؎ باصفا لوگ مر نہیں سکتے — وہ صرف راستہ بدلتے ہیں
ان کے نقشِ قدم سے صدیوں تک — منزلوں کے چراغ جلتے ہیں

ایسا اتفاق کم ہوا ہے کہ ایک انسان بیک وقت خطیب، بے لوث و مخلص رہنما، بلند پایہ مدرس اور اس کے ساتھ ساتھ خدا ترس متقی پرہیزگار اتنا ہو کہ اس کے دامن پر کوئی بدنمائی کا داغ نہ ہو اور مرنج و مرنجان بھی ہو۔ پوری زندگی میں ان مندرجہ بالا صفات و خصوصیات کے حامل انسانوں کو شمار کیا جائے تو اس صف میں حضرت شیخ الحدیث کا اسمِ گرامی شمار ہو گا۔

ولادت آپ ۸ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ میں رائے پور ضلع جالندھر کے ایک دیندار، تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ (تربیت یافتہ اور شاگرد رشید اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ) کے فرزند ارجمند ہیں۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل دیوبند اور شہید فی سبیل اللہ حضرت قاری لطف اللہ رحمہ اللہ کے بڑے بھائی ہیں ———

والد محترم حضرت مفتی فقیر اللہ مرحوم نے پہلے نام سکین اللہ تجویز فرما کر اپنے احباب مولانا محمد صاحبؒ الندی کے والد مولانا فتح الدین صاحب نمبردار ساکن اوگی ضلع جالندھر اور حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سلیم پوری کو خوشخبری کا خط ارسال فرمایا۔ مگر عشق رسولؐ اور غلبۂ اتباع سُنّت نے فوراً ذہن کو جھنجوڑا اور بمطابق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام محمد عبد اللہ رکھا۔ حضرت مولانا موصوف کے بزرگوار صوفی منش نانا میاں اللہ راسی صاحب مرحوم نے نام مغفور اللہ تجویز فرمایا مگر والد محترم کا تجویز کردہ اسم گرامی محمد عبد اللہ ہی مشہور اور زبان زد عام ہوا۔

تعلیم و تربیت

بزرگوار نانا صاحب کے ہاں نرینہ اولاد نہ تھی اس لئے محبت و شفقت کے غلبہ سے اپنی زیر تربیت رکھا۔ آپ رائے پور کے قریبی گاؤں شاہلے کے امام مسجد تھے۔ جب آپ پڑھنے کے قابل ہوئے تو مدرسہ رشیدیہ رائپور میں لاکر داخل کرادیا۔ ایک بزرگ میاں علی محمد صاحبؒ کے ہاں تعلیم کا آغاز کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھی اور قاعدہ نورانی شروع کیا۔ خاندانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا۔ پانی پت کرنال کے حافظ برکت اللہ صاحبؒ حفظ قرآن کے پہلے استاذ ہیں۔ دوران تعلیم حافظ حق داد صاحبؒ، حافظ جان محمد صاحبؒ ساندوی اور حافظ جان محمد صاحبؒ لوہیاں ضلع جالندھر سے استفادہ کرتے ہوئے حفظ مکمل کیا۔ بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کرچکے تھے۔ صغرسنی کی بناء پر متواتر کئی سال گھر میں عورتوں کو تراویح میں سناتے رہے۔ ماشاء اللہ آواز اتنی بلند تھی کہ سامعین دور دور تک محظوظ ہوتے تھے۔

حفظ کے بعد ہی والد محترم مفتی فقیر اللہ صاحبؒ نے مدرسہ رشیدیہ رائپور میں فارسی اور عربی کی تعلیم شروع فرمادی حضرت مولانا فضل احمد صاحبؒ مہتمم مدرسہ رشیدیہ رائپور اور حضرت مولانا عبد العزیزؒ رائپوری المشہور حضرت گیارانوالے (فرزند ارجمند حضرت حافظ محمد صالح صاحبؒ) متبحر عالم اور ولی کامل حضرات سے شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔

ابتدائی عربی اور فارسی حضرت مہتمم صاحبؒ سے پڑھی جبکہ مختصر المعانی، شرح وقایہ، قطبی، مقامات، کافیہ شرح جامی اور فنون کی کتابیں حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ سے پڑھیں فقہ اصول فقہ اور ادب کی تمام کتب والد محترم مفتی فقیر اللہ صاحبؒ سے استفادہ فرماتے رہے۔ حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ برادر بزرگ حافظ حکیم ولی محمد صاحب تلونی بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

"ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"

شروع سے ہی بہت ذہین اور ذی استعداد تھے۔ حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور آثار السنن اوّلاً والد محترم سے پڑھیں لیکن تعلیم کی تکمیل اور سیر حاصل تشنگی کو دور کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ والد صاحبؒ نے متبحر و جید عالم، ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس کا انتخاب فرمایا اور جالندھر خدمت میں حاضر کیا۔ اسوقت یہ مدرسہ جالندھر فیض محمدی واقعہ محلہ پرانی کچہری میں واقع تھا۔ بوجہ اختلافات ممبران انجمن یہی مدرسہ مسجد عالمگیری

میں منتقل ہوا لیکن جب مسجد عالمگیری میں دوبارہ مدرسہ اختلافات کا شکار ہوا تو حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے ریلوے روڈ پر خیر المدارس کے نام سے مستقل مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ توکلاً علی اللہ تعلیمی سرگرمیاں شروع فرمادیں۔

اساتذہ فیض محمدی کے زمانہ میں آپ کے مشہور اور قابل ترین اساتذہ میں سے حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ مولانا احمد بخش صاحبؒ، مولانا غلام محمد صاحبؒ (برادر خورد مولانا خیر محمد صاحبؒ) قابل ذکر ہیں۔ مولانا غلام محمد صاحبؒ سے جلالین شریف اور کچھ حصہ ابوداؤد شریف کا پڑھا۔

حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ شباب عمری میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ پھر ابوداؤد کی تکمیل مولانا احمد بخش صاحبؒ سے کی اور ساتھ ہی ان سے ھدایہ اربعین ختم کیا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے موقوف علیہ پڑھنے کے بعد طبیعت کا رجحان یہی ہوا کہ دورہ حدیث اور دیگر علوم و فنون ریاضی کی تکمیل استاذِ محترم سے ہی کی جانی چاہیئے۔ یہی وجہ تھی کہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور جیسے مشہور مدارس میں جانے کے بعد واپس جالندھر تشریف لے آئے!

چنانچہ منطق میں ملاحسن، میر زاہد، ملا جلال، حمد اللہ، شمس بازغہ وغیرہ تمام کتب کی تعلیم حاصل کی — دورۂ حدیث کو دو سال میں مکمل کیا۔ اور ساتھ ساتھ بیضاوی شریف، حماسہ، متنبی، مقامات، بدیع الزماں ہمدانی اور ریاضی میں اقلیدس چھتیس۔ خلاصۃ الحساب پر مکمل عبور حاصل کیا۔

صحاحِ ستہ کے علاوہ اصولِ حدیث، کتاب الآثار امام محمدؒ، مسند عمر بن عبد العزیزؒ المسارعۃ والمصارعۃ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میدان جنگ میں کشتیوں کا عربی زبان میں انضباط کیا گیا ہے۔) مصر کے طبع شدہ رسائل اصول حدیث وغیرہ حضرت استاذؒ کی خاص توجہ نے تمام کتابوں پر سیر حاصل عبور کرنے کی توفیق بخشی۔ مولانا موصوف فرماتے تھے:

"ایک دفعہ استاذ محترم حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے خواہش اور تمنا کا اظہار کیا کہ میرے کچھ اسباق دوسرے کسی اساتذہ کے سپرد فرما دیجئے۔ جواباً فرمایا کہ آپ کے کتنے استاد بناؤں؟ جو پڑھنا ہے مجھ ہی سے پڑھئے۔ بحمد اللہ حضرت کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ درسِ نظامی کے علاوہ نامعلوم کس قدر غیر درسی کتابوں کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔

تدریس دورۂ حدیث کی تعلیم کے زمانہ میں حضرت استاذ محترمؒ نے علمی استعداد اور وسعت مطالعہ کو بھانپتے ہوئے فیض محمدی کے زمانہ میں ہی پڑھانے کے لئے اسباق سپرد فرما دیئے تھے۔ جب جالندھر ریلوے روڈ پر مستقل مدرسہ خیر المدارس کا قیام ہوا تو بحیثیت استاذ کے تمام اہم اسباق سپرد فرما دیئے۔ قابل ترین شاگردوں کے سامنے کبھی گھبراہٹ محسوس نہ کی اور شرح صدر سے تمام کتابوں کو پڑھاتے رہے۔ یہی وجہ تھی

کو متحدہ ہندوستان سے لیکر قیام پاکستان کے بعد ملتان میں اپنے ساتھ رکھا اور ایکدن کے لئے بھی جدائی گوارہ نہ کی۔

تلامذہ

ہندوپاک بلکہ پوری دُنیائے اسلام میں تلامذہ کا ایک وسیع سلسلہ کونے کونے میں پھیلا ہوا ہے۔ ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، مولانا غلام محمد فیصل آبادی، مفتی زین العابدین صاحب، مولانا محمد کمال صاحب بنگلہ دیشی، مولانا عبدالرحمٰن صاحب وائیونڈی، قاری سعید الرحمٰن صاحب راولپنڈی، مولانا طارق جمیل صاحب، مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی، قاری لطف اللہ شہیدؒ، مولانا ولی محمد صاحب ابن حضرۃ مفتی محمد حسین صاحبؒ مولانا مفتی غلام قادر خیرپوری، مولانا محمد صدیق صاحب مدرس و ناظم خیرالمدارس، صاحبزادہ مولانا محمد شریفؒ سابق مہتمم خیرالمدارس، علامہ غلام رسول صاحب، حافظ عبدالرشید ارشد۔ مولانا عبدالوحید صاحب ڈھڈیاں شریف، مولانا نذیر احمد فیصل آبادی مولانا محمد یحییٰ بہاولنگری، مولانا مجیب الرحمٰن صاحب استاذ مدینہ یونیورسٹی۔ مولانا محمد زکریا صاحب کراچی، مولانا سید ابومعاویہ ابوذر عطاء المنعم شاہ صاحب بخاری وغیرہ ہزاروں علماء فیض حاصل کرکے اپنی اپنی تدریسی اور اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور آپکے معاصرین میں سے قابلِ ذکر اصحاب مولانا حکیم عبدالغنی صاحبؒ بورے والہ، مولانا محمد یوسف صاحب شجرگراہی، مولانا عبدالجبار ابوہریؒ، مولانا شیخ احمد صاحب شہیدؒ وغیرہم۔

خیرالمدارس جالندھر کے قیام کے زمانہ میں دو سال کی رخصت لیکر مدرسہ رشیدیہ رائپور ضلع جالندھر میں اپنے اساتذہ کیساتھ اہم تدریسی خدمات سرانجام دینے کی مزید سعادت حاصل کی۔

۱۹۴۰ء میں احقر راقم آثم بھی مشفق استاذ محترم مولانا موصوف کیساتھ آپ کی خصوصی توجہ سے تدریس میں شامل حال رہا۔ یہ سعادت صرف اور صرف آپ کی اور حضرت مفتی فقیر اللہ صاحبؒ کی توجہ سے نصیب ہوئی۔ دو سال کی رخصت گذار کر حضرت مولاناؒ واپس جالندھر تشریف لے گئے۔

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی میں بمعہ والد محترم حضرت مفتی فقیر اللہ صاحبؒ دو سال تک قیام کیا۔ اس کے بعد تمام حضرات ساہیوال تشریف لے آئے۔ یہاں آتے ہی استاذ محترم کی پُرزور کشش نے چین نہ لینے دیا اور فوراً ہی ملتان بلا لئے گئے۔

انتہائی حسن تدبیر اور جانفشانی سے تعلیمی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کو آپ کی حُسن تدبیر اور فہم و فراست پر اتنا وثوق تھا کہ حرمین شریفین کے سفر پر روانگی سے قبل جملہ اساتذہ کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں اپنی جگہ مولانا عبداللہ صاحب کو چھوڑ کر جارہا ہوں انہیں میری جگہ سمجھنا ہوگا۔ ان کی اجازت کے بغیر کسی شخص کو معمول سے معمولی کام کی اجازت نہ ہوگی۔

آپ کی حُسن تدبیر اور معاملہ شناسی کا ہی نتیجہ تھا کہ خیرالمدارس کا تمام انتظام من وعن حسب سابق چلتا رہا۔ آپکو بھی ایک لمحہ کے لئے گوارا نہ تھا کہ خیرالمدارس سے جُدا ہوں مگر مشیت ایزدی نے پلٹا کھایا۔ والدین کی ضعیفی اور حِدّۃ

خدمت نے مجبور کیا کہ چاروناچار رخصت لے کر ساہیوال واپس جامعہ رشیدیہ آگئے۔ بادلِ ناخواستہ مہتمم صاحبؒ نے اجازت دے دی تاہم عرصۂ رخصت گذارنے کے بعد مولانا غلام مصطفٰے صاحب استاذ خیرالمدارس اور صاحبزادہ مولانا محمد شریف صاحب حضرت مہتمم صاحبؒ کا پیغام لیکر ساہیوال حاضر خدمت ہوئے کہ اختتام رخصت کی بناء پر خیرالمدارس کے لئے اپنی خدمات سرانجام دیں مگر آپ کے والد محترم حضرت مفتی فقیر اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ان کا قیام یہاں ناگزیر ہے۔

آپ والدین کی خدمت فرماتے رہے حتّٰی کہ مفتی صاحبؒ کا انتقال ہوگیا۔ استاذ محترم کا تقاضا بدستور جاری تھا کہ اب حضرت مفتی صاحبؒ کے بعد یہاں کی ذمہ داری کم ہوچکی ہے واپس کا ارادہ فرمائیں۔ مگر والدہ صاحبہ کی خدمت آڑے آئیں لہٰذا واپس تشریف نہ لیجاسکے۔ یہاں سے اساتذہ کا تعلق اور محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے

یہاں حضرت اقدس مولانا عبدالعزیز صاحبؒ رائپوری کا مقولہ پیشِ نظر ہے جن کا احقر راقم عینی شاہد راوی ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ درخواستی اپنے استاذ محترم مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ کے دل میں خدمات کا گہرا تاثر پیدا کرچکے ہیں اور اسی طرح مولانا محمد عبداللہ صاحب رائپوریؒ نے اپنے استاد مولانا خیر محمد صاحبؒ کے قلب میں گہری جگہ حاصل کرلی ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ نے ایک دفعہ حضرت استاذ محترم مولانا خیر محمد صاحبؒ سے گذارش کی کہ حضرت مجھ میں کمال علمی بھی نہیں۔ مجھ سے قابل اساتذہ موجود ہیں۔ میں ناکارہ کیا خدمت کرسکتا ہوں۔ جواباً فرمایا کہ آپ میں اتباع کا ایسا گوہر موجود ہے کہ جس سے کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ یہی گوہر آپ کو ہم سے جُدا نہیں ہونے دیتا۔

سلسلہ بیعت بچپن میں ہی حضرت حافظ محمد صالحؒ خلیفہ مجاز حضرت گنگوہیؒ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ گاہے گاہے حضرت اقدس مولانا سید عبدالقادر رائپوریؒ کی پنجاب میں تشریف آوری پر زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اس لئے تڑپ اور جذبۂ عقیدت اکابرین سے جاگزیں ہوچکا تھا اور پھر مولانا خیر محمد صاحبؒ کی بیعت میں تھانہ بھون حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں جانا تھا۔ اس لئے راستہ کی تلاش جاری تھی۔ ایک دفعہ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حُسنِ اتفاق سے حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ بھی مجلس میں موجود تھے۔ سلام عرض کیا۔ تعارف کے لئے مولانا خیر محمد صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت یہ مفتی فقیر اللہؒ کے لڑکے ہیں۔ لطافت کے لئے حضرت تھانویؒ نے فرمایا "لڑ" کے "تو نہیں آئے"

اُدھر حضرت مدنیؒ کے ساتھ والہانہ عقیدت بھی تھی۔ ہنوز تلاش جاری تھی کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی معیت میں حضرت اقدس مولانا سید عبدالقادر رائپوریؒ کی خدمت میں رائپور ضلع سہارنپور حاضری دی حضرت اقدسؒ کی مجلس میں حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کا تذکرہ شروع تھا۔ حضرت اقدسؒ نے دونوں حضرات کی

تعریف فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ جو بدبخت دونوں حضرات میں سے کسی ایک کی گستاخی کرے گا اس کے لئے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ حضرت اقدسؒ کا یہ فرمانا تھا کہ مولانا محمد علی جالندھریؒ کی زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکلا کہ " جا اینجا است "۔

حضرت اقدس رائپوریؒ کی خدمت میں بیعت کا شرف حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو وظیفہ فرمایا کہ اسکو پڑھا کریں۔ دوسری دفعہ حاضری کا موقع ملا تو حضرت اقدسؒ نے خود ہی تہجد کے وقت بلا کر فرمایا کہ "میں انتظار کر رہا ہوں"۔ اور بیعت کے لئے قبول فرمالیا۔ البتہ مولانا محمد علی جالندھریؒ مجھ سے بیعت میں سبقت لیجا چکے تھے

تواضع اور خوف خدا اسباق پڑھاتے وقت کبھی ایسا نہیں ہوا کہ طلبہ کو زور بیان سے مطمئن کر دیں اور وقت کو ٹال دیں۔ بلکہ دوران سبق فوراً استاد محترم سے رجوع فرمالیتے پورے اطمینان کے بعد سبق ختم فرماتے۔ حالانکہ جو بیان فرماتے اس میں کبھی خدشہ نہ ہوتا۔ لیکن طلبہ کے اطمینان کی خاطر مزید وثوق سے بیان فرماتے۔

مولاناؒ کے دل میں خوف خدا اسقدر طاری تھا کہ دعا میں فوراً رقت طاری ہو جاتی۔ طویل دعا میں مصروف رہ کر آنکھیں اشکبار رہجاتی تھیں۔ حضرت اقدس رائپوریؒ نے قلبی کیفیات کو بھانپ کر اجازت بھی فرمارکھی تھی مگر تواضع کا یہ عالم ہے کہ ہر آنے والے کو انکار فرما دیتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ فیصل آباد تشریف لائے زیارت کے لئے مولانا موصوف حاضر خدمت ہوئے۔ سند حدیث کی اجازت فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا سلسلہ بیعت بھی جاری رکھیں۔ لیکن حسب عادت تواضع فرمائی کہ میں انکار کر دیتا ہوں۔ حضرت شیخ نے حکماً فرمایا کہ انکار نہ کیا کریں۔ اسوقت سے متوسلین کو قبول فرمانا شروع کیا ہوا تھا۔

زھد و تقوٰے ہمیشہ قلیل تنخواہ پر بسر اوقات فرمانے کے عادی تھے۔ بوجہ مہمان نوازی اخراجات کا بوجھ کثرت سے ہوتا۔ اکثر مختلف امراض کا شکار رہتے۔ جوانی کے زمانہ میں بھی مجھ ناچیز پر خدمت مقرر تھی کہ بعد از ظہر مختلف ادویہ اور خمیرہ وغیرہ دکان سے لاکر پیش کیا کرتا تھا۔ اطباء کے زیر علاج ہونے کی وجہ سے مزید اخراجات کا بوجھ سر پر رہتا۔ حتیٰ کہ حضرت اقدس رائپوریؒ ہر ملاقات پر دریافت فرماتے کہ مولانا تنخواہ کتنی ہے؟ اور قرض کتنا ہے؟ مہمان نوازی فطرت میں شامل تھی اس لئے حضرت اقدس رائپوری فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمد عبداللہ صاحب مہمان زیادہ آتے ہوں گے سالن میں پانی زیادہ ڈال لیا کریں۔ دو تین دفعہ تمام قرض جیب خاص سے دے کر ادا فرمایا۔ پھر بھی حضرت اقدسؒ ہمیشہ خیال فرمایا کرتے تھے۔ متعدد بار خانقاہ سے واپسی پر کرایہ کی رقم سپرد فرما دیتے۔ ایک دفعہ مولاناؒ نے انکار فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ بھائی لے لو میرے پاس تو رہنے کے نہیں

تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔

احقر راقم ۱۹۷۶ء میں سکول سے فارغ ہوا تو حکم فرمایا کہ محاسب جامعہ رشیدیہ کی ذمہ داری کے فرائض سنبھال لو۔ انتہائی گرانی کے اس زمانہ میں حضرتؒ کا وظیفہ صرف مبلغ چار صد روپے تھا جس کا دوسرے حضرات تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ کبھی پوری تنخواہ وصول نہیں فرمائی۔ ہمیشہ آخر ماہ تنخواہ کی وصولی پر نصف کے قریب یہ فرما کر کٹوا دیتے کہ مرض کی وجہ سے اتنے دنوں اسباق نہیں پڑھا سکا اور مہمانوں کی آمد کی وجہ سے بجلی زیادہ استعمال کر چکا ہوں۔ لہٰذا حساب سے کاٹ کر بقایا وصول فرمایا۔ یہ مبالغہ کی بات نہیں واقعہ ہے!

رمضان المبارک کے بعد اساتذہ کی ترقیوں کا مسئلہ پیش ہوتا تو اساتذہ کی ترقیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ کی سفارش فرماتے لیکن اپنے نام سے ترقی کٹوا کر فرماتے کہ میرا گذر پہلی تنخواہ سے ہو رہا ہے کبھی ترقی قبول نہیں کی۔ فرزند ارجمند مولانا مطیع اللہ صاحب نائب ناظم جامعہ کی والدہ کے انتقال کے بعد مکمل طور پر تنخواہ ختم کر دی۔ فرمایا میں اکیلا ہوں۔ بسر اوقات ہوتی رہے گی کون حساب رکھتا پھرے، قصہ ختم کر دیں تو آخری سال حسبۃ للہ اعزازی خدمت فرماتے رہے اسی پر ہی کفایت نہیں ہر ماہ احتیاط فنڈ کے طور پر اپنی جیب سے رقم مدرسہ میں جمع کرواتے کہ مدرسہ کے کمرہ میں رہتا ہوں اور بجلی و دیگر سامان استعمال کرتا ہوں اس کا حساب بھی ادا کرنا چاہیئے۔ ایسی مثال اس دور میں کہاں مل سکتی ہے!

تبلیغی سفر نشر و اشاعت و تبلیغ کے لئے تلامذہ متوسلین اور عقیدتمندوں کے تقاضا پر سفر فرماتے رہے مگر نفس کرایہ سے زیادہ کبھی وصول نہیں فرمایا۔ ہمیشہ ملکی سیاسیات سے بالاتر ہو کر اصلاحی وعظ فرماتے رہے۔ عقیدتمندوں کا جم غفیر آپ کے وعظ سے محظوظ ہوتا۔ تاہم اگر دینی مسائل میں حکومت سے ٹکر لینا پڑی تو سب سے بڑھ کر قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور بخوشی قید و زنداں کو لبیک کہا۔ ۱۹۵۳ء کی پہلی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہو کر ساہیوال جیل اور پھر میانوالی جیل میں محبوس رہے۔

میانوالی جیل تحریک ختم نبوت میں ساہیوال سے میانوالی جیل تک حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ اور ان کے برادر خورد (شہید فی سبیل اللہ) قاری لطف اللہؒ اسیر زنداں رہے۔ جیل کے واقعات میں ایک واقعہ عجیب پیش آیا۔ کہ چھ ماہ کی نظر بندی کے بعد اضافہ کا حکم نہ آیا تو حسب ضابطہ حکام جیل نے آپ کو عید سے ایک دن قبل رہا کر کے جامعہ رشیدیہ ساہیوال گھر پہنچایا۔ ابھی دونوں بھائی گھر پہنچے ہی تھے کہ حکومت کی طرف سے مزید نظر بندی کی توسیع کے آرڈر آ گئے۔ حکام نے فوراً گرفتاری کے احکامات اور انتظامات کر لئے۔ ابھی گھر میں داخل ہوئے تھے کہ مقامی پولیس نے دونوں حضرات سے کہا کہ ذرا تھانہ تک تشریف لیجا کر اپنی واپسی یا رہائی کے دستخط کرا دیجیے۔ دونوں بھائی ابھی کپڑے تک تبدیل نہ کر سکے تھے کہ

پولیس کی گاڑی پر تھانہ اور پھر سرکاری جیپ میں ڈال کر راتوں رات میانوالی جیل واپس پہنچا دیئے گئے۔ یہ عید کی رات تھی اسلامیان ساہیوال اس سال عید بھی نہ منا سکے اور تمام شہر و مدرسہ اور گھروں میں افسوسناک صورتحال برپا تھی۔

کس بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

آپ کے والدین

آپ کی والدہ ماجدہ نہایت عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے رائپور مدرسے ساہیوال تک بے شمار بچیوں اور بہت سی خواتین کو قرآن حکیم حفظ و ناظرہ پڑھائے اور تعلیم النساء میں بہشتی زیور، احوال الآخرت وغیرہ اردو پنجابی کتب اور اسلامیات کی تربیت دی۔

والد ماجدؒ

حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحبؒ رائپوری فاضل دیوبند حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ ارشد و مجاز تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے شیخ الاسلام پاکستان علامہ عثمانیؒ کے ساتھ دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی اور حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ سے افتاء کی تربیت حاصل کی۔ حضرت شیخ الہند کی تحریک "ریشمی رومال" کے گمنام رضاکار فقیر آپ ہی تھے!

حضرت مفتی صاحبؒ نے دار العلوم دیوبند سے فراغت و تحصیل کے بعد مدرسہ رشیدیہ رائپور کو اپنا مستقر بنایا اور پچاس سال تک قرآن و حدیث، فقہ، علوم اسلامیہ کی تعلیمات و تدریس کرتے رہے!

نشأۃ ثانیہ پاکستان

پاکستان میں مدرسہ رشیدیہ آپ کی تشریف آوری سے جامعہ رشیدیہ کی صورت اختیار کر گیا۔ جو بحمد اللہ رائپوری بزرگوں کی یادگار ہے۔ اور آج پاکستان کے اعلیٰ مدارس میں جامعہ رشیدیہ کا شمار ہوتا ہے۔ جس کے سرپرست اوّل حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ اور بانیوں میں حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوریؒ اور سنگ بنیاد رکھنے والوں میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اور افتتاح کرنے والوں میں قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ کے نام نامی آتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی کرامتؒ

حضرت مفتی صاحبؒ کی رحلت کو تقریباً بائیس ماہ گذر چکے تھے کہ آپ کے قدموں میں حاجی فتح محمد مرحوم کی قبر کھودتے ہوئے آپ کی قبر میں سوراخ ہو گیا جس سے قبر کے اندر سے خوشبو آنے لگی۔ گورکن اور سائیں عبد الکریم مرحوم متولی قبرستان پیر بخاری نے تحیّر و تعجب سے قبر کا حصہ زیادہ کھولا تو حضرت مفتی صاحبؒ کا جسم مع کفن صحیح و سالم نظر آیا اور پھر ہجوم کے خطرہ سے اسکو بند کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے چشم دید گواہوں میں محمد اسمٰعیل اور اس کے ساتھی زندہ ہیں اور شیخ حاجی ابراہیم اور شیخ اللہ بخش اللہ کو پیارے ہو گئے!

حضرت شیخ مرحوم کے اخوان و ابناء

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ کے منجھلے بھائی مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی فاضل دیوبند تلمیذ رشید حضرۃ سید مدنی

قدس اللہ اسرارہم ہیں جو جامعہ رشیدیہ نشأۃ ثانیہ کے بانی مہتمم اور ناظم اعلیٰ ہیں۔

آپ کے دور میں جامعہ رشیدیہ علوم اسلامیہ، فنون عقلیہ اور کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ آپ بھی قید و بند کے سلاسل میں متعدد بار جیل یاترا کرتے رہے ہیں۔ اب بھی نظر بندیاں، پابندیاں زباں بندیاں چلتی رہتی ہیں۔ آپ ہی جامعہ کے خطیب اعظم اور مبلغ ہیں اور جامعہ کے ترجمان ماہنامہ الرشید کے مدیر اعلیٰ بھی، آپ کے ساتھی حضرت پیرجی عبدالعلیم صاحب رائپوری فرزند ارجمند حضرت پیرجی عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہٗ ہیں اور جامعہ رشیدیہ ایک تحریک ایک مثال درسگاہ!

حضرت مولاناؒ کے چھوٹے بھائی حضرت قاری لطف اللہ شہید فی سبیل اللہ مبلغ و خطیب بے نظیر و مقرر بے مثال تھے جو حضرت شیخ الاسلام پاکستان علامہ عثمانی کے خصوصی تلمیذ و تربیت یافتہ تھے آپ کی تعریف و توصیف و تعارف میں کہا جا سکتا ہے کہ:

ع بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

آپ اور مولانا شیخ احمد مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا ایک مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں تاریخ پیشی کے لئے وہاڑی جاتے ہوئے بس کے حادثہ میں شہید ہو گئے ~ آہ ع بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

قاری لطف اللہ رحمہ اللہ عربی مدارس کے بانی خصوصاً عارفوالہ، نعمانیہ کمالیہ، فقیروالی قاسم العلوم اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال آپ کے صدقہ جاریہ اور باقیات الصالحات ہیں!

ابناء و اولاد

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کے بڑے فرزند مولانا حافظ قاری عبیداللہ صاحب خطیب جامع مسجد بیت المکرم لاہور اور چھوٹے فرزند مولانا حافظ قاری مطیع اللہ صاحب نائب ناظم جامعہ رشیدیہ و استاذ مدرسہ و خطیب جامع مسجد تھہ ساہیوال ہیں۔ مولانا کی دونوں ازواج اور ایک جوان سال بیٹا مرحوم و مغفور ہو چکی ہیں ایک بیٹی صاحب اولاد موجود ہے۔

آپ کے ہزاروں شاگرد ملک بھر میں نیز بیرون ملک خصوصاً حرمین شریفین اور انگلینڈ میں قرآن و حدیث کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں!

بقیہ: مکتوبات

کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم ضعفاء کے لئے شافع و مشفع فرمائے۔ نیز آپ سے اور احباب سے درخواست ہے کہ ہمارے اس طویل سفر کے لئے دعا فرمائیں کہ رب کریم اس سفر کو صفات قبولیت سے نوازے آسان فرمائے اور قبول فرما کر بار آور کرے۔ پورے عالم میں هدایت عامہ تامہ کا ذریعہ فرمائے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز؛ والسلام زین العابدین عابد ۲۵/۶/۸۵

مکتوبات تعزیت

(۱)

از : ڈاکٹر رشید احمد صاحب جالندھری (پی۔ ایچ۔ ڈی)

مکرمی و محترمی مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدی حفظہ اللہ من کل شر

سلام مسنون!

مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ فقیر، آپ سے استاذی مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک رحلت پر اپنے جذبات کا اظہار کیونکر کرے؟ آپ کو علم ہے کہ مولانا مرحوم سے فقیر نے رائے پور اور جالندھر میں پڑھا ہے مجھے ابھی تک یاد ہے کہ ہم ان سے جامی کی یوسف زلیخا پڑھتے تھے۔ جب آغازِ کتاب میں نعت پڑھنے کا وقت آیا تو مولانا نے فرمایا "جاؤ تم سب باوضو ہو کر آؤ" چنانچہ ہم سب لڑکوں نے وضو کیا اور پھر آکر جامی کی نعت

ے زمہجوری برآمد جان عالم ترحّم یا نبی اللہ ترحّم ' پڑھی....

پھر جالندھر میں ان سے 'کنز الدقائق' پڑھی۔ جالندھر میں مولانا عبدالقادر رائپوریؒ تشریف لایا کرتے تھے ہم ان کے عارفانہ مقام سے یک قلم ناآشنا۔ مولانا مرحوم مجھ سے، سلیم اور دوسرے طالبعلموں سے فرماتے "جاؤ حضرت کی خدمت میں جاکر بیٹھو" ہم تھوڑی دیر کے لئے جاتے اور بھاگ آتے۔

جب میں یہاں سے قاہرہ اور پھر لندن گیا تو مولانا کے فرمان کی حکمت کا اندازہ ہوا۔ اور مولانا رائپوریؒ کے پرسکون اور باوقار چہرہ کی زیارت اور اسکی قدر و قیمت سے آگاہ ہوا۔ اس زمانہ میں مولانا مرحوم کی داڑھی سیاہ تھی اور چہرہ بارونق جس پر ان کی عبادت، سحر خیزی اور جذبِ دروں کے آثار صاف واضح و عیاں تھے!

یہاں اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ رائپور کا مدرسہ جسے حضرت مفتی فقیر اللہؒ، مولانا عبدالعزیزؒ، مولانا فضل احمدؒ نے اپنے خونِ جگر اور اشک ہائے سحر گاہی سے سینچا تھا اپنی بعض خصوصیات میں پورے برّصغیر ہند و پاکستان میں منفرد اور ممتاز تھا۔ ان قدسی صفات حضرات کا فقر و استغنٰی سالانہ اجلاس یا چندے کے لئے اشتہار بازی کی ہر "بدعت" سے یک قلم ناآشنا رہا۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ فقیر نے اپنی زندگی میں ایسے درویش صفت اور روشن ضمیر بزرگ نہیں دیکھے حضرتِ اقبال نے اپنے [illegible] ایک جگہ پیر رومیؒ سے شکایت کی ہے کہ انہوں نے مشرق و مغرب کے علوم کو پڑھا لیکن

دل کی بے قراری کا مداوا کہیں نہ پایا۔ فقیر نے بھی مشرق و مغرب کی خاک چھانی اور برسوں تک چھانی، لیکن رائپوری حضرات کا سا فقر، بے نیازی اور توکل کہیں نظر نہ آیا۔ انہوں نے جس خاموشی اور لگن سے لوگوں کی تربیت کی ان کی حمیت و غیرت اور خود داری کو وقت کی کوئی آزمائش چیلنج نہ کر سکی۔ اس دنیا میں خدا کی ذات کے سوا کسی کو بقا نہیں، فرشتوں کی یہ مقدس جماعت پر نصف صدی سے لوگوں کو نئی زندگیاں عطا کر رہی تھی ویرانیوں سے آشنا ہوئی۔ سب سے پہلے مولانا فضل احمد صاحبؒ نے رختِ سفر باندھا، ان کے بعد مفتی فقیر اللہ صاحبؒ بھی وہیں چلے گئے جہاں سے کوئی واپس نہ آیا۔ آخر میں ان سوختہ جانوں کے سرخیل مولانا عبدالعزیزؒ تھے۔ پاکستان میں آنے کے بعد فقیر ان کی بستی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ گذشتہ ستمبر میں ہمارے کرم فرما حکیم محمد شریف جزاہ اللہ مجھے فیصل آباد لے گئے جہاں مولانا ٹھہرے ہوئے تھے۔ اسی ستمبر میں ہم دونوں مولانا عبداللہؒ سے ملنے ہم رائیونڈ گئے امریکہ میں مجھے اطلاع ملی کہ مولانا عبدالعزیز صاحبؒ بھی اپنے ساتھیوں سے جا ملے ہیں! اب دو چار روز قبل حکیم شریف صاحب ہی نے بتایا کہ مولانا عبداللہ صاحبؒ بھی آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے ہیں۔ افسوس! مولانا محمد عبداللہ "قبیلۂ مجنوں" کے آخری آدمی تھے، اب اس قبیلہ کا کوئی فرد باقی نہیں رہا۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

> فقیر نے بھی مشرق و مغرب کی برسوں تک خاک چھانی! لیکن رائپوری حضرات کا سا فقر، بے نیازی اور توکل کہیں نظر نہ آیا: ڈاکٹر رشید احمد

مسجد و مدرسہ میں وہی لوگ مولانا کی کمی کا احساس کر سکیں گے جو انسانی روح کی پاکیزگی اور روشن ضمیری کو حصولِ علم کی غایت انعامات جانتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ اکثر اس بات کا ماتم کرتے کہ مدرسہ میں علم ہے نہ مسجد میں اخلاص؛ دعا ہے کہ خدا جامعہ رشیدیہ کو اس کے اس نقصان پر صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

جامعہ رشیدیہ چونکہ ان بزرگوں کے اخلاص اور سوز و ساز کا نتیجہ ہے اس لئے خدا اسے اپنی نصرت و حمایت سے نوازتا رہے گا۔

فقیر چند دن تک حاضرِ خدمت ہوگا۔ اور بوقت فرصت تفصیل سے مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کے بارے میں اپنے تاثرات بھی قلم بند کرے گا۔ شاید ان میں کسی کے لئے عبرت و موعظت کا سروسامان نکل آئے! براہِ کرم مولاناؒ کے صاحبزادگان، اہلِ خانہ اور پسماندگان سے میری طرف سے افسوس کا اظہار کر دیجئے۔

آپ کا شریکِ غم

رشید احمد (جالندھری)

تعزیت
دہلی

(۲)

از: مفتی زین العابدین صاحب مدظلہ

محترم و مکرم حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب زید مجدہم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ کے دارالبقا سدھارنے کی خبر اعتکاف میں ملی۔ اس لئے جنازہ میں شریک نہ ہوسکا۔ اور عید کے بعد لاہور سے دہلی۔ ہانگ کانگ کیلیفورنیا۔ شکاگو۔ کینیڈا۔ انگلستان۔ فرانس پھر حجاز کا طویل سفر پہلے سے طے تھا اس لئے تعزیت کے لئے بھی خواہش کے باوجود حاضر نہ ہوسکا۔ آج بنگلہ والی مسجد دہلی سے یہ خط لکھ رہا ہوں۔

کس کس سے تعزیت کی جائے۔ حضرت مفتی صاحبؒ جیسے لوگوں کے انتقال پر پوری امۃ مسلمہ قابلِ تعزیت ہوتی ہے اسلئے کہ یہ لوگ پوری امۃ مسلمہ کا سرمایۂ حیات ہوتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان للہ ما اخذ و ما اعطی وعندہٗ ام الکتاب۔ اور انا لفراقک لمحزونون۔ ربّ کریم اس عظیم صدمہ پر امۃ مسلمہ کو صبر کامل عطا فرماکر اپنی معیۃ کاملہ نصیب فرماکر ان اللہ مع الصابرین۔ اور امۃ مسلمہ کو عموماً اور تمام اعزا و علماء کو خصوصاً اس کا اپنے شایانِ شان اجر کامل کیا تھا نعم البدل مرحمت فرمائے کہ اس کے ہاں بہترین سے بہترین بدل کے خزائن ہیں۔ اور ان کی اولاد اور اعزا کو ان کا بہترین حقیقی جانشین بنائے۔ مولانا یہ دُعا بہت ہی اہتمام سے کریں۔

اندازہ یہ ہے کہ جب امۃ خیر پر ہوتی ہے تو امت کو جانے والوں کے بعد رب کریم ایسے لوگ مرحمت فرماتے ہیں کہ امت کو بدلنے بگڑنے نہیں دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف بری تو ہوئی اور طے شدہ ہے جسے زندگی ملی اسے موت بھی ملے گی۔ امۃ کو سنبھالنے کے لئے صدیق و عمر جیسے مل گئے رضی اللہ عنہم۔ اور پھر یہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ جس رات امام ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا اسی رات امام شافعیؒ جیسا امۃ کو بدل مل گیا۔ مگر صدمہ یہ ہے اب جو بھی جا رہا ہے بلا بدل جا رہا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ قریب میں تو ایک ہی موقعہ نظر آیا کہ ربِ رحیم نے مولانا محمد الیاسؒ کو لے لیا اور امۃ مسلمہ کو بلکہ انسانیت کو مولانا محمد یوسفؒ جیسا دے دیا اور پھر ان کو لیا تو مولانا انعام الحسن جیسا مرحمت فرما دیا۔ ورنہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے لیکر مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ تک جو بھی گیا میری کوتاہ نظری میں تو بلا بدل ہی گیا ہے۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں علم و تقویٰ کے ایسے ایسے پہاڑ پیوند خاک ہوگئے کہ یوں کہنا بجا ہے:

؎ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

میری غیر حاضری پر معذرت قبول فرمائیے۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔۔۔۔۔

اور تمام ابناء و اعزاء سے بندہ کی طرف سے تعزیت بھی فرمائیں اور دعا ہے کہ ربِ کریم مفتی صاحب رحمۃ اللہ

تحریر حافظ عبدالرشید ارشد جالندھری
بروایات ڈاکٹر رشید احمد پی ایچ ڈی جالندھری
(از لندن)

تذکرہ رائپوری حضرات

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ ربع صدی کی جلاوطنی میں بیسیوں ملکوں کے مذہبی رہنماؤں اور سیاسی زعماء سے ملتے رہے آخر میں مکہ معظمہ زاداللہ شرفہا میں رہے اور اپنی آخری عمر میں جب ہندوستان واپس لوٹے تو ایک بیان میں کہا :

"میں نے اپنی پچیس سالہ جلاوطنی میں ایک دنیا کی خاک چھان ماری مگر مجھے اپنے مُرشد سید العارفین (حضرت مولانا محمد صدیقؒ بھرچونڈی شریف) جیسا کوئی مُرشد اور اپنے استاذ شیخ الہندؒ سا کوئی استاذ نہ ملا"[1]

بالکل اس سے ملتے جلتے الفاظ ڈاکٹر رشید احمد جالندھری[2] اپنی مجلسوں میں دہراتے رہتے ہیں :

"کہ میں کئی برس قاہرہ رہا۔ برطانیہ رہا۔ اِدھر اُدھر گھوما لیکن کسی جگہ مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ اور مولانا عبدالعزیز رائپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسا باعمل صوفی نہ دیکھا۔"

میں نے گلاسگو میں لندن سے شائع ہونے والے روزنامہ "وطن" میں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ کے انتقال پُرملال کی خبر پڑھی اور ایسا محسوس ہوا کہ زندگی کی بہت ہی عزیز شے گم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!
میں نے اپنے بچپن کی ابتداء تقریباً چھ سات سال کی عمر میں حضرت مولانا عبدالعزیزؒ کی اپنے گاؤں ہریاپور تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں سب سے پہلی زیارت کی۔ آپ نے میری ہمشیرہ کا نکاح پڑھایا۔ میرا خیال ہے کہ بارات میں کُل تین آدمی تھے۔ دولہا مولانا حافظ شاہ محمد مظاہری، ان کے والد محترم و مرحوم اور حضرت مولانا۔

ہمارا خاندان اپنے گاؤں میں معزز ترین تھا اور خاندانی شادیوں میں باراتوں میں سیکڑوں آدمی آتے تھے۔ اور رقص و سرود اور عورتوں کا گانا شروع ہو جاتا تھا۔ لیکن یہاں سب کچھ اس کے برعکس ہوا۔ میں بچہ تھا لیکن ایک بات غیر شعوری طور پر اسی دن دل و دماغ میں چھا گئی کہ یہ سادگی، شریعت پر عمل، رسوم سے پرہیز انہی بزرگ کی یا ان کے بزرگوں کی تربیت کا ثمرہ ہے۔ (میرے والد ماجد اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر سلامت باکرامت رکھے) میرے بچپن ہی میں برطانیہ چلے گئے اور وہاں اس طرح رہے کہ گویا خانقاہ امدادیہ میں رہ رہے ہوں۔ یہ مجھے برطانیہ میں آکر تین چار سفروں میں مختلف حضرات سے زبانی معلوم ہوا۔ جبکہ اس سے پہلے بلواسطہ سنتا رہا تھا۔ انہوں نے جوانی میں افریقہ اور برطانیہ میں داڑھی رکھی جبکہ

---

[1] تفسیر المقام المحمود دیباچہ۔ [2] سابق ڈائریکٹر علماء اکیڈمی لاہور و ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد و صدر شعبہ اسلامیات بلوچستان یونیورسٹی حال ریسرچ فیلو ہاورڈ یونیورسٹی امریکہ۔ فیضیافتہ مدرسہ رشیدیہ رائپور (جالندھر)

ان دنوں یہ سُنّت اس ملک میں متروک و مفقود تھی اور آجکل تبلیغی جماعت کی برکت سے ان گنت چہرے مسنون دکھائی دیتے ہیں۔ اور اس تبلیغی جماعت کی بنیاد برطانیہ میں رکھنے میں والد صاحب کا ہاتھ رہا ـــــ میں جب بڑا ہوا تو معلوم ہوا کہ والد صاحب نے شروع ہی سے مسنون داڑھی رکھ لی تھی جبکہ پورے گاؤں میں کسی نوجوان کے داڑھی نہ تھی۔ بڑوں نے اصرار کیا اور حجام کو گھر بلایا تو والد صاحب سیڑھی چڑھ کر مکانات کی چھتوں پر سے ہوتے ہوئے گاؤں سے باہر چلے گئے۔ یہ سب کچھ کیوں ہوتا کیا تھا۔ والد صاحب حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رائے پوریؒ کے والد ماجد حضرۃ مولانا حافظ محمد صالحؒ کے مُرید تھے! اور یہ انہی کی تربیت کا اثر تھا۔ حضرت مولانا حافظ محمد صالحؒ امام ربانی حضرۃ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ م ۱۹۰۵ء کے خلیفہ مجاز تھے۔ اس تفصیل سے مطلوب حضرات رائے پوری کی تربیتی و تعلیمی کرامت ہے جس کا ایک نمونہ میں نے اپنے گھر میں دیکھا۔ اسی طرح کا تربیتی اثر ہمارے دوآبہ (دوآبہ بست جالندھر) کے سینکڑوں گاؤں کے ہزاروں خاندانوں پر رائے پور کے مدرسہ رشیدیہ العلوم کے اساتذہ نے ڈالا۔

حضرتؒ کی اس پہلی زیارت کے بعد میں نے رائے پور مختشم پور۔ کئی دفعہ زیارت کی اور پھر بارہ تیرہ سال کی عمر میں مدرسہ رشیدیہ رائے پور درجہ حفظ میں داخلہ لیا اور اب روزانہ کئی بار حضرت مولانا کی زیارت ہونے لگی اور اپنے والد ماجد کے تعلق کی وجہ سے فرصت کے اوقات میں حضرتؒ کے پاس بھی بیٹھتا اور گھر بھی جاتا۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد فارسی کی ابتدائی کتب شروع کیں تو پھر حقیقی معنوں میں حضرتؒ کی شاگردی کا شرف بھی مجھے حاصل ہو گیا اور میں نے اندازہ لگایا کہ حضرت مولانا بہترین اور مشفق استاد ہیں۔ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ فطری طور پر بعض خاص شوق اور ذوق عطا فرماتا ہے۔ مجھے ابتداء ہی سے کتابیں پڑھنے خصوصاً بڑے انسانوں کی سوانح اور بڑے انسانوں کو ان کی زندگی میں پڑھنے کا شوق ودیعت ہوا۔ مدرسہ رشیدیہ میں تین مرکزی شخصیتیں تھیں حضرت مولانا فضل احمد صاحبؒ مہتمم، حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہؒ صاحب اور حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ رائے پوری لہٰذا تقریباً تین سال ان کی نشست و برخاست۔ رفتار و گفتار۔ علم و عمل کو بغور دیکھنے۔ جائزہ لینے۔ چانچنے پڑھنے اور پرکھنے کا موقع ملتا رہا۔ ایک بُری یا اچھی عادت یہ بھی رہی ہے کہ بڑوں کی مجالس میں اگر گفتگو کا سلسلہ جاری ہو تو دلجمعی اور سکون سے سُنتا۔ اگر خاموشی ہوتی تو خود کوئی سوال کرتا یا موضوع چھیڑتا۔ تاکہ خود اور اہل مجلس مستفید ہوں۔ یہ کوئی بڑائی کی بات نہیں انسان اگر آنکھیں کھلی رکھے اور سوچ و فکر کے دریچے بند نہ کرے تو لوگوں کی جان پہچان ہو جاتی ہے کہ کون اپنے قول و فعل علم و عمل اور تحریر و تقریر میں مخلص ہے۔ مدرسہ رشیدیہ کی ان تین شخصیتوں کے پاس رہنے سے دن بدن عقیدت و ارادت میں اضافہ ہی ہوا۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس عمر میں کیا دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے لیکن یہاں صورتحال یہ رہی کہ اب تک کہ عمر ۵۲ سال کو پہنچ چکی ہے ان حضرات کے متعلق کوئی ایسی بات نہ دیکھی نہ سُنی کہ جس کو دیکھ کر طبیعت میں کوئی تکدر یا انقباض پیدا ہوا ہو۔ میں نے ان حضرات کو تا حیات ایسا دیکھا اور اتنا قریب سے دیکھا کہ جتنا ممکن تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان

کے بعد پھر کوئی نظروں میں نہ جچا اگر کوئی نظر آیا تو وہ انہی کے قبیلہ سے تھا۔ انتہائی سادگی۔ صبر و شکر اور قناعت کی زندگی کی مثال نہیں۔ ان کا صبر و شکر ضرب المثل تھا کئی ماہ تنخواہ نہیں ملتی اور جب مدرسہ میں رقم آئی تو ان نہیں کہ وقت بے ٹنگی گنگی، کوئی قرضہ ذمے نہیں کہ بقایا تنخواہ لی جائے۔ عمل اور اخلاص کی جیتی جاگتی تصویر۔ کیا مجال کہ کوئی فعل خلاف سنت ہو۔

تینوں بزرگ تدریسی و تعلیمی اور تربیتی میدان کے شہ سوار تھے جبکہ تینوں حضرات نے عمر بھر کوئی تقریر نہیں کی لیکن عملی طور پر بڑے جری تھے کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ کوئی خوش ہو یا ناخوش انہیں کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی پورا علاقہ رسم و رواج اور بدعات کا خوگر تھا لیکن یہ لوگ خاموشی سے اپنا کام کرتے رہے اور اپنے مشن سے اتنا لگاؤ اور گہرا عشق تھا کہ پورے علاقے میں کتاب و سنت سے لوگوں کو پیار ہو گیا۔

یوں تو تینوں بزرگ ہی باکمال تھے لیکن یہاں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کے متعلق چند باتوں کا بطور خاص نشاندہی کرنا مطلوب و مقصود ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا کہ آپ امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا حافظ محمد صالحؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ اس نسبت سے آپ مرجعِ خلائق تھے۔ اگر آپ چاہتے تو اس نسبت کی بدولت شہرت وجاہت اور بہت سے فوائد حاصل کر سکتے تھے لیکن آپ نے اپنے آپ کو اتنا اخفاء میں رکھا کہ کسی کو پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ آپ کتنی بڑی شخصیت ہیں۔ میں نے اپنی ہر حاضری کے دوران چالیس سالوں پر محیط ہے سینکڑوں سوالات کئے ہوں گے لیکن آپ نے ہر دفعہ اس طرح کے جوابات دیئے کہ گویا آپ کو کسی بھی شعبہ میں مہارت نہیں ہے تاہم کبھی کبھی آپ کے منہ سے کچھ اس طرح کی بات نکل جاتی کہ سننے والے حیران رہ جاتے۔ البتہ کبھی کبھی موج میں آتے تو پھر ایک دو سوال کرنے پر کھل جاتے اور علمی ایسی باتیں سناتے اور معارف بیان فرماتے کہ حیرانی ہوتی کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو ایک بھولے بھالے معصوم بچے کی طرح بیٹھے لوگوں کی باتیں سنتے اور حیرانی و تعجب کا اظہار کر کے دوسرے کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اسکو جرأت دلاتے ہیں کہ وہ اپنے علم و مطالعہ اور تجربہ و مشاہدہ کی ساری باتیں ایک ہی مجلس میں سنا دے اور ساتھ ساتھ کبھی ایک آدھ بلیغ و فصیح تبصرہ فرما کر سامعین و ناظرین کو حیران کر دیتے۔ آپ سے مسلسل رابطہ و تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ آپ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی اپنے زمانہ میں مثال تھے۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے تھے:

"اس علم نے خراب کیا ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا کہ محمد قاسم نام کا بھی کوئی آدمی ہے"

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے کیا ان میں سے ظاہر ہوئے اور آخر سب کو خاک میں ملا دیا اپنا کہنا کر دکھلایا مسئلہ کبھی نہ بتاتے کسی کے حوالے کر دیتے۔ فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر کرنا تو درکنار اول امامت سے بھی گھبراتے آخر کو اتنا ہوا کہ وطن میں نماز پڑھا دیتے تھے وعظ بھی دو کہنے" (حیات ...

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری کی ایک بہت پرانی صحبت جس کا خلاصہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آپ بہت
پڑھے ہوئے تھے لیکن بیٹھے سے بھی یہ بات اس قدر میں ظاہر ہوتی ہے شمار کیا جا سکتا ہے کہ حضرت اس بات کو
اخفا میں رکھتے اور اپنے کمالات و مرتبت اور مجاہدہ کا تذکرہ بہت ہی کم کرتے تھے اور اگر کرتے تو کسی دوسرے کی زبان
فرماتے میرا ایک دوست یوں کہا کرتا تھا۔ یا میں نے اپنے والد سے یہ بات سنی تھی۔ ان فقروں کو اردو کا جامہ میں نے پہنایا ہے
ورنہ آپ یہ پنجابی میں یہ جملے ادا کرتے تھے۔ اور اس طرح کے فقرات بھی میں نے اتنی مدت میں تین یا چار
دفعہ سنے۔ مگر مجھ سمیت ایسے لوگ اپنے آپ کا ذکر بار بار کرتے ہیں۔ اور عام مجالس میں ان کو اکثر دیکھا گیا کہ علم
کی بات بہت کم کرتے تھے جس سے ان کے علمی اور روحانی مرتبے کا شبہ بھی پڑے۔ اپنے مریدوں کی شاید
تنہائی میں تربیت کرتے ہوں۔ عام محافل میں کبھی کبھار بات کرتے بھی تو دوسروں کے حوالے سے جس سے سمجھنے
والے سمجھتے تھے کہ

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں!

لب و لہجہ قند و نبات سے زیادہ شیریں اور ہاتھ پاؤں ابریشم سے زیادہ نرم۔ مگر قول کے سچے
اور عشق و محبت اور اتباعِ سنتِ نبوی میں بہت مضبوط اور سخت۔ ادھر کئی سال سے گھٹنے کا ٹک بلڈ پریشر سب
آئی جس کی بناء پر بیساکھیوں کے سہارے چلتے لیکن زندگی چونکہ اتباعِ سنت میں ڈھل چکی تھی لہٰذا نمازیں اور
پھر سنتوں کو عبادت سمجھتے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ اب سالہا سال سے رمضان المبارک فیصل آباد میں کوہ نور
والے رانا نصر اللہ خان صاحب کے ہاں گذارا کرتے اور کئی مخلص احباب اور مرید بھی ساتھ ہوتے۔ سارا دن تقریباً
تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی میں گذرتا۔ باقی سارا سال تقریباً چک ۱۱ ارائیں میں گذارتے جہاں کے اکثر لوگ آپ کی
برادری گوجر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی کچھ زمین بھی یہیں تھی۔ گاؤں کے لوگ علمِ دین بلکہ دنیاوی علوم سے بھی
بے بہرہ تھے لیکن اسی چک میں مولانا فضل احمد صاحبؒ کا وصال ہوا اور ہزاروں لوگ پورے پنجاب تک سے آ کر
جنازہ میں شریک ہوئے تب لوگوں کو پتہ چلا کہ مولانا فضل احمد صاحبؒ کون تھے؟ آپ شروع سے حضرت اقدس
حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور حضرت رائے پوری سے خلیفہ مجاز تھے۔

ادھر چند سالوں سے چونکہ دوآبہ کے سب بزرگ حضرات یکے بعد دیگرے واصل بحق ہو گئے تھے لہٰذا
حضرت مولانا کی طرف علماء اور خواص و عوام کا بہت رجوع ہو گیا تھا۔ اور کئی ایک اعلیٰ آفیسرز، پروفیسر حضرات
علماء کرام اور عوام آپ سے بیعت ہو کر چک میں آیا کرتے۔ چک ۱۱ کو تقریباً ایک میل کا راستہ کچا تھا کئی لوگوں
نے اصرار کیا کہ حضرت دعا فرمائیں کہ سڑک پکی ہو جائے تاکہ لوگوں کو آنے میں آسانی ہو جائے مگر حضرت فرماتے

کہ ہم تو اسی پر راضی اور خوش ہیں کہ اس بے سڑک چک میں بستے ہیں کہ اس میں زیادہ عافیت ہے!

دارالعلوم دیوبند میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کی سند لی اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ الہندؒ کی بھی زیارت کی۔ اولاد نرینہ کوئی نہ ہوئی۔ بیٹیاں بچپن میں انتقال کر گئیں۔ چند سال قبل بیوی انتقال کر گئیں۔ حضرت پیر جی عبداللطیفؒ آپ کے چھوٹے بھائی ۴ جولائی ۱۹۹۱ء کو انتقال فرما گئے۔

حضرتؒ کی زندگی میں بارہا خیال آیا کہ چند دن ان کی خدمت میں گذار کر کچھ تو اپنی اصلاح کرائی جائے اور ان کی یادداشتوں سے فائدہ اٹھا کر آپ کی پون صدی کی عملی زندگی میں پیش آنے والے واقعات قلمبند کئے جائیں اگرچہ اس کی امید کم تھی کہ حضرت تفصیلاً کچھ بتائیں گے تاہم اب وہ امید بھی منقطع ہو گئی۔

لاہور کے ایک دوست حاجی محمود احمد صاحب ہوشیارپوری کا بھی بہت تقاضا تھا کہ رائپوری حضرات کا تجھ پر قرض ہے۔ حضرت زندہ ہیں ان سے استفادہ کرو ایک تاریخ لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن اپنی عجیب و غریب مصروفیات کے ہوتے ہوئے اس پر عمل نہ کر سکا اور اب دیارِ غیر میں حضرت کے انتقال کی خبر سنی تو یہ سارا خیال حسرت بن کر رہ گیا۔ انسان اپنی زندگی میں بہت سے کام کرنے کے منصوبے بناتا ہے لیکن فراغت کے دنوں میں پورا نہیں کر پاتا۔ اور جب حالات دوسرا رُخ اختیار کر جائیں تو پھر اپنا ماتم کرنا پڑتا ہے۔

حضرت قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ نے کئی مرتبہ راقم آثم سے فرمایا تھا کہ ارشد دو تین ماہ میرے ساتھ رہو۔ سیاسی و ملی یادداشتوں کا ایک خزینہ ساتھ لئے پھرتا ہوں ان کو قلمبند کر لو۔ میرے بعد تمہیں یہ باتیں کہیں سے نہیں ملیں گی! کئی دفعہ داعیہ پیدا ہوا کہ اب ساتھ چلتا ہوں لیکن قاضی صاحب اس جہاں سے چلے گئے اور میں اب ہاتھ ملتا رہتا ہوں۔

حضرت قاضی صاحبؒ کے بعد ہی "بیس بڑے مسلمان" کی اشاعت کا تقاضا ہوا جبکہ اعلان ان کی زندگی میں ہی کر دیا تھا۔ الحمدللہ کہ وہ تو کئی ایڈیشن نکل چکی لیکن ضلع جالندھر تحصیل نکودر سے نسبت اور رائے پوری حضرات کا خوشہ چیں ہونے کے باوجود ان کے متعلق کچھ نہ لکھ سکا۔ اب حضرتؒ کے انتقال کے بعد طبیعت ایسی افسردہ ہو گئی ہے کہ ایسا احساس ہوتا ہے کہ دنیا ہی لٹ گئی ہے۔ اور آخر میں اب میں بھی وہی بات کہتا ہوں کہ دنیا میں اِدھر اُدھر گھومتا پھرتا ہوا پاکستان میں ہر طرح کے لوگوں کو پڑھا سنا دیکھا لیکن حضرت مولانا عبدالعزیز رائپوریؒ اپنی مثال آپ تھے۔ آپ اکیلے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے سرپرست تھے اور اب:

ع۔ مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے!

زعیم شخصیات کی عظیم وفیات

ع گرم فغاں ہے "جرس" کہ اُٹھ گیا ہے قافلہ!

ماضی قریب میں جانے والوں کا ایک کارواں وفیات کی نذر ہو گیا۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ رائپوری کی وفات سے رائپوری خاندان کا ایسا باب ختم ہو گیا جس کی تلافی متعذر، اور ایسا خلا پیدا ہو گیا کہ اس کا بدل ناممکن!

ے ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

ماضی قریب میں مسافرانِ آخرت جو ادارے سے اقرب تھے۔ صرف اسماء ملاحظہ فرمائیں!

- حضرت مولانا تاج محمودؒ مدیر "لولاک" فیصل آباد
- حضرت مولانا محمد شریفؒ جالندھری ناظم مجلس عمومی ختم نبوت پاکستان
- شہید ختم نبوت حافظ قاری حاجی بشیر احمد حبیبؒ استاذ جامعہ رشیدیہ ساہیوال
- حضرت مولانا مفتی عبد اللہ صدیقیؒ ملتان
- حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ لاہور
- حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ محدث گوجرانوالہ
- مولانا حافظ محمد محدثؒ گوندلوی
- حضرت مولانا محمد عثمانؒ ناظم دار العلوم دیوبند
-
- حضرت مولانا سعید احمدؒ اکبر آبادی مدیر "شیخ الہند اکادمی" دیوبند
- حضرت مولانا عبد العزیزؒ رائپوری
- حضرت مولانا محمد عبد اللہؒ رائپوری
- والدہ مرحومہ قاضی حبیب اللہ ہیڈ ماسٹر لاہور
- پروفیسر مسز مسعودہ لیکچرار گورنمنٹ کالج برائے خواتین لاہور دختر مولانا عبد الرشید میانوی زوجہ ظفر مجاہدی

غیر مسلم اور کلمہ کا بیج

مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور

سوال: آج کل بڑے زور شور سے مرزائیوں نے کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بیج بنوا کر اپنے سینوں پر لگائے ہیں۔ اور دوکانوں مکانوں پر اس کے بورڈ بنوا کر لگا دیئے ہیں۔ کیا شرعاً اس کا کوئی جرم ہے یا نہیں؟ اس کو باقی رکھنا حکومت اور مسلمانوں کو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: مسلماً ومحمداً ومصلیاً ومسلماً!

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝ (سورۃ المنافقون)

"جب آپ کے پاس منافق لوگ آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم دل سے گواہی دیتے ہیں کہ بیشک منافق اس میں جھوٹے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ بیشک آپ ان کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ بیشک منافق اس میں جھوٹے ہیں!"

اور آگے ہے:

هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝

"یہی لوگ آپ کے دشمن ہیں تو ان سے بچ بچ کر رہیئے اللہ ان کو غارت کریں کہاں کہاں پھرے جا رہے ہیں۔"

اور آگے ہے:

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

"ان پر برابر ہے کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں ہرگز نہیں بخشیں گے اللہ تعالیٰ ان کو اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتے۔"

آیت نمبر ۱ سے معلوم ہوا کہ یہ منافق (اسلام ظاہر کرنیوالے غیر مسلم) لوگ ایمان کا کلمہ پڑھنے لکھنے میں جھوٹے ہیں؛

فریبی ہیں [illegible] ہرگز [illegible] ہیں۔ اور [illegible] سے معلوم ہوا کہ یہ سب [illegible]
ان سے بچنا لازم ہے مسلمان ان کا ذرا اعتبار نہ کریں [illegible] آیت [illegible] سے معلوم ہو گیا کہ ان کی بخشش ہرگز نہ ہوگی چاہے
نبی کریمؐ ان کی بخشش کی دعا کریں۔ اور انکو ہدایت [illegible] نہ ہوگی۔ لہٰذا

۱: ان کی یہ سب حرکتیں جھوٹ دغا اور فریب ہیں۔ ۲: انکی یہ انتہائی خطرناک چال ہے مسلمانوں کو اسطرح دھوکہ دے کر اپنا جھوٹ ان کے دلوں میں پیوست کرتے ہیں تاکہ وہ کافروں منافقوں کو اس دھوکہ میں آکر مسلمان قرار دے کر ان سے اسلامی برتاؤ رکھیں۔ ۳: کافروں سے دلی محبت حرام اور اس محبت کے قریبی ذریعے مکروہ تحریمی دور کے ذرائع مکروہ تنزیہی ہیں، یہ اس چال سے ان کو حرام یا مکروہات میں مبتلا کرنا ہے۔ ۴: کافر کے لئے مغفرت کی دعا حرام، اسکو مسلمان قرار دینا حرام تو اسطرح مسلمانوں کو حرام میں مبتلا کرنا ہے۔ ۵: اس چال سے مسلمانوں کے دل سے اپنے کفر کی نفرت کم یا ختم کرا کے ان کو مجرم بنا دینا ہے۔ ۶: عام لوگوں کو اس دھوکہ میں کرنا ہے کہ ہم تو کلمہ شریف کو سینہ سے لگائے رہتے ہیں۔ ہم کو غیر مسلم کیسے کہا جا سکتا ہے۔ ۷: دھوکہ دے کر علمائے اسلام سے نفرت بلکہ ان کو گالیاں دلوانا ہے کہ جو کلمہ شریف سینہ سے لگانیوالوں کو غیر مسلم قرار دے وہ کیسا مسلمان ہے اسلام اور مسلمانوں سے بدظن کرنا ہے۔ ۸: اس عام شدید اور مسلسل عرصہ دراز تک پروپیگنڈہ کرنے پر حکومت کی توہین کرنا ہے کہ ہر وقت جو لوگ سینہ سے کلمہ شریف لگائے رہتے دکانوں مکانوں کے سر پر کلمہ شریف کا تاج بناتے ہیں ان کو غیر مسلم قانوناً قرار دینا حکومت کا سخت جرم اور کھلی غلطی ہے۔ ۹: حکومت کی دار و گیر پر حکومت کو ذلیل کرانا ہے کہ شعائر اسلام پر دست درازی کرنیوالا ہے۔ ۱۰: بلکہ سارے عالم کے مسلمانوں کو اس پروپیگنڈہ کی شکل میں کلمہ پر دست درازی کا مجرم بنانا ہے۔ ۱۱: قرآن مجید سے جب ان لوگوں کے دعوے کا جھوٹا ہونا ثابت ہے تو اب اس قسم کے عام پراپیگنڈہ سے ان کو غلط قرار دینا اور اس کا انکار کرنا ہے آیت کے انکار سے کیا بن جاتا ہے سب جانتے ہیں۔ ۱۲: قرآن شریف سے جب ان لوگوں کا دشمن اسلام ہونا ثابت ہے اس عام پروپیگنڈے سے خود کو مسلمان اور اسکو غلط بتانا ہے جو شدید جرم ہے اور اسکے تسلیم کرنے میں تو ایمان کا خطرہ ہے جس میں سب کو مبتلا کر رہے ہیں۔ ۱۳: کلمہ حق کو اسطرح استعمال کرنا اس کے معنی کی تحریف ہے گویا دل میں کفر بھرنے کو کلمہ کا مصداق بنانا ہے اور اسی کو توحید و رسالت حقہ قرار دینا ہے جو ان کے یہاں کیا جا رہا ہے یہ تحریف اسلام ہے۔ ۱۴: قرآن شریف میں غیر مسلم منافق کی بخشش باوجود کسی نبی کی سفارش کے بھی نہ ہونا فرمایا ہے اسطرح پروپیگنڈہ اسکو غلط قرار دینا ہے کیونکہ ہر مسلمان کی بخشش کبھی نہ کبھی وقت ہونی ثابت ہے یہ سخت جھوٹ اور انکار حکم ہے۔ ۱۵: کلمہ شریف جو شعائر اسلام میں سے ہے اسکو باطل کے حق جائز کرنے کے دھوکہ میں استعمال کرنا سخت توہین ہے جو مسلمان سے برداشت نہیں ہو سکتی اس لئے حکومت کو اس کی روک تھام کرنی ضروری ہے ورنہ بڑے فتنہ فساد کا [illegible]

باقی صـ۱۰ پر

جواب آں غزل اشرار — از حضرت طالوت مرحوم

فتنۂ ارتداد

ہیں مٹانے والے ہم سب فتنۂ اشرار کو
اے خدا تُو فتح دے اِسلام کے احرار کو

دشمنانِ ملک و ملت سے ہماری جنگ ہے
تھام لو بہرِ خدا تبلیغ کی تلوار کو

ہے نبوت کے لئے تہذیب شرطِ اوّلیں
ہم نبی کیونکر کہیں پھر شاتمِ ابرار کو

قادیانی پائے آزادی میں تھے خارِ مغیل
نوکِ سوزن سے نکالو بھائیو اِس خار کو

جب پلومر کی ہو ٹانک وائن ہی سر پر سوار
کیوں نہ ہو الہام اک بدمست کو میخوار کو

خطۂ پنجاب میں بھیجا ہے اِک افیونی نبی
رَبِّ لندن سے شکایت ہے یہی احیار کو

عبرت اے پنجاب

نذیر الرشید

تفاخر ہوتا گر گناہوں پہ واں
تو روز قیامت یہ ہوگا عیاں
کہ پنجاب والے ہیں سب سے بلند
کہ پنجاب ہی میں تو ہے قادیاں

"آزاد"
۱۱ ستمبر ۵۳ء

محب الاسلام

ربوہ والے

کہا فاضل حبیب اللہ نے جمعہ کے خطبے میں
کہ از روئے شریعت مرزائی سارے مُرتد ہیں

مگر اس کے علاوہ بھی تو یہ انگریز کے پٹھے
بڑے فاسق بڑے فاجر بڑے ظالم بڑے بد ہیں

شکستِ عسکرِ اسلام سے ان کو مسرت ہو؟
ہمیشہ ہی سے رکھنے والے یہ اسلام سے کد ہیں

مسلماں کو سگ و خنزیر کہتے جو نہ شرمائیں
کچھ ایسی قسم کے فحاش ہی انکے اب و جد ہیں

سیاہی زندقہ کی ان کے چہروں سے چمکتی ہے
خدا نے جن کا منہ کالا کیا ہے یہ وہ اسود ہیں

بصیرت گھٹ کے دل میں مر گئی مرقد فروشی سے
بہشتی مقبرے کی طرح دل بھی انکے مرقد ہیں

حذر اَے دولتانہ[1] اَے حمید[2] اور اَے محمد خاں[3]!
تمہارے دوست کب ہونگے جو اعدائے محمدؐ ہیں

نہ دھوکا کھائیو اِن مُسمُسی صورت کے گرگوں سے
بظاہر میش لیکن درحقیقت دام ہیں دد ہیں

حکومت در حکومت ان کا مقصد انکا منشا ہے
اسی خاطر تو ربوہ میں بنے قصرِ مشیّد ہیں

ارادہ جھانکتا ہے ان کا تاویلوں کے چلمن سے
دسیسہ کاریوں میں طاق ہیں چالاک بیحد ہیں

چُرا کر اسلحہ جب لیگئے کشمیر کی حد سے
یہیں سے سوچ سکتے ہو کہ کیا کچھ انکے مقصد ہیں

ہٹاؤ راستے سے ان کو اے اللہ کے بندو
یہ پاکستان کی ہر اک ترقی کیلئے سد ہیں

Phone 2354

REGD. No. 8054

MONTHLY . ALRASHID. LAHORE

جامعہ رشیدیہ
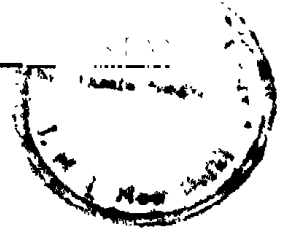
○ جامعہ رشیدیہ ایک علمی و عملی دینی سیاسیات کا مظہر مرکز اور کفر و ارتداد کے مقابلہ پر جہادِ اسلامی کا قائل ... اور ... ادارہ ہے!

○ جامعہ رشیدیہ میں ۳۲ ... وعلہ کاروانِ رشیدیہ معہ، جماعت طلبا علوم نبویہ شوال سے مستعد اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں!

○ جامعہ میں ابتداء سے انتہاء تک جملہ علومِ اسلامیہ، فنونِ عربیہ کی تعلیمات کے تسلی بخش انتظامات اور بہترین تربیتی نظام ہے!

○ جامعہ میں مختلف و متعدد شعبہ جات خصوصاً دورۂ حدیث، ترجمہ و تفسیر القرآن دارالعلوم دیوبند، وفاق المدارس العربیہ کے نصاب و نظامِ تعلیم کے مطابق تعلیمی کام ہو رہا ہے۔ پاکستان میں ابناءِ دارالعلوم و اخوانِ دیوبند کا یہ مرکزی مدرسہ ہے!

○ جامعہ میں تین دارالعلوم دیوبند کے فضلاء۔ جن میں ایک استاذ الحدیث جو دارالعلوم کے فاضل و مجاہد مولانا احمد حسین مجاہد تلمیذ و خادم حضرت سید مدنیؒ اور جو دارالعلوم کراچی میں چودہ سال تک دورہ حدیث پڑھاتے رہے کارکن ہیں!

○ طلبہ علوم نبوی کو جامعہ کے علوم و معارف سے متمتع ہونا چاہیئے۔ جامعہ کا نام ہر مسلک کی اطمینان کن ضمانت ہے!

○ بحمداللہ جامعہ میں تبلیغی عمل اور مجاہدانہ اسباق کی تربیت نہایت مستحسن اور خوب تر ہے!

○ ۶ شوال سے داخلہ، ۱۵ شوال سے باضابطہ تعلیمات کتب کا آغاز ہو گیا ہے۔ قرآنی تعلیم میں دس سال سے اوپر عمر کے طلباء مقیم و زیر تعلیم ہوتے ہیں جن کے قیام، طعام، ملبوسات، کتب، علاج معالجہ ادویہ۔ نقد وظائف اور جملہ اخراجات کا ادارہ کفیل ہے!

جملہ مراسلات بنام

فاضل حبیب اللہ رشیدی

مدیر "الرشید" و ناظم اعلیٰ

جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال (پاکستان)

ترجمان ابناء دارالعلوم و اخوانِ دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

اَلرَّشِید

جلد: ۱۳
ستمبر ۱۹۸۵ء

شمارہ: ۱۲
ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبدالرشید ارشد

بنظامت
(پیرجی) عبدالعلیمؒ رانپوری

بنیابت
(مولانا) مطیع اللہ رشیدی

معاون مدیر
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

پرنٹر
مشارع الدین اصلاحی
[illegible]

مقام اشاعت
۳۲ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

کوڈ نمبر ۰۴۴۱ | کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۳۹۴ کھاتہ جامعہ حبیب بنک غلہ منڈی ساہیوال | فون ۲۳۵۹

آئینہ مضامین

واشدات	مولانا عبدالکریم صاحب	۲
شیخ الحدیث	مفتی عبدالستار صاحب	۱۶
مسائل قربانی	مفتی عاطف صاحب	۲۴
بیاد حضرت شیخ الحدیث نظم	پروفیسر اذفر صاحب	۱۴
" " "	محمد اشرف صاحب	۲۳
فتاویٰ رشیدیہ	مفتی عاطف صاحب	۳۱

راشدات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible] گزشتہ [illegible] ہے
ترے نام سے ابتداء کر رہا ہوں

علمی تعزیتی مضمون

ع مہِ کامل نہفتہ در تہہِ خاک

از : حضرت علامہ مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہٗ کلاچی

بخدمت گرامی محترم مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل جالندھری باوصافہ واخلاقہ
و مخدوم زادگان محترم مولانا حافظ عبیداللہ و مولانا حافظ سلیع اللہ صاحبان
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت الاستاذ مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ
قدس اللہ سرہ العزیز کی شدید اور طویل علالت کی وجہ سے عرصہ سے جس حادثہ کا اندیشہ نہ صرف دامنگیر
بلکہ حقیقۃً دلگیر رہا۔ آہ کہ آخر وہ سامنے آ ہی گیا۔

وقد کان خفت ان یکونا انا الی اللہ راجعونا

فللہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیئ عندہٗ باجل مسمی فلنصبر ولنحتسب
فان المصاب من حرم الثواب۔

ع مرا روزے مباد آں دم کہ اے یاد تو بنشینم ، کی کیفیت مسلط رہی۔
مگر شومئ قسمت کہ سانحہ کا علم پورے ایک ماہ کے بعد اس ہفتہ کے خدام الدین لاہور میں جناب زاہد صاحب
کے اس مضمون سے ہوا جس میں انہوں نے حضرتؒ کے زہد و تقویٰ کے عجیب و غریب واقعات کا ذکر کر کے یہ
ثابت کیا ہے کہ ع ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں
واقعی لوگ ہیں تو یہی ہیں۔ ہم تو درحقیقت انسان نہیں بلکہ
[illegible] کہ می بینی خلاف آدم اند نیستند آدم غلاف آدم اند۔ الا ماشاء اللہ
[illegible] لا یعرفونهم الا اخلاق او کما قیل۔
[illegible] قدس اللہ سرہ العزیز کے وصال پر کسی نے کیا [illegible] کہا تھا کہ :

"مات الرجل والرجال قلیل۔"

سانحہ ہر چند غیر متوقع نہیں تھا لیکن دھکا ایسا لگا جیسے کوئی انہونی بات ہو گئی۔ حضرتؒ کے قدول میں آج سے تقریباً پنتالیس سال قبل گذرے ہوئے ایک سال کا ایک ایک دن آنکھوں میں پھر گیا

ع فیالیت ایام الوصال تراجعا

نجم المدارس میں فوری طور پر سات ختم قرآن مجید ایصال ثواب کے لئے پڑھے گئے اور طلباء و اساتذہ کے عظیم اجتماع میں حضرت کے زہد و ورع کے چند واقعات جو محترم زاھد صاحب نے لکھے ہیں ایک ایک کر کے بلفظہ "خدام الدین" سے بالتفصیل والتشریح سنائی گئی اور مباہتاً عرض کیا گیا کہ جاؤ اور عصر حاضر کے مدعیانِ علم و سنت کو چیلنج دو کہ

؎ اولئك اشیاخی فجئنی بمثلهم　　اذا جمعتنا یا رقیب المجالس

فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ اللّٰھم فارفع درجاتہ فی اعلیٰ علیین واکرم منزلہ عندک یا الٰہ العٰلمین واجعلہ رفیق الانبیاء والصدیقین والشھداء والصالحین اللّٰھم لا تحرمنا اجرہٗ ولا تفتنا بعدہٗ آمین۔

البتہ دو باتوں سے اس صدمہ کی شدت میں توازن محسوس ہونے لگا۔ ایک یہ کہ رب کریم جل شانہٗ وعم نوالہٗ نے آپ کو اپنے پاس بلا لینے کے لئے شب قدر (خیر من الف شھر) اور "سلام ھی حتی مطلع الفجر" کا انتخاب فرمایا

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دوم: یہ کہ ہم جیسے دور افتادہ ناکارہ اور آوارہ طالب علموں کو بحمداللہ ایسے نادرۂ روزگار ہستی سے ادنیٰ ہی سہی لیکن نسبت تلمذ حاصل ہے جو حرص و ہوا اور حب دنیا کے اس طوفانی دور میں بھی ورع و تقویٰ اور زہد و ریاضت کا پیکر اور عزیمت کا ایک ہیکل تھا والحمد للہ۔

ع نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

؎ فردائے روز حشر کہ عرض خلائق است　　شاید دراں میاں بمن افتد نگاہِ او

<u>تین سعادتیں</u>: اعترافاً یہ عرض کرنا شاید نامناسب نہ ہو کہ مجھے حضرت کے قدموں میں ایک سال بیٹھنے سے تین سعادتیں نمایاں طور پر حاصل ہوئی ہیں اللّٰھم فلا تنزع منی حتی تلقانی وانا علیٰ ذالک

پہلی سعادت: استاذ العرب والعجم شیخ الہند والحجاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے تلمذ

کا دل میں حضرت کی عظمت اور بھرپور محبت، حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دوران اسباق مناسبت سے حضرت کا ذکر چھیڑنے اور ان کے مسلسل بیانات سے پیدا ہوئی جسے میں ذخیرۂ آخرت سمجھتا ہوں۔

اس سے قبل پہلے حضرت شیخ کی عظمت اور عظیم شخصیت سے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ اسوقت میری عمر اٹھارہ انیس سال کے درمیان تھی اور میں خیرالمدارس جالندھر میں موقوف علیہ کی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ حضرت مدنی اسی سال ایک شہادت کے سلسلہ میں جالندھر تشریف لائے اور حضرت کی پہلی ہی زیارت خیرالمدارس میں نصیب ہوئی۔ حضرتؒ کا قیام حضرت خیرالاساتذہ مولانا خیر محمد صاحبؒ کے گھر میں تھا جو اوپر کی منزل میں تھا اور حضرت نے اس رات کے لئے اسے خالی کر دیا تھا۔ مسجد مدرسہ کا امام راقم الحروف تھا۔ صبح جمعہ کی نماز حضرتؒ نے پڑھائی۔ اسفار میں نماز شروع کی اور حسب عادت الٓمٓ السجدہ اور سورۃ دہر کی تلاوت فرمائی چھٹی ہونے کے باوجود بعد نماز صبح حضرت کے سامنے حضرت مولانا خیر محمدؒ صاحب نے قرآن مجید رکھوا کر درس قرآن کریم کی گویا استدعا کی اور خود دو زانو ہوکر حضرت شیخ کے پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ نے دوران درس تحریکات آزادی میں حصہ نہ لیکر گوشہ نشینی اختیار کرنیوالے حضرات کے رویہ پر تعریض کی۔ تو حضرت خیرالاساتذہؒ زیر لب اپنے مخصوص انداز میں مسکرانے لگے۔ اس کے بعد وہیں حضرت شیخ کو چائے پلائی گئی۔ جس میں یہ ناکارہ بھی شریک رہا۔ جمعہ کا خطبہ بھی حضرت شیخ نے پڑھا اور نماز کی امامت بھی حضرتؒ نے ہی فرمائی۔ بعد الجمعہ بعض مخالفین نے ہنگامہ برپا کیا تو ایک حافظ صاحب نے تلاوت شروع کر دی لوگ اور خاموش ہو گئے۔ قاری پڑھ رہا تھا؛

وَاِذْ قَالَ موسیٰ لقومہٖ یٰقوم لم تؤذوننی و قد تعلمون انی رسول اللّٰہ الیکم

علماء پر واقعہ کی خاص مناسبت سے بڑی رقت طاری ہوئی۔ حضرت الاستاذ مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث قدس سرہٗ (ان کی تعزیت میں یہ سطور عرض کر رہا ہوں) کی ہیئت کذائیہ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے کہ وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ حضرت الاستاذؒ کے دل میں شیخ مدنیؒ کی یہ بے پناہ عقیدت اور عظمت ہی نے ہم لوگوں کے دلوں میں حضرت مدنیؒ کی عظمت اور عقیدت کی تخم ریزی کی۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیراً۔

تذییل

حضرت حکیم الامتؒ تھانوی قدس سرہٗ کی زیارت بھی اسی سال خیرالمدارس جالندھر ہی میں ہوئی جب کہ حضرت دانت بنوانے کے لئے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے واپسی پر حضرت خیرالاساتذہؒ کی درخواست پر خیرالمدارس تشریف لائے۔ رات اسی گھر میں قیام فرمایا جہاں چند ماہ قبل حضرت مدنیؒ نے قیام فرمایا تھا اور صبح کی نماز بھی خود حضرت حکیم الامتؒ نے پڑھائی۔ اسی سال تعطیل دوران حضرت مولانا احمد خان صاحب تقی ...

خانقاہ سراجیہ کندیاں کے عرس اعلیٰ کی دوسری بار زیارت نصیب ہوئی جبکہ پہلی بار اس سے قبل سرگودھا میں یہ شرف حاصل ہو چکا تھا۔

حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھوی قدس سرہٗ حضرت کے خلفاء میں سے تھے اسٹیشن پر یہی طلباء کو زیارت کرانے لے گئے۔ حضرت کسی اور جگہ تشریف لے جارہے تھے بس اتنا یاد ہے کہ حضرت بستر پر تکیہ لگائے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ کوئی ملفوظ گرامی یاد نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے جالندھر کی اس مختصر مجلس میں ہدیہ کے لینے اور دینے کے آداب بیان فرمائے جس میں ایک یہ بھی تھا کہ دینے والا اظہار کی کوشش نہ کرے لیکن لینے والا امتنانا و شکراً اسکو ظاہر کردے۔

حضرتؒ کی دوسری زیارت تھانہ بھون میں نصیب ہوئی۔ اس مجلس میں حضرت نے بیان فرمایا کہ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا ظاہر کردیا کرو ان کو انتظار میں نہ رکھو اور نہ یہ سمجھو کہ اسکو کشفاً خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ کیونکہ ہر کشف نہ اختیاری ہے اور نہ دائمی۔

اعلیٰ حضرت خواجہ سراج الدین صاحب سراج الاولیاء قدس سرہٗ کے دوسرے نامور خلفاء حضرت مولانا حسین علی صاحب اور حضرت مولانا غلام حسن صاحبؒ کی زیارتیں بھی پہلی بار سرگودھا میں ہوئی تھیں۔ آہ وہ کیسا دور تھا اور کیسے اللہ والے۔

~ تو نہ دیدی گہے سلیماں را چہ شناسی زبان مرغاں را

جالندھر سے حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد صاحبؒ جب حضرت مولانا خواجہ احمد خاں صاحبؒ کی خدمت میں تشریف لے جارہے تھے اور از راہِ شفقت اس ناکارہ کو ساتھ چلنے کے لئے فرمایا تو راستہ میں غیر اختیاری حضرت الاستاذ کے طرزِ رفتار کو دیکھ کر دل میں خیال آرہا تھا کہ وہ جو حدیث پاک میں سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق "کانما ینحط من حبیب" کے الفاظ آئے ہیں اسکی عملی صورت غالباً یہی ہے۔

ایک ایمان افروز واقعہ یاد آگیا۔ حضرت تھانویؒ نے کسی جگہ لکھا ہے کہ ایک بار سید عبدالعزیز دباغؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کیسے ہوتی تھی انہوں نے فرمایا کہ کل فلاں میدان میں اکٹھے ہو جاؤ۔ میں دکھلاؤں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک کیسی تھی۔ لوگ اکٹھے ہوئے اور حضرت نے چلنا شروع کر کے فرمایا دیکھو حضور علیہ السلام اس طرح چلا کرتے تھے! لکھا ہے کہ دیکھتے ہی لوگوں میں کہرام بپا ہو گیا روتے روتے لوگ ہچکیاں لینے لگے گویا بالکل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چلتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

سبحان اللہ جس کی نقل کا یہ اثر ہو اس کے اصل میں کتنا اثر ہوگا۔ (مسلسل)

~ جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند صاف گر باشد ندانم چوں کند

معذرت خواہ ہوں ؎ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

دوسری سعادت

جو حضرتؒ کے مسلسل عمل کو دیکھ کر نصیب ہوئی وہ یہ کہ آج تک (والعبرۃ بالخواتیم احسن اللہ حالنا و مآلنا) سیاسی اختلاف کے باعث اپنے کسی استاذ یا اپنے کسی شیخ پر بدگمانی پیدا نہیں ہوئی اور دل کی گہرائیوں میں انکی عظمت اور ان کا احترام اسطرح باقی رہا جسطرح کہ سیاسی اتفاق کی صورت میں ۔ ابناء زمانہ الا ماشاء اللہ کسی حد تک اور سٹیج پر اس کا ضرور لحاظ رکھتے ہیں تاکہ دنیا انہیں با اخلاق سمجھے اور یہ اپنا سیاسی مفاد حاصل کرتے رہیں لیکن ذرہ بھی خلوت الی الرفقاء حاصل ہوئی تو انما نحن مستہزؤن کہہ کر انہی اساتذہ اور مشائخ کا قولاً و عملاً ایماءً واشارۃً مذاق اڑانے لگتے ہیں اور ان کی ناکامی اور تخفیف و توہین پر بغلیں بجاتے ہیں۔

سعدی علیہ الرحمۃ نے گویا انہیں دیکھ کر فرمایا تھا کہ ؎ لاحول گویند و شادی کناں

اور ؎ در برابر گو سفند سلیم　　در قفا ہمچو گرگ مردم دَر

لیکن حضرت الاستاذ مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ کا معاملہ بہت ہی عجیب و غریب تھا۔ سیاسی نقطہ نگاہ ظاہراً و باطناً حضرت مدنیؒ قدس سرہٗ کے موافق تھا عملاً بھی انہی کے ساتھ رہے لیکن حضرت تھانویؒ کی بات نہیں ۔ خود حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد صاحبؒ کے ساتھ ہمیشہ جس ادب و احترام سے پیش آتے رہے وہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ وفاق المدارس کے اجتماعات میں بارہا میں نے اس کا مشاہدہ کیا۔ کہ حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد صاحبؒ کی موجودگی کے باعث انہوں نے کبھی بھی اپنی رائے کا اظہار ان کے سامنے برملا نہیں فرمایا میرے جیسے قلیل الادب شرکاء کے ذریعے کہلوانے کی کوشش فرماتے۔ اس حیا کا اثر نہ صرف اختلاف رائے کی صورت میں ظاہر ہوتا بلکہ تائید میں بھی کھل کر بیان کرنے سے کتراتے جس سے ہمارے دل میں فوراً یہ خیال گذرتا کہ یہ ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ اور لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ کی عملی صورت۔ اور یہ حالت نہ صرف اسوقت تک رہی جب تک کہ آپ خیر المدارس میں مدرس رہے بلکہ جامعہ رشیدیہ جاکر جب مستقل ذمہ داری سنبھال تو بھی ادب و احترام کے ان جذبات میں ذرہ بھی کمی واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس کا تعلق دل کی گہرائیوں سے تھا منبع اس کا دین تھا نہ کہ رسمی تعلق اور دنیوی مفاد۔

اب اس آئینہ میں اپنا اور اپنے جیسوں کا چہرہ دیکھا جائے تو بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ

؎ ہم نے پھولوں کو بھی جو رکھا ہاتھ کانٹے ہو گئے
تم نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستاں کر دیا

اہل اللہ کا ایک نورانی اجتماع

وفاق المدارس کا ایک اجتماع خیر المدارس ملتان میں ہو رہا تھا۔ اجتماع ان اہل اللہ کا جن کے تصور اور جن کے نام لینے سے بھی ایمان تازہ ہو۔ صبح کی نماز حضرت بنوری قدس سرہٗ نے پڑھائی۔ مقتدین میں جہاں تک یاد پڑتا ہے حضرت مولانا شمس الحق، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سرگودھوی۔

حضرت بنوریؒ کو نماز میں متشابہ لگا۔ ایک سورت سے غالباً دوسری سورت کی طرف قرأت منتقل ہو گئی۔ معنی میں تغیر غالباً آ رہا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد اختلاف ہوا کہ نماز ہوئی یا نہیں؟

حضرت الاستاذ نے غلبۂ حیا و ادب سے مجھے فرمایا بھائی طحطاوی کی ذلۃ القاری کی عبارت سے تو ایسا معلوم ہے کہ نماز ہو گئی۔ میں نے جب جی ہاں کہہ کر تائید کی تو حضرت نے فرمایا کہہ دو نا۔ اس میں حضرت الاستاذ قبلہ حضرت سرگودھوی نے فرمایا بھائی بحث اور تحقیق بعد میں کرتے رہیں گے۔ سورج نکلنے کو وقت تھوڑا رہ گیا ہے نماز لوٹائی جائے تو پریشانی نہیں ہوگی۔ سب نے اس پر اتفاق کیا اور نماز دوبارہ پڑھی گئی اور غالباً حضرت بنوری نے ہی پڑھائی۔ ذرہ بھی خیال نہ ہوا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اتنا بڑا عالم ہو کر غلطی کر گیا۔

اس واقعہ سے جہاں حضرت الاستاذ کا مغلوب الحیاء ہونا معلوم ہوا وہیں ماضی قریب کے اکابرین کا مختلف فیہ صورت میں احتیاطی پہلو پر عمل کرنا اور اپنے بزرگوں کا قبول حق میں کوئی بھی استنکاف نہ کرنا بھی معلوم ہوا۔ افسوس کہ اکابرین کی یہ خصوصیات اب ان کے اخلاف میں خال خال باقی ہیں اور وہ بھی رو بہ زوال۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہر حال سیاسی اختلاف کی وجہ سے یہ تو نہیں کہ کسی پر بھی اعتماد نہ ہو لیکن اپنے اساتذہ اور مشائخ کے احترام اور ان کے ساتھ مختلف فیہ مسائل میں اختلاف کے باوجود دل میں ان کی عظمت کی جو جھلک پاتا ہوں اور اسے بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں یہ حضرت الاستاذ مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ کی عملی تربیت کا اثر ہے۔

اور حضرت الاستاذ کو یہ سعادت اپنے اکابرین مثلاً باستاذ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے ورثہ میں ملی چنانچہ ابھی اس عریضہ میں گزرا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ دونوں کو حضرتؒ نے اپنے مکان میں ٹھہرایا اور دونوں کے ادب و احترام میں فیما ملک عملاً ہم نے کوئی فرق محسوس نہیں کیا۔ اب رہا فیما لم یملک تو ظاہر ہے کہ اس پر مواخذہ ہی نہیں۔

حضرت شیخ مدنی کا عجیب واقعہ

واقعہ یقینی طور پر تو یاد نہیں لیکن غالباً حضرت مولانا عبد الحق صاحب کاتب دامانیؒ سے یہ واقعہ سنا تھا

کہ ایک بار کسی موقعہ پر حضرت مولانا سید فخر الدین صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ مؤلف "علماء ہند کا شاندار ماضی" نے حضرت تھانویؒ سے متعلق کوئی بیان دے دیا تھا جس سے حضرت مدنیؒ ہی کی تائید ہو رہی تھی۔ حضرتؒ نے مدرسہ شاہی مراد آباد جو حضرتؒ کے خصوصی شیدائیوں کا گڑھ تھا جا کر اساتذہ اور عمائدین کے ایک خصوصی اجتماع میں حسب روایت راوی اپنے ہی مخلصین کو بڑے غصہ سے ڈانٹا اور فرمایا کہ خدا کا غضب ہے فخر الدین بھی حضرت تھانوی کے خلاف بولنے لگا ہے اور محمد میاں کو بھی حکیم الامۃ کے خلاف کہنے کی جرأت ہو گئی ہے۔ ضرورت ہوتی تو ہم خود کوئی مستقل بیان دیدیتے تمہیں اپنے بزرگوں کے خلاف کہنے کا کیا حق تھا؟

راوی نے بتلایا کہ حضرت جلالت میں تھے اور دونوں بزرگ نیچے دیکھتے ہوئے اشکباری میں مصروف۔ اللہ اللہ کیا کہنا۔ اب ہم جو ان اہل اللہ کے نام لیوا ہیں کیا کر رہے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔

اقرأ كتابك كفىٰ بنفسك اليوم عليك حسيبا۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا کہ سیاست میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

بقول سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ؛

"ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں معیوب شریعت مرغوب گردید و مرغوب شریعت معیوب"۔ واستغفر اللہ العظیم!

اللہ تعالیٰ ہی ہماری اصلاح فرماویں۔ چاہیئے یہ کہ یا تو ہم ان فرشتہ خو اکابرین کا نام لینا ہی چھوڑ دیں جب ان کا راستہ چھوڑ دیا ہے تو ان کا نام لیکر ان کو بدنام کرنا دوہرا گناہ اور یا اللہ تعالیٰ سے ہر دم ہر قدم پر ان کے راستہ پر چلنے کی توفیق مانگتے رہیں۔

یا مکن با پیلباناں دوستی یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی یا فرو شو جامہ تقویٰ بہ نیل

اکابرین کا قلباً، قولاً و عملاً احترام کتنی بڑی سعادت ہے اور اس کا برعکس کتنی شقاوت اور بدنصیبی ہے لاابالی پن کے اس دور میں اس کا اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ سعادتِ ادب سے محروم نہ فرماویں اور بے ادبی کی شقاوت سے محفوظ رکھیں۔ آمین

تیسری سعادت

جو حضرتؒ ہی کے ایک ارشاد سے مل رہی ہے وہ درس قرآن کا روزانہ التزام ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اپنی ذہنی، ہمتی، علمی بے بضاعتی اور عملی کوتاہیوں کے باعث یہ خیال بھی نہیں آتا تھا کہ روزانہ

درسِ قرآن مجید کا سلسلہ اس سنسان بیابان میں شروع ہو سکے گا اور میرے جیسے ایک ادنیٰ طالب علم کے ذریعہ یہ مبارک سلسلہ خیر المدارس جالندھر میں دیکھ چکا تھا اتیٰ امراللہ پارہ چہارم سے چھ سات پارے خیر الاستاذ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے پڑھ بھی چکا تھا لیکن یہ سلسلۂ خیر یہاں چل پڑے گا' یہ گوشۂ خیال میں بھی نہ تھا۔ یاد نہیں کسی تقریب سے حضرت الاستاذ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کا ایک طویل مکتوبِ گرامی احقر کے نام آیا جس میں حضرتؒ نے حتمی طور پر حکم دیا تھا کہ ترجمہ قرآن مجید ضرور ہی شروع کر دو۔ اس کا کوئی خیال نہ رکھو کہ سننے والے دو ہیں یا چار۔ حضرتؒ نے کس توجہ اور کس باطنی تصرف کے ساتھ یہ الفاظ لکھے یہ خدا ہی جانتا ہے۔

؏ ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد ؏ دل سے بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

احقر نے دوسرے ہی دن اپنے حجرہ میں دو چار ساتھیوں کو بٹھا کر حکم کی تعمیل شروع کر دی۔ مسجد میں یہ درس شروع نہیں کرایا۔ اس میں اندر کا چور یہ تھا کہ نئی بات ہے نیا آدمی ہوں لوگ دلچسپی لیں گے نہیں' سب اٹھ کر چلے جائیں گے دو ایک آدمی بیٹھیں گے تو بڑی سبکی ہوگی۔ اور اس طرح تعمیل بھی ہو جائے گی اور کوئی خفت بھی نہ اٹھانی پڑے گی۔

لیکن حضرتؒ کے مشفقانہ اور مخلصانہ حکم کا یہ اثر ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں درس کامیاب ہونے لگا۔ ابتداء میں نے سورۃ یٰسین شریف سے کی۔ طرز وہی رکھا جو تھوڑا بہت خیر المدارس سے ہی سیکھ کر آیا تھا سال ڈیڑھ سال کے بعد میں یہاں سے جامع مسجد ژوب کی امامت و خطابت کے لئے بلایا گیا وہاں بالالتزام صبح کے بعد پشتو زبان میں درس شروع ہوا۔ اوسطاً پچاس ساٹھ سامعین کی حاضری رہتی چند دنوں میں تقاضا ہوا کہ اردو میں بھی یہ شروع ہو جانا چاہیئے چنانچہ دس بارہ صاحبان ایف۔ اے، بی۔ اے اور ایم۔ اے کے لئے علیحدہ شروع کرنا پڑا۔ سلسلہ جاری رہا۔ جمعہ کی چھٹی کے علاوہ بحمد اللہ ناغہ نہیں ہوا۔ چنانچہ دو سال میں تعلیم یافتہ حضرات نے پورا قرآن مجید پڑھ لیا۔ میں پانچ سال وہاں رہا۔ صبح کا درس جاری رہا۔ ایک بار پورا قرآن مجید اور دوسری بار چند پارے دوبارہ پڑھائے گئے۔ وہاں کے بعض صلحاء نے اس سلسلہ میں مبشرات بھی سنائے اس کے بعد میں ایک سال کے لئے مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ میں صدر مدرس رہا وہاں بھی درس قرآن مجید کا التزام رہا۔ طلباء کے علاوہ اچھی تعداد میں دفتری حضرات نے بھی دلچسپی لی اس کے بعد نجم المدارس کلاچی کی بنیاد پڑی۔ رات کو درس قرآن مجید کا افتتاح ہوا اور آج ۲۵ سال تک بحمد اللہ یہ مبارک سلسلہ جاری ہے۔ ایام تعطیلات میں کوئٹہ۔ کراچی۔ اسلام آباد۔ وزیرستان وغیرہ میں بھی درس ہوتے رہے اور یہاں کے علمی و عملی ذخیرہ کے لوگ اس سے دلچسپی لیتے رہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی دو تین سال تک یہ سلسلہ ہفت روزہ صورت میں جاری رہا۔ اب بھی احباب کا تقاضا ہے۔ یہ سب کچھ اسی مرد قلندر حضرت الاستاذ مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ

رائپوری کے اس قلندرانہ حکم کا اثر اور برکت ہے جنہوں نے دو ٹوک الفاظ میں لکھا :

"درس قرآن مجید کا سلسلہ ضرور شروع کرو، یہ نہ دیکھو کہ سننے والا ایک ہے یا دو۔"

ورنہ ؛ من آنم کہ من دانم۔ نہ فصاحت نہ بلاغت نہ علمی استعداد اور نہ لیاقت۔ دراصل :

؎ کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ۔ و تغمد بغفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ

حضرتؒ دو دفعہ کراچی تشریف لائے ہیں۔ ایک بار غالباً ۱۳۷۵ھ میں جبکہ یہاں اہلحدیث کیساتھ مباحثہ تھا اور حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سرگودھویؒ کی سفارش پر حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ تشریف لائے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے رفیق سفر کی حیثیت سے تشریف لائے میں ان دنوں سراج العلوم سرگودھا میں پڑھ رہا تھا ۱۴/۱۵ سال کی عمر تھی بزرگوں کے ساتھ اپنے گھر آیا۔ حضرت الاستاذؒ نے اسوقت تقریر بھی فرمائی تھی اور اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم آیات کی تلاوت فرمائی۔

دوسری بار نجم المدارس کراچی کے ایک سالانہ جلسہ پر غالباً منٹگمری (ساہیوال) سے تشریف لائے

ایک بار حضرت نے وہیں خیر المدارس جالندھر میں نماز پڑھائی ترتیب سُورۃ میں سہو ہوگیا۔ سلام پھیرتے ہی فوراً کھڑے ہوگئے۔ فرمایا بھائی قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے مجھ سے سہواً ایسا ہوگیا کہیں میرے حوالہ سے مسئلہ ہی نہ بدل دو۔ سبحان اللہ! ع یاد رہیں گی باتیں ان کی۔

کام کی بات

جامعہ رشیدیہ میں ایک مرتبہ ضروریات پوری کرنے اور اساتذہ کرام کے مشاہیرادا کرنیکے لئے روپیہ پیسہ ختم ہوگیا۔ جامعہ کا نظام مشکلات سے دوچار ہونے لگا تو ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی نے اپنے والد حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ رائپوری کی خدمت میں صورت حال پیش کرکے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا: "حبیب اللہ! شہر کی کسی غریب آبادی میں جہاں قرآن کی تعلیم کا مدرسہ نہ ہو آج ہی جاکر وہاں مسجد میں یا کرائے کے مکان میں کسی حافظ قاری صاحب کو مقرر کرکے مدرسہ قائم کردو۔ آج کل ہی میں یہ کام کردو، دیر نہ کرنا! ناظم صاحب نے عرض کیا پیسے ہی تو نہیں ہیں، مدرس کہاں سے رکھوں؟ فرمایا میں نے تجھے صحیح راستہ بتایا ہے جاؤ پہلے کام کرو اور پھر اجر کی امید رکھو۔ دینی خدمت کرتے رہو۔ مصارف اللہ تعالیٰ خود پورے فرمائیں گے۔ حضرت ناظم صاحب نے نیا مدرسہ قائم کردیا۔ اور جامعہ ہی کے ایک سابق طالب علم حافظ نور محمد صاحب نے بیرون ملک سے ایک خطیر رقم جامعہ کو بھجوادی۔"

صالح الامۃ حضرت مولانا محمد صالح صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ع عجب درد و راحت میں دل مبتلا ہے!

میں اس لحاظ سے بہت ہی خوش قسمت ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بہترین اساتذہ کے در دولت پر پہنچایا۔ جو علم کے ساتھ ساتھ جوہر عمل سے بھی کامل طور پر آراستہ رہے ہیں۔ حضرت الاستاذ مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ کا ذکر خیر آپ سن چکے ہیں۔ حضرت الاستاذ مولانا صالح محمد صاحبؒ مدرسہ عالیہ سراج العلوم سرگودھا میں میرے استاذ رہے۔ جامی اور ھدایہ اوّل میں نے حضرتؒ سے پڑھی۔ لیکن اس لئے بہت ہی بد قسمت ہوں کہ ان اکابر اولیاء اللہ سے حق استفادہ کرنے سے محروم رہا ہوں مگر اس میں ان حضرات کا قصور نہیں! گلہ ہے تو اپنے دامن سے۔ ع گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

پیر پرست بہت سُنے جسے اب سیاست پرستی نے شکست دیدی۔

استاذ پرستی

مگر استاذ پرست (یعنی استاذ پر ہر حالت سراء و ضراء میں فدا ہونے والے) میں نے انہیں دو حضرات ہی کو دیکھا۔ یہ میں اپنی معلومات کی حد تک کہہ رہا ہوں شاید اور بھی ہوں!

الف، حضرت الاستاذ مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ جالندھری رائپوری جنہوں نے اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا خیر محمدؒ کا حق وفا ادا کیا۔ عالم اسباب میں خیر المدارس کی کامیابی کا سہرا حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی طرح حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ کے سر پر بھی ہے بلکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ کو بھی اپنے علم کی حد تک ثالث الثانی کہہ سکتا ہوں۔ حضرت الاستاذ رائپوریؒ نے ہر مشکل میں حضرت خیر الاساتذہ کا ساتھ دیا تا آنکہ ان ہی کے حکم سے دوسری جگہ تشریف لے گئے اور جب ضرورت پڑی پھر انہی کے حکم سے خیر المدارس میں واپس آئے اور شاید ان سے بھی بڑھ کر حضرت مولانا صالح محمد صاحبؒ کو اپنے مکرم و محترم استاذ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سرگودھوی کے ساتھ اوفیٰ بالعہد پایا۔ حیوتی حیاتکم و مماتی مماتکم کا قصہ ملا۔

ولادت باسعادت پٹھانکوٹ تحصیل ٹانک ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں میں ہوئی اور حضرت سرگودھویؒ کے ہی ہو رہے تا آنکہ بیعت بھی وہیں کی اور غالباً اپنے شیخ سے خلافت بھی ملی لیکن ہمیشہ شہرت سے دامن بچا رہا۔ اس لئے ہم جیسے خدام کو بھی اس کا یقینی علم نہ ہو سکا اور وفات بھی خاک پاک سراج العلوم میں واقع ہوئی۔

سراء و ضراء میں حضرت الاستاذ کا ساتھ دیا۔ اور میں کیا عرض کروں سینکڑوں تلامذہ کے استاذ ہونے کے باوجود بعض شاگردوں کی موجودگی میں اپنے شیخ اور استاذ کی ہر قسم کی ڈانٹ ڈپٹ کو اس طرح کی فراخدلی اور خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے کہ جس کی مثال پیش کرنے سے شاید موجودہ دنیا عاجز ہو! ان کا کا

رہی جیسے کہ ختم ہو چکا تھا اور نفسانیت کی ہوا بھی شاید اس اللہ والے کو لگی ہی نہیں تھی!!!

ایک کمال واقعہ ایک دفعہ جمعہ کے دن ہم بعض ساتھی کپڑے دھونے کے لئے نہر پر گئے وہیں کھانے پینے میں مشغول رہے تا آنکہ نماز جمعہ سے رہ گئے۔ اساتذہ سخت ناراض ہوئے اور سزا دینے کی تجویز ہوئی۔ صبح ہدایہ کے سبق میں حضرت نے فرمایا آج کے سبق میں یہ عبارت آرہی ہے اس کا مطلب صحیح بیان کرو تو سزا معاف! عبارت تھی :

قرأة بالفارسیہ سے متعلق کہ والاختلاف فی الاعتداد ولاخلاف فی انہ لا فساد وعلیہ الاعتماد۔

احقر پر شوق تھا۔ مطالعہ کی عادت بھی خاص نہ تھی۔ حضرت الاستاد کی توجہ اور تصرف ہی کا اثر تھا کہ معمولی غور کے بعد صحیح مطلب بیان کر دیا۔ بہت خوش ہوئے دُعا دی اور سزا سے مستثنیٰ رکھا۔ فرحمہ اللہ من شیخ مشفق!

نیک نیتی کا اثر ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک طالب علم ہمارے ہاں کراچی میں والد صاحب کے پاس بھی رہ چکا تھا۔ ایک دن دوران سبق ناراض ہو کر سبق چھوڑ کر حجرہ میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جلدی میں اُٹھ کر والد صاحب کے پاؤں پکڑ لئے کہ استاد جی خدا کے لئے معاف کردو اور کہا جب میں آپ سے اٹھ کر چلا گیا اور حجرہ میں جا کر سو گیا تھوڑی دیر بعد کسی نے آکر مجھے جگایا کہ اٹھو بے ادب قبلہ کی طرف ٹانگیں پھیلا کر سو رہا ہے، اس نے کہا میں بیدار ہوا جگانے والا تو نہیں تھا لیکن میرے پاؤں بھی جنوب کی طرف تھے۔ سوچا کیا بات ہے فوراً ذہن میں آیا کہ استاذ کو ناراض کرنے کے معنی یہی ہیں! آہ کہ اب ہماری حالت یہ ہے کہ ؎ روشن ہے نگہ آئینہ دل ہے مکدر

اقبال صاحب بھی بعض باتیں عجب کہہ گئے، کہتے ہیں :

؎ رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے　　روشن ہے نگہ آئینہ دل ہے مکدر
آغوش صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے　　وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر

آمدم بر سر مطلب حضرت الاستاد صالح الامۃ کا ذکر خیر کر رہا تھا۔ حضرت کو یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ آج لوگوں کو احکام اور مسائل دینیہ سننے سنانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ راگ رنگ کے شوقین ہیں مقفیٰ اور مسجع عبارات کے دلدادہ ہیں۔ تقریر وہی پسند کی جاتی ہے کہ مقرر چاہے عمل بے ادب ہو مگر بیان ادیبانہ اور طنز و تعریض سے بھرپور ہو۔ اس کے باوجود آپ ہمیشہ مسائل بیان فرماتے تھے احکام سنایا کرتے تھے اور نہایت سادگی کے ساتھ۔ مگر الحمد للہ اس سے امت کو فائدہ پہنچتا تھا۔

ایک مثال

تہ بند نیچے لٹکانے پر میں اپنے احباب طلباء اور متعلقین کو بہت ڈانٹتا۔ حدیث پاک میں وارد وعیدیں انہیں سناتا لیکن اس پر عمل کرنے کا کوئی ایسا جذبہ ان میں نہ پا سکا جس سے دل خوش ہو۔ حضرت الاستاذ ان آخری ایام میں تشریف لائے۔ درس قرآن مجید کے دوران یہ مسئلہ بھی بیان فرمایا کہ اسبالِ ازار بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر کھڑے ہو کر سامعین کو دکھایا کہ دیکھو آدمی پنڈلی تک تہہ بند یا کچھ نیچے مگر ٹخنوں کے اوپر۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کئی سامعین نے اس کا اہتمام شروع کر دیا۔ یہ ہے کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے!

آخر تک بحمدللہ بینائی باقی رہی اور تلاوت قرآن پاک کا التزام بھی پابندی مسواک کا یہ اثر تو سب نے دیکھا کہ تقریباً ۸۰ سال کی عمر تک بتیس کے بتیس دانت سالم رہے اور تذکار کلمہ شہادت عندالموت کا جو اثر منصوص فی الحدیث ہے رحمت خداوندی سے قوی امید ہے کہ وہ یقیناً حضرتؒ کو حاصل ہوگا۔ حضرت الاستاذ اپنی اصلاحی تقریروں میں عام طور پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ع جن کے جلوے نہ سما سکتے تھے ایوانوں میں		ان کی خاک آج اڑی پھرتی ہے ویرانوں میں

اور ع گر امیروں کی بہ اقبال گذر جاتی ہے		ہم غریبوں کی بہر حال گذر جاتی ہے

عنایت و شفقت اور وصال

بالکل آخری عمر میں وصال سے چند یوم قبل میں نے حضرتؒ کو نجم المدارس کے ایک اجتماع افتتاح دارالقرآن الکریم کے لئے تکلیف دی۔ حضرت تشریف لائے دستار بندی اور تقسیم اسناد کا وہ مبارک اور محبوب منظر موت تک یاد رہے گا۔ کہ حضرت الاستاذ الموصوفؒ اور مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ اور خلیفہ فضل الدین صاحب مہاجر یکے از خلفاء مجاہد اعظم حضرت ضیاء المشائخ صاحب مدظلہٗ اور علاقہ کے معمر عالم دین حضرت مولانا غلام محمد صاحب نے طلباء کو سندات تقسیم کیں اور دستار بندی فرمائی۔ یہاں سے واپسی پر ڈیرہ اسماعیل خاں میں ہی فالج کا حملہ ہوا۔ مجھے چند دنوں تک علم نہ ہو سکا۔ اسی میں حضرت نے یاد فرمایا۔ حاضر ہوا تو بتلایا گیا کہ کل سے زبان بند ہے صرف اشارہ سے ہی کچھ فرما دیتے ہیں۔ حاضر ہو کر دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ سلام کا جواب نہ دے سکے۔ مغرب کی نماز کے لئے ہم جانے لگے اور پھر قصداً میں نے سلام عرض کیا تو صاف لفظوں میں فرمایا وعلیکم السلام یہی میرے ساتھ حضرت کی آخری بات ثابت ہوئی۔

اللھم اغفرہ وارحمہ رحمۃ واسعۃ

وصال شب جمعہ بوقت سحری ہوا جبکہ رحمتوں کی موسلا دھار بارش ہوتی رہتی ہے۔

غمزدہ وغم نصیب، عبدالکریم غفرلہٗ خادم نجم المدارس کلاچی

بیادِ شیخ الحدیث والطریق حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ رائپوری جامعہ رشیدیہ ساہیوال

تاریخ وصال : ۲۶ ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ - ۱۶ جون ۱۹۸۵ء

رثائے شیخ الحدیث خوانم ' دلِ حزیں راشکیب جویم

پریشاں حالم ، شکستہ بالم ، پریدہ رنگم ، رمیدہ بویم

مپرس چونم ، غمش بخونم ، دلم گرفتہ و دیدہ پُرنم

بہارِ نظارہ شُد ز چشمم ، خزاں رسیدست رنگ و بویم

آں اُوستادِ کتاب و حکمت و قال قال رسُولِ عربیؐ

بگفت "جانم نثارِ خواجہؐ فدائے حسنِ کلامِ اُویم"

ز باغِ ذکرِ فروغِ حُسنش گلِ ہمیشہ بہار چینم

جہانِ معنی بچشمِ کلکم کہ گلعذارست رُو برویم

رشیق و زیبا جمیل و دُر غُور سنی و بارقِ نگزین و فرخ

شگرف و بیغش ، فہیم و فاتک چرا من اُو را ثنا نگویم

نشورِ فیض و لیقیں نہاد و ادب قبا و صبُور شاکر

فقیہِ عالم ، شہیرِ عالم کہ صیتِ فیضش چہار سُویم

ادب گرایِ رُخِ مدثرؐ، سخن سرایِ قسیمِ کوثرؐ
که یادِ جانانؐ شُدش مزعفر که رفته چهره ماه رویم

بشاخِ طوبیٰ به برگِ سدره هزارِ باغِ کهن سراید
"رسیدم اینجا ببالِ احسان، شنو که من کیمیا بگویم"

کسی بگفت از حُطامِ دنیا، سکوتِ حضرت بداد پاسخ
که رهنِ ذکرِ حبیبؐ دادم، لب و زبانم صدا، نگویم

دل و نگاه و خیال و گوشم حضور بُردم بایں تمنا
مگر بگفتند نگاهِ ساقی بجام و مینا قدح شنویم

بمیں بخندد مسا و صُبحم، دُعا بسحرم نوابِ شامم
سرشک بارد دو دیدهٔ من، فغاں نمازم غسل وضویم

شبی بیادش فرو نشستم که روحِ پاکش فرود آمد
بگفت "اذفر مثال دیگر که محوِ شانِ جمالِ ہویم"

رحلتِ شیخ الحدیث دیدهٔ و دل را ملال
جانِ ما شد برکنار باکہ باشد احتمال
عالم و عارف ولی بے نظیر و بے مثال
مبتشرِ حُسنِ شیَم بُوَد رُوحِ امتثال
رَفت از چشمانِ ما
"منظرِ حُسن و کمال"
۱۴۰۵

شیخ الحدیثؒ

از: حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب
خیرالمدارس ملتان

الیٰ این ابکی واحدا اثر واحد

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ "علم دین کے دنیا سے اٹھ جانے کی یہ صورت نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے علم کو سلب کر لیں لیکن دنیا سے علماء کے اٹھ جانے سے علم دین ختم ہوتا چلا جائیگا تو لوگ علم دین سے بے بہرہ لوگوں کو اپنا قائد و سردار بنالیں گے جو انہیں اپنی جہالت کے سبب غلط راہ بتائیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

یہ پیش گوئی اس زمانے کے لحاظ سے کتنی صادق ہے؟ کہ علمائے ربانیینؒ کی کھیپ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔ گذشتہ صدی کے اخیر اور اس صدی کے آغاز میں تو جانیوالوں کا تانتا ہی بندھ گیا۔ خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ صاحب، حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب، حضرت مولانا شمس الحق صاحبؒ افغانی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رح صاحب، حضرت مولانا مفتی خلیل احمدؒ صاحب، حضرت مولانا قاری رحیم بخش رحمہ صاحب، حضرت مولانا عبیداللہ الورح صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے وغیرہم قدس اللہ

"وزمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے"

پھر ۱۴۰۵ھ تو خصوصیت سے ملک کے دو مرکزی دینی اداروں جامعہ خیر المدارس ملتان اور "جامعہ رشیدیہ" ساہیوال کے لئے عام الحزن ثابت ہو رہا ہے صفر المظفر میں یادگار سلف قدوۃ الاولیاء حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائپوری رح نور اللہ مرقدہ رحلت فرما گئے جن کا دونوں مدرسوں کے ساتھ انتہائی گہرا خصوصی اور قدیمی تعلق رہا ہے ان کی ذات اہل دل اور مدارس کے لئے سہارا تھی۔ ذکر کی مجلسیں آپ کی ذات سے گرم تھیں۔ قافلہ سلوک و تصوف آپ کی قیادت میں جادہ پیما تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا غم ابھی تازہ ہی تھا کہ استاذنا المکرم حضرت الشیخ مفتی محمد عبداللہ صاحب ملتانی قدس سرہ کے وصال کا حادثہ فاجعہ پیش آیا آپ علم و عمل، مجاہدہ و جفاکشی، سادگی و تواضع میں اپنے شیخ، شیخ العرب والعجم حضرت

مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے نورنہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے رفیق خاص جمعیت العلماء اور تبلیغی جماعت کے رکن رکین تھے آپ کی تشریف بری سے درس حدیث کی مسند ہی بے رونق نہیں ہوئی بلکہ ذکر و شغل کی محفلوں کا رنگ بھی پھیکا پڑ گیا تمام دینی جماعتوں، مذہبی اداروں کو حضرت اپنا ادارہ تصور فرماتے تھے اور بلا تفریق اہل حق کو اپنے اکابر سمجھتے تھے ہم حضرت موصوف کو مادر زاد ولی سمجھتے ہیں حضرت کے اتنے احسانات ہیں کہ بیان سے باہر۔ حضرت رحمۃ اللہ کا غم ابھی غلط نہیں ہونے پایا تھا کہ جامعہ خیر المدارس کے سرپرست اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز جناب حاجی محمد شریف صاحب قدس سرہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا جس کی وجہ سے جامعہ خیر المدارس اور خانقاہ اشرفیہ اپنے نہایت ہی شفیق، مخلص سراپا شرافت و تواضع بزرگ کی سرپرستی اور دعاؤں سے محروم ہو گئی

آپ کے وصال کا زخم ابھی تازہ تھا آپ کے فراق میں رونے والی آنکھیں ابھی نمناک ہی تھیں کہ ۲۷ رمضان کی شب قدر بالکل ابتدائی ساعات میں محبوب العلماء، ولی کامل، محدث کبیر، شمع ختم نبوت کے پروانے حضرت الشیخ مولانا محمد عبداللہ صاحب رائپوری شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال اللہ تعالیٰ شانہ کو پیارے ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مرحوم کے علمی و عملی کمالات کے بارے میں ہم جیسے بے بہرہ علم و عمل سے دور کیا جان سکتے ہیں خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و اصلاحی تربیت نے آپ کو بام عروج تک پہنچایا۔ حضرت الشاہ عبدالقادر کی صحبت نے احسان و تصوف، طریقت و معرفت اور تزکیہ باطن کے کمالات سے آپ کی شخصیت کو جلا بخشا اور نیر برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے میکدے سے جام عشق و محبت بھر بھر کے پیے اور نظر ساقی کے فیض، زہد و اخلاص، تجرید و تفرید سب مقامات طے ہو گئے اور آپ کو خلافت سے نوازا گیا۔

بعض درسی خصوصیات آپ کا درس علم و تحقیق، تربیت و اخلاص کا جامع ہوتا تھا آپ کے نزدیک ابتدائی تعلیم کو اپنے استاذ محترم کی طرح بہت اہمیت حاصل تھی کیونکہ اگر بنیاد مضبوط ہوئی تو آگے اعلیٰ تعلیم میں سہولت رہے گی اس لئے تصحیح عبارت وجہ اعراب اور پھر اس کے مطابق صحیح ترجمہ کرانے اور آسان ترین الفاظ میں مطلب و معنی ذہن نشین کرانے میں بہت سعی فرماتے ابتدائی درجات میں ان امور کے لئے جس قدر دردسری محنت و جانفشانی کی حاجت ہے اساتذہ کرام پر مخفی نہیں حضرت مرحوم طلباء کی استعداد بنانے کے لئے سب کچھ گوارہ فرماتے لیکن اعراب کی غلطی یا اس میں تساہل کسی طرح بھی برداشت نہ تھا خواہ اس میں کتنا ہی تعب و مشقت ہوا اور کتنا ہی وقت لگ جائے سبق کی

ستعداد کم ہو جائے کچھ پرواہ نہیں لیکن کام صحیح ہو کر طلبہ کی استعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے اسی طرح آپ
کے درس حدیث پاک میں ضروری علمی مباحث کے علاوہ تردید بدعات اور اپنے اکابر کے محبت عشق رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوبے ہوئے واقعات بیان فرماتے ۔ سلف صالحین، اولیاء کرام اور اکابر علماء
دیوبند کی حکایات اس محبت اور وارفتگی سے بیان ہوتیں کہ سامعین متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے شعبان میں
تقریباً پنجاب کے کثیر مدارس عربیہ کے امتحانی اسفار ہوتے حضرت مرحوم تواضع وانکساری، زہد وقناعت
فقر وسادگی اور اپنے علم واخلاص میں حضرات علماء کی پوری جماعت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے خدام میں
ہر شخص یہی سمجھتا کہ حضرت میرے ساتھ بہت محبت فرماتے ہیں اپنی راحت کے لئے دوسرے کی ایذا یا
مشقت کو ہرگز پسند نہیں فرماتے تھے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نو (۹) ماہ جیل میں رہے جیل سے رہائی
کے بعد مدرسہ کی انتظامیہ نے ایام اسیری کی تنخواہ پیش کی تو آپ نے واپس فرما دی حضرت مولانا خیر
محمد صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کی تعریف فرمائی اور لکھا "مردان چنیں کنند" مدرسہ کے
مالی معاملات میں حزم واحتیاط کے متعلق حضرات سہارنپور خصوصاً حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے رنگ کی
گہری چھاپ آپ پر موجود تھی مولانا فضل احمد صاحب محاسب جامعہ رشیدیہ نے وصول تنخواہ سے متعلق حضرت
مرحوم کا طرز عمل نقل کر کے احسان فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں "احقر راقم ۱۹۶۷ء میں سکول سے فارغ ہوا
تو حکماً فرمایا کہ محاسب جامعہ رشیدیہ کی ذمہ داری کے فرائض سنبھال لو انتہائی گرانی کے اس زمانہ
میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وظیفہ صرف چار صد روپے تھا جس کا دوسرے حضرات تصور بھی نہیں کر
سکتے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ کبھی پوری تنخواہ وصول نہیں فرمائی ہمیشہ آخر ماہ تنخواہ کی وصولی پر نصف کے قریب
یہ فرما کر کٹوا دیتے کہ مرض کی وجہ سے اتنے دنوں اسباق نہیں پڑھا سکا اور مہمانوں کی آمد کی وجہ سے بجلی زیادہ
استعمال کر چکا ہوں لہٰذا حساب سے کاٹ کر بقایا وصول فرمایا یہ مبالغہ کی بات نہیں واقعہ ہے۔

رمضان المبارک کے بعد اساتذہ کی ترقیوں کا مسئلہ پیش ہوتا تو اساتذہ کی ترقیوں کے لئے زیادہ سے
زیادہ کی سفارش فرماتے لیکن اپنے نام سے ترقی کٹوا کر فرمائے کہ میرا گذر پہلی تنخواہ سے ہو رہا ہے کبھی ترقی
قبول نہیں کی فرزند ارجمند مولانا مطیع اللہ صاحب نائب ناظم جامعہ کی والدہ کے انتقال کے بعد مکمل طور
پر تنخواہ ختم کردی فرمایا میں اکیلا ہوں بسر اوقات ہوتی ہے گی کون حساب رکھتا پھرے قصہ ختم کردیں متواتر
کئی سال حسبۃً للہ اعزازی خدمت فرماتے رہے اسی پر ہی کفایت نہیں ہر ماہ احتیاط فنڈ کے طور پر اپنی
جیب سے رقم مدرسہ میں جمع کرواتے کہ مدرسہ کے کمرے میں رہتا ہوں اور بجلی ودیگر سامان استعمال کرتا ہوں
اس کا حساب بھی ادا کرنا چاہیئے ایسی مثال اس دور میں کہاں مل سکتی ہے (الرشید شوال ۱۴۰۵)

حقیقت یہ ہے کہ مدارس اور حدیث پڑھانے والے حضرات تو شاید بہت سے مل سکیں لیکن تنخواہ کے بارے میں اس احتیاط اور پھر بالآخر تنخواہ چھوڑ کر حسبۃً بحالت فقر و فاقہ بخاری شریف پڑھانے والے محدث شاید چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی مشکل ملیں ان کی مجلس سے سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی تھوڑی دیر کے لئے یوں محسوس ہوتا کہ ہم چوتھی یا پانچویں صدی میں واپس لوٹ آئے ہیں۔

اہل اللہ سے تعلق

اپنی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد سے لے کر آخری عمر تک اہل اللہ کے ساتھ بیعت و اصلاح کا قائم رہا اور کتنے رمضان المبارک ہیں جو اپنے شیخ کے ہاں رائے پور شریف یا دوسرے مقامات میں گذارے حضرت رائپوری قدس سرہ کی زندگی میں شاید ہی کوئی سال ایسا ہو کہ آپ رمضان المبارک میں آستانہ شیخ سے غائب رہے ہوں اذکار و معمولات کی پابندی ہمیشہ جاری رہی اہل اللہ کے ساتھ تعلق اور یہی وابستگی ہے جس کی وجہ سے آپ کے کمالات علمیہ و عملیہ کی ترقیات اور قبولیت عنداللہ عندالناس کے دروازے کھلے عرصہ تک چک نمبر ۱۱ میں حضرۃ الشیخ مولانا عبدالعزیز مدظلہ کی خدمت میں بالالتزام حاضری کا معمول رہا مدارس دینیہ اور علمائے دین میں آج عموماً کمی محسوس کی جا رہی ہے کہ فارغ التحصیل ہونے کو ہی بس کمال کی آخری منزل تصور کر لیا جاتا ہے اور اگر کچھ تحریر کرنا آگئی تو پھر تو کیا کہنے یہ بڑی غلطی ہے یہ طرز عمل اکابر کے طریق کے خلاف ہے حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ علمی مقام کے باوجود حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے ساتھ تعلق بیعت و ارادت کو ضروری سمجھا اور آخری عمر تک پابندی کے ساتھ ذکر اللہ میں اشتغال رہا حضرت شیخ الہند مجسمہ علم نے بھی اپنے تئیں اصلاح کا محتاج سمجھا اور آستانہ گنگوہ سے یہ رشتہ استوار کیا نام بنام ذکر کرنے کی حاجت نہیں بلا استثنا سب اکابر ہی ایسے ہیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلسل چلی آنیوالی نسبت باطنہ کو حاصل کرنے کیلئے مشائخ سے تعلق ارادت قائم کر کے اسے حاصل کیا دارالعلوم دیوبند کے متعلق مشہور روایت کہ ایک دور تھا کہ جس میں شیخ الحدیث سے لے کر مدرسہ کے دربان تک سب ولی اللہ صاحب نسبت ہوتے تھے بہر حال حضرت مرحوم اس طریق میں بحمد اللہ اپنے اکابر کے پورے نمونہ تھے۔ اللہ پاک کی رحمت کاملہ سے امید یہی ہے کہ اکابر کے طریق پر چلنے والے اس مسافر آخرت کو بھی اکابر کی ہی منزل میں جگہ عنایت فرمائی گئی ہوگی۔

ہماری کمی یہ ہے کہ ہم دو بنے ہوئے کو دیکھتے ہیں لیکن کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کی کہ یہ بننے والا کیسے بنا، حضرت تھانویؒ کی مدح سرائی کرتے ہیں کہ وہ اس مقام تک پہنچے لیکن حضرت تھانویؒ

فرماتے ہیں ۔

تن منور از انوار حاجیم   من مکمل از کمال حاجیم

جامعہ خیر المدارس اور جامعہ رشیدیہ یک جان دو قالب کے مصداق تھے جامعہ خیر المدارس سے تعلق ملازمت ختم ہونے کے بعد بھی جامعہ سے حضرت مرحوم کا وہی تعلق ہمیشہ قائم رہا امتحانات، جلسہ سالانہ وغیرہ کے مختلف مواقع پر حضرت مرحوم جامعہ خیر المدارس تشریف لائے اور خدام کو زیارت اور استفادہ کا موقع عنایت فرماتے مرض الوفات میں بھی ایک ماہ سے زائد عرصہ جامعہ میں بغرض علاج قیام رہا۔

تبلیغی جماعت

حضرت مرحوم تبلیغی جماعت اور اس کے کام کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے تھے جماعت کے سالانہ اجتماع رائے ونڈ اور مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے امتحانات میں لازمی طور پر تشریف لیجاتے حضرات اکابرین جماعت کو بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی ربط و تعلق تھا جماعتوں کی کارکردگی اور جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرتوں کے تذکرے بڑے مزے لے لے کر بیان فرماتے طلبا و احباب کو ہمیشہ اس میں وقت لگانے کی ترغیب دیتے تھے ۔

علالت و وفات

حضرت رحمۃ اللہ علیہ عرصہ سے صاحب فراش تھے گذشتہ برس ایک ماہ کے لئے یہاں ملتان میں بھی بغرض علاج تشریف لائے مگر مشیت خداوندی کہ علالت کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا رمضان المبارک میں یہ سلسلہ مزید بڑھ گیا یہاں تک کہ ۲۹ رمضان المبارک کو عصر سے قبل شدید علالت اور بے ہوشی کی اطلاع خیر المدارس میں ملی چنانچہ عصر کے بعد حضرات معتکفین (جن کی تعداد سو سے متجاوز تھی) اور دیگر نمازیوں نے حضرت مرحوم کیلئے دعائے صحت کی مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وصال کی اطلاع ملی عوام و خواص سب ہی غم زدہ تھے عشاء کی نماز کے بعد حسب معمول سورہ یٰسین شریف کا ختم پڑھا گیا حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم کیوجہ سے مدرسہ کی مسجد میں ابتداء رمضان ہی سے معتکفین کی کافی تعداد تھی عشرہ اخیرہ میں اس میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ستائیسویں شب میں تو معتکفین اور شب بیداری کے لئے آنے والوں سے پوری مسجد بھر رہی تھی عجیب انوار و برکات کا اجتماع تھا جس کے اثرات اہل قلوب شروع رمضان ہی سے محسوس کر رہے تھے اور آج رات تو اس میں بہت اضافہ معلوم ہو رہا تھا عزیزم محترم مولانا محمد عابد صاحب سلمہ کی رقت آمیز دعا سے پورا مجمع دھاڑیں مار کر رو رہا تھا اللہ تعالیٰ مقبول فرما دیں اسی مجمع میں حضرت مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے تمام حضرات نے متعدد قرآن پاک ختم کئے اور دعا کی گئی اور تقریباً ملک بھر کے ایسے اداروں میں شب قدر کے اجتماعات کی دعائیں حضرت مرحوم کے لئے ہوتی ہوں گی۔

دعا کے بعد حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں حاضری ہوئی جہاں پورے مجمع کیساتھ آپ

تشریف فرما تھے میں نہیں سمجھتا کہ مجھے کچھ کہنے کی کیسے جرأت ہوئی بہر حال قلب میں وارد ہوا کہ اللہ والوں کی وفات ان کے لئے باعث مسرت ہے غم ہے تو بعد والوں کے لئے ہے اور معاً ذہن ان آیات کیطرف منتقل ہو گیا۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الی قولہ نزلا من غفور رحیم۔

حضرت مرحوم الحمد للہ انہی خوش بخت لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے ربنا اللہ کا اقرار کیا اور پھر تمام عمر تمام حالات گردش ایام کوئی حادثہ کسی جابر حاکم کا ہنکار، دولت اور سکوں کی جھنکار آپ کے پائے استقامت کو کوئی لغزش نہ دے سکی زندگی بھر رضیت باللہ ربا حال و قال رہا تو حسب وعدہ خداوندی محض ان کے لطف و احسان سے امید یہی ہے کہ ملائکہ رحمت، جنت اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کی خوشخبریاں لے کر آپ کے استقبال کے لئے بوقت وفات ضرور نازل ہوئے ہوں گے ویسے شب قدر تو ہے ہی نزول ملائکہ و رحمت کی رات تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام۔ حق جل شانہ اپنے دین پر استقامت رکھنے والوں کیلئے دنیا و آخرت میں اپنی ولایت و رحمت خاصہ اور اخروی نعمتوں کا اعلان فرماتے ہیں نحن اولیاءکم دنیا میں بھنے والو! کسی کو ملتا ہے کسی کو نہیں ملتا ملتا ہے حسب خواہش پورا نہیں ملتا اللہ والوں کے لئے خوشخبری ہے کہ جو چاہیں گے بلا محنت صرف دل میں خواہش پیدا ہونے سے حاضر ہوگا یہ اپنے بندوں کے لئے غفور الرحیم کیطرف سے اس روز مہمانی ہوگی جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جاری رہے گی۔ کونسا انسان ایسا ہے جس سے بھول چوک یا کوئی گناہ نہ ہوتا ہو اور ہماری نیکیاں بھی بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کے قابل نہیں اگر مناقشہ ہوا تو عجب نہیں کہ ہماری صوری حسنات واقعہ سیئات کی شکل میں ظاہر ہو پڑیں۔ و بدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون آخر آیات میں غفور الرحیم ارشاد فرما کر اطمینان دلایا گیا کہ معاملہ مغفرت و رحمت کا ہوگا کچھ گناہ اور لغزشیں ہوئیں بھی تو بہت بخشنے والے کیطرف سے معاف ہی معاف فرما دیا جائے گا اور اسی طرح قبول حسنات میں بھی مناقشے کا برتاؤ نہیں بلکہ رحمت و مہربانی کا معاملہ ہوگا جب مالک مہربانی پر آرہا ہو تو سب قبول ہی قبول ہے اور مناقشہ و عدل ہونے لگے تو کوئی ٹھکانہ نہیں عارف باللہ خوب فرماتے ہیں۔

؎ عدل کریں تا تھر تھر کنبن اچیاں شاناں والے ہو
فضل کریں تا بخشے جاون م

کام کا بقا

حقیقت یہ ہے کہ جس مرنے والے کا مشن جاری ہے اور گلشن کی بہاریں ختم نہیں ہوئیں اور اس کے جاری کردہ چشمے تو ایسا مرنے والا مرا نہیں زندہ ہے کیونکہ اس کا کام زندہ ہے دعا ہے کہ ان کی بہاریں سدا قائم رکھے علم و عمل کے چشمے ہمیشہ اس سے جاری رہیں۔
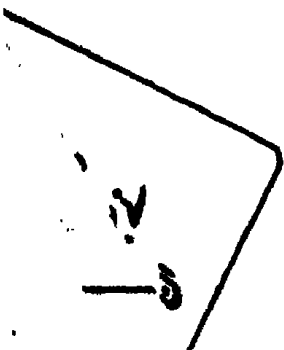
اکابر کی دعا

مظاہر العلوم میں ایک دفعہ طلباء کیطرف سے ہڑتال ہوئی ہڑتال کے اسباب پر غور کرنے کے لئے اساتذہ کا اجلاس ہوا سب نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ خاموش بیٹھے تھے اصرار کرنے پر ارشاد فرمایا کہ "میں سمجھتا ہوں کہ مظاہر العلوم میرے حضرت رائے پوری قدس سرہ کی دعاؤں سے محروم ہو گیا ہے جس کی نحوست آرہی ہے او کما قال"، واقعی اکابر کے رحلت فرما جانے کے بعد دعاؤں کے سہاروں میں کمی واقع ہو جاتی ہے جو مدرسہ ایک ہی سال میں اپنے متعدد بزرگوں سے محروم ہو چکا ہو ان کے لئے پوری توجہ آہ وزاری کیساتھ بارگاہ خداوندی کیطرف متوجہ ہو کر حصول رشد و خیر اور دفع مہلکات و شرور کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے ذکر خداوندی بقائے عالم کا سبب ہے جب یہ ختم ہو جائے گا تو بساط عالم لپیٹ لی جائے گی ذکر اللہ مدارس کی بقاء و ترقی اور حفاظت و قبولیت کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے عصر حاضر کے فتنوں کو دیکھتے ہوئے مدارس میں مجالس ذکر قائم کرنے پر بہت زور دیا ہے اور یہ مجالس ذکر جانیوالوں کی توجہات کیلئے جاذب اور کسی درجہ میں ان کا بدل ہیں اس لئے تمام اہل مدارس کو اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیئے رحمت خداوندی کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں کمی لینے والوں کی ہے۔

اُستاذ اُستاذ ہی ہوتا ہے اور شاگرد تلمیذ رشید!

مولانا سید طیب ہمدانی راوی ہیں کہ جامعہ خیر المدارس جالندھر میں ہم طلبہ کی ایک جماعت حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رائپوریؒ کے زیر تعلیم تھی۔ ہم کوئی سبق حضرت استاذ سے پڑھ رہے تھے کہ حضرت شیخ السید مولانا خیر محمد صاحبؒ ایک کتاب اٹھائے مولاناؒ کے پاس آئے ہم طلبہ میں ارتعاش سا پیدا ہوا۔ حضرتؒ نے اشارہ سے بیٹھے رہنے کو فرمایا۔ خیر الاساتذہؒ نے اپنے تلمیذ رشید ہمارے استاذ محترم کو فرمایا مولوی عبد اللہ! یہاں اشکال سا پیدا ہو گیا ہے؟ مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ نے کتاب دیکھتے ہی فرمایا "حضرت آپ نے یہاں ایسے ہی تو فرمایا تھا" حضرة شیخؒ نے فرمایا ٹھیک ہے اور واپس چلے گئے۔

تھے وہ ہمارے استاذ الاساتذہ اور یہ تھے مرحوم و مغفور ہمارے استاذ مولانا محمد عبد اللہ رائپوریؒ۔ استاذ الخیر نے کی دعائیں دیا کہ شفاء العی السوال اور ہمیں یہ عبرت دلائی کہ دیکھو یہ ہے دیدۂ عبرت نگاہ ہوا ان فی ذالک لعبرة لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔ (مولانا سید طیب)

از پروفیسر میاں محمد افضل صاحب

بیاد

استاذِ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ

یہ ہے دنیا کی شادابی زہر ناک　　سدا انجام اِس کا ہے المناک

زمانہ کس لئے ماتم کناں ہے　　ردائے آسماں ہے چاک در چاک

پریشاں پھر رہے ہیں لوگ ہر سُو　　سرِ کامل نہفتہ در تہہِ خاک

وہ شیخِ وقت پہلوں کی نشانی　　گیا دارالفنا سے سُوئے افلاک

وہ "عبداللہ" فنا تھا بندگی میں　　جو حق کہنے میں تھا بے شک بے باک

"حبیب اللہ" شکستہ دل نے اُن کو　　وداعِ آخر کہا باچشمِ نمناک

بہت ویراں ہے میرے دل کی دنیا　　نظر آتا نہیں کچھ زیرِ افلاک

چمن اُجڑا ہوا سا لگ رہا ہے　　خزاں کی زد میں ہے ہر خوشۂ تاک

الٰہا! رائے پور کی یہ نشانی[1]　　پھلے پھولے بفضلِ شاہِ لولاک

میرے اس شیخ کی رحلت کی خاطر　　خدا نے منتخب کی ہے شبِ پاک

ق

تمنا کی ہے جس کی اولیاء نے　　فضیلت جس کی ہے بالا ز ادراک

دُعائیں کر رہا ہے افضلِ زار

رہے ٹھنڈی تمہاری تربتِ پاک

---

[1] مراد ادارہ جامعہ رشیدیہ ہے

فضائل و مسائل قربانی

دار الافتاء و الرشید

سُنّتِ ابراہیمی

مفتی محمد اشرف عاطف

○ محبت و جانثاری کا مثالی واقعہ ○ تمناؤں کے امتحان کا مرحلہ ○ حکم الٰہی پر
آمادۂ عمل حلیم المزاج فرزند کا تسلیم و رضا کا جواب ○ قربانی کی شرعی حیثیت
○ شعائر اللہ کی عظمت کو مجروح کرنا سامراج کی خدمت ہے ○ قربانی کی اہمیت
احادیث کی روشنی میں ○ قربانی کس پر واجب ہے ○ قربانی کے جانور ○ قربانی کا مسنون طریقہ

واقعہ قربانی کا پس منظر

آج سے ہزاروں سال پہلے دنیا کے ایک گوشے میں محبت و جانثاری کا ایک ایسا مثالی واقعہ رونما ہوا جو رہتی دنیا تک ایک یادگار علامت کے طور پر ہر سال دہرایا جاتا ہے۔ وادیٔ غیر ذی زرع جہاں سبزی و شگفتگی کا نام و نشان تک نہ تھا، باری تعالیٰ کے دو مقبول بندے جنہوں نے بحکم ایزدی اسی صحرائے ہلاکت خیز کو آبادی و بساؤ کے لئے منتخب کیا، خدا کے اولین گھر کی تعمیر کی۔ وہ چند پتھروں سے چُنی ہوئی چار دیواری جس کے چاروں طرف انسانی ہستی کی کوئی علامت نہ تھی۔ کروڑوں انسانوں کی عبادت گاہ اور قبلہ وجہہ نبی۔

اور پھر وہ کیا وقت تھا جب ان دونوں میں سے ایک بحکم خداوندی اپنے جذبات محبت قربان کرنے کے لئے آمادہ ہے ـــــ تو دوسرا اپنی جان و نفس کی قربانی کے لئے تیار ـــــ دونوں نے اپنی محبوب ترین متاع کو راہِ الٰہی میں لُٹانے کا ارادہ کرلیا ہے ـــــ ایک نے اپنے فرزندِ عزیز کو ـــــ تو دوسرے نے اپنی جانِ عزیز کو!

ذرا پیچھے جھانک کر دیکھئے اور ان الفاظ پر غور کیجئے ـــــ میں تو اپنے رب کی جانب چلا جاتا ہوں وقال إنی ذاھب الی ربی سیھدین یہ الفاظ ہیں اس جلیل القدر پیغمبر کے جو اپنے اہل وطن سے بالکل مایوس ہوگئے۔ آپ کے بھانجے کے سوا کوئی بھی آپ پر ایمان نہ لایا۔ رب کی طرف چلے جانےکا

مطلب یہ ہے کہ دارالکفر چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں کا مجھے اپنے رب کی طرف سے حکم ہوا ہے جہاں میں اپنے پروردگار کے احکام پر آزادانہ عمل کرسکوں۔

چنانچہ خود حضرت ابراہیمؑ بیوی اور بھانجے حضرت لوط پر مشتمل یہ مختصر سا قافلہ عراق کے مختلف علاقوں سے ہوتا ہوا شام پہنچا۔

قوم کی مخالفت، معاندانہ طرزِ عمل اور تکلیف دہ سلوک کی بناء پر اس تمام عرصہ میں شدت سے یہ احساس ہوا کہ کوئی ایسا جانشین ہو جو اس مقدس مشن کو سنبھال سکے اور آگے بڑھا سکے

چنانچہ ایسے میں اللہ سے دُعا کی ربّ ھب لی من الصالحین کہ اے اللہ مجھے ایک نیک فرزند عطا فرما۔ چنانچہ آپ کی یہ دُعا قبول ہوئی اور ایک ہونہار حلیم المزاج فرزند کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی۔

واقعہ قربانی

بچہ پیدا ہوا جس کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ نہایت حلیم و بُردبار، سعادتمند، صابر۔ ——————

ادھر لختِ جگر کو بوڑھا باپ جوان ہوتے دیکھ رہا ہے ادھر محبت و جذبات اور امیدوں اور تمناؤں کے امتحان کا مرحلہ بھی آن پہنچا ہے اور اس کے لئے وقت بھی منتخب کیا گیا۔ جب زندگی کی بھاگ دوڑ میں وہ بوڑھے باپ کے لئے سہارا بننے کے قابل ہوا۔ جدوجہد اور محنت و مشقت میں ہاتھ بٹانے والا ہوا۔ سعادتمندی و دانائی جس کے اعمال و افعال سے ظاہر۔ نورِ نبوت بلکہ نورِ محمدی جس کی پیشانی سے ہویدا —— ابھی تیرہ سال ہی کی تو عمر ہے۔ باپ بیٹے سے مخاطب ہے:

"اے میرے پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں (روایات میں آتا ہے کہ مسلسل تین دن تک خواب آتا رہا) اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ اب تم دیکھو، غور کرو اور بتلاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟"

بیٹے کی رائے معلوم کرکے باپ بھی بیٹے کا امتحان لے رہا ہے —— لیکن ہونہار بیٹے نے بلا تامل فرمایا یا اَبَتِ افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین "اے ابا جان آپ کو جو حکم ہوا وہ کر گذریئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے"۔ اس کم سنی میں اسطرح کا تسلیم و رضا کا جواب یہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تربیت ہی کا اثر تھا۔

؎ یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

حکم الٰہی پر آمادۂ عمل

وہ کیا منظر ہوگا، جب بوڑھا باپ اپنے نوخیز بیٹے کو محض حکم خداوندی پر ذبح کرنے کیلئے تیار ہے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے سخت جگر کی آنکھوں پر پٹی باندھی، چھری تیز کی اور بیٹے کو کروٹ کے بل لٹاکر چھری چلانا شروع کی۔ لیکن چھری ہے کہ کاٹتی ہی نہیں — جس مسبب الاسباب کا حضرت ابراہیمؑ کو حکم تھا۔ اذبح "ذبح کر" اسی کا چھری کو حکم ہو۔ لاتذبح "ذبح نہ کر" چنانچہ چھری کی کیا مجال تھی کہ کاٹتی

؎ آب و خاک و باد و آتش بندہ اند

با من و تو مردہ اند با حق زندہ اند

ظاہری اسباب کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ وہی چھری ہے جس کا کام کاٹنا ہے لیکن وہ بحکم خداوندی کاٹتی نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے غصے سے چھری سے کہا اے چھری تجھے کیا ہوا تو کاٹتی کیوں نہیں؟ چھری نے زبانِ حال سے کہا۔ اے ابراہیمؑ تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کروں گی مجھے اور حکم ہے اور تجھے اور حکم ہے۔

حضرت ابراہیمؑ ذبح کی کوشش ہی میں تھے کہ غیب سے آواز آئی قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین۔ "اے ابراہیمؑ تم نے خواب کو خوب سچا کر دکھایا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ اور حضرت اسماعیل کی جگہ جنت سے ایک دنبہ بھیجا گیا جس کو آپ نے ذبح کر دیا و فدینٰہ بذبح عظیم "اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا۔

یہاں سے قربانی کی ابتداء ہوئی اور باری تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کی اس محبوب ادا کو قیامت تک کے لئے باقی رکھا ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔

قربانی کی شرعی حیثیت

قربانی شعائر اللہ میں سے ہے جس سے اللہ کے دین کی عظمت و رفعت ظاہر ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص تاکید فرمائی گئی؛ فصل لربک وانحر "آپ اپنے رب کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے"۔ "وانحر" یہ کلمہ امر کا صیغہ ہے اور صیغۂ امر جب کسی قرینہ سے خالی ہو تو وہ وجوب کو ظاہر کرتا ہے ترمذی شریف میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے عن ابن عمر قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ

عشر سنین یضحی۔ ھذا حدیث حسن ص ۲۷۵ ج ۱

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس برس تک مدینہ طیبہ میں تشریف فرما رہے اور برابر قربانی کرتے رہے۔
مُلا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا ہر سال پابندی سے قربانی کرنا قربانی کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔
صحابہ کرام و آئمہ عظام کا قربانی کی مشروعیت پر اجماع۔ پوری امت کا چودہ سو سال سے قربانی کی اہمیت پر اتفاق۔ اور سلف و خلف کا اس پر تعامل یہ امور قربانی کے وجوب کے دلائل ہیں اسلئے جمہور اہل اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے (رد المحتار)
قربانی کی مشروعیت و وجوب چودہ سو سال سے ایک مسلمہ امر ہے جس کا انکار کرنا ایک حقیقت ثابتہ کا انکار کر کے متجددین اس قسم کے مسائل کو معرض تردد میں لا کر سادہ لوح مسلمانوں کے اذہان سے شعائر اسلام کی عظمت کو ختم کرنا ہے بلکہ اس قسم کی مذہبی الجھنوں میں قوم کو الجھا کر قوم اور اہل علم حضرات کی اصل مسائل سے توجہ ہٹانا ہے جو سامراج کی خدمت تو ہو سکتی ہے ملک و ملت کی ہرگز نہیں!

علم و فن اور سائنس کے اس ترقی یافتہ دور میں قربانی کی حقیقت آزاد خیال لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور اس پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں بس اتنی گذارش ہے کہ:

ؔ اے کمالِ سخن کے دیوانو! ماورائے سخن بھی ہے ایک بات

قربانی کی اہمیت احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں!

ایک دفعہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟
تو آپ نے ارشاد فرمایا: سنت ابیکم ابراھیم علیہ السلام۔
یعنی تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔
ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص قربانی اسطرح کرے کہ اس کا دل خوش ہو اور ثواب کی نیت رکھتا ہو وہ قربانی اس شخص کے لئے دوزخ سے آڑ ہو جائے گی۔ (طبرانی)
ایک دفعہ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ ہمارے لئے ان میں کیا ہے؟
تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بال میں ایک نیکی۔ صحابہؓ نے عرض کیا اون کے جانور (بھیڑ) وغیرہ میں بھی آپ نے فرمایا۔ اون کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ (ترمذی ص ۲۷۵ ج ۱)
اندازہ فرمائیے کہ کس قدر ثواب کی بشارت ہے!

ؔ خود کہ یابیں ایں چنیں بازار را
کہ بہ یک گل می خری گلزار را

یعنی تم ایسا بازار کہاں سے لاؤ گے کہ ایک پھول کے بدلے میں سارا چمن خرید لو۔ اور

؎ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح کرے وہی لے ثواب الٹا۔

ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے دن قربانی سے زیادہ پیارا نہیں۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۸۰ ج ۱)

کسقدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو یہ سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اور کس قدر بدنصیب ہیں وہ کہ جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من وجد سعة لان یضحی فلم یضح فلا یحضر مصلانا۔ (رواہ حاکم عن ابی ہریرۃ)

" یعنی جو شخص قربانی کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔"

قربانی کس شخص پر واجب ہوتی ہے

ہر آزاد، عاقل، بالغ مسلمان جو اتنے مال کا مالک ہو کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ اس پر ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو صبح صادق طلوع ہونے سے لیکر بارھویں کی شام تک مخصوص حلال جانوروں میں سے کسی جانور کو اللہ کے حکم اور نبی علیہ السلام کی سنت کی پیروی میں ذبح کرنا واجب ہے۔ اسی کو قربانی کہتے ہیں!

قربانی کے وجوب کے لئے زکوٰۃ کی طرح سال گذرنا شرط نہیں۔ حتیٰ کہ اگر بارہ ذالحجہ شام تک بھی اسقدر روپیہ ملکیت میں آگیا جس پر زکوٰۃ فرض ہوسکتی ہے تو اسپر قربانی واجب ہوگی!

کسی کے پاس کافی مال ہو لیکن اسپر قرض بھی ہے تو قرض کی ادائیگی کے بعد اگر مذکورہ مالیت باقی بچے تو قربانی واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

قربانی کس پر واجب نہیں

نابالغ، مجنون، غلام اور مسافر پر واجب نہیں۔ البتہ اگر مسافر نے قربانی کے ایام میں کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔ قربانی صرف اپنی ہی طرف سے واجب ہوتی اور کسی کی طرف سے واجب نہیں ہوتی۔

○ اگر کسی کی طرف سے واجب قربانی کرنا چاہے تو اس کی اجازت ضروری ہے اگر اس کی اجازت کے

بغیر قربانی کی گئی تو اس کے ذمہ سے واجب ادا نہ ہوگا بلکہ اگر گائے اونٹ وغیرہ میں حصہ ہو تو باقی لوگوں کی قربانی بھی نہ ہوگی۔ تاہم نفلی اور ایصالِ ثواب کی قربانی کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔

○ نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی واجب نہیں۔ اگر ان کی ملکیت میں مال ہو تب بھی قربانی واجب نہیں۔

○ جس شخص پر قربانی واجب نہ ہو لیکن وہ قربانی کی نیت سے جانور خرید لے تو اس جانور کی خریداری کی بناء پر اسی جانور کی قربانی اس کے ذمہ واجب ہوگی۔

○ اگر ایک گھر کے چند افراد پر قربانی واجب تھی اور گھر کے ذمہ دار نے ان کی اجازت سے حسبِ ضرورت تین چار جانور خرید کر قربانی دے دی مگر علیحدہ علیحدہ نام بنام جانور متعین نہیں کئے تب بھی سب کی قربانی درست ہوگئی البتہ اگر ہر ایک کی طرف سے علیحدہ علیحدہ نام بنام جانور خرید لیا تو افضل ہے!

قربانی کے بدلہ میں صدقہ وخیرات

قربانی کے جانور کی قیمت کسی کارِ خیر میں صرف کر دینے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ البتہ اگر جانور نہ ملنے کی وجہ سے یا کسی اور مجبوری سے ایامِ قربانی میں قربانی نہ کر سکا تو بارہ ذوالحجہ گذر جانے کے بعد جانور کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ اور فقراء و مساکین پر اس کی قیمت زکوٰۃ کی طرح تملیکاً خرچ کی جائے گی۔

قربانی کے جانور

○ بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا، دنبی، دنبہ، گائے، بیل، بھینس بھینسا اور اونٹ، اونٹنی ہیں ان میں سے پہلے چھ جانوروں میں صرف ایک حصہ ہوتا ہے اور آخر کے چھ جانوروں میں سات سات حصے ہوتے ہیں۔ بکری بکرا پورے ایک سال کا ہونا ضروری ہوتا ہے البتہ بھیڑ مینڈھا اور دنبہ وغیرہ اگر سال بھر کے نہ ہوں لیکن اسقدر موٹے تازے ہوں کہ دیکھنے میں سال بھر کے معلوم ہوں تو ان کی قربانی بھی جائز ہے۔

○ گائے بیل، بھینس اور بھینسا پورے دو سال کے اور اونٹ پورے پانچ سال کا ہونا ضروری ہے ان عمروں سے کم عمر والے مذکورہ جانوروں کی قربانی درست نہ ہوگی۔

○ اگر جانور فروخت کرنے والا پوری عمر بتاتا ہے اور جانور کی ظاہری حالت سے بھی اس کی بات کی تائید ہوتی ہے تو اس پر اعتماد کرنا چاہیئے۔

اگر جانور خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب پیدا ہو جائے کہ جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو دیکھا جائے گا کہ جانور کا مالک امیر آدمی ہے یا غریب۔ اگر امیر ہے تو اس پر ضروری ہے کہ

عیب دار جانور کی بجائے نیا جانور خرید کر قربانی کرے اور اگر وہ غریب آدمی ہے کہ جس پر شرعاً قربانی واجب نہ تھی تو اس کے حق میں یہی عیب دار جانور مجبوری کی بناء پر قربانی کے لئے متعین ہو جائے گا۔ اس لئے وہ اسی جانور کی ہی قربانی کرے گا کسی اور مصرف میں نہیں لگائے گا۔

ایک شخص نے دوسرے کو اپنا جانور پالنے کے لئے آدھے یا حصے پر دیا تو وہ جانور پالنے والے کا نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک جو پالنے کے لئے دیتا ہے اس کی ملکیت ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر تیسرے نے وہ جانور پالنے والے سے خرید کر اس کی قربانی دے دی تو جائز نہ ہوگی اور اگر مجبوراً یہی جانور خریدنا ہو تو بجائے پالنے والے کے اصل مالک جو پالنے کے لئے دیتا ہے خرید کر قربانی دے۔

جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا تھے لیکن بیچ میں سے ٹوٹ گئے یا سینگ تو اندر سے محفوظ ہوں لیکن ان کے اوپر کا خول اکھڑ جائے تو ان کی قربانی جائز ہے۔ ہاں اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

اندھے، کانے، لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں۔ اسی طرح وہ جانور جو اس قدر مریل، دُبلا پتلا ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو اور وہ قربانی کی جگہ تک اپنے پاؤں سے چل کر نہ جاسکے تو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا پہلے تھے مگر بعد میں ایک کان تہائی حصہ یا تہائی حصہ سے زائد کسی طرح کٹ گیا تو اس کی قربانی درست نہیں۔ ہاں اگر کان قدرۃً چھوٹے ہوں تو قربانی جائز ہے۔

جس جانور کی دُم، کان، آنکھ وغیرہ کوئی عضو ایک تہائی یا اس سے زیادہ ضائع ہو گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

قربانی کی کھال

قربانی کی کھال کو فروخت کرکے اس کی قیمت کو اپنے مصرف میں لانا جائز نہیں بلکہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور قربانی کی کھال کو بغیر صدقہ کی نیت سے فروخت کرنا جائز نہیں۔ فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا زکوٰۃ کی رقم کی طرح کسی مستحق کو مالک بنانا ضروری ہے۔ اس وقت بہترین مصرف مدارسِ عربیہ کے طلباء ہیں جہاں خرچ کرنے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ قربانی کی کھال یا گوشت قصائی کو بطور مزدوری دینا جائز نہیں اسی طرح کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر، مرمت، رفاہی کاموں، سیاسی جھمیلوں میں لگانا درست نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ — مفتی وشرف عالم

دینی مسائل اور اُن کا شرعی حل

دار الافتاء جامعہ رشیدیہ

کتاب الاضحیہ

بے نمازی کا ذبیحہ

سوال: قربانی کا جانور عام طور پر جن سے ذبح کرایا جاتا ہے وہ نماز وغیرہ نہیں پڑھتے اور پاکی وغیرہ کا بھی خیال نہیں کرتے تو کیا ان کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ ——— علی اصغر ہشت نگری گیٹ پشاور

الجواب

ذبیحہ کے جواز کے لئے ذبح کرنیوالے کا مسلمان ہونا کافی ہے۔ بشرطیکہ ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر تکبیر کو نہ چھوڑا ہو——— صورت مسئولہ میں جبکہ ذابح نے بوقتِ ذبح تکبیر پڑھی ہے تو ایسے شخص کا ذبح درست ہے ——— وشرط کون الذابح مسلماً ——— ولا تحل ذبیحة من تعمد ترک التسمیة ——— ردالمحتار ص۲۱۰ ج۵

قربانی کے جانور کے دودھ اور اُون کے استعمال کا حکم

سوال: قربانی کے لئے خرید کردہ گائے دودھ دیتی ہے اس کا دودھ استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟ اور اسی طرح قربانی کے دنبے یا چھترے کی اون کاٹ کر استعمال کرنا درست ہے؟

——— راغب مامون اسلام آباد

الجواب

۱: اگر قربانی کا جانور گھر میں چارہ وغیرہ کھاتا ہے تو اس کا دودھ استعمال میں لانا جائز ہے اور اگر جانور باہر چر کر گذارہ کرتا ہے تو اس کا دودھ استعمال میں لانا مکروہ ہے۔ اگر دودھ دوہا تو اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے جانور کا دودھ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر خشک کر دیا جائے اور اگر اس سے جانور

کو تکلیف ہو تو دودھ نکال کر صدقہ کر دیا جائے۔

۲: قربانی سے پہلے اس دنبے یا چھترے کی اون اتارنا یا کاٹنا درست نہیں تاہم اگر کاٹ لیا جائے تو اس اون کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ البتہ ذبح کے بعد اون کاٹ کر اپنے استعمال میں لا سکتا ہے اور اگر اس صورت میں اون کو بیچ دیا تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اپنے مصرف میں لانا جائز نہیں۔

ولو اشتری للاضحیۃ یکرہ ان یحلبھا او یجز صوفھا فینتفع بہ ــــ الی ان قال ــــ والصحیح ان الموسر والمعسر فی حلبھا وجز صوفھا سواء ھکذا فی الغیاثیۃ ولو حلب اللبن من الاضحیۃ قبل الذبح اوجز صوفھا یتصدق بہ ولا ینتفع بہ کذا فی الظہیریۃ واذا ذبحھا فی وقتھا جاز لہ ان یحلب لبنھا و یجز صوفھا و ینتفع بہ

(عالمگیری کتاب الاضحیہ ص۳۰۱ ج ۵)

گیابھن گائے کی قربانی

سوال: گیابھن گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گیابھن گائے کی قربانی صحیح ہے لیکن قریب الولادۃ جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ تاہم قربانی ہو جائے گی۔

ان تقاربت الولادۃ یکرہ ذبحھا ــــ (درمختار ج۵ ص...)

سوال: قربانی کا گوشت غیر مسلموں مثلاً بھنگی وغیرہ کو دینا جائز ہے؟ (احمد حسن میانچنوں)

الجواب

قربانی کا گوشت ہدیۃً غیر مسلم کو دینا درست ہے۔ لیکن اولیٰ نہیں۔

وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیہ ای الذمی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ ــــ درمختار ص۲۳ ج۲

نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی

سوال: باپ پر اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (محمد علی عارفوالہ)

الجواب

مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ باپ پر اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی واجب نہیں ــــ ہاں اگر باپ

اپنے مال میں سے اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے قربانی کرے تو اسے اختیار ہے!

ویضحی عن ولدہ الصغیر من مالہ صححہ فی الھدایہ وقیل لا وصححہ فی الکافی قال ولیس للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجحہ ابن شحنہ قلت وھو المعتمد لما فی متن مواھب الرحمن من انہ اصح ما یفتی بہ — الخ (درمختار)

قولہ قلت وھو المعتمد و اختیارہ فی الملتقی حیث قدمہ وعبر عن الاول بقیل ووجہ الطرسوسی بان القواعد تشھد لہ ولانہا عبادۃ ولیس القول بوجوبھا اولی من القول بوجوب الزکوۃ فی مالہ — (ردالمحتار ص۲۲۳ ج۵)

قربانی کی رقم سے مدرس کی تنخواہ دینا

سوال : ایک مولوی صاحب بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں۔ ان کی مقررہ تنخواہ چار صد روپے ہے مگر تنخواہ میں کمی ہونے کی بناء پر قربانی کی رقم یا زکوٰۃ کے روپے سے معلم کو تنخواہ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

——— فضل الٰہی برانچ پوسٹ ماسٹر ۲۹/۴/ ہریال کستوال

الجواب

مدرس کی تنخواہ زکوٰۃ اور قربانی کی کھالوں کی رقم سے بغیر حیلۂ تملیک کے ادا کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا بطور تبرع واجب ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مدرس کو تنخواہ تبرعاً نہیں دی جاتی بلکہ معاوضہ کے طور پر دی جاتی ہے لہٰذا تصدق واجب ادا نہ ہوگا اس لئے جائز نہیں

کذا فی الھدایہ ولو باع الجلد او اللحم بالدراھم او بما لا ینتفع بہ الا بعد استھلاکہ تصدق بثمنہ لان القربۃ انتقلت الی بدلہ ص۴۵۰ ج۴

اور ھدایہ کی شرح عینی میں ہے:

فاذا تمولہ بالبیع وجب التصدق لان ھذا الثمن حصل بفعل مکروہ فیکون خبیثا فیجب التصدق — عینی علی الھدایہ ص۴۵۰ ج۴

اسیطرح زکوٰۃ کی رقم سے بھی تنخواہ دینا جائز نہیں۔ کیونکہ ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک بلا عوض [illegible] اور مدرس کو تنخواہ تعلیم کے عوض دی جاتی ہے!

ولو دفعھا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا۔ درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف ص[illegible] ج۲ وایضا والزکوٰۃ لا یجوز ان تدفع عوضا عن شئی۔ "بنایہ شرح ھدایہ"

مکتوبات تعزیت نامے و پیغامات

① **آستانہ عالیہ قادریہ ڈھڈیاں شریف**

از مولانا عبدالوحید، مولانا عبدالجلیل صاحبان

—— مدرسہ قادریہ!

"اس خبر وحشت اثر سے کیا اثر کروں کہ قلب پر کیا گذری، اور کتنا صدمہ ہوا۔

حضرت اقدس رائپوری قطب الواصلین قدس سرہٗ کے فراق سے عجیب انتشار رونما ہوگیا تھا اور ہے!

اس کے بعد حضرت مولانا فضل احمد صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دھرمکوٹی اور اب شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہم اللہ!

ان حضرات کی خدمت میں حاضری اور پھر وہ مجلس بہشت آئین کی یاد سے جگر کباب اور دیدہ پُرآب ہوا جاتا ہے۔ اگر تمام عالم گشت لگائیں تو اس للّٰہ فی اللہ اجتماع کو کہاں دیکھیں گے؟ وہ فیوض و برکات کہاں پائیں گے!

حضرت شیخ الحدیثؒ کو اللہ تعالیٰ نے جن خصائص سے حضرت اقدسؒ کی نسبت کے صدقے بہت نوازا تھا، وہ اب کہاں! قلب خاشع اور خاضع قلب منیب چھپ چھپ کر ذکر و تلاوت اور پھر رقت! شاید آپ نے دیکھی ہو۔ عجز و انکساری جو حضرت اقدس کی خصوصی نسبت تھی وہ آپ پر ہر وقت طاری تھی تقویٰ طبیعت ثانیہ تھی۔ گوناگوں حالات تقسیم سے پیشتر اور بعد میں پیش آئے مگر تقویٰ پر ذرہ بھر فرق نہ آیا۔

ہمیشہ تنخواہ سے طبیعت پر بار رہتا تھا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے تنخواہ لینے سے انکار کر دیا ہے اب میں بہت ہی آسودہ ہوں اور طبیعت پر اطمینان ہوگیا ہے۔ کبھی بھی اپنے آپ کو نہ شیخ الحدیث سمجھا اور نہ استاد۔ اپنے آپ کو ہمیشہ ہیچ سمجھا جو رحمت الٰہی کے حصول کا ایک سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت تام کر دیں اور اجر جزیل سے نوازیں آمین

② **اسلام آباد**

از: حضرت مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل

مشیر اقتصادیات اسلامی، اسلام آباد

"مجھے یہ سن کر صدمہ ہوا، اور مولانا مرحوم کی بزرگانہ صورت اور متواضعانہ انداز آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگا۔ انہوں نے عمر بھر علوم دینیہ اور خاص طور سے ارشادات نبوی کی تعلیم و تدریس کی خدمات سرانجام دینے کا کام

کیا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت اور ان کی شفقت و مرحمت نصیب ہوئی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامل اُمید ہے کہ "وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ" ان کی شان میں بھی کہا جائے۔ عظم اللہ اجرکم۔ مگر چونکہ ہر انسان کی اس دائمی مفارقت کی حقیقت کو ماننا پڑتا ہے مگر طبعاً دنیا کے غم اور قلبی صدمہ بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے اور دنیا سے کوچ کرنیوالے ہر انسان کے ساتھ تعلق رکھنے والے اعزہ و اقارب، دوست احباب اور دوسرے متعلقین درجہ بدرجہ ایسے حوادث سے متاثر ہو جایا کرتے ہیں مگر اس کا عقلی اور شرعی علاج یہی ہے کہ رضائے الٰہی ہو۔ اور صبر و استقامت سے کام لیا جائے۔ آپ جیسے صاحبانِ علم و فضل کے سامنے تعزیت و تسلیہ کے کلمات اور صبر کی تلقین پند بہ لقمان والی بات ہے۔ مگر ارشادِ نبوی "من عزّٰی مصاباً فله مثل اجره" کے مطابق تعزیت و تسلیہ کے یہ چند کلمات لکھ دیئے ہیں۔ ——————

⑷ اِنگلستان

از: محترم محمد اقبال صاحب
اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

بعد آداب و تسلیمات کے عرض ہے کہ احقر بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہے۔ اور اُمید قوی ہے کہ آپ بھی بخیر و عافیت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تندرستی عطا فرمائے اور دینِ قیم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

آنجناب کی طرف سے ارسال کردہ ماہنامہ الرشید برابر وصول ہو رہا ہے۔ الحمد للہ ماہنامہ میں عقیدۂ ختمِ نبوت اور منکرینِ صحابہ نیز اہلِ بدعت کے الزامات کا تعاقب اور دفاع کے سلسلہ میں گرانقدر مضامین شائع ہوتے ہیں جس سے کافی استفادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے۔

گذشتہ دنوں اخبارات کے ذریعے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے احقر نے نہ ان کی زیارت کی ہے نہ استفادہ کا موقعہ ملا۔ البتہ رفیقِ محترم حضرت مولانا محمد اسلم صاحب کی زبانی ان کے تقویٰ و خشیت، طبیعت اور علمی مقام سے متعلق گفتگو ہوتی رہی ہے جس سے احقر کو شوق بھی تھا کہ جب بھی پاکستان کا سفر ہوگا انشاء اللہ زیارت کروں گا۔ مگر ہمارے آنے سے پہلے ہی وہ جا چکے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور آخرت کی ساری منزلیں آسان فرمائے!

حضرت مولانا فضل احمد صاحب فاضلِ دیوبند مہتمم جامعہ ھذا۔
اور مولانا شریف احمد طاہر معاون "الرشید" سفرِ حرمین شریفین پر حج کرنے گئے ہیں!
مدیر الجامعہ بیمار رہتے ہیں —— احباب دعائے صحت فرماتے رہیں۔ (ادارہ)

○ مولانا سید سلمان شاہ صاحب امروہوی

تاریخ وصال اور منظوم مرثیہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

"میں آپ کو وہی تعزیت لکھتا ہوں جو ایک اعرابی نے حضرت عباسؓ کے وصال پر حضرت ابن عباسؓ کو پیش کی تھیں!

اصبر نكن بك صابرين فانما   صبر الرعية بعد صبر الرأس

خير من العباس اجرك بعده   والله خير منك للعباس

○ مولانا محمد نافع صاحب جامع محمدی شریف جھنگ

"موت العالِم، قحط الرجال ہے۔ نیابت پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔

○ قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ ملتان

"حضرتؒ کی موت علم کی موت ہے، عمل کی موت ہے اور استقامت کی موت ہے!"

○ مولانا سعید الرحمان علوی (چٹان)

"مصیبت صد مصیبت کہ بادہ کش تھے پرانے اٹھتے جاتے ہیں، میدان خالی ہو رہا ہے!
اللہ کریم رحیم، رحم و کرم فرمائے"

○ صدر و ناظم جمعیۃ علماء اسلام (بلوچستان)

"قال اللہ قال الرسول پڑھانے والے سچے عاشقِ رسول، مجاہد فی سبیل اللہ دار الفناء سے دار البقا چل دیئے!"

○ گرامی قدر مولانا عبدالشکور دین پوری مدیر مجلس تحفظ حقوق اہلسنت پاکستان

"حضرت شیخ الحدیث سراپا اخلاص، عالم باعمل، متقی اور طلباء کے سرپرست تھے۔ یہ صرف آپ کے خاندان یا جامعہ ہی کا صدمہ نہیں بلکہ موت العالِم موت العالَم ہے۔ پوری جماعت اور محترم ناظم اعلیٰ کی طرف سے اظہار تعزیت ہے۔

○ صدر تنظیم اہلسنۃ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی ناظم سوادِ اعظم و جنرل سیکرٹری انٹرنیشنل تحفظ ختم نبوت مشن

"پاکستان سے لیکر سعودی عرب اور غیر ملکی احباب آپ کے غم میں شریک ہیں!
خاندانی سانحہ کے ساتھ پوری علمی برادری کا حادثہ ہے۔ ادارہ کیلئے ناقابل برداشت المیہ ہے!
آہ ہمارے شیخ الحدیث و استاذ! ~ رفتید ولے نہ از دلِ ما

○ مولانا محمد زکریا مجاہد کراچی ایم۔ پی۔ اے (سندھ)

"استاذِ محترم اعلیٰ جامع صفات و کمالات اور خوبیوں کے مالک تھے۔ جن کی تلافی ناممکن ہے!
آپ کی شخصیت یکتائے زمانہ تھی۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ:
~ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

○ مولانا محمد اجمل خطیب لاہور امیر جمعیۃ علماء اسلام

"حضرت مفتی صاحبؒ تقویٰ و ورع میں نمونۂ اسلاف تھے۔ اپنی گوناگوں صفات کے باعث مستقل ادارہ، اپنی ذات میں ایک انجمن اور علمی تحریک اور اکابر کی علامت تھے!
~ اب ڈھونڈ انہیں چراغِ رُخِ زیبا لیکر

○ مولانا عبدالعزیز چشتی (مکہ مکرمہ)

"حرم پاک میں وفات حسرت آیات کی خبر وحشت اثر سن، مولانا مرحوم کے لئے طواف کئے، قرآن خوانی ایصال ثواب، مقامات مستجاب الدعوات پر ادعیہ صالحہ کی گئی"

○ حافظ محمد رفیق انور (مدینہ منورہ)

"آپ ہمارے بزرگوں کی یادگار اور رائپوری خاندان کی آخری نشانی تھے۔
حرم نبوی میں دعائیں کی جارہی ہیں"

○ مولانا عبداللطیف جہلم (تحریک مدح صحابہ)

"مرحوم کی شخصیت، علم وعمل وتعلیم میں ممتاز تھی۔ آپ اسلاف کا نمونہ مسلک میں متصلب فی الدین پیکر صدق وصفا تھے!

○ سید امین گیلانی (قومی شاعر)

"تعزیت کے لئے الفاظ نہیں۔ حیراں ہوں، کیا لکھوں!
آہ ع شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک۔

○ سید طیب ہمدانی (قصور)

"حضرت استاذ کی تعلیمات و تربیت اخلاق، خیر المدارس جالندھر اور میانوالی جیل کی رفاقت معہ قاری لطیف اللہ شہیدؒ یاد آرہی ہیں!

○ مولانا اللہ یار ارشد خطیب ربوہ

"حضرت استاذؒ نے ہم کو تحریک ختم نبوت کا رضا کار بنایا اور فتنۂ قادیانیت کے خلاف مستعد و تیار کیا۔

○ علامہ خالد محمود (پی ایچ ڈی)، فرماتے ہیں!

"حضرت شیخ الحدیث صحیح محدث ہونے کے علاوہ فقیہ العصر تھے۔ اور اپنے استاذ مولانا خیر محمدؒ کے علوم کے وارث تھے۔ اکابر علماءِ حقانی و مشائخ ربانی کے باقیات صالحات سے تھے!

○ مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ۔ (ایم۔پی۔اے)

حضرت ختم نبوت کے مجاہدین میں نہایت حساس بزرگ تھے۔ مسائل ختم نبوت و حیات مسیحؑ طلبہ کو خوب سمجھاتے اور فرقہ مرتدہ کے خلاف جہاد کرتے تھے۔

○ علامہ جعفر قاسمی چنیوٹ سے برقی تعزیت کرتے ہیں!

○ احباب و اقارب کراچی کے برقیات اور تعزیتی فون آتے ہیں۔

○ برادر گرامی حضرت مولانا عبید اللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور ٹیلی فون پر تفصیلی تعزیت کرتے ہیں!

○ مولانا وحید قاسمی دیوبندی (دہلی)

مولانا وحید قاسمی دیوبندی دہلی سے سید امین گیلانی کی معرفت طویل تعزیت نامہ میں فرماتے ہیں:

"فاضل رشیدی کے برادر بزرگ کے سانحہ رحلت کو پڑھ کر دل و دماغ پر بجلی گری۔ بہت دیر تک فاضل حبیب اللہ سامنے کھڑے منظر کرتے رہے۔ اور ان پر جو گذری وہ کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اعطی ولہ ما اخذ۔"

○ مولانا گلزار احمد مظاہری رئیس جمعیۃ اتحاد العلماء پاکستان، رئیس مجمع العلماء لاہور

"حضرتؒ تو میرے والد ہی تھے اور خصوصی کرم فرما۔ میں چار لفظ انہی کی برکت اور فیض سے پڑھ سکا اور دینی کاموں میں انہی کی وجہ سے لگا ہوا ہوں"

حضرات مشائخ و علماء ملت جو تعزیت کیلئے تشریف لائے

- خصوصاً امیر مجلس ختم نبوت حضرت مولانا خان محمد صاحب مد ظلہ سجادہ نشین کندیاں۔
- میاں محمد اجمل صاحب قادری ——— لاہور
- مولانا مفتی فضل الرحمان صاحب ——— ڈیرہ اسماعیل خان
- مولانا محمد ضیاء القاسمی ——— فیصل آباد
- مولانا زاہد الراشدی ——— گوجرانوالہ
- جانشین امیر شریعت و ابناء حضرت بخاریؒ اور رسائل و جرائد کے حضرات متعلقین اور حسرت و یاس

غیر ملکی احباب میں ——— میاں شاہ محمد عبد الستار صاحب (کینیڈا) مولانا عبد الحق ایم۔ اے دار العلوم دیوبند ڈاکٹر یحیٰی صاحب (ریاض) اراکین مدرسہ عربیہ اسلامیہ اپرہ (انڈیا) اور حضرات علماء مظاہر العلوم قرآن خوانی ایصال ثواب اور ادعیہ میں یاد فرماتے ہیں۔

- دار العلوم، جامعات، مدارس کے علاوہ مختلف اداروں انجمنوں، جماعتوں متعدد طبقات کے تعزیت نامے بے شمار موصول ہو رہے ہیں۔ جن کا فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے۔

میں ایک مرحوم کا برادر صغیر، حبیب اللہ خادم جامعہ رشیدیہ۔ اور ابناء مرحوم عبید اللہ (لاہور) ملیح اللہ (ساہیوال) نیز برادر زادے قاری لطف اللہؒ اور ہمشیرگان کی اولاد و بنات جملہ حضرات کیلئے شکر گذار ممنون کرم و اخلاق۔ خصوصاً مدارس عربیہ کے منتظمین، اساتذہ و طلبہ کے احسانمند اور دعا گو ہیں جنہوں نے حضرتؒ کے لئے قرآن خوانی کرتے ہوئے ایصال ثواب میں حصہ لیا اور ادعیہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے اور حضرت کی روح طیبہ کو ثواب و سلام پہنچائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

[illegible] اساس علی التقویٰ دیکھنا ہو تو مدرسہ رائے پور جالندھر میں حضرت

کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد صالح رائے پوریؒ کو دیکھئے۔ اور تذکرۃ الرشید پڑھیے

ب: اہتمام اول کیلئے حضرت مولانا فضل احمد رائے پوری پر نظر ڈالیئے!

ج: افتاء کا منصب دیکھنا چاہو تو تحریک ریشمی رومال کے گمنام فقیہ

مفتی فقیر اللہ رائے پوریؒ کی باتیں سُنیئے!

د: استاذ و شیخ کی مسند دیکھنی ہو تو مولانا عبد العزیز رائے پوریؒ کے سجادہ کی زیارت کیجئے!

ہ: تفسیر قرآن۔ تعلیم حدیث۔ تدریس فقہ کے علوم سے استفادہ کرنا چاہو تو

مولانا محمد عبد اللہ رائے پوریؒ کو تلاش کیجئے!

و: جہاد و تحفظ ختم نبوت کا مسئلہ سمجھنا ہو تو قاری لطف اللہ رائے پوری کو آواز دیجئے

ز: شہادۃ فی سبیل اللہ کے مناظر دیکھنے کی جرأت ہو تو قاری بشیر احمدؒ اظہر رفیق

[illegible] بروز ہفتہ جمعہ کی صبح مشن کے سامنے مرزائیوں کے معبد مرتدوں کے قتل کا [illegible]
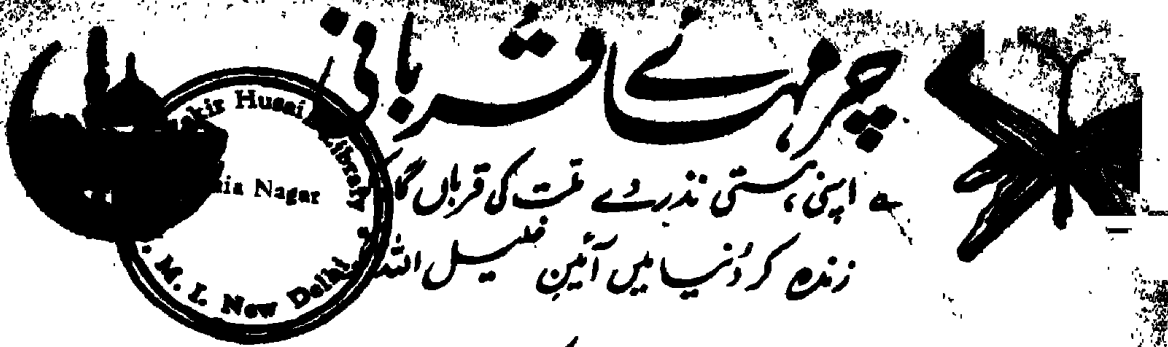
چرمہائے قربانی

اپنی ہستی نذر دے ملت کی قرباں گاہ پر [illegible]
زندہ کر دنیا میں آئینِ خلیل اللہ [illegible]

جامعہ رشیدیہ کا پیغام پڑھئے! الیقین جانئے کہ ہم خدامِ رشیدیہ کا مسلک و نظریہ یوں ہے

کہ اگر توحید و ختمِ نبوت و مقامِ رسالتؐ و صحابہؓ کیلئے ہمارے جسم کے چمڑے کام آسکیں،

تو ہم عہد کرتے ہیں کہ دینِ محمد کی تبلیغ اور احیاءِ اسلام اور تعلیم قرآن، حدیث و فقہ

کیلئے ہماری کھالیں حاضر ہیں! "واللہ علی ما نقول وکیل شہید"

آپ بھی ایسا ہی فیصلہ کرتے ہوئے کم از کم یہ قربانی کریں کہ اپنے جانوروں کی قربانی کے بعد

چرمہائے قربانی طلبۂ رشیدیہ کیلئے وقف اور جمع فرما کر براہِ راست مدرسہ پہنچا دیں یا ان کی

قیمت مدرسہ میں صدقہ کریں۔ انشاء اللہ آپ کی قربانی براہِ راست طلبۂ کرام مہمانانِ نبویؐ کے طعام

میں داخلِ حسنات ہوں گی!

زراہِ مخلصی ہر کس کہ بے منت قدم دارد
بہر گامے کہ بردارد از و پائے زما چشمے

جملہ مراسلات بنام

فاضل حبیب اللہ رشیدی
مدیر "الرشید" و ناظم اعلیٰ
جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال (پاکستان)

نقشہ منظہر تقسیم اسباق درجات السنۃ شرقیہ و اسلامیات جامعہ رشیدیہ ساہیوال شوال ۱۴۰۵ھ

ساعات	حضرت مولانا سید عبدالکریم شاہ صاحب ناظم تعلیمات	حضرت مولانا حافظ محمد صدیق صاحب استاذ حدیث	حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فخر استاذ حدیث	حضرت مولانا احمد حسین صاحب مجاہد استاذ حدیث	حضرت مولانا غلام رسول صاحب ربانی استاذ حدیث	حضرت مولانا پیرجی عبدالعلیم صاحب ناظم جامعہ	حضرت مولانا مطیع اللہ صاحب رشیدی نائب ناظم جامعہ
۱	•	•	بخاری شریف جلد ۱	مختصر المعانی	•	•	•
۲	بخاری شریف جزء ۲	ترجمہ قرآن مجید درجہ خامسہ	صدرا و حمد اللہ	نسائی شریف بعدہ موطین شریفین	جلالین شریف جزء ۱	•	•
۳	شرح جامی	•	امور عامہ و تصریح و درمختار	ہدایہ ثالث کامل	شمائل ترمذی شریف بعدہ ابن ماجہ شریف	•	قدوری شریف کامل
۴	امور نظامت تعلیم	ترمذی شریف کامل	مشکوٰۃ شریف جلد ۱	•	تیسیر المنطق - ایساغوجی - مرقات - قرآت راشدہ	مفتاح القرآن ۱-۲-۳ بعدہ روضۃ الادب	ترجمہ قرآن مجید درجہ رابعہ
بعد از نماز ظہر							
۵	•	کریما بعدہ گلستاں	ابوداؤد شریف	متنبی بعدہ حماسہ	ہدایہ رابع کامل	•	•
۶	مسلم شریف کامل	•	تعاون افتاء	•	شرح تہذیب - نفحۃ العرب	•	—

نوٹ: نسائی شریف و شمائل شریف نقشہ کے مطابق متعلقہ اساتذہ کے پاس بعد العشاء ہوا کریں گی اور متنبی بعد از فجر قبل از وقت مدرسہ ہوا کرے گی! (ناظم تعلیمات)

باقی نقشہ ٹائٹل صفحہ ۳ پر

مؤتمر ابنائے دار العلوم و اخوان دیوبند کا ترجمان

سلسلہ ... حضرت الاستاذ حافظ مفتی فقیہ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ رشیدیہ

ماہنامہ

اَلرَّشِید

شمارہ نمبر ۱۱
ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ

جلد نمبر ۱۳
اگست ۱۹۸۵ء

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبد الرشید ارشد

بنیابت
(مولانا) مطیع اللہ رشیدی

بنظامت
(پیرجی) عبد العلیم رانپوری

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

مقام اشاعت
۳۲ / ۱ے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

سالانہ چندہ ... روپے
فی شمارہ ... روپے

پرنٹنگ
شارع الدین اسلامی
شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

آئینہ مضامین

○ راشدات — مفتی عاطف — ۲
○ اسلامی درسگاہ — مولانا اصغر حسین — ۱۵
○ نامے میرے نام — ادارہ — ۹
○ فتاوی رشیدیہ — مفتی عاطف — ۳۰
○ تعزیت نامہ خیر المدارس — محمد ازہر — ۹
○ اُستاذ محترم — مولانا غلام مرتضیٰ — ۱۲
○ آخری رسول ؐ — مولانا ندوی — ۱۸
○ جنگ آزادی — مولانا عبد الحق — ۲۰

راشدات

ع روشنی پاتی تھی جس سے بزمِ عرفاں اُٹھ گیا

از: مولانا مفتی محمد اشرف عاطف جامعہ رشیدیہ

تاریخ اپنے صفحات میں انسانی فضل وکمال کی بہت سی داستانیں رکھتی ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر پیدا ہوئے جنھوں نے اس کائنات اور انسانی زندگی کے راز معلوم کرنے کی کوشش میں اپنی زندگیاں ختم کردیں۔ بڑے بڑے مناظر ومتکلم ہوئے جن کی دقیقہ سنجیوں، نکتہ آفرینیوں، قوتِ استدلال اور زورِ بیان کا ایک عالم نے لوہا مانا۔ بڑے بڑے مصنفین نظر آتے ہیں جن کی گرانقدر تصنیفات نے صدیوں کے الٹ پھیر اور مرورِ زمانہ کے باوجود بھی اپنی اہمیت نہ کھوئی اور دنیا کے علماء و فضلاء اہلِ دانش وبینش نے سر آنکھوں پر ان کو جگہ دی۔ اسیطرح آسمانِ علم وحکمت پر علم وفضل کے آفتاب جہاں تاب اپنی پوری تابانیوں سے چمکے اور اپنے علم وفضل سے نہ صرف انھوں نے اس دنیا کو روشن ومنور کیا اور اس کی تابناکیوں میں اضافہ کیا بلکہ علم کے حوالے سے نوعِ انسانی کی ہمدردی اور خدمتِ خلق کی لگن ہر وقت ان کو مضطرب کئے رکھتی ہے۔ اور بغیر کسی لالچ ومفاد صلہ وداد کی خواہش وآرزو کے ـــ اپنی دھن میں مگن ـــ اپنے کام سے کام ـــ نہ کسی کی داد وتحسین کے طالب اور نہ ہی خلافِ طبع پیش آمدہ امور پر رنجیدہٴ خاطر ـــ انسانیت اور خصوصاً مسلم ملت کے لئے ایسے لوگوں کی خدمات کا جب بھی ذکر آتا ہے تو نگاہیں عقیدت واحترام سے جھک جاتی ہیں۔ راہِ حق میں ان کی قربانیوں وجانسپاریوں کے آگے سرِ نیاز خم ہو جاتا ہے۔

اسی قافلہٴ حق پیما وحق آگاہ کے ایک فرد، علم وعمل کے شہسوار، دینی علوم میں یکتائے روزگار، ادارہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث، انجمن رشیدیہ کے امیر، فقیہہ عصر مفتی فقیر اللہؒ کے دلدادہ مثل، مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی اور شہید فی سبیل اللہ قاری لطف اللہ مرحوم کے برادرِ کبیر حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ ہم سے رخصت ہو گئے!

ے آج لو وہ بھی چراغِ قوم وملت گُل ہوا　　روشنی پاتی تھی جس سے بزمِ عرفاں اُٹھ گیا

گر موت وحیات کا چولی دامن کا ساتھ ہے جو یہاں پیدا ہوا اور جی رہا ہے ایک دن اس کا کوچ کر جانا یقینی ہے لیکن اللہ کے بعض بندے جو اپنی ذات میں خیر وبرکت کا ایک منبع ہوتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ایمان کے بجھے ہوئے ذرات میں تازگی پیدا ہوتی ہے جن کا قرب واتصال دلوں میں ذوقِ عمل اور تعلق باللہ کی امنگ

بیدار کرتے۔ ان کا اس دنیا سے کوچ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خیر و برکت کا ایک سلسلہ ہم سے منقطع ہو گیا۔

آج جامعہ رشیدیہ اُداس اُداس سا ہے۔ جامعہ کے ناظمِ اعلیٰ مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب دلفگار اور اشکبار ہیں۔ اس ادارے کو تعلیمی ترقی کے بامِ عروج تک پہنچانے میں ان کے دستِ راست ان سے بچھڑ گئے۔ انکے مشیر و ہمدرد، ان کے بڑے بھائی ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گئے۔ اور وہ اس جُدائی پر آنسو بہاتے ہوئے گویا یوں کہہ رہے ہیں: ؎ اشکو الی اللہ لا الی الناس اننی

اری الارض تبقی والاخلاء تذھب

؎ الٰہی فرقتِ محروم میں کیونکر بسر ہو گی نہ صدمہ دل سے اُٹھتا ہے نہ دل صدمہ اٹھاتا ہے

حضرتؒ کا حسب و نسب، میلاد و وفات وغیرہ تو حضرت مولانا کی سوانح سے متعلق دیگر مضامین آپ پڑھیں گے۔ مجھے تو حضرتؒ کی چند خصوصیات کا اس محل میں تذکرہ کرنا ہے۔

حضرتؒ کی سب سے بڑی خصوصیت بے نفسی و سادگی تھی ـــــ اس عُجب و غرور اور تعلی و تکبر کے دور میں حضرت مولانا کو یہی سادہ لباس، کپڑے کی گول ٹوپی، سادہ سفید کپڑے کا لمبا کُرتا اور ایک معمولی تہ بند، اسی طرح کا رومال یا چادر کندھے پر، پاؤں میں معمولی سی چپل۔ یہی سادہ لباس چاہے حضر ہو یا سفر ـــ چاہے سفرِ حج ہی کیوں نہ ہو ـــــ دوسروں کا ادب اتنا کہ فوراً گویا زیرِ زمین ہو جانا۔ کبھی مجلس میں ممتاز جگہ نہیں بیٹھتے تھے۔ اگر بزرگوں کی مجلس ہوتی تو سب سے پیچھے بیٹھتے۔ گفتگو میں کبھی زبان سے ایسا لفظ منہ سے نکلتے نہیں سنا جس میں انانیت یا تعلی و تکبر ہو۔ اگرچہ آپ کی زبان علمی جواہر پاروں کی گوہر بار تھی لیکن کبھی بھی الفاظ کو اردوئے معلیٰ کی پٹیاں نہیں چڑھائیں۔ عام فہم اور سادہ لیکن علم و حکمت سے بھرپور گفتگو فرماتے۔ یہ تواضع و انکساری کا جوہر اللہ نے آپ میں ابتداء ہی سے سمو دیا تھا۔ اور یہ تواضع کیوں نہ ہوتی؟ شاخِ بے ثمر سر اٹھائے اکڑی رہتی ہے تو میوہ دار شاخ کا سر روز افزوں جھکتا ہی جاتا ہے۔ عالم میں تکبر کی جگہ تواضع ہو تو اسکی عزت گھٹتی نہیں بڑھ جاتی ہے!

چڑھتی جوانی کا دور اور علمی ذوق و شوق مزید برآں ذہانت و فطانت ایسے میں سنداتِ عالی کے حصول کا شوق ایک فطری چیز ہے۔ ادھر دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور اشاعتِ علم کی جولانیوں پر تھے ہر صاحبِ ذوق و شوق ان علمی مراکز کی طرف کشاں کشاں جاتا اور اپنی علمی پیاس بجھاتا۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کا طوطی بولتا تھا۔ مولانا ابراہیمؒ بلیاوی، میاں اصغر حسینؒ صاحب کی شہرت نصف النہار پر تھی۔ ادھر مظاہر علوم میں مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مولانا عبدالرحمان کاملپوری اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہم اللہ ایسے

یکتائے روزگار اپنے علم کا بازار گرم کئے ہوئے تھے ——— لیکن یہ دوہی صفت طلبگارِ علم باوجود تمام تر تعلقات کے اپنے شفیق استاذ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ پر ہی اکتفا کرتے ہوئے انہیں کے پاس دورۂ حدیث کی تمام کتابیں پڑھتے ہیں۔ یہ صرف انکساری اور کسرِ نفسی ہی کی شان ہے جو حضرت مولانا کے نام کو ہمیشہ بلند و بالا رکھیگی!

بیعت کے سلسلہ میں بھی شاید یہی چیز کارفرما ہو کہ نظرِ انتخاب رائپور کی خانقاہ پر پڑی۔ جہاں نہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ تھا اور نہ ہی درس و تدریس کا کام۔ شہروں اور بستیوں سے دُور دریائے جمنا کے کنارے چند کچے مکان جہاں صرف اللہ اللہ کی صدائیں گونجتی تھیں شاید اسی مناسبت سے حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی جن کا طُرّۂ امتیاز ہی اپنے آپ کو مٹانا تھا۔

حضرت مولاناؒ کا ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ اپنے بزرگوں اور اسلاف سے حد درجہ کی عقیدت و محبت رکھتے مستزاد یہ کہ بزرگانِ ملت بھی حضرت مولاناؒ پر اعتماد فرماتے تھے ——— باوجود رائپور میں سینکڑوں حفاظ کے رمضان میں قرآن کریم حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ ہی سنایا کرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ قیامِ پاکستان تک جاری رہا۔

جو فقہی مسئلہ درپیش ہوتا حضرت مولاناؒ ہی سے پوچھا جاتا۔ خانقاہ میں کسی کتاب کے پڑھانے یا استفادے کی ضرورت ہوتی حضرت رائپوریؒ حضرت مولانا عبداللہ صاحب ہی کو فرماتے۔ چنانچہ مولانا سعید احمد رائے پوری خلف الرشید شاہ عبدالعزیز رائپوریؒ مدظلہٗ کے لئے حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ نے حضرت مولاناؒ کو ہی مشکوٰۃ شریف پڑھانے کا ارشاد فرمایا تھا۔

اکابرینِ تبلیغی جماعت سے تعلق کا اندازہ اس سے لگا لیجئے کہ اگرچہ پورے ملک میں تبلیغی طرزِ فکر کے مدارس کی کمی نہیں خاص کر مفتی زین العابدین صاحب کا مدرسہ اور اس میں ملک کے مایۂ ناز عالم حدیث شریف پڑھاتے ہیں لیکن رائیونڈ سے دورۂ حدیث پڑھنے کے لئے طلباء کی جماعت جامعہ رشیدیہ ہی آتی رہی اور یہ سلسلہ آپ کی حیات تک قائم رہا۔ حضرت مولانا ویسے تو عام مجلس میں اور مجلس درس میں باغ و بہار ہوتے تھے۔ نہایت خندہ پیشانی سے بات سمجھاتے اور جواب دیتے لیکن اگر کہیں کسی طالب علم سے حماقت یا بے فکری میں کسی بزرگ کی شان میں کوئی کلمہ توہین نکلتا تو حضرت مولانا ضبط نہ رکھ سکتے، فوراً سزا دیتے اور بیشتر نتیجہ اس طالب علم کے اخراج پر نکلتا تھا۔

آپ کا درس مشکوٰۃ بہت مشہور تھا۔ آپ کی درسی تقریر حشو و زوائد سے پاک نہایت جچے تلے افادات پر مشتمل ہوتی مستزاد یہ کہ تکلم کی شیرینی لہجے کی تمکنت، بیان و اَدا کی فصاحت و بلاغت، اور آواز کی کھنکدار لطافت سے درس کی تقریر یوں لگتی جیسے منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں۔ حدیث پڑھاتے تو اس میں ڈوب جاتے یہ سب کچھ حدیث نبوی کیساتھ حضرت مولانا کا ذوق و شوق اور عقیدت و احترام کے تعلق کی بناء پر تھا۔

حضرتؒ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اپنے معمولات پر سختی سے کاربند ہوتے۔ تلاوت قرآن کریم۔ تہجد

باقی ص ۲۹ پر

ایک عظیم سانحہ

ہفت روزہ ختم نبوت نے لکھا
(کراچی)

پچھلے کئی ماہ سے اہلِ حق کو کئی صدمات اور حادثات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ ابھی جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کا غم تازہ تھا کہ بھارت سے دار العلوم دیوبند کے نائب مہتمم اور روحِ رواں حضرت مولانا محمد عثمان صاحبؒ کی وفات کی اطلاع ملی جو یقیناً بہت بڑا صدمہ ہے۔ اس کے بعد رمضان المبارک کے آخر میں مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب رائپوریؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدیؒ کے بڑے بھائی اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب بھی داغِ مفارقت دے گئے

انا للہ وانا الیہ راجعونؕ

حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ ہمہ صفت اوصاف عالمِ دین اور علم وعمل میں اپنے مرحوم اسلاف کا کامل ومکمل نمونہ تھے۔ ان کا کردار ان کی گفتار، ان کی عادات واطوار، ان کا لباس ان کا اٹھنا بیٹھنا، ان کا چلنا پھرنا، ان کے معاملات ان کی عبادات غرض ان کی پوری زندگی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ وہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ " انما یخشی اللہ من عبادہ العلماءؔ " اور حدیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام " العلماء ورثۃ الانبیاءؔ " کا صحیح مصداق تھے!

جامعہ رشیدیہ ہمارے ملک کی صفِ اول کی دینی درسگاہ ہے۔ جہاں سے فارغ ہونے والے علماء علم وعمل کی بلندیوں اور رفعتوں کو چھونے کیساتھ ساتھ جذبۂ جہاد سے بھی سرشار رہتے ہیں۔ یہ جامعہ ملک میں چلنے والی ہر دینی تحریک کا مرکز رہا ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰؐ میں جامعہ رشیدیہ ہمیشہ اوّل دستے میں رہا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے پر جامعہ رشیدیہ کو جائیداد کی ضبطی کا وار بھی سہنا پڑا۔ بہرحال جامعہ کو ملک اور بیرونِ ملک جو عظیم مقام حاصل ہے اس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی کوششیں اور دُعائیں شاملِ حال ہیں۔ مرحوم کے فیضیافتہ شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی ہے جو صرف اندرونِ ملک ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اشاعتِ اسلام اور دینِ حقہ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں!

حضرت شیخ الحدیثؒ کو عقیدۂ ختم نبوت سے بھی والہانہ لگاؤ تھا۔ اسی لگاؤ اور تعلق کی وجہ سے مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن ہونے کے علاوہ مجلس کے مرکزی نائب امیر کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ ان کی وفات سے جہاں جامعہ کو بہت بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا وہاں اس قحط الرجال کے دور میں پوری ملتِ اسلامیہ کے لئے بھی ایک عظیم سانحہ ہے!

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین۔

تعزیت نامہ

محمد ازھر

خیر المدارس

اُستاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبد اللہ نور اللہ مرقدہٗ

شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

●●●

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث اور اسلاف کی آخری یادگار استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبد اللہ رائے پوری (نور اللہ مرقدہٗ) بھی ہمیں داغِ مفارقت دے کر خدا تعالیٰ کی رحمتوں میں جا بسے ——

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو آپ کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع نے دل و دماغ کو ماؤف کر دیا، آج ہم ایک متقی عالم دین درویشِ خدامست تواضع و عبدیت کے پیکر اور خلوص و للٰہیت کے نمونہ سے محروم ہو گئے ——

حضرت مرحوم شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے مایۂ ناز شاگرد حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ قحط الرجال کے اس دور میں آپؒ کا وجود بسا غنیمت اور اہل علم کے لئے مرجع تھا۔ آج جب کہ ملک علم و عمل اور شریعت و سلوک کی جامع شخصیات سے تقریباً خالی ہو چکا ہے، حضرت مولاناؒ کی رحلت کا صدمہ دوچند ہو گیا ہے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

آپؒ کے مبارک حالات کے اجمالی تذکرہ سے پہلے یہ حسنِ اتفاق قابلِ ذکر ہے کہ آپؒ ماہِ رمضان المبارک ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ کو اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے اور اسی مقدس مہینے کی ۲۷ تاریخ (۱۴۰۵ھ) کو اس فانی دنیا کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ ع

اتنے مختصر وقت میں آئے اور چلے گئے

آپؒ نے حفظِ قرآن مجید کے بعد ابتدائی کتابیں مدرسہ رشیدیہ رائے پور میں اپنے والدِ گرامیؒ سے پڑھیں۔ متوسطات کی تعلیم مخدوم العلماء حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ (چک الٰہی) سے پائی، مشکوٰۃ شریف اور آثار السنن بھی حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ سے پڑھیں، مگر علوم عقلیہ و نقلیہ کی مکمل تعلیم، صحاح ستہ اور فنون کی تکمیل اور ان پر مکمل عبور اور استعداد برصغیر کے نامور ہستی جامع المعقول والمنقول عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر حاصل کی۔

استاذ محترمؒ سے محبت و تعلق کا اندازہ اسی سے لگا جا سکتا ہے کہ آپؒ نے دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور جیسے مشہور مدارس میں تعلیم کی بجائے استاذ مرحوم کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔ جو کچھ حاصل کیا، یہیں سے کیا اور "یک در گیر محکم گیر" کی ایک مثال قائم کر دی۔

نامور استاذؒ کو اپنے قابلِ فخر شاگردؒ پر کس قدر ناز تھا؟ اس کے لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کا یہ جملہ ہی کافی ہے کہ "میں نے اپنی زندگی میں دو شاگرد پیدا کئے ہیں ایک مبلغ، دوسرا مدرس، مبلغ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مدرس حضرت مولانا محمد عبداللہؒ"۔ اللہ اکبر، ہزاروں تلامذہ کے روحانی مربی و استاذؒ جس کی نگاہِ شفقت اور آغوشِ تربیت نے مٹی کے ذرات کو آسمانِ علم کے ستاروں میں جگہ دے دی اور سینکڑوں اساتذہ، مدرسین، اہلِ علم جس کے فیضِ تربیت سے ہزاروں کے لئے باعثِ رشک بن گئے۔ اس ہستیؒ نے اپنی طرف تلمذ کی نسبت کے لئے جن دو گوہر ہائے آبدار کا انتخاب کیا اُن میں ایک حضرت مولانا مرحوم و مغفور تھے۔

حصولِ مال و جاہ کی اس مسموم فضا میں آپؒ کی زندگی زہد و تقویٰ اور صبر و قناعت کا عجیب نمونہ تھی۔ گرانی کے اس زمانے میں آپؒ کا مشاہرہ صرف -/۴۰۰ روپے تھا ان میں بھی ڈیڑھ دو سو ہر ماہ مدرسہ کو واپس فرما دیتے کہ میں مرض کی وجہ سے اتنے دن سبق نہیں پڑھا سکا۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا منظور احمد صاحب راوی ہیں کہ حضرت مرحوم خیر المدارس تشریف لائے۔ واپس جاتے ہوئے سو دو سو روپے دفتر جامعہ میں جمع کروا جاتے کہ یہ مبلغ کی مد میں داخل کر لیا جائے۔ حتیٰ کہ جامعہ کی دعوت پر سالانہ امتحان کے لئے تشریف لاتے تو بھی اس معمول کی پابندی فرماتے۔

جامعہ رشیدیہ سے مرحوم جو برائے نام مشاہرہ لیتے تھے وہ بھی اپنی اہلیہ محترمہؒ کے وصال

کے بعد یہ کہہ کر بند کروا دیا کہ میں اکیلا آدمی ہوں۔ بسر اوقات ہوتی رہے گی۔ کون حساب رکھتا پھرے، قصہ ختم کریں۔" اس کے بعد حسبۃً للہ پڑھاتے رہے۔ پھر اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اپنی طرف سے ہر ماہ مدرسہ کے فنڈ میں کچھ رقم جمع کروا دیتے کہ میں مدرسہ کے کمرہ میں رہتا ہوں، بجلی اور دیگر اشیاء استعمال کرتا ہوں۔ اس کا حساب بھی ضروری ہے۔ آپؒ نے پچاس سال سے زائد عرصہ علوم دینیہ کی تعلیم دی۔ آپؒ کی تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ فیض محمدی جالندھر میں ابتدائی کتب کی تعلیم سے ہوا۔ اس وقت سے جامعہ خیر المدارس کی تدریس اور جامعہ رشیدیہ کے شیخ الحدیث کے منصب تک آپؒ سے ہزاروں تلامذہ نے اکتسابِ فیض کیا جن میں مولانا مفتی زین العابدین، مولانا غلام محمد فیصل آبادی، قاری سعید الرحمٰن راولپنڈی، مولانا محمد شریفؒ جالندھری (مہتمم خیر المدارس) مولانا محمد صدیق صاحب ناظم خیر المدارس، مولانا مفتی غلام قادر، مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری علامہ غلام رسول صاحب، مولانا نذیر احمد صاحب اور مولانا محمد یحییٰ بہاولنگری بہت نمایاں ہیں۔

جب تک علم، عمل اور قال، حال کی صورت اختیار نہ کرے۔ انسان عبدیت کے مقام مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا، اس باب میں عادت اللہ یہی ہے کہ یہ دولت کسی اللہ والے کی خدمت میں رہ کر ہی حاصل کی جاتی ہے۔

حضرت مولاناؒ نے اس منزل تک رسائی قطبِ عالم حضرت مولانا سید عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کے فیضِ صحبت سے پائی۔

حضرت اقدس رائے پوریؒ کی طرف سے مجاز بھی تھے مگر تواضعاً کم ہی لوگوں کو بیعت فرماتے تھے۔ اکثر دوسرے معاصرین کی طرف رجوع کا حکم فرما دیتے۔

آپ کے سانحۂ ارتحال سے جامعہ رشیدیہ کو جو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے اس کا تدارک تو خدائے بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے وہی اس ادارہ کے کارکنوں کی دستگیری فرمائیں گے۔

ہم حضرتؒ کے برادرِ اصغر حضرت مولانا حبیب اللہ مدظلہ فرزندگان مولانا قاری حمید اللہ، مولانا مطیع اللہ صاحبان اور تمام متوسلین و تلامذہ کے غم میں برابر کے شریک اور دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دیں اُن کی قبر پر اپنی رحمتوں کے پھول برسائیں اور متعلقین کو صبر جمیل اور جانے والے مسافر کے مشن کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں — آمین! (ق، عتیق الحق)

پیغامے میرے نام

کتاب التعزیت

المدینۃ المنورہ — **حضرت مولانا سعید احمد خانصاحب (امیر التبلیغ)**

مخدوم ومکرم جناب مولانا حبیب اللہ صاحب ومولانا مطیع اللہ صاحب دامت برکاتہم!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی؟
یہ خبر سن کر کہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرماگئے بہت غم اور صدمہ ہوا۔ حضرات رائپوری نور اللہ مرقدہم کی آخری یادگار تھی وہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ہم ایک بہت بڑی خیر سے محروم ہوگئے۔ تبلیغ والوں کے تو گویا وہ سرپرست تھے۔
ایسا متواضع عالم بندے نے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں انکو ٹھکانا عطا فرمائے اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی قائم کردہ درسگاہ کو اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمائے اور ان کے خلفاء کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دین کی خدمت نصیب فرمائے۔ بندہ اور سب احباب ان کے لئے ایصالِ ثواب طواف اور عمرہ اور قرآن پاک کی تلاوت سے کوشش کریں گے۔ بندہ پر تو بہت شفیق تھے اس لئے بندہ پر ان کا بہت بڑا حق ہے اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان انکو جزائے خیر عطا فرمائے!

فقط والسلام : سعید احمد
مسجد النور باب العوالی، مدینہ منورہ

کوہ مری — **از: بقیۃ اسلاف حضرت مولانا عبد العزیز صاحب مدظلہ رائے پوری**

عنایت فرمایم محترم ومکرم مولانا محمد حبیب اللہ صاحب زید مجدہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مولانا محمد عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پُر ملال کی اطلاع مولوی منظور سلمہ سے معلوم ہوکر صدمہ پہنچا

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں ۔ آپ کو اور ان کے اہل و عیال کو صبر جمیل عطا فرمائیں ۔ یہاں مقیم سب رفقاء نے دعائے مغفرت کی اور ایصال ثواب مرحوم کے لئے کیا ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اجر عطا فرمائیں ۔ احقر بھی احباب سے دعا چاہتا ہے ۔ سب پسماندگان اور متعلقین کے لئے مضمون واحد عرض ہے ۔

والسلام : دعاگو عبدالعزیز عفی عنہ

گوجرانوالہ — شیخ الحدیث حضرۃ مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

من ابی الزاهد

الی محترم المقام حضرت العلام مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج سامی !

یہ اندوہناک خبر سن کر بڑا صدمہ ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں داغ مفارقت دے چکے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ بڑوں کا وجود حسب حدیث " البرکۃ مع اکابرکم " (مستدرک) بڑی برکت ہوتی ہے مرحوم کی علمی اور دینی خدمات جو وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی ہیں ۔ ان کا صدقہ جاریہ اور ان کا زندہ کارنامہ ہے !

ڈنکاسٹر یو۔کے — محمد اسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

میں مورخہ ۵ جولائی کو مانچسٹر گیا ہوا تھا کہ وہاں مولانا امداد الحسن نعمانی صاحب فیصل آبادی سے مولاناؒ کے پردہ فرمانے کی خبر سن کر نہایت افسوس ہوا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت یہ خبر میں نے اسوقت سنی جب میں ایک مجلس میں مولانا اور جامعہ رشیدیہ کے متعلق باتیں کر کے اپنی روح کو تسکین دے رہا تھا ۔ الحمد للہ آج تک مولانا کے حوالے سے تقویٰ اور پرہیزگاری کی باتیں کر چکا ہوں اور اس مقابل پر کسی سے کوئی بات نہیں سنی ۔ ناظم صاحب سے سلام مسنون

بریڈفورڈ یو۔کے — حافظ الیاس احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا صاحبؒ کی دینی خدمات محنت اور خلوص ، للہیت اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے رات دن محنت اور کوشش رہی ہیں ۔ آہ اب مدرسہ ان کی برکات اور دعاؤں سے محروم ہوگیا ۔

ہندوستان — مراد آباد **افتخار فریدی**

محترم مولانا فاضل حبیب اللہ دام مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحبؒ کی وفات کی غم ناک خبر نے دل بے چین کر دیا۔ حضرت اقدس رائپوری کی نسبت عالی کے حامل اور حُبِ جاہ کے زہر سے اسقدر محفوظ تھے۔ اس نسبت میں حضرتؒ کی جانشینی کا شرف پایا تھا۔ بندہ کا ان سے تعلق چالیس سال سے رہا۔ جب بھی ملنا ہوا یہی محسوس ہوا کہ حضرتؒ سے مل رہا ہوں! مدرسہ رشیدیہ، اہل پاکستان اور عالمِ اسلام کے لئے نقصانِ عظیم ہے۔

اس شعبان رمضان میں مولانا شاہ امان اللہ پھلواری شریفؒ۔ مولانا حفیظ الکبیرؒ، مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ مولانا مستحسن الدینؒ مراد آبادی، مولانا سجاد جونپوریؒ، مولانا مفتی عبد اللہ ملتانیؒ، مولانا عبید اللہ انور لاہوریؒ تشریف لے گئے! ہمارے کئی بزرگ علالت سے دوچار ہیں مولانا ارشد مدنی لندن میں زیر علاج ہیں اسی طرح مولانا عبد المالک جامعی مدینہ پاک میں علیل ہیں!

"الرشید" میں حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ کی مفصل سوانح شائع ہونا چاہیئے۔ اپنے بزرگوں کے حالاتِ زندگی سے ملتِ ہند و پاک کو باخبر کرنا اسوقت تریاق ہے۔ یہ سلسلہ ماشاء اللہ الرشید میں چل رہا ہے۔ اسے اور زیادہ بڑھائیں۔ ماشاء اللہ قادیانیت کے سلسلہ میں "الرشید" کا جہاد بڑا عظیم ہے دل سے دعائیں نکلتی ہیں خدا شہداء ختم نبوت کا خونِ شہادت قبول فرماکر ان دجالوں سے نجات نصیب فرمائے۔

اس دور کے مجدد حضرت شیخ الہندؒ ہیں۔ اسوقت جو بیداری ہوئی ہے وہ ان کے ہی خدام کے ذریعے سے ہی ہوئی ہے۔ الرشید میں مولانا عبید اللہ انورؒ کے ذریعے حضرت میاں اصغر حسینؒ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی جلاوطنی کے بعد کی ملاقات میں جو ایک عظیم تاریخی بات حضرت تھانویؒ کے سلسلہ میں شائع ہوئی تھی وہ بڑی عظیم المرتبت بات ہے جو الرشید کے لئے بڑا شرف ہے۔

اسوقت دینی مدارس کے لئے بڑے خطرات ہیں۔ مظاہر علوم سہارنپور آج کل اس سے دوچار ہے۔ ایک کتابچہ اس کے سلسلہ میں طبع کرا رہا ہوں۔ ارسال کر دوں گا۔ اسے الرشید میں شائع فرما دیں۔ بڑے حضرت رائپوریؒ کے ارشادات، عظمتِ قرآن کا نیا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ دہلی سے اگر مل گیا ہو تو ارسال کر دوں گا اسے بھی الرشید میں دیجئے گا۔

والسلام

آہ میرے استاذ محترم

از: مفتی غلام مرتضیٰ شاہکوٹی
جامعہ اشرفیہ شاہکوٹ

شیخ الحدیث مولانا محمدؐ عبد اللہ صاحب رائپوریؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رائپوری ۲۶ ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بروز اتوار ۱۶ ر جون ۸۵ء کو سورج غروب ہونے سے قبل اللہ کو پیارے ہو گئے۔ استاذ محترم علم و عمل کا پہاڑ تھے۔ علم کے بارے میں یہ بات کہ جب میں مدرسہ رشیدیہ ساہیوال میں شوال المکرم ۱۳۸۲ھ میں درجہ پرائمری میں داخل ہوا تو بڑے مولانا کا ترجمہ قرآن مجید، اور مشکوٰۃ شریف پڑھانے کا شہرہ عام تھا۔ میری دلی خواہش تھی کہ خدا کرے یہ دونوں سعادتیں مجھے بھی نصیب ہو جائیں۔ کیونکہ بقول شاعر

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خدا کے فضل نے میری رہبری کی درجہ حفظ سے فارغ ہونے کے بعد درجہ کتب میں داخل ہوا اور چلتے چلتے جب درجہ خامسہ میں پہنچا تو ترجمہ قرآن مجید پہلے پارہ سے پارہ دس تک بڑے مولاناؒ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جیسے کانوں نے سُنا تھا اس سے بڑھ کر پایا۔ تمام عربی تفاسیر پر حضرت بڑے مولانا قدس سرہ کی نظر تھی روح المعانی، ابن کثیر۔ تفسیر کبیر۔ مدارک۔ خازن۔ تفسیر حسینی۔ بحر محیط۔ تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس اور اردو تفاسیر میں سے بیان القرآن کی بہت تعریف فرماتے۔

مذاہب باطلہ پر جب تنقید فرماتے تو تفسیر پر تفسیر نکال کر دیکھ کر لکھواتے۔ اور حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو بہت ہی عبور تھا۔ بقول شاعر،

؎ ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

میں نے باصرار مثنوی معنوی کے چند اسباق پڑھے تو دوران سبق فرمایا کہ میں نے مثنوی مدرسہ فیض محمدی جالندھر میں مولانا خیر محمد صاحب مرحوم کے حکم سے پڑھائی اور اس کے بعد کبھی مطالعہ بھی نہیں کیا۔ اور پاکستان بننے کے بعد اب تیری خواہش پر پڑھا رہا ہوں۔ اور پھر تصوف کی باریک گتھیاں اسطرح حل فرمائیں جیسے اس فن میں امام ہوتے ہیں۔ مثلاً وحدت الوجود۔ وحدۃ الشہود۔ ہوش در دم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن۔ تنزلات ستہ۔ نظر بر قدم۔ کیونکہ آپ حضرت الشیخ عبد القادر رائپوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ لیکن اخفاء اتنا غالب تھا کہ کسی کو علم نہ ہونے دیتے کہ خلیفہ مجاز ہیں اور ایک دو آدمیوں کے علاوہ کسی کو بیعت نہ فرمایا۔ اور مثنوی کے حل کے لئے حضرت

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی "کلید مثنوی" پر انحصار فرماتے۔ اور "دیوان حافظ" کے بارے میں ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ "عرفان حافظ" حکیم الامتؒ کی اس بارے میں نہایت ہی مفید ہے اور ان دونوں کتابوں کا مطالعہ بغیر ان شروحات کے انسانوں کو گمراہ کر دیتا ہے؛

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

۱؎ ظالم آں قومیکہ چشماں دوختند	وازسخن ہا عالمے را سوختند
۲؎ لقمہ و نکتہ است کامل را حلال	تو نۂ کامل مخورمے باش لال
۳؎ نکتہ ہا چوں تیغ پولاداست تیغ	چوں نداری تو سپر واپس گریز
۴؎ پیش ایں الماس بے اسپر میا	کز بریدن تیغ را نبود حیا

ترجمہ: ظالم ہیں وہ لوگ جو آنکھیں سی لیتے ہیں اور تصوفانہ اصطلاحات بیان کرکے جہان کو تباہ کرتے ہیں یعنی گمراہ کر دیتے ہیں اصطلاحات تصوف نکات عالیہ ہیں کامل کے لئے اس کا پڑھنا، بیان کرنا حلال و جائز ہیں۔ اور ناقص کے لئے ان کو دیکھنا چہ جائیکہ بیان کرنا حرام و ناجائز ہیں۔ یہ اصطلاحات تلوار کی طرح تیز ہیں۔ جب تیرے پاس ڈھال نہیں یعنی دفاع کا سامان نہیں تو اس سے گریز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جو آدمی بغیر ڈھال کے اس تیز تلوار کے سامنے آتا ہے تو تلوار اسکو کاٹ کر رکھ دیتی ہے اور کاٹ دینے میں اس کو شرم نہیں یعنی اسکو گمراہ کر دیتی ہے اور دوزخ کا ایندھن بنا دیتی ہے۔" (ترجمہ از احقر راقم الحروف)

اور مشکوٰۃ شریف کا سبق ہمیشہ باوضو پڑھاتے اور سہ بار درود شریف پڑھنے کے بعد شروع فرماتے اور جس مسئلہ کی تحقیق کرنی ہوتی، کتابوں کا ڈھیر سامنے ہوتا، اور ہر کتاب سے نکال کر صفحہ و سطور تک نوٹ کر والتے۔ اور یہ طرز میں نے کسی جگہ نہیں دیکھا۔ بڑے مولانا مرحوم کا یہ اسلوب علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کے اسلوب کے مشابہ تھا جو کہ ان کے خصوصی شاگرد مولانا مناظر احسن گیلانیؒ رقمطراز ہیں کہ:

"صاحبزادہ آفتاب احمد جو کسی زمانہ میں علی گڑھ اور دیوبند کی روح رواں تھے اور غیر معمولی عنصر سمجھے جاتے تھے جن دنوں علی گڑھ اور دیوبند کی درمیانی خلیج کی وسعت کم ہو رہی تھی تو صاحبزادہ مرحوم کبھی کبھی دیوبند تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شاہ صاحبؒ کے صحیح مسلم کے درس میں شریک ہوئے۔ واپس ہو کر میں نے خود (مناظر احسن گیلانی مرحوم) ان سے سنا کہ آج آکسفورڈ اور کیمبرج کے لیکچر ہال کا منظر میرے سامنے آگیا یورپ کی ان یونیورسٹیوں میں پروفیسر کو جیسے پڑھاتے ہوئے میں نے دیکھا آج ہندوستان میں میری آنکھوں نے اسی نقشہ کو دیکھا۔"

بقول شاعر؛

ہے دلِ روشن مثالِ دیوبند — اور ندوہ ہے کمالِ ہوشمند
اب علی گڑھ کی بھی تم تشبیہہ لو — اک مہذب پیٹ بس اس کو کہو
(اکبر الہ آبادی)

آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دن کے اسباق کے دوران اکثر دیکھنے میں آیا کہ جب کوئی مہمان تعلق والا آتا اور اس سے ملاقات ناگزیر ہوتی تو ملاقات کے ابتداء و اختتام کو نوٹ کر لیتے۔ ماہ کے آخر میں گھنٹوں منٹوں اور سکنڈوں تک کو شمار کر کے مشاہرہ سے اس حساب سے رقم کی کٹوتی کراتے تھے۔

مدرسہ جامعہ اشرفیہ شاہکوٹ کے مستقل ممتحن تھے۔ جب بھی امتحان کے لئے تشریف لاتے مہتمم مدرسہٰذا ان کو یکصد روپیہ کرایہ دیتے اور راقم الحروف اڈہ لاریاں تک بطور مشایعت ساتھ چلتا اور وہاں جاکر فرماتے کہ مدرسہ کے پیسوں میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ شاہ کوٹ تا ساہیوال کا کرایہ کاٹ کر بقیہ پیسے واپس کر دیتے اور فرماتے کہ یہ پیسے مدرسہ میں جمع کروادیں۔

ایک دفعہ ناراض ہو کر راقم الحروف کے نام مکتوب لکھا کہ میں جب امتحان سالانہ پر آتا ہوں تو روٹی بڑی پُرتکلف ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ روٹی کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا میں امتحان لینے کے لئے نہیں آؤں گا۔ میں خود درِ دولت پر حاضر ہوا اور جاکر عرض کی کہ آپ کی روٹی مدرسہ کے خرچ سے نہیں پکتی بلکہ مہتمم مدرسہ مولانا عبداللطیف انور صاحب کے گھر سے آتی ہے اور وہ تو مدرسہ سے مشاہرہ بھی نہیں لیتے۔ بڑے ہی خوش ہو کر دعاؤں سے نوازا اور اسپر مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" کے مصنف کا یہ واقعہ بھی سنایا کہ مولانا کی روٹی گھر سے آتی۔ اسباق سے فارغ ہو کر جب روٹی کھانے لگتے تو ظاہر ہے کہ سالن ٹھنڈا ہو جاتا۔ اپنے خصوصی شاگرد رشید کو حکم دیتے (مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا مرحوم) کہ مدرسہ کے مطبخ کے تنور سے سالن گرم نہ کرنا بلکہ دھوپ میں رکھ کر گرم کرلانا۔ اس پر فرمایا کہ یہ ہمارے اکابر تھے اور ہم کیا ہیں اس کے بارے میں مدرسین کو بڑی احتیاط چاہیئے!

اُولٰئک آبائی فجئنی بمثلہم — اذا جمعتنا یا جریر المجامع

از: حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ
دیوبند

پہلی اسلامی درس گاہ

مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں قائم ہونے والی
پہلی درس گاہ جس کی بنیاد، اخلاص اور تقویٰ پر
اور دینِ حق کی سربلندی کے لیے رکھی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مختلف ذرائع سے مختلف فرقے ایک اولو العزم پیغمبر کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ مدینہ کے مشرکین اور یہودیں جب کچھ مخالفت اور جنگ ہو جاتی تو یہود کہا کرتے تھے کہ ذرا ٹھہر و عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہونے والے ہیں اُن کے ساتھ مل کر ہم تم سے اپنا بدلا لیں گے۔

حج کے ایام میں ایک مرتبہ حضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل اور مختلف اقوام کو پیامِ الٰہی پہنچا کر اپنے مشن کی تکمیل فرما رہے تھے کہ اہلِ مدینہ کی ایک خوش قسمت جماعت سامنے آگئی۔ آپ نے حسبِ عادت اصولِ اسلام پیش کر کے دینِ خداوندی میں داخل ہونے کی رغبت دلائی۔ ان حضرات کے قلوب تو حق تعالیٰ نے نورِ ایمان سے منور ہونے کے لیے مستعد بنا رکھے تھے، باہم کہنے لگے کہ یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا ہمارے ہم وطن یہودی ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ کی تصدیق دل میں جاگزیں ہو گئی اور سات معزز آدمی اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

مدینہ منورہ میں پہنچ کر اُن لوگوں نے دینِ حق کی اشاعت شروع کر دی اور اپنے مقصد میں اچھی کامیابی حاصل کر کے بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔

دوسرے سال حج کے موقع پر ان بزرگوں میں سے پانچ آدمی اپنے ہمراہ دوسرے نئے سات منتخب لوگوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خفیہ طور پر حاضر ہوئے اور یہ بارہ اشخاص اسلام کی ضروری باتوں پر بیعت کر کے رخصت ہوئے واپسی پر آپ نے حضرت مصعب بن عمیر کو (جو خدا اور رسول کی محبت میں تمام مال و دولت چھوڑ کر نہایت فقیرانہ حالت میں قرآن و اسلام سیکھ رہے تھے) ان لوگوں کے ساتھ روانہ فرمایا کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور امورِ اسلام کی تلقین کریں۔

مصعب بن عمیرؓ مدینہ منورہ میں پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ کے مہمان ہوئے اور اُن کے مشورے سے بنی ظفر کے ایک وسیع مکان میں سیدھے سادے مگر اسلامی دنیا کے بہترین مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ مدینہ منورہ کے مسلمان اُن کے گرد جمع ہو گئے اور احکام و مسائل کی تعلیم پانے اور ذوق و شوق سے قرآن مجید یاد کرنے لگے اس مدرسہ کا افتتاح اہلِ مدینہ کے لئے کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ بہت جلد تمام شہر میں اس کی خبر پھیل گئی اور جہاں دینِ حق کے شیدائیوں کی اُمیدوں میں اس خبر نے تازہ جان ڈال دی وہاں مخالفانِ اسلام کی آتشِ بغض و عداوت کو بھڑکا دیا۔

بنی عبدالاشہل مدینہ منورہ کا ایک بہت پرقوت قبیلہ تھا۔ اس کے دو بڑے سرداروں اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ نے یہ شہرہ سنا تو سعد نے اسید سے کہا کہ تم جاکر اس شورش کو موقوف کراؤ اور ان لوگوں کو روکو۔ مجھے اپنے خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہ سے لحاظ آتا ہے ورنہ میں خود جاکر روک دیتا۔ جناب اسید اپنا نیزہ لے کر اُٹھے اور اسلامی مدرسہ پہنچ کر مصعب بن عمیرؓ اور اسعد بنؓ زرارہ کو مصروف تعلیم پایا۔ اسید نے دھمکا کر مصعبؓ سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو ہمارے بھولے بھالے لوگوں کو بہکاتے ہو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت مصعبؓ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ یہ بہتر نہیں کہ آپ ٹھہریں اور ہماری بات سن لیں اگر آپ کو پسند آجائے قبول کریں ناپسند ہو تو ہمیں اپنے پاس سے ہٹا دیں۔ اسید نے کہا ہاں یہ معقول بات ہے اور اُن کے پاس بیٹھ گئے۔

حضرت مصعب اصول و احکام اسلام بیان کرنے لگے اور اُسید قربان ہونے لگے اور کہا کہ یہ تو نہایت اچھا دین اور جلیل القدر مذہب ہے جب تم لوگ اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو۔ مصعبؓ سمجھ گئے اور فرمایا تم غسل کرو اور کپڑے پاک کرو کلمۂ شہادت پڑھو اور دو رکعت نماز۔ اُسید نہایت خوشی اور جوش سے تمام افعال بجالائے اور مسلمان ہو گئے۔ اور کہا کہ میں ایک شخص کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں اب جاکر اس کو بھیجتا ہوں، اگر وہ اس دین داخل ہو جائے تو پھر کوئی تم میں سے علیحدہ نہیں رہ سکتا یہ کہہ کر اُسید اپنی قوم کی طرف لوٹے۔

سعد نے جو منتظر بیٹھے تھے دُور سے دیکھ کر کہہ دیا کہ خدا کی قسم ہے، اُسید کی وہ حالت نہیں رہی جس پر گئے تھے قریب آئے تو پوچھا کہ کہو کیا بات دیکھی۔ اُسید نے جواب دیا کہ میں نے دونوں سے خوب گفتگو کی معلوم ہوا کہ وہ کوئی بے موقع بات نہیں کہتے مگر میں نے افسوس کے ساتھ سنا ہے کہ بنی حارثہ اسعد بن زرارہ کے قتل پر آمادہ ہو کر جا رہے ہیں۔

سعدؓ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور جلد وہاں پہنچنے کے لیے اُٹھے اور آکر دیکھا کہ اسعد اور مصعب دونوں نہایت آزادی اور اطمینان سے کام کر رہے ہیں۔ سعد سمجھ گئے کہ قتل کی خبر بھی بے اصل نہ تھی لیکن اسید کا مقصد صرف مجھ کو یہاں بھیجنا تھا اور اسعد بن زرارہ سے کہا کہ اگر تم کو مجھ سے قرابت کا تعلق نہ ہوتا تو تم مجھ سے اس قدر مروت کی امید نہ رکھتے۔ حضرت مصعبؓ نے اُن سے بھی یہی کہا کہ یہ نہایت آسان بات ہے کہ آپ ہماری بات سن لیں پھر اگر آپ قبول کر لیں تو بہت خوب ہے اور اگر برا سمجھیں تو ہم کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔

سعدؓ بیٹھ گئے تو مصعبؓ نے اصول اسلام سنا کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ سعدؓ کا قلب تو خدا تعالیٰ نے نہایت ہی قابل بنا رکھا تھا۔ سنتے ہی فریفتہ ہو گئے اور اس مبارک مذہب میں داخل ہونے کا طریقہ پوچھا۔ مُصعبؓ نے کپڑوں کی پاکی اور غسل و وضو اور کلمہ شہادت اور دو رکعت نماز کا ارشاد کیا۔ سعد نے بخوبی غسل و وضو کیا کپڑے پاک کئے اور صدق دل سے مسلمان ہو کر نماز پڑھی۔

اب سعدؓ نورِ ایمان سے منور ہو کر حضرت اُسید ساتھ لے کر اپنی قوم کے مجمع میں تشریف لائے اور کہا کہ بنی عبدالاشہل کے لوگو بتلاؤ میری نسبت کیا خیال رکھتے ہو؟ سب کہنے لگے کہ آپ ہمارے سردار ہیں ہمارے

باقی ص ۴۴ پر

آخری رسول اور آخری امت

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

عقیدۂ ختم نبوت پر ایک پُر اثر اور منفرد مضمون جو مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے منفرد اسلوبِ بیان اور ایمان افروز تحریری کاوش کا نتیجہ ہے

خدائے علیم و خبیر کا ارادہ دین اسلام کو نقطۂ کمال پہنچانے اور اس کو ہر دور و دیار کے تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل بنانے میں پورا ہو کر رہا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا پیغام اور دین کی امانت کو بندوں تک پہنچایا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کا پورا حق ادا کر دیا اور ایک ایسی امت تیار کر دی جس نے نبوت کا منصب پائے بغیر کارِ نبوت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور اسے دعوت اسلام کو لے کر کھڑے ہونے، دین کو تحریف و تبدیلی سے بچانے دنیا کی خیر خواہی، اور ہر زمانے میں اور ہر مقام پر انسانیت کا احتساب کرنے پر مامور و متعین کر دیا گیا۔

خدا کے علم ازلی میں یہ پہلے سے مقدر تھا کہ دنیا میں پیغمبروں کے جانشین، علم و ہدایت کے روشن مینار اور ثبات و استقامت کے کوہ وقار ہر دور میں موجود رہیں گے، جو اس دین کو ہر زمانے میں، غلو اور زیادتی کرنے والوں کی تحریف، باطل پسندوں کے غلط انتساب، اور جاہلوں کی بے جا تاویل سے بچاتے رہیں گے۔ تقدیر الٰہی کے اس فیصلہ

کی خبر [illegible] دیتے ہوئے زبان نبوت نے کہا

میری امت میں سے ایک جماعت
حق پر قائم [illegible] غالب رہے گی، اور ان
کا ساتھ نہ دینے والا، ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے
گا یہاں تک کہ اللہ کا آخری فیصلہ (قیامت)
آجائے گی، اور وہ اسی حال میں ہوں گے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت کے خاتمہ اور ان کے بعد اس کے منقطع ہوجانے کا اعلان

جب عالم تکوین و تشریع میں یہ سب طے ہو گیا، تو اس کا اعلان کر دیا گیا کہ انسانوں کو ان عقائد و شریعت کی تعلیم (جس پر ان کی دنیوی فلاح اور اخروی نجات کا دار و مدار ہے) اب وحی ملائکہ کے ذریعے اور کسی نئے نبی کے واسطے سے نہیں دی جائے گی اور نبوت و وحی کے نزول کا سلسلہ آخری طور پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم کیا جا رہا ہے

لیکن جہاں تک وجدانی اور لدنی علوم اور حکم و معارف اور ان اطلاعات کا سوال ہے، جو بعض پاکیزہ نفوس اور ریاضت و مجاہدہ اور علوم و حقائق کے سمندر میں پیراکی کرنے والوں کو الہام کر دی جاتی ہیں، اور جو کچھ لوگوں کو ہواتف سروش یا ندائے غیب کی صورت میں سنائی دیتی ہیں اس کا نبوت سے تو دور کا بھی تعلق نہیں، بعض اوقات اس کے لئے ہدایت و حقانیت کی بھی شرط نہیں ہوتی۔

یہ اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دی گئی اور یہ مضمون ذو مفہوم ایسے صریح اور واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اس بارے میں کج بحثی اور شبہات پیدا کرنے کی کوشش وہی شخص کرے گا جس کے دل میں چور ہو یا اس سے اس کا کوئی مفاد وابستہ ہو

وہ صفات جو دائمی نبی اور آخری رسول ہی کے ہو سکتے ہیں

قرآن مجید نے سلسلۂ نبوت کے محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی ذات گرامی پر ختم ہونے اور آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کی عملاً ضرورت نہ ہونے کے اظہار کے لئے گوناگوں اور نہایت بلیغ اسالیب بیان اختیار کئے ہیں جو بیک وقت دل و دماغ کو پورے طور پر اپیل کرنے والے ہیں، اس کے لئے کبھی تو قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و اوصاف ایسے انداز میں بیان کئے ہیں، جن سے عقل سلیم رکھنے والا ہر انسان بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ آپ ایک زندۂ جاوید پیغمبر اور قیامت تک کے لئے قابل تقلید نمونہ اور مثالی شخصیت ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

"محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں
میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، بلکہ خدا
کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی
اس کو ختم کر دینے والے) ہیں اور خدا ہر چیز
سے واقف ہے" (الاحزاب)

اس آیت کا آخری جز قرآن مجید کے اعجاز کا ایک نمونہ ہے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ کسی شخص کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو کہ ایک پیغمبر قیامت تک کے لئے کیسے کافی اور مختلف انسانی نسلوں کے لئے رہنما اور اسوۂ کامل ہو سکتا ہے، اور اس کی شریعت و تعلیمات کس طرح تمام

انسانی ضروریات، نئے نئے تقاضوں اور عہد بعہد کی تبدیلیوں سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے تو اس کا جواب ان مختصر لفظوں میں دے دیا گیا کہ "اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے"

قرآن نے آپ کے آخری نبی ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے اسی قوم کی زبان اور تعبیرات سے کام لیا ہے جن کی زبان پر وہ اترا ہے، اور جو اس کے اولین مخاطب اور اس کے سمجھنے اور پھر دنیا کو سمجھانے اور بتانے پر مامور تھے یہ زبان ان کے درمیان رابطے، بول چال، اور ادائے مطلب کی زبان تھی، لیکن اس زبان کی محیر العقول وسعت و صلاحیت کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ اس میں کمال و انتہا بتانے والا کوئی لفظ خاتم سے بہتر موجود نہیں اور اس مطلب کے لئے یہی لفظ گفتگوؤں اور شعر و ادب میں ان کی نوک زبان رہتا تھا، اسی لئے ان کی زبان میں خاتم، ختام اور ختم کے وہی معنی پائے جاتے ہیں، جو قرآن مراد لیتا ہے یعنی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، جن کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں

قرآن نے آخری رسالت کے حامل رسول کی ایسی صفتیں بیان کی ہیں، جو آپ کی رسالت کی ابدیت اور بلا استثناء ہر نسل، ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے لئے مثالی نمونہ اور اسوۂ حسنہ بننے کی صلاحیت و اہلیت کی طرف واضح اشارے کرتی ہیں، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے

"تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو" (الاحزاب)

"(اے پیغمبر لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے" (آل عمران)

"اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا، اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور خدا کی طرف بلانے والا، اور چراغ روشن (الاحزاب)

یہ بات سب جانتے ہیں کہ خدائے علام الغیوب کی ذات تو بہت اعلیٰ و ارفع ہے عقلمندوں اور بلیغ ادیبوں کا بھی یہ شیوہ نہیں کہ وہ کسی ایسے بادشاہ کی مدح و توصیف میں سحر طرازی اور نفس درازی سے کام لیں جس کی سلطنت عارضی اور جس کا ستارۂ اقبال رو بزوال ہے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا صاحب تاج و تخت لینے والا ہے اسی طرح ان حکیموں اور دانشوروں کی جو انجام کار پر گہری نظر رکھتے اور خوب ناپ تول کر کے کوئی بات کہتے ہیں یہ عادت و افتاد طبیعت نہیں کہ وہ کسی ایسے بچہ کی ولادت پر مبارکباد دینے میں فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائیں جس کے متعلق کسی قرینہ سے معلوم ہو گیا ہو کہ اس کی زندگی مختصر اور اس کی بہار چند روزہ ہے

جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام انسانی طبقات اور ہر زمانے اور ہر مقام کی انسانی نسلوں کے لئے مثالی نمونہ اور نصب العین ٹھہری تو اللہ کی رحمت و عنایت آپ کے اخبار و آثار، احوال و کوائف، اخلاق و خصائل اور عادات و شمائل کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئی اور مسلمانوں کے دل اور ذہن آپ کے اقوال و افعال، عادات و عبادات نشست و برخاست اور جلوت و خلوت کے حرکات و سکنات کے

معلوم کرنے اور محفوظ کر دینے کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گئے اور ان کو اس میں ایسی محویت وانہماک ہوا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پوشیدہ طاقت ہے، جو ان کو اس منزل کے لئے سرگرم سفر اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایسا رواں دواں رکھے ہوئے ہے کہ اس کے بغیر ان کو چین نہیں آتا۔

اس توجہ اور اعتناء، باریک بینی کا اندازہ، حدیث و سیرت و شمائل کی کتابوں اور حلیہ و سراپائے نبویؐ کی ان روایتوں سے ہوتا ہے، جو خاندان نبوت کے بعض افراد اور ہر وقت کے حاضر باش اصحاب کرام سے منقول ہیں

ادب و تاریخ، سیرت و انساب کے وسیع ذخیرہ میں اس سے زیادہ باریک بینی و انضباط و احتیاط کسی اور بشری پیکر کی مرقع نگاری اور اخلاق و عادات کی آئینہ داری کے سلسلہ میں دکھائی نہیں دیتی

حدیث نبوی کو ہم ایک طرح کا روزنامچہ اور اس تیئیس سالہ زندگی کا بولتا ہوا مرقع کہہ سکتے ہیں جو آپ نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اس کرہ ارضی پر گزاری یہ مستا طریکارڈ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کس طرح گزارتے تھے اور آپ کے روز و شب کے معمولات کیا تھے اسی طرح ہم اس سے اخلاق نبوی کی بلندیاں، عادات و رجحانات جذبات و خیالات، قول و عمل کی وہ تفصیلات جان سکتے ہیں، جو ہم عہد ماضی بلکہ حال کی بھی بہت سی معاصر شخصیتوں کے متعلق بھی نہیں جان سکتے، اس کے ذریعہ کوئی بھی انسان اپنے نبی کو اس طرح پہچان سکتا، آپ کی صحبت سے مستفید اور آپ کی باتیں سن رہا ہے اور آپ کے ساتھ رہ رہا ہے، یہ طریقہ حفاظت و تعارف ان تمام خطرات اور مفاسد سے پاک ہے جو تصویر کشی اور مجسمہ سازی میں پائے جاتے ہیں اور جن کی وہ پچھلی امتیں بری طرح شکار ہوئیں، جنہوں نے اپنے پیغمبروں اور روحانی پیشواؤں کی یاد قائم رکھنے کے لئے تصویر کشی اور مجسمہ تراشی کا سہارا لیا اور بالآخر کھلی بت پرستی میں ملوث ہو گئیں

حدیث کے اس وافر ذخیرہ کی مدد سے ہر زمانہ در ہر مقام کے فاضل و وسیع النظر مصنفین نے مسلمانوں کے لئے ایسی کتابیں مرتب کیں، جو ان کی پوری زندگی کے لئے مکمل دستور العمل اور ہدایت نامہ کا کام دے سکیں اس لئے اگر آج کسی بھی طبقہ اور مشغلہ سے تعلق رکھنے والا کوئی مسلمان یہ ارادہ کرے کہ وہ ہر قدم پر، ہر معاملہ میں اور زندگی کی ہر سرگرمی میں سیرت نبویؐ کی اتباع کرے گا تو یہ چیز اس کے لئے ممکن ہے، جو کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے یہ کتابیں عالم اسلام کی بیشتر زبانوں میں ہیں اور ان کے حجم اور ان کے موضوع کا دائرہ مختلف ہے، کوئی بہت مفصل ہے کوئی مختصر ان میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید اور امت کے ایک ممتاز فرد علامہ ابن قیم (۶۹۱-۷۵۱ھ) کی کتاب زاد المعاد فی ہدی خیر العباد امتیازی شان رکھتی ہے

خدا کی یہ مصلحت و حکمت، سیرت نبویؐ کی ومنا و جت ہدایت اور اتباع کرنے والوں کے لئے سہل الحصول اور آسان ہونے سے آشکار ہوتی ہے، جب انسان اس سیرت اور دوسرے انبیاء کی سیرتوں کا تقابل اور موازنہ کرتا ہے تو اسے وہ سیرتیں جہل و تغافل اور تاریخ کے خونی حوادث کی تاریکیوں میں گم نظر آتی ہیں اور یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انہوں نے خاص زمانہ میں ہدایت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور مشعل راہ کا کام کیا لیکن ہمیشہ ان کے

محفوظ رہے اور قیامت تک کی نسلوں تک بے کم و کاست پہنچنے کی عملاً کوئی ضرورت نہ تھی

اس کے لئے ہمیں حضرت مسیحؑ کی سیرت کا مطالعہ ہی کافی ہے، حضرت مسیحؑ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے آخری نبی ہیں اور ان کے حلقہ بگوش ایک ایسی امت ہے جس کا علمی و تصنیفی شغف تمام دنیا پر روشن ہے اس کی محبت و عقیدت اپنے پیغمبر سے غلو و مبالغہ کی حد تک پہنچ گئی ہے اور اس نے ان کو بشریت کے دائرہ سے نکال کر الوہیت کے دائرہ میں داخل کر دیا ہے لیکن وہ بھی دنیا کے سامنے اپنے نبی کے صرف ایسی مختصر اور ادھوری معلومات ہی پیش کر سکی جو کسی طرح ایک مکمل انسانی زندگی کی تصویر نہیں بناتیں جسے انسان اپنی بھی زندگی میں سامنے رکھے یا جس کی روشنی میں کوئی صالح معاشرہ وجود میں آسکے ابھی کچھ دنوں پہلے تک مسیحی دنیا کا خیال تھا کہ عہد جدید یعنی انجیل سیرت مسیحؑ کے آخری تین سالوں کے واقعات پر مشتمل ہے، لیکن اب محققین اور اس موضوع کے ماہرین اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ انجیل میں حضرت مسیحؑ کے پچاس دنوں سے زیادہ کے واقعات و معلومات کا مواد نہیں۔

دوسرے انبیاء اور پہلے مذاہب کے رہنماؤں کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کے واقعات اور نقوش حیات ماضی کے ملبے کے نیچے دفن ہو گئے ہیں اور ان کی وہ اہم کڑیاں (جن کے بغیر تاریخ مکمل ہی نہیں ہو سکتی اور جن کے بغیر اتباع و اقتداء کا کوئی قدم ہی نہیں اٹھایا جا سکتا، اس طرح گم ہیں کہ اب انہیں پانا ممکن نہیں اور یہ بات حکمت الٰہیہ کے عین مطابق اور نظام عالم کے قوانین کے بالکل موافق بھی معلوم ہوتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخی کرداروں کی (جو نمونہ و مثال اور آئیڈیل کا کام دیں) ایک محدود عمر ہوتی ہے جس کے ختم ہو جانے پر ان اقدار کو نسل بہ نسل منتقل کرنے کی کوئی افادیت نہیں رہ جاتی لیکن جب ان کی ضرورت باقی اور دائمی ہوتی ہے تو وہ زمان و مکان کے انقلابات کے باوجود باقی رہتی ہیں ان کا تسلسل قائم رہتا اور وہ سدا بہار و زندۂ جاوید بن جاتی ہیں جن کو کبھی زوال نہیں ہوتا

جو شخص بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں وہ ہدایات و تعلیمات اور آداب و احکام پڑھے گا، جس کا سورۃ الاحزاب، الحجرات، التحریم، المجادلہ میں ذکر ہے اور ان انعامات الٰہیہ و امتیازات و معاملہ خصوصی کا تذکرہ دیکھے گا جن کی طرف سورۃ الفتح، الضحیٰ، الانشراح میں اشارات آئے ہیں تو اس کی عقل اور اس کا ذوق سلیم اس کی شہادت دیگا کہ یہ صفات اس پیغمبر کی ہیں جو تمام نسلوں اور زمانوں کے لئے مبعوث ہوا ہے اور جس کے آفتاب اقبال کو کبھی گہن نہیں لگتا، اور جس نے عروج کا ستارہ کبھی ڈوبتا نہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اب کسی بھی نبی کی بعثت (خواہ وہ کوئی جدید شریعت لے کر نہ آئے) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خدا کی زبان سے اس عطر آگیں تذکرے اور رشک بزم مدح و ثنا کے منافی پڑتی ہے اور اس کے ساتھ ہی نبی کریمؐ سے امت کے مضبوط ابدی اور دائمی رشتہ کو کمزور کرتی ہے آپ کی تعلیمات و اسوۂ حسنہ آپ کے اصحاب و اہل بیت، آپ کے مولد و منشا (مکہ و مدینہ اور سرزمین عرب) کے ساتھ مسلمانوں کے تعلق کو نقصان پہونچاتی اور اس کو متاثر کرتی ہے اس لئے کہ جو نبی بھی آپ کے بعد مبعوث ہوتا اس کا امت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دوالتہ و نادانستہ حائل ہو جانا اور شعوری و لاشعوری طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے امت کے رشتہ اور تعلق کو

کمزور ہوجانا ضروری تھا، ایسا ہونا قانون قدرت اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے کہ

"اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے"

اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی صاحب عقل اور نفسیات انسانی کا رمز آشنا جس کی تاریخ ادیان و ملل پر گہری نظر ہو یہ ضمانت نہیں دے سکتا کہ کسی امت میں نئے نبی کی بعثت پہلے نبی کے ساتھ امت کے تعلق اور محبت سے متصادم اور مزاحم نہیں ہوگی اور اس کا وہ تعلق کمزور نہیں پڑے گا جو نبی اول کے وطن وقوم رفقاء و اصحاب، اہل بیت و متعلقین زبان و تہذیب اور سوانح و تاریخ سے قائم تھا یہ ٹکراؤ لازمی اور ان قوانین قدرت میں سے ہے جو کبھی نہیں بدلتے

قرآن وحدیث کا صریح مطالبہ ہے کہ محمد رسول اللہ کی ذات گرامی امتی کو دنیا و مافیہا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز و محبوب ہو اور وہ اس کو اپنی ذات اور متعلقین پر کھلی ترجیح دے۔

حدیث صحیح میں آتا ہے

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کے لڑکے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری مسلم)

اور قرآن کہتا ہے۔

"پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں" (الاحزاب)

لیکن ایک نئے نبی پر ایمان لانے کے بعد محبت و تعلق کی یہ وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور اس محبوب ترین شخصیت کے رقیب و سہیم قدرتاً پیدا ہو جاتے ہیں، یہ فطرت انسانی کا عین تقاضا ہے اور فطرت انسانی ہمیشہ سے ایک ہی چلی آرہی ہے

قرآنی اسالیب میں سے ایک اسلوب بیان وہ بھی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت اور آپ کی شریعت کے تعارف میں استعمال ہوا ہے، یہ بلند آہنگ اعلانات و تصریحات ثابت کرتی ہیں کہ نبوتوں اور آسمانی رسالتوں کا سلسلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہوگا چنانچہ قرآن مجید نے واضح عربی زبان میں جس میں کوئی پیچیدگی اور الجھاؤ نہیں، یہ کہا کہ یہ دین اپنے کمالات انسانی ضروریات کی تکمیل اور بقائے دوام کی اہلیت و صلاحیت کی ارتقائی منزل پر پہنچ گیا، چنانچہ ارشاد ہوا

"آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔
اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں، اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا (المائدہ)

یہ آیت عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰ھ میں نازل ہوئی تھی، جس کے بعد جیسا کہ اکثر احادیث و روایات سے معلوم ہوتا ہے، حلت و حرمت کا کوئی حکم نہیں نازل ہوا اور اس دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل ۸۱ دن اس دنیا میں رہے، اور اکابر صحابہ جو اس دین کے اسرار کو سب سے بہتر سمجھنے اور مقاصد شریعت کے جاننے والے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب، اور سب سے زیادہ محبت کرنے والے اور آپ کی زندگی کے آرزومند تھے اور جن کے سرخیل حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ تھے وہ اس آیت سے آنحضرت کے وقت مفارقت کے قرب اور رفیق اعلیٰ سے ملنے کا وقت آجانے کو بھانپ گئے تھے، اس لئے کہ آپ اللہ کا پیغام پہنچا چکے

دین پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا اور اللہ کی نعمت اس کے بندوں پر تمام ہو چکی تھی، چنانچہ ان میں سے بعض حضرات رونے لگے اور بعض لوگوں نے قیامت کی اس گھڑی کے قریب آجانے کی خبر دی اور بعض ذکی و فہیم علماء یہود نے دین کی تاریخ و مذاہب پر نظر تھی، یہ کہا کہ یہ آیت ایک امتیازی اعزاز ہے جس سے مسلمان سرفراز کئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس دین کے لئے وہ فخر ہے جس میں کوئی دوسرا دین شریک نہیں اور انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جس دن میں یہ آیت اتری ہے اسے یادگار دن بنا دیا جائے، آنے والے زمانوں میں بھی اس کا جشن منانا اور مسلمانوں کو اس دن اپنی مسرت و تشکر کا اظہار کرنا چاہئے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جن پہ یہ آیت اتری تھی یہی سمجھا چنانچہ آپ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں جسے ایک لاکھ انسان کان لگائے سن رہے اور یاد کر رہے تھے، فرمایا

"اے لوگو! نہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث ہونے والا ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی امت آنے والی ہے
خوب سن لو کہ اپنے رب کی عبادت
کرنا، پانچوں نمازیں پڑھنا، ایک ماہ کے
روزے رکھنا اور خوشی سے اپنے مال
کی زکوٰۃ دینا اور اپنے حاکموں کی اطاعت
کرنا ایسا کروگے تو اپنے رب کی جنت میں
داخل ہوگے۔"

اسی طرح قرآن نے اس کی صراحت کی کہ اس دین کے لئے بقائے دوام غلبہ و اقتدار اور شہرت و مقبولیت طے کر دی گئی ہے۔ عزت و حرمت کی بلند ترین چوٹی پر پہنچ کر اس کا کلمہ بلند ہو کر رہے گا، اس کی روشنی خود پھیلے گی اور اس کی صداقت یقینا عالم آشکار ہو کر رہے گی، ارشاد ہوا۔

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی
کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو
تمام دینوں پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے
کے لئے خدا ہی کافی ہے (الفتح)،
وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت
اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اس (دین)
کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے
اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ (الصف)
"یہ چاہتے ہیں کہ خدا (کے چراغ) کی روشنی
کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ
خدا اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا، خواہ
کافر ناخوش ہی ہوں (الصف)،

یہ سب ضمانتیں، خبریں اور اعلان اس کی خبر دے رہے ہیں کہ یہ دین خدا کا آخری دین اور ہر زمانہ اور ہر جگہ کے انسانوں کی ایک ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں اپنا ارادہ پورا کر کے رہے گا، خواہ لوگ اسے پسند کریں یا ناپسند، اور اس کے دشمن و حریف اس سے صلح کریں یا جنگ جس دین کی یہ شان ہو اور جس کے بارہ میں اتنی سچی خبریں، اور چیلنج اس کتاب میں آئے ہوں، جس میں کہیں سے باطل کی گنجائش نہیں، تو عقل سلیم اس کے سلسلے میں یہ ماننے پر کبھی تیار نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی نسخ و تبدیلی کو قبول کرے گا یا کسی نئے نبی اور رسول کی اس کو کبھی احتیاج پیش آئے گی۔

اسلام سے پہلے مذاہب اور قدیم شریعتیں کبھی کسی جماعت کے ساتھ مخصوص ہوتی تھیں یا کسی مقام اور خاص مدت سے مختص ہوتی تھیں یہودی مذہب کی

دعوت کسی زمانہ میں بھی تمام انسانوں کے لئے نہ تھی اور یہود سے ان کی کتابوں میں کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے پیغام کو دنیا کی تمام قوموں تک پہنچائیں بلکہ ایسے نصوص وارد ہوئے ہیں جو اس سے روکتے اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو ان کے قومی دائرے ہی تک محدود رکھتے ہیں اس کا یہ طبعی اور فطری نتیجہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل اور دوسری قوموں کے درمیان تفریق کریں اور خیر و شر نیکی و بدی کے مختلف پیمانے بنائیں جو نسلوں اور خاندانوں کے اختلاف سے بدلتے رہیں

عہد عتیق کا اسلوب اور جو روح اس کی سطر سطر میں کارفرما ہے اس حقیقت کی واضح طور پر نقاب کشائی کرتی ہے اور اس کتاب کے پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہود کا شاہنامہ یہود کی کتاب المناقب یا مخصوص کتاب الانساب پڑھ رہا ہے اسے اس میں روحانی و اخلاقی تعلیمات، مکارم اخلاق کی ترغیب، مساوات انسانی اور احترام آدمیت کا تصور، زہد و تہذیب نفس، دنیا کے مقابل دین اور جنت کی لذتوں کی کوئی ترغیب اور دوزخ کے عذاب کے لئے کوئی ترہیب اور ڈراوا نہیں ملتا جس سے نفس کا تزکیہ ہو قلب میں رقت اور گداز پیدا ہو، اور غیر اسرائیلی قاری کے اندر اپنی شرافت ذمہ داری و مسئولیت کا کوئی شعور بیدار ہو، یہ کتاب اپنے تمام قصوں، حکایتوں اور احکام سمیت یہود ہی کے گرد گھومتی ہے جنہیں ان کا دین اور ان کی کتاب خدا کی برگزیدہ قوم قرار دیتی ہے

اسی طرح حضرت مسیحؑ کی دعوت بھی بنی اسرائیل کے لئے خاص تھی انہوں نے اس کی خود صراحت کی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آئے ہیں ان کی رسالت ان کے زمانہ، ان کے علاقہ اور انہیں کے آدمیوں تک موقوف و محدود رہی انہوں نے جب اپنے بارہ حواریوں کو تبلیغ کے لئے بھیجا تو ان کو حکم دے کر کہا۔

> غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے
> کسی شہر میں داخل نہ ہونا، بلکہ اسرائیل کے
> گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا
> (انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

دوسرے مشرقی اور ایشیائی مذاہب جیسے ہندومت وغیرہ کا معاملہ اور بھی حیرت انگیز ہے جن کے یہاں غیر آریوں اور غیر برہمنوں کو نجس اور پلید سمجھا جاتا تھا، انہیں جانوروں کا درجہ دیا جاتا اور کبھی ان کے ساتھ کتوں کا معاملہ کیا جاتا تھا۔

اس لئے خدا کی رحمت و حکمت کا تقاضا تھا کہ کوئی نیا نبی آئے، جو نئی تعلیمات اور شریعت و قانون میں نئی اصلاحات کا حامل ہو جو بدلے ہوئے زمانے اور حالات کے تقاضوں کو پورا کرسکے، اس لئے کہ ادیان سابقہ میں کبھی تو عیش پسند تن آسان امراء و حکام کی خاطر شریعت میں ایسا لوچ اور ڈھیل پیدا کردی گئی تھی جس کی وجہ سے مذہب رخصتوں کا مجموعہ اور ہوا و ہوس کی تسکین کا سامان بن گیا تھا، کبھی تشدد پسند طبیعتوں اور غالی عابدوں اور زاہدوں کی سخت گیری اور دقت پسندی کی وجہ سے مذہب ایک ناقابل عمل ضابطہ زندگی اور ایک ظالمانہ شکنجہ بن کر رہ گیا تھا، جس کی موجودگی میں زندگی کی جائز لذتوں اور آزادیوں سے بھی متمتع ہونے کا موقع باقی نہیں رہا تھا، اسی بناء پر وقتاً فوقتاً اس صورتحال کی اصلاح کے لئے انبیاء کو مبعوث و مامور کیا گیا چنانچہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا جس کو قرآن یوں بیان کرتا ہے

> اور مجھ سے پہلے جو تورات نازل ہوئی تھی
> اس کی تصدیق بھی کرتا ہوں، اور دیکھا،

اس لئے بھی (آیا ہوں کہ) بعض چیزیں جو
تم پر حرام تھیں ان کو تمہارے لئے حلال کر
دوں اور میں تو تمہارے پروردگار کی طرف
سے نشانی لے کر آیا ہوں، تم خدا سے ڈرو
اور میرا کہنا مانو۔ (آل عمران)

قرآن نے نبوت جدیدہ کے ان دو اسباب کے خاتمہ
کا اعلان کر دیا کہ رسالت محمدی ایک آفاقی اور عالمگیر پیغام
اور دعوت ہے جس کے فیض سے نہ کوئی قوم و ملت
محروم ہے، اور نہ اس کے خطاب سے کوئی طبقہ یا جماعت
مستثنیٰ ہے

ارشاد ربانی ہے

(اے محمد) کہدو کہ میں تم سب کی طرف
خدا کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسول) ہوں
(وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے
اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگانی
بخشتا اور وہی موت دیتا ہے۔ (الاعراف)
اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام لوگوں
کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے
والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں
جانتے" (سبا)

اور اے محمدؐ ہم نے تم کو تمام جہان کے
لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے (الانبیاء)
وہ (خدائے عزوجل) بہت ہی بابرکت
ہے جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل فرمایا
تاکہ اہل عالم کے لئے ڈرانے والا ہو (الفرقان)
یہ قرآن تو اہل عالم کے لئے نصیحت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ دین اسلام سب کا حق اور
تمام اقوام و ملل، تمام قومیتوں اور نسلوں تمام خاندانوں اور
تمام ملکوں اور خطوں کی دولت مشترکہ اور اجتماعی میراث
ہے، اس میں یہودی، ہندو، برہمنوں جیسی کوئی درجہ
بندی نہیں، اس میں کوئی قوم دوسری قوم سے کوئی
نسل دوسری نسل سے ممتاز و برتر نہیں اس میں رنگ
نسل کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ یہاں شمار، ذوق و
شوق، حسن قبول و طلب قدردانی اور احسان شناسی جہاد
و اجتہاد اور دین و تقویٰ میں مسابقت و مقابلہ کا ہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت
سے پیدا کیا اور تمہاری قوم اور قبیلے بنائے
تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو، اور
خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا
وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک
خدا سب کچھ جاننے والا ہے (اور) سب
سے خبردار ہے" (الحجرات)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتح مکہ
کے موقع پر اعلان فرمادیا۔

سب لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی
سے بنے تھے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل
نہیں مگر تقویٰ کے سبب (ترمذی)

دوسری طرف اس دین کے سہل و مطابق فطرت
و قابل عمل ہونے کا جابجا اعلان کیا گیا ہے

خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور
سختی نہیں چاہتا (البقرہ)
تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی
نہیں کی (الحج)

پچھلی امتوں اور ملتوں میں جو غالیانہ اور متشددانہ
قوانین وضع کر لئے گئے تھے اور انتہا پسند زاہدوں اور

[illegible] رکھنے والے قانون سازوں نے زندگی
کا [illegible] تنگ کر دیا تھا اس کو آخری نبوت و شریعت نے
ختم کر دیا اور ان قوموں کو اس مصیبت سے نجات دی
قرآن مجید میں اس نبی کی تعریف میں کہا گیا

وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے
کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے
حلال کرتے ہیں، اور ناپاک چیزوں کو ان
کے لئے حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ
اور طوق جو ان کے سر پر اور گلے میں
تھے اتارتے ہیں (الاعراف)

قرآن مجید نے اس کی بھی وضاحت کر دی کہ اگر
بڑے سے بڑے عاقل اور قانون ساز لوگ بھی بشری
ضروریات اور مختلف احوال کی رعایت رکھنا چاہتے تو
بھی وہاں نہیں پہنچ سکتے جہاں تک اللہ کے علم محکم
کی رسائی ہے، آیت میراث میں فرمایا گیا

تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ تمہارے
باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے
فائدہ کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب
ہے، یہ حصے خدا کے مقرر کئے ہوئے ہیں
اور خدا سب کچھ جاننے والا ہے اور حکمت
والا ہے (النساء)

خدا چاہتا ہے کہ (اپنی آیتیں) تم سے
کھول کھول کر بیان فرمائے اور تم کو اگلے
لوگوں کے طریقے بتائے اور تم پر مہربانی کرے
اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے اور
خدا تو چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے اور
جو لوگ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں
وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستہ سے
بھٹک کر دور جا پڑو، خدا چاہتا ہے کہ تم
پر سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان (طبعاً)
کمزور پیدا ہوا ہے (النساء)

ان خصوصیات کی بنا پر اب نہ کسی ایسی نبوت و
شریعت کے آنے کی ضرورت ہے جو (ادیان سابقہ
کے برخلاف) ہر زمان و مکان اور ملل و اقوام کے لئے
عمومی، اور نوع انسانی کے لئے ہدایت کا پیغام ہو اور
نہ ایسی نبوت و شریعت کی آمد کی ضرورت ہے جو گزشتہ
مذاہب اور شریعتوں کے وقتی احکام و قوانین کو منسوخ
اور اس تشدد و غلو مردم آزاری اور فطرت بیزاری کے
رجحان کی اصلاح کرے، جس نے مذہب کو ایک شکنجہ
اور زندگی کو ایک عذاب بنا دیا تھا اور دنیا میں ایک
سہل الفہم اور سہل العمل دین پیش کرے جو صحیح معنی

دولت

تعلیم کے ساتھ عمل اور دولت کے ساتھ
شرافت نہ ہو تو دونوں بے کار ہیں۔

دولت سے زیورات خریدے جا سکتے ہیں
حسن اور صحت نہیں۔

دولت سے خوشامد خریدی جا سکتی ہے
محبت اور خلوص نہیں۔

دولت سے کتابیں خریدی جا سکتی ہیں
علم و فضل نہیں۔

دولت سے نرم بستر خریدا جا سکتا ہے
میٹھی نیند نہیں۔

ہیں دین فطرت ہے اس لئے کہ یہ دونوں خصوصیتیں خدا کے دین اسلام اور اس کی شریعت میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں

کسی نئے نبی کی آمد سے متعلق قرآن خاموش ہے

قرآن کریم جو ابدی کتاب ہے اور حق کو باطل سے الگ کرنے والی ہے اور بذات خود حقیقت کی میزان اور لوگوں کے لئے واضح اعلان و بیان ہے اور جس نے اصول دینی میں سے کسی اصل کو نظر انداز نہیں کیا اور جس پر دین و دنیا کی فلاح اور سعادت و نجات موقوف ہے کسی نئے نبی کی آمد کی اطلاع سے بالکل خاموش ہے جب کہ یہ ایسا اہم معاملہ تھا کہ سکوت تو درکنار کسی گول مول اور مبہم بات کا بھی کوئی موقع نہ تھا جو کتاب علامات قیامت کی بہت سی جزئیات اور آخیر زمانہ کے حوادث کا ذکر کرتی ہے وہ اس نبی کا ذکر کیوں نہ کرتی جو اس امت یا کسی امت میں مبعوث ہونے والا تھا اور اس کے لئے عقول واذہان کو مانوس اور آمادہ کرنے کی کوشش کیوں نہ کرتی وجو ہر نئی چیز سے بھاگتے اور بدکتے اور فرائض و ذمہ داریوں سے پیچھا چھڑاتے ہیں، تاکہ وہ اسے خوش آمدید کہیں، اس کی دعوت قبول کریں اور اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اس کے علاوہ قرآن و سنت کا دنیا و آخرت کے نفع کی خاطر انتہائی توجہ و اہتمام کرنا اور نقصان رساں اور اللہ کے غضب کو بلانے والی چیزوں سے سختی سے روکنا اور اس کی شدید خواہش کہ مسلمان راہ راست پر رہیں اور اپنے دین کو پیش آنے والے چیلنج و جو عقیدہ کو فاسد اور ان کے ایمان کو غارت کرے، مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں، چنانچہ مسیح دجال کے بارے میں روایتوں اور اس آزمائش کے بیان سے احادیث کے مجموعے بھرے ہوئے ہیں، تو کیا خدائے عزوجل کی نازل کردہ کتاب اور اس نبی سے جس کے بارہ میں قرآن کہتا ہے کہ

تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں (التوبہ)

اس کی توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی امت کو تاریکی اور دھندلکے اور تباہ کن جہالت و حیرت کی حالت میں چھوڑ دے اور اس بڑے حادثہ اور عظیم واقعہ (نبوت جدیدہ) کی خبر نہ دے جو ان چیزوں سے کہیں مہتم بالشان تھی جنہیں زبان نبوت نے ذکر کیا، اور سنت کے ذخیرے جن کی تفصیلات سے پر ہیں

ختم نبوت کے بارے میں صریح و صحیح اور متواتر احادیث

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف قرآن کے بیانات ہی پر اکتفا نہیں کیا جو اس دین کے مکمل ہونے اور آپ پر سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کے بارہ میں اس طرح آئے ہیں کہ عربی سے واقف شخص کے لئے کسی شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتے جو فساد ذوق بدنیتی اور فتنہ پردازی کا شکار نہ ہو بلکہ آپ نے امت کے لئے اس حقیقت کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں چھوڑی، اور نہ اس سے زیادہ شرح و تفصیل کا تصور ہو سکتا ہے۔

اس کے لئے آپ نے نہایت بلیغ اور دلنشین مثالیں دیں، حدیث کی کتابیں ان روایات سے (جن کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخری رسول اور آخری نبی ہیں) بھری پڑی ہیں۔ ہم یہاں صرف پانچ حدیثوں پر اکتفا کرتے ہیں جو صحاح میں

وارد ہوئی ہیں تاکہ وئیدہ بینا رکھنے والوں کے سامنے یہ حقیقت جلوہ صبح کی طرح روشن ہوجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بنی اسرائیل کے نبی ان کے حاکم بھی ہوتے تھے اور جب کوئی نبی وفات پاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی لے لیتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ میرے خلفا ہوں گے
(صحیح بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک خوبصورت گھر بنایا لیکن اس کے کونے کی ایک اینٹ چھوڑ دی اور لوگ اسے گھوم گھوم کر دیکھتے، تعجب کرتے اور کہتے ہیں کہ یہاں پر یہ اینٹ کیوں چھوڑ دی گئی، تو میں وہی اینٹ اور خاتم النبیین ہوں۔
(صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اور انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعہ فضیلت دی گئی ہے مجھے جامع کلمے عطا ہوئے ہیں، رعب و ہیبت سے میری مدد کی گئی ہے، مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا ہے اور زمین کو میرے لئے عبادت گاہ اور پاک کرنے والی چیز بنایا گیا ہے، میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر سلسلہ انبیاء کو مکمل کردیا گیا ہے۔
(مسلم، ترمذی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رسالت و نبوت منقطع ہوگئی تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی (ترمذی)

جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد ہوں میں احمد ہوں، اور میں محو کرنے والا ہوں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو محو کرے گا اور میں حاشر ہوں کہ اللہ لوگوں کو میرے بعد حشر کے موقع پر اٹھائے گا اور میں عاقب (بعد والا) ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری و مسلم)

یہ نمونے کے طور پر چند احادیث ذکر کی ہیں ورنہ اس موضوع پر متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ عقیدۃ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ ختم نبوت کے بارے میں دو سو احادیث موجود ہیں (مفتی) محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب ختم نبوت میں دو سو دس حدیثیں ذکر کی ہیں۔

پھر ہر عہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع نبوت پر اجماع رہا اور یہ کہ مدعی نبوت دین سے خروج کرنے والا اور مسلمانوں سے الگ راستہ بنانے والا ہے یہ عقیدہ عالم اسلام میں ہر دور میں معروف و مشہور رہا اور مسلمانوں کے ان دینی عقائد کا ایک جزء بن گیا جنہیں وہ دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں اور نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے آئے ہیں اور اس کے اثر سے مسلمانوں کی ذہنیت و طبیعت دعوائے نبوت کے سننے کی بھی روادار نہ تھی، اسی لئے مسلم معاشرہ میں جھوٹے نبیوں کی تعداد عالم اسلام کی وسعت، دین کے فہم اور دین کے قلیل علم اور مسلمانوں کی بھاری تعداد کو دیکھتے

ہونے کچھ زیادہ نہیں، پھر جب یہ بات بھی پیش نظر رکھی جائے کہ تاریخ اسلام میں بہت سے دور ذہنی سیاسی اور اخلاقی اعتبار سے بڑے انتشار اور اضطراب کے گزرے ہیں، ذاتی اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے مسلمانوں کی دینی افتاد طبع کو دیکھتے ہوئے، دعویٰ نبوت ایک مختصر راستہ اور جادو کا اثر رکھنے والا نعرہ تھا تعداد کی اس قلت پر اور بھی تعجب ہوتا ہے اس کے برخلاف امم سابقہ کی تاریخ میں جغرافیائی رقبہ کے محدود ہونے اور پیروان مذہب کی قلیل تعداد کے باوجود مدعیان نبوت کی بڑی تعداد نظر آتی ہے۔

پھر جن لوگوں نے مسلمانوں میں نبوت کا دعویٰ کیا انہوں نے کوئی خاص کامیابی نہیں حاصل کی اور نہ اپنے پیروؤں کی کوئی معتد بہ تعداد بنا سکے جس کا مسلمانوں کی جہالت اور مدعیان نبوت کی چالاکی و ذہانت کی وجہ سے قوی اندیشہ تھا صحیح احادیث میں قیامت تک پیدا ہونے والے مدعیان نبوت کی تعداد ستر سے زیادہ بیان نہیں کی گئی

یہ تعداد بھی امتداد زمانہ امت کی وسعت، جہالت کی کثرت اور عقائد کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے بہت کم ہے، اور یہ مسلمانوں کے ذہن میں ختم نبوت کے عقیدہ کے راسخ ہونے اور ان کے رگ و ریشہ میں سما جانے کا اور ان واضح آیات اور صریح و متواتر و مشہور احادیث کا نتیجہ ہے، جو ختم نبوت کا اعلان کرتی ہیں

([illegible])

(کراچی)

بقیہ: راشدات

اوابین، اشراق، چاشت وغیرہم معمولات اپنے اپنے وقت پر نہایت اہتمام سے سرانجام دیتے۔ عبادات اور شب بیداری کے انوارات آپ کی پیشانی سے محسوس ہوتے تھے۔

؎ مرد حق کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

حضرت مولانا رحمہ اللہ کا قلب مبارک اپنے سلسلہ کے لوگوں کی محبت سے معمور تھا چنانچہ انتقال سے کچھ عرصہ قبل حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائپوری مدظلہٗ مولانا کی تیمار داری کو تشریف لائے۔ حضرت مولانا سے بغلگیر ہوئے تو حضرت مولانا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ محبت کا اظہار فرمایا۔ بار بار حسن خاتمہ اور نجات کی دعا کی درخواست کرتے رہے۔

پھر رمضان المبارک میں پیدائش اور ۲۷ رمضان کو عالم سکر میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہونا یہ اللہ کے مقبول بندہ ہونے کی واضح نشانی ہے۔ ؏ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

فتاوی رشیدیہ
از: دارالافتاء رشیدیہ

از: مفتی محمد اشرف عاطف
جامعہ رشیدیہ

دینی مسائل اور ان کا شرعی حل

بھیک مانگ کر حج کرنا

سوال: بعض لوگوں پر حج فرض نہیں ہوتا۔ لیکن لوگوں سے قرض مانگ کر یا بھیک مانگ کر حج کرنے جاتے ہیں! کیا اسطرح سے حج کرنا جائز ہے؟ ممتاز احمد حافظ آباد

الجواب: بھیک مانگ کر یا قرض حاصل کرکے حج کو جانا جائز نہیں۔ حج کی فرضیت کے لئے ضروری ہے کہ اتنا پیسہ اس کے پاس ہو کہ جس سے سفر خرچ اور واپس آنے تک کا اہل وعیال کا خرچ پورا ہو سکے۔ علی مسلم ذی زاد ـــ وراحلة ـــ فضلا عما لا بد منه وفضلا عن نفقة عياله ـــ الى حين عوده الخ (درمختار) قوله ذی زاد افاد انه لا يجب الا بملك الزاد وملك اجرة الراحلة ـــ (ردالمحتار کتاب الحج ص۱۴۶ ج۲) فقط واللہ اعلم

غیر محرم کیساتھ سفر حج

سوال: ایک عورت جس کا خاوند فوت ہو چکا ہے وہ مالدار بھی ہے۔ اس پر حج فرض ہے تو کیا وہ کسی غیر محرم مثلاً اپنے پیر وغیرہ کیساتھ حج پر جا سکتی ہے؟ یا صرف عورتیں جا رہی ہوں تو ان کیساتھ حج کر سکتی ہے؟ (حضور علی حافظ آباد)

الجواب: غیر محرم کیساتھ سفر حج پر جانا ہرگز جائز نہیں۔

ومنها المحرم للمرأة شابة كانت او عجوزة اذا كان بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة ايام الخ۔ عالمگیری کتاب المناسک باب اول

۲: جائز نہیں۔ ومع زوج او محرم الخ (درمختار)
والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة او رضاع او صهرية۔
ردالمحتار کتاب الحج ص۱۴۹ ج۲

والدہ کی طرف سے حج بدل

سوال: والدہ مرحومہ پر حج فرض تھا شدید بیماری کے سبب وہ حج نہ کرسکیں اور کسی کو حج کرنے کی وصیت بھی نہیں کی۔ اب بیٹی والدہ کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتی ہے۔ کیا وہ حج کر سکتی ہے؟

الجواب: بیٹی اپنی والدہ کی طرف سے تبرعاً حج کر سکتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ حج اس میت کی طرف سے جائز و کافی ہوگا یعنی میت کا حج ادا ہو جائے گا۔

وان لم یوص به ای بالاحجاج فتبرع عنه الوارث الخ ــــ جاز والمعنی جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالیٰ ــــ ففی مناسك السروجی لو مات رجل بعد وجوب الحج ولم یوص به فحج رجل عنه او حج عن ابیه او امه عن حجة الاسلام من غیر وصیة قال ابو حنیفة یجزیه ان شاء الله تعالیٰ ــــ ردالمحتار باب الحج عن الغیر ص۲/۲۵۹ مطبع ماجدیہ کوئٹہ۔

مخصوص ایام میں طواف زیارت

سوال: عورت نے ناپاکی کی حالت کے باعث طواف زیارت نہیں کیا تھا۔ واپسی کا سرکاری حکم ہوگیا۔ اب وہ کیا کرے۔ پہلے کیا ہوا نفلی طواف قائم مقام ہو سکتا ہے؟

الجواب: اگر ایسی عورت کا پاک ہونے تک ٹھہرنا کسی مجبوری سے ممکن نہ ہو تو ایسی حالت میں ہی طواف کر لے اور کفارے میں سالم اونٹ یا گائے کی قربانی دے۔ طوافِ زیارت کے فریضہ سے تو سبکدوش ہو جائے گی البتہ اس حالت میں طواف کرنے کی وجہ سے جو گناہ ہوا ہے اس کی خدا سے معافی مانگے۔ نفلی طواف طوافِ زیارت کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

ان من حاضت قبل طواف الافاضة فعلیها ان تحتبس حتیٰ تطهر وتطوف اذا امکن ذالك، هذا اذا کانت السطرق آمنة والبقاء متیسر من جهة الامیر والقافلة ــــ واما هذه الاوقات فکثیر من النساء لا یمکن لهن الاحتباس لوجوه فهذه المسئلة عمت به البلوی فهذه تطوف وهی حائض وتجبر بدم او بدنة علی مذهب ابی حنیفة الخ (معارف السنن باب ماجاء فی المرأة تحیض بعد الافاضة ص۶/۱۶۰ طبع فی المکتبة البنوریہ کراتشی)

دم جنایت کو حرم میں بہانا ضروری ہے

سوال: حج کے دوران کسی جنایت یا ترکِ واجب پر دم آئے تو وہ حدود حرم میں دینا ضروری ہے؟ یا وطن واپس آکر بھی جانور ذبح کیا جا سکتا ہے۔ نیز ایسے مذبوحہ جانور کا گوشت خود کھایا جا سکتا ہے؟

الجواب: ایسے جانور کا حدود حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے اور گوشت مستحق کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ خود نہیں کھا سکتا ــــ لم یجز الدم الا بمکة الخ ــــ وانما عرف اختصاص جواز الذبح بمکة بالنص وهو قوله تعالیٰ حتیٰ یبلغ الهدی محله ــــ بدائع الصنائع کتاب الحج فصل فی

بیان ما یحظرہ الاحرام ص۱۸۸ ج۲ ـــــ وایضاً ولو اکل من غیرھا ای من غیر ھذہ الثلثۃ من بقیۃ الھدایا کدماء الکفارات کلھا ـــــ ضمن ما اکلھا ـــــ

"رد المحتار ص۲۱۱ ج۲"

افعال حج کی ادائیگی کے بعد عورتوں کا قصر کرنا

سوال: عورت احرام کھولنے سے پہلے قصر کراتی ہے۔ کیا بالوں کی چوتھائی کے سرے کاٹنا ضروری ہے؟ معمولاً چوٹی کی انتہاء پر چوتھائی بال جمع نہیں ہوتے۔ اگر انگلی کے پور کے برابر کاٹ لئے جائیں تو قصر ٹھیک ہو جائیگا؟

الجواب: چوتھائی سر کے بالوں کے سروں سے ایک پور (سر انگشت) کی مقدار بال کاٹ لینے سے قصر درست ہو جائے گا۔ البتہ ایک پور سے قدرے زیادہ کاٹ لے تو بہتر ہے کیونکہ بالوں کے تمام سرے عادتاً لمبائی میں برابر نہیں ہوتے بلکہ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ اگر ایک پور کے برابر بال کاٹے جائیں تو سب بال ایک پور کے برابر نہیں کٹیں گے اس لئے کچھ زیادہ کاٹ لئے جائیں تاکہ چوتھائی سر کے بال بقدر واجب یقینی طور پر کٹ جائیں۔ واللہ اعلم

مخصوص ایام میں افعال حج

سوال: اگر حج کے ایام میں عورت کو ناپاکی کا خون آنے لگ جائے تو حج ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: طوافِ زیارت کے علاوہ حج کے تمام افعال اپنے اپنے وقت اور مقام میں اسی حالت میں ادا کرے اس حالت میں طوافِ سنت و واجب ساقط ہو جاتا ہے۔ البتہ طوافِ زیارت (جو کہ فرض ہے) کی قضا طہارت حاصل ہونے کے بعد کرلے ـــــ واذا حاضت المرأۃ عند الاحرام اغتسلت واحرمت وصنعت کما یصنعہ الحاج غیر انھا لا تطوف بالبیت حتی تطھر الخ ھدایہ ص۲۶۵ ج۱

اہل میت کا نام و نمود کے لئے دعوۃ کرنا شرعاً ناجائز ہے؟

سوال: کیا اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت کرنا شرعاً جائز ہے؟ ہندو پاک میں یہ رسم ہے کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی ہے تو میت کو دفن بھی نہیں کیا جاتا کہ اہلِ میت کو کھانا وغیرہ پکوانے اور میت کے اعزہ و اقربا اور احباب کی عورتوں کے لئے پان چھالیہ وغیرہ بنانے کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ اسطرح قبرستان سے واپسی پر کھانا کھا کر جانے کا اعلان کر دیا جاتا ہے جبکہ اہلِ میت رنج والم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ انہیں اس طرح دعوت کا اہتمام کرنا پڑتا ہے جیسے خوشی کا موقع ہو۔ پھر تیسرا، آٹھواں اور چالیسواں اسطرح کیا جاتا ہے جیسے شادی کی تقریب کا اہتمام ہو اور یہ ذہنی اور مالی بوجھ ہر ایک کے لئے برداشت کرنا ضروری ہوتا ہے ورنہ معاشرہ میں ناک کٹنے کا احتمال ہوتا ہے۔ اب فرمائیے کہ:

۱: کیا غم کے موقع پر دعوت کرنا شرعاً جائز ہے؟
۲: کیا ایسی دعوت سے میت کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے؟
۳: ایسی دعوت کرنیوالے اور اسمیں شرکت کرنیوالے کسی گناہ کے مرتکب تو نہیں سمجھے جائیں گے؟
۴: کھانے کی دعوت کا حکم شرعاً کس کس موقعہ پر جائز ہے؟
براہ کرم مندرجہ بالا سوالات کے جوابات قرآن وسنت اور فقہ حنفیہ کی روشنی میں دیں: محمد صدیق مسلم کراچی
الجواب: ۱: اہل میت کا نام ونمود اور ناک رکھنے کے لئے دعوۃ کا اہتمام کرنا شرعاً ناجائز ہے اور اسطرح ورثاء خصوصاً یتیموں کا مال برباد کیا جاتا ہے۔ جبکہ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں منقول ہے کہ جب کسی کی وفات ہوجائے تو اس کے گھر والے چونکہ صدمہ میں مبتلا ہوتے ہیں اسلئے اہل محلہ اور رشتہ دار۔ اہل میت کا کھانا تیار کریں نہ یہ کہ اہل میت اپنی ناک رکھنے کے لئے لوگوں کی دعوت کریں۔

حضرت جریرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں:
"کنا نری الاجتماع الی اهل المیت وصنعته الطعام من النیاحة"۔ ابن ماجہ ص۱۱۶ طبع فاروقی دہلی
ہم (یعنی صحابہ کرام) میت کے گھر جمع ہونے اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے۔ اور مرفوع حدیث میں ہے کہ میت پر بین اور نوحہ کرنا اہل جاہلیت کا کام ہے۔ جمہور سلف وخلف کے نزدیک نوحہ حرام ہے اسی طرح میت کے گھر کا کھانا بھی سمجھا جائے۔

حافظ ابن ہمام لکھتے ہیں: ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة۔ فتح القدیر
یعنی میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ ہے (کیونکہ طعام دعوت تو خوشی کے موقع پر ہوتا ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ نہایت قبیح بدعت ہے۔

۲: جو دعوت نام ونمود، ریاکاری اور دکھاوے کے لئے ہو اور خلاف سنت طریقہ اختیار کیا گیا ہو اس سے میت کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟
۳: ظاہر ہے اس قسم کی دعوت خلاف سنت ہے اور خلاف سنت امور کا ارتکاب یا ان میں شرکت ومعاونت یقیناً معصیت ہے۔
۴: دعوت کرنے والا خوشی اور طیب خاطر سے جس وقت چاہے دعوت کرسکتا ہے۔ دعوت اگر منکرات ومکروہات سے پاک ہے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے ورنہ بلاشبہ ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

محمد اشرف عاطف
دارالافتاء جامعہ رشیدیہ ساہیوال
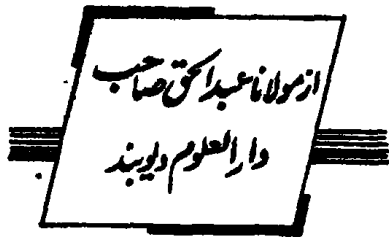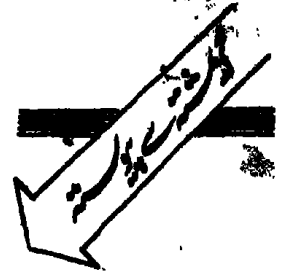
بہرحال کلکتہ سے جو آگ شروع ہوئی تھی وہ پھیلتے پھیلتے پورے ملک میں پھیل گئی۔ میرٹھ اور دلی سے جو متصل علاقے تھے اُن میں بھی افراتفری اور مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کا قصبہ نانوتہ بھی اس افراتفری سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس قصبہ کے فسادات کے متعلق حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے سوانح قاسمی جلد دوم میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اولین صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کا یہ بیان نقل کیا ہے:

"جب احقر وطن نانوتہ پہنچا جب ہنگامے مفسدین کے پیش آئے جس میں مولانا (حضرۃ نانوتویؒ) کی کمال جرأت و ہمت ظاہر ہوئی"

ان چھوٹے فسادات اور ہنگاموں کے بعد جنگ کا وہ واقعہ پیش آیا جسے علماءِ دیوبند "جنگ شاملی" سے یاد کرتے ہیں۔ افسوس اس کا ہے کہ دیوبندی حلقے میں تو یہ جنگ بہت زیادہ مشہور ہے اور علماءِ دیوبند کی اکثر کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے مگر جہاں تک میرا علم ہے قومی پریس اور حکومت کے تحت جو لائبریریاں اور ادارے قائم ہوئے ہیں وہاں اس کا کوئی تذکرہ نہیں پایا جاتا۔ ابھی حال ہی میں قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ کے شہیدان وطن کی یادگار جو منائی گئی جس میں وزیر اعظم نے بھی شرکت کی شاملی کا واقعہ بھی چونکہ اسی نوعیت کا ہے اس لئے خیال آیا کہ اسے بھی لکھ کر قومی پریس کو بھیج دیا جائے۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب سوانح قاسمی جلد دوم ص۱۱۳ سے اس جنگ کی نوعیت اس طرح تحریر فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:

"تھانہ بھون جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا وطن پاک تھا۔ اسی تھانہ بھون کے قصبہ میں قاضیوں کا ایک اچھا خاصا خوشحال رئیس خاندان بھی رہتا تھا۔ بظاہر کافی آمدنی والی جاگیر حکومت مغلیہ سے قاضیوں کے اس خاندان کو ملی ہوئی تھی جس زمانہ میں غدر کا فتنہ ملک میں شروع ہوا۔ قاضیوں کے اس خاندان کے رئیس قاضی عنایت علی خاں نامی تھے جو تھانہ بھون کے نیک دل سرکاری خیرخواہ زمیندار تھے۔ انہی قاضی

عنایت علی خاں کے چھوٹے بھائی جن کا نام عبدالرحیم تھا صرف امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ گھرانے کا نظم و ضبط سب سے بڑے بھائی قاضی عنایت علی خاں سے متعلق تھا۔ ایسے پُر فتن زمانے میں معلوم نہیں قاضی عبدالرحیم صاحب کو کیا شوق پیدا ہوا کہ ہاتھیوں کی خریداری کے شوق میں تھانہ بھون سے معہ اپنے چند رفقاء کے سہارنپور گئے اور سرائے میں کسی دوست کے پاس ٹھہرے۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ بقول مولانا عاشق الٰہی صاحب باہم رعایا میں برسوں کی دبی ہوئی عداوت نکالنے اور خدا جانے کس کس زمانے کے انتقام لینے کا وقت آگیا۔ جدھر دیکھو مار پیٹ اور جس محل پر نظر کرو معرکہ آرائی اور جنگ۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ایک نامعلوم اور غیر معروف غیر مسلم جو غالباً تھانہ بھون کے آس پاس کا ہو، اور ممکن ہے کہ تھانہ بھون کے قاضیوں کے اس خاندان سے وہ صرف واقف ہی نہ تھا بلکہ کسی وجہ سے وہ ان لوگوں سے کھنچا ہوا تھا۔ اسی غیر معروف غیر مسلم نے مسٹر پنچھی (انگریز افسر) کو سہارنپور میں یہ اطلاع دی کہ قاضی عبدالرحیم تھانہ بھون سے دہلی کمک بھیجنے کے لئے ہاتھی خریدنے سہارنپور آیا ہوا ہے اور یہ خبر صرف مسٹر پنچھی صاحب تک ہی نہ پہنچی بلکہ گلی کوچوں میں اس افواہ کو پھیلا دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس انگریز افسر نے نہ کوئی تحقیق کی نہ تفتیش اور نہ ان لوگوں کو بلاکر کچھ پوچھ پاچھ کی بلکہ فوراً حکم دیا اور ایک گارڈ سرائے روانہ کی گئی اور قاضی عبدالرحیم معہ ہمراہیان بالزام بغاوت جیل بھیجدیئے گئے لیکن بات اسی حد تک پہنچ کر ختم نہ ہوئی۔ اس انگریز افسر نے جیل کے بعد بھی جبر ہی سے کام لیا اور نہ اصل واقعہ کی تلاش و جستجو کی زحمت گوارہ کی اور ایک ناکردہ گناہ جماعت کو پھانسی کا حکم ہوگیا" ——————

(سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۱۳، ۱۱۷ تک کے جستہ جستہ ٹکڑے میں نے نقل کر دیئے)

اس جانکاہ حادثے اور ناگہانی مصیبت کے بعد ظاہر ہے کہ قاضی عنایت علی اور ان کے خاندان اور قصبے کے لوگوں پر کیا اثر پڑتا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب کا یہ قول حضرت مولانا گیلانی نے سوانح قاسمی جلد ۲ ص ۱۲۰ پر نقل کیا ہے کہ :

اس صدمے سے قاضی عنایت علی پر رنج و الم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور جوش و حزن میں بھائی کے انتقام کا خیال پختہ ہوگیا۔ مگر انھوں نے دانشمندی یہ کی کہ تھانہ بھون، نانوتہ گنگوہ اور آس پاس کے بہت سے علماء اور اہلِ ثروت کا اجتماع کیا اور اس مسئلہ پر غور کرنے کی دعوت دی کہ آیا یہ حادثہ ایسا ہے کہ اس پر صبر کیا جائے یا اس کے انتقام کا کوئی راستہ اختیار کیا جائے؟ یہ مجلس شورائی قاضی عنایت علی صاحب نے اپنے مکان میں منعقد کی جس میں امیرِ مجلس

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تھے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ اور مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ جیسے اکابر علماء بھی موجود تھے۔ اس مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی"۔

پہلے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مجموعی طور پر پورے ہندوستان میں ہندوستانیوں کی طرف سے انگریز قوم اور انگریز حکومت کے خلاف نہ کوئی تحریک شروع کی گئی تھی اور نہ جنگ کا کوئی منصوبہ بنایا گیا تھا مگر جنگِ شاملی کی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں نہ صرف عوام و خواص بلکہ آس پاس کے علماء و دانشور، اہلِ ثروت اور بالخصوص اکابر دارالعلوم بھی نہ صرف یہ کہ شریکِ مشورہ اور شریکِ جنگ ہوئے بلکہ دینی اور شرعی راہنمائی بھی کی! بحث جب شروع ہوئی تو حاضرین کی اکثریت موجودہ حالات میں کسی لڑائی اور جنگ کے خلاف تھی۔ صرف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جنگ کے حق میں تھے اور دوسرے حضرات کی طرف سے جو دلیل بھی پیش کی جاتی حضرت اس کا شافی اور مسکت جواب دیتے تھے۔ بقول حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی:

"حضرت مولاناؒ کے پیشِ نظر سورۃ شوریٰ کی یہ آیات تھیں اور انہیں آیات کی روشنی میں آپ نے تمام اعتراضات کے جواب دیئے"۔ فرمایا گیا: "اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا کہنا مانا اور نماز قائم کی، اور ان کا کام باہمی مشورہ سے تھا اور جو ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے تھے اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں"۔ (سوانح جلد دوم ص۱۱۸)

ظاہر ہے کہ بے قصور اور بلا تحقیق و تفتیش ایک شریف اور خیر خواہ حکومت خاندان کے فرد کا اور اس کے ساتھیوں کا قتل کرنا کوئی چھوٹا حادثہ اور معمولی واقعہ نہیں تھا۔ قاضی عنایت علی صاحب کی امداد و اعانت اور ان کے بھائی اور ساتھیوں کے خونِ ناحق کا بدلہ لینا ضروری تھا اور یہی آیات حضرتؒ کے پیش نظر تھیں۔

سب سے بڑا اور وزنی اعتراض حضرت مولانا فتح محمد صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کی حجتیں اور باتیں مان لی جائیں تو سب سے بڑی شرطِ جہاد میں نصب امام کی ہے۔ امام کہاں ہے؟ کہ قیادت میں جہاد کیا جائے"۔ (سوانح جلد دوم ص۱۲۳)

گویا پوری مجلس کے نزدیک حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کا اعتراض بہت قیمتی اور وزنی تھا اور یہ سمجھا جا رہا تھا کہ حضرت نانوتویؒ اس اعتراض کا جواب نہیں دے پا دیں گے! لیکن حضرتؒ نے فوراً جواب دیا نصب امام میں کیا دیر لگتی ہے! اور فوراً سب کے پیر و مُرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی پیش کیا اور فرمایا "حضرت مرشد برحق حاجی صاحب موجود ہیں انہی کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی جائے"!

مجلس پر اس تجویز کے پیش کرنے کے ساتھ ہی سناٹا چھا گیا۔ کس کی مجال تھی کہ امامت کی تمام شرائط کو پورا کرنے والی شخصیت کاملہ پر اعتراض کی ہمت کرتا۔ اس لئے سب ساکت ہو گئے اور متفقہ طور پر سب نے حاجی صاحبؒ

کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ (سوانح قاسمی جلد دوم ص ۱۲۵)

غرض مجلس شوریٰ کی متفقہ تجویز اور حضرت حاجی صاحبؒ کے امیر جہاد منتخب ہو جانے کے بعد جہاد کی تیاری شروع کر دی گئی۔ حضرت حاجی صاحبؒ مرکز بیعت جہاد تھے اور حضرت حافظ ضامن شہیدؒ سب سے بڑے علمبردار اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جامع مجاہدین تھے۔ حضرت نانوتویؒ امیر لشکر تھے، مولانا محمد منیر صاحبؒ حضرت نانوتویؒ کے یاور جرنیل (فوجی سیکرٹری) تھے۔

جہاد کی شرعی تنظیم ہو جانے کے بعد حضرت نانوتویؒ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس اجازت لینے پہنچے اور پاؤں دباتے ہوئے جیسا کہ ان کا روزمرہ کا معمول تھا فرمایا کہ خدا کی راہ میں جان و مال کو فدا کر دینا ایسا ہے اور جو خوشی سے اپنی جان خدا کے حوالے کر دیتا ہے اس کا ایسا درجہ ہے۔ اسطرح تمہید بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جہاد فرض ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ خوشی سے مجھے اس کی اجازت دیں تاکہ آپ کو بھی اجر ملے والدہ ماجدہ نے فرمایا تم اللہ ہی کی چیز ہو۔ میں خوشی سے تمہیں اللہ کے سپرد کرتی ہوں۔ اگر تم زندہ آ گئے تو میں تم سے مل لوں گی نہیں تو آخرت میں انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی ملنا ہو گا۔" (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۳۰)

والدہ سے اجازت حاصل کر لینے کے بعد اپنے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بھی اجازت طلب کی لیکن انہوں نے بخوشی اجازت نہ دی تو حضرتؒ نے اس حدیث کے پیش نظر کہ جہاں خدا کی نافرمانی کا اندیشہ ہو وہاں مخلوق کی فرمانبرداری کا قصہ ختم ہو جاتا ہے۔ حضرتؒ نے اپنے والد کو السلام علیکم کہا اور رخصت ہو گئے۔ بعد میں پھر والد ماجد بھی راضی ہو گئے۔

تھانہ بھون کے مجاہدوں نے اس گڑھی کو فتح کر لیا جو شاملی کے پاس تھی اور وہاں انگریز فوج مقیم تھی! ادھر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد خاص نواب محی الدین خاں مرادآبادی کے والد ماجد نواب شیر علی خاں حضرت نانوتویؒ کے معتقد اور بادشاہ دہلی کے مصاحب خاص اور معتمد علیہ تھے۔ انہی نواب شیر علی خاں کے ذریعے حضرت نانوتویؒ نے بادشاہ دہلی بہادر شاہ ظفر کو جہاد اور استخلاص وطن و ملت کی جنگ پر آمادہ فرمایا۔ غرض یہ تھی کہ بادشاہ انگریزوں کے خلاف اپنی طاقت استعمال کر کے دلی کو ان سے پاک کرنے کی سعی کریں اور ہم تھانہ بھون اور شاملی سے جہاد کرتے ہوئے دہلی کی طرف بڑھیں اگر صحیح اصول پر دو طرف سے یہ حملہ اور دفاع عمل میں لے آیا گیا تو دہلی کا آزاد ہو جانا عین ممکن ہے!

بہر حال سر فروشان دین سروں کو ہتھیلی پر لیکر ایک منظم طاقت سے ٹکرانے کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور تھانہ بھون سے شاملی کی طرف مارچ شروع کیا جس کا نصب العین دہلی تھا۔ شاملی کے میدان میں رَن پڑا اور انگریز فوج سے مجاہدین کا مقابلہ ہوا اور مجاہدین ہی کو غلبہ نصیب ہوا۔ اس گھمسان کی

لڑائی کے دوران حضرت نانوتویؒ میدانِ جنگ کے ایک کنارہ پر دم لینے کے لئے کھڑے تھے کہ انگریز فوج کا ایک سپاہی جو سکھ معلوم ہوتا تھا اور ڈیل ڈول میں بہت بڑا تھا اس نے حضرت نانوتویؒ کو میدان کے کنارے پر کھڑا پاکر دور سے تاکا اور غصہ میں لپک کر اس طرف آیا اور حضرت نانوتویؒ کو ڈانٹا کہ تم نے بہت سر اُبھار لیا ہے اب آ میری ضرب کا جواب دے، یہ تیغہ تیرے لئے موت کا پیغام ہے۔ اور دو دھاری تیغہ پوری طاقت سے اٹھا کر حضرت نانوتویؒ پر چلانا ہی چاہتا تھا کہ حضرتؒ نے فرمایا باتیں کیا بنا رہا ہے اپنے پیچھے کی خبر تو لے! اس نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا، حضرتؒ نے اس کے داہنے کندھے پر اتنی قوت سے حملہ کیا کہ تلوار داہنے مونڈھے کو کاٹ کر گذرتی ہوئی پاؤں پر رکی اور وہ سپاہی سر سے پیر تک دو ٹکڑے ہوکر آدھا ادھر اور آدھا اُدھر ہوکر گر گیا اور حضرت نانوتویؒ اس بے جان لاش پر پاؤں رکھتے ہوئے پھر صفِ قتال میں آگئے۔

تھانہ بھون میں میدان جنگ کی خبروں کیساتھ ساتھ شہداء کی لاشیں بھی آتی رہتی تھیں یہ خبریں نانوتہ بھی پہنچتی رہیں جسے سن کر حضرت نانوتویؒ کے والد بہت روتے تھے اور فرماتے کہو میرا بیٹا کہاں، میرا بیٹا کہاں؟

یہ لڑائی کتنے دن جاری رہی اور کتنے مجاہدین شہید ہوئے اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔

بہر حال فوجی چھاؤنی سے انگریز فوج پسپا ہوکر تحصیل شاملی میں منتقل ہوگئی اور اندر سے پھاٹک بند کرلیا اور مجاہدوں پر بندوقوں کی باڑھ مارنی شروع کی جس سے سینکڑوں مجاہدین شہید ہوگئے۔ پریشانی یہ تھی کہ انگریزی فوج قلعہ بند اور محفوظ تھی اور مجاہدین ان کے سامنے کھلے میدان میں تھے۔ انگریزی فوج کی بندوقوں کا حملہ کارگر ہوتا تھا اور مجاہدین کے حملے غیر مؤثر ہوکر رہ جاتے اسطرح یکطرفہ مار کی وجہ سے مجاہدین کا کافی جانی نقصان ہوا۔ کوئی ایسی تدبیر کارگر سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ تحصیل کا پھاٹک کھلے اور مجاہدین اندر گھس کر دست بدست جنگ کریں۔ اس پریشانی کی حالت میں حضرت نانوتویؒ نے اپنے ہوش و حواس کے توازن کو قائم رکھتے ہوئے ایک غیر معمولی جرأت آزما اقدام کیا اور اسی دروازے کے قریب چھپر کی جو ایک کٹی تھی جو غالباً محافظ سپاہی کیلئے بنا رکھی تھی۔ حضرتؒ نے اسکو اٹھا کر دروازہ پر ڈالنے اور اس میں آگ لگانے کا ارادہ کیا لیکن تحصیل کے دروازہ کے کواڑ تک پہنچنا چھپر کا اکھاڑنا اور آگ لگانا اتنا لمبا کاروبار تھا کہ کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی مگر حق تعالیٰ نے حضرت نانوتوی کو اتنی ہمت اور جرأت عطا فرمادی کہ اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے تنہا آمادہ ہوگئے اور کوندتی ہوئی بجلی کی طرح آپ گولیوں کی اس بارش کے درمیان جو اوپر سے آرہی تھی نکلتے ہوئے چھپر تک پہنچ گئے اور پھرتی سے بڑھ کر چھپر کو اپنی جگہ سے جلد از جلد اکھاڑا اور تحصیل کے دروازہ سے لا ملایا اور پھر آگ لگا دی نتیجۃً پھاٹک کے کواڑ جل اٹھے اور بند دروازہ مجاہدین کے لئے کھل گیا اور یلغار کرتے ہوئے مجاہدین اندر بھاگے اور قلعہ بند فوج سے دست بدست جنگ ہونے لگی، پانسہ مجاہدوں کے حق میں پلٹ آیا انگریزی فوج کو شکست ہوگئی

اور تحصیل شاملی پر مجاہدین کا قبضہ ہوگیا۔

لیکن واقعات جو پیش آئے اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جنگ تقدیری طور پر حافظ ضامن شہیدؒ سپہ سالار فوج کی شہادت کے لئے ہی لڑی گئی تھی جس کی طرف سوانح قاسمی جلد دوم ص۱۵۱ پر اشارہ کیا گیا ہے۔

گھمسان کی جنگ جاری ہے مجاہدین کا غلبہ ہو رہا ہے۔ حافظ صاحبؒ مجاہدوں کی نگرانی کے لئے کبھی باہر آتے ہیں اور کبھی اندر جاتے ہیں۔ ایک دفعہ باہر کھڑے تھے کہ اوپر سے ایک گولی آئی اور حافظ صاحب کی ناف کے آر پار ہوگئی زخم کاری آیا، خون کے فوارے چھوٹ گئے حافظ صاحبؒ بیٹھ گئے جیسے نماز کی حالت میں ہوں اور مسجد لے چلو مسجد لے چلو کی صدا بلند کی۔ حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے مجاہد دوڑے اور حافظ صاحبؒ کو مسجد میں لے آئے۔ حضرت گنگوہیؒ اپنے زانوں پر سر رکھ بیٹھ گئے اور قرآن شریف کی تلاوت شروع کردی اسطرح حافظ صاحبؒ کا حضرت گنگوہیؒ کے زانوں پر سر رکھے انتقال ہوگیا۔ (تذکرۃ الرشید)

حافظ صاحبؒ کی شہادت کے بعد مجاہدوں کی ہمت ٹوٹ گئی۔ جیتی ہوئی جنگ کا نقشہ اُلٹا ہوگیا۔ مجاہدین نے اسے غنیمت سمجھا کہ اپنے شہداء کو اور با مجاہد مجاہدوں کو اس زغہ سے نکال لے جانا ہی اسوقت مناسب ہے۔ چنانچہ حافظ صاحبؒ کی روح پُرفتوح کے جسد عنصری سے پرواز کر جانے کے بعد حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے مجاہدین نے چارپائی پر ڈالا اور شاملی سے تھانہ بھون روانہ ہوگئے۔ یکے بعد دیگرے کندھے بدلتے ہوئے تھانہ بھون پہنچ گئے۔ حافظ صاحبؒ کی شہادت کی اطلاع تھانہ بھون پہنچ چکی تھی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی امیر جہاد ایک جماعت کے ساتھ قصبہ سے باہر انتظار فرمارہے تھے جنازہ دیکھتے ہی ایک آہ بھری اور فرمایا "جس کے لئے یہ سب کچھ ہوا وہ بات پوری ہوگئی دیکھنا مسئلہ بھی ختم ہوگیا"۔ (سوانح قاسمی جلد دوم ص۱۵۱)

پابندان اسباب و وسائل نے تو شکست پر محمول کیا۔ اور عارفین وارباب باطن نے اپنے غیبی ادراک سے بتایا کہ اس جہاد کا آخری نقطہ حافظ ضامن شہیدؒ کی شہادت تھی۔ تکمیل مقصد کے مبادی کی گرم بازاری ختم ہو جاتی ہے اس لئے حضرت شہیدؒ کی شہادت پر یہ سارا ہنگامۂ رست وخیز ختم ہوگیا۔ قصبہ تھانہ بھون سے شمال وجنوب کے گوشہ میں حضرت شہیدؒ کی قبر کی احقر نے زیارت کی ہے۔

حضرت ضامن شہیدؒ اور دوسرے بہت سے مجاہدوں کی شہادت کیساتھ حضرت نانوتویؒ بھی اس جہاد میں زخمی ہوئے تھے۔ حضرت نانوتویؒ کے ایک گولی لگی اس سے داڑھی کے کچھ بال جل بھی گئے۔ ایک دم ہمت سے اُٹھے اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو ایسا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ حضرت گنگوہیؒ نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کیا ہوا میاں، عمامہ اتار کر سر کو جو دیکھا کہیں گولی کا نشان نہ ملا اور تعجب یہ کہ خون سے تمام کپڑے تر ——

یہ حادثہ تو تھانہ بھون میں پیش آیا۔ اسی کے ساتھ ادھر ضامن شہیدؒ کی شہادت ہوئی۔ ادھر دہلی سے خبر آئی کہ

[illegible] تار ہو گئے اور دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ شاملی اور دہلی کی شکست کے بعد دہلی اور تھانہ بھون پر کیا مصیبت نازل ہوئی اور مسلمانوں پر انگریزوں نے کیا کیا مظالم ڈھائے اور کس طرح تمام اوقاف، مدارس اور خانقاہیں، علماء اور دانشور، عوام وخواص قتل کئے گئے، پھانسی پر چڑھائے گئے۔ حبسِ دوام کی سزائیں دی گئیں تاریخ کے اوراق تفصیلات سے بھرے پڑے ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے قاضی عنایت علی تو اس طرح روپوش ہوئے کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ کہاں گئے اور کیا ہوئے، حضرت حاجی صاحبؒ قریہ قریہ اور قصبہ قصبہ روپوش ہوتے ہوئے حجاز مقدس پہنچے، حضرت گنگوہیؒ گرفتار ہوئے اور چھ ماہ جیل میں رہے اور جیل خانقاہ بن گئی۔ حضرت نانوتویؒ پولیس کے ہاتھ نہیں آئے نانوتہ سے دیوبند منتقل ہو گئے کہ دیوبند میں سسرال تھے اور یہیں سے قدرت ان سے بڑے بڑے کام لینے والی تھی جن کی تفصیلات سوانح قاسمی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۱۰ار مئی ۱۸۵۷ء مطابق ۱۵ار رمضان ۱۲۷۳ھ کو ہندوستانی فوج میرٹھ سے فارغ ہو کر دہلی گئی تھی اور دہلی کے تخت پر قبضہ کر کے بہادر شاہ ظفر کو بادشاہ بنا دیا تھا۔ اسی وقت مئی ۱۸۵۷ء مطابق رمضان ۱۲۷۳ھ میں شاملی کے جہاد کا واقعہ بھی پیش آیا جیساکہ نواب شبیر علی خاں کے ذریعے حضرت نانوتویؒ نے بادشاہ دہلی تک یہ اطلاع بھجوائی تھی کہ دہلی سے آپ جہاد کریں اور شاملی سے ہم جہاد کرتے ہوئے آپ سے ملیں گے مگر تقدیر الٰہی نہیں تھی اور نہ یہ جنگ کسی سوچی سمجھی سکیم اور کسی پہلے سے بنائے ہوئے پروگرام کے تحت لڑی گئی تھی۔

جنگ شاملی کی شکست کے بعد حضرت نانوتوی نے دوسرے محاذ کی تلاش شروع کی اور ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند قائم فرمایا اور یہاں پر دوسرے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جس کی تفصیلات سوانح قاسمی میں درج ہیں!

(طیب دیوبند)

بقیہ: اسلامی درسگاہ

مقتدا ہم سب سے افضل ہیں۔ سعدؓ نے فرمایا کہ اب میری وہ حالت ہو گئی ہے کہ میں تم میں سے کسی مرد وعورت سے بات کرنا بھی گوارا نہ کروں گا۔ جب تک کہ تم خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہ لے آؤ۔

قبیلہ کے سب لوگ سمجھ گئے کہ ایسے بڑے معتمد سردار نے بلا وجہ ایسا بڑا تغیر اختیار نہ کیا ہوگا اور شام تک رفتہ رفتہ تمام مرد وعورت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

حضرت مصعب مدینہ منورہ میں اپنے کام میں مصروف رہے یہاں تک کہ معلم الاسلام والمسلمین خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ منورہ میں تشریف لا کر اس تعلیم گاہ کو تمام دنیا کے لیے سرچشمۂ رحمت وہدایت بنا دیا۔

(ماہنامہ الرشید ساہیوال)

نقشہ منظم تقسیم اسباق درجات السنۂ شرقیہ و اسلامیات جامعہ رشیدیہ ساہیوال شوال ۱۴۰۵ھ

[illegible]	جناب مولانا محمد انور صاحب استاذ حدیث	جناب مولانا عبد الحمید صاحب مدرس	جناب مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدرس و ناظم دار الاقامہ	جناب مولانا مفتی محمد اشرف صاحب عاطف مفتی جامعہ	جناب مولانا رشید احمد صاحب رشیدی مدرس و ناظم کتب خانہ و مطبخ	جناب مولانا قاری محمود احمد صاحب معلم التجوید	جناب مولانا کفایت اللہ صاحب معلم الانشاء والحساب
۱	علم الصیغہ بعدہٗ فصول اکبری	جلالین شریف جز ۲	مقامات حریری بعدہٗ شرح وقایہ جز ۲	.	ترجمہ قرآن مجید درجہ ثالثہ	اولیٰ	تعلیم الاسلام و تاریخ الاسلام درجہ فارسی
۲	.	کنز الدقائق کامل	ہدایۃ النحو بعدہٗ زاد الطالبین	قطبی	معین المنطق ۱-۲	رہبر فارسی - مالا بد منہ	حساب
۳	طحاوی شریف	.	صرف بہائی ارشاد الصرف صرف میر	ہدایہ ثانی کامل	تسہیل المبتدی، پند نامہ بوستان	ثالثہ	پہاڑے
۴	سلم العلوم بعدہٗ ملا حسن	اصول الشاشی شرح وقایہ جز ۱	.	افتاء	ناظرہ قرآن مجید	فارسی	اسلامی زندگی
بعد از نماز ظہر							
۵	ہدایہ اول کامل	علم النحو مع نحو میر شرح مائۃ عامل	کافیہ	افتاء	نور الایضاح، ترجمہ قرآن ثانیہ	رابعہ	املاء
۶	مشکوٰۃ شریف جز ۲	خلفاء راشدین و اجراء نحو	نور الانوار	سراجی بعدہ حسامی	کتب خانہ	ثانیہ	قاعدہ اردو

نوٹ: مندرجہ بالا اسباق کے علاوہ مولانا شریف احمد طاہر، مولانا فضل احمد، مولانا محمد دین اور چار قاری ۲ استانیاں ایک ناظرہ خوان تعلیمات کے کارکن عملہ ہیں!

Phone 2356

REGD. L NO. 8054

MONTHLY. ALRASHID. LAHORE PAKISTAN

طعام خانہ نبوی ؐ

مہمانانِ رسول علیہ السلام

- جامعہ رشیدیہ، دارالعلوم دیوبند کی طرح تعلیمی تحریک کا نام ہے!
- جامعہ علمی وعملی درسگاہ کے علاوہ ہر باطل قوت کے مقابلہ پر اسلامی قوت اور محاذِ جہاد ہے!
- جامعہ دعوت توحید خالص، تحفظِ ختم نبوت اور مقام رسالت و صحابہؓ کے لئے بحمد اللہ ہر وقت سینہ سپر ہے!
- جامعہ کے طعام خانہ نبوی ہیں، مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم، غریب الاوطان طلبہ مقیم اور زیر تعلیم و تربیت ہیں
- ان مہمانانِ رسول علیہ السلام کا طعام صبح و شام جامعہ کے مطبخ میں تیار اور تقسیم ہوتا ہے اور طلبہ آپ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں!
- ایسے مہمانان رسول علیہ السلام کی مہمانی کے لئے آپ کے جانوروں کے چمڑے اور آپ کی ہر قسم کی قربانیاں کام آتی ہیں۔
- اگر دین کے تحفظ اور اسلام کی بقاء کے لئے ہماری اپنی کھالیں بھی کام آجائیں تو یہ سودا سستا ہے!
- استدعا ہے کہ آپ اپنی قربانی کی کھالیں عربی مدارس کے لئے وقف کر دیں۔
- جامعہ رشیدیہ کے طلباء بھی آپ کی قربانیوں سے متمتع ہونے کے لئے اپیل کرتے ہیں کہ قربانی کی کھالیں جامعہ رشیدیہ براہِ راست پہنچائیں یا طلبہ رشیدیہ کو دیں۔ یا اس کی قیمت مدرسہ میں پہنچاویں۔ اور بلا رسید کوئی چیز نہ دیں۔ رقم کی صراحت فرمائیں تاکہ اسی مصرف میں خرچ کی جاسکے!
- بحمد اللہ جامعہ کا انتظام تعلیم و تربیت اور حساب کتاب ہر طرح تسلی بخش ہے۔

جملہ مراسلات بنام

فاضل حبیب اللہ رشیدی

مدیر "الرشید" و ناظم اعلیٰ

جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال (پاکستان)